محدث شیرازی اس کی تفصیل اس عبارت میں لکھتے ہیں

مروی است از ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد از وقوف بر عدد لشکر دشمن و کثرت اسلام گفت یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امروز ما از جہت قلت مغلوب نخواہیم گشت و در روایتی آنکہ ابوبکر صدیق این مقالہ را با سلمہ بن سلامہ بن وقش گفت و در روایتی آنکہ قائل این سخن سلمہ بود ص ۸۴۴

روایت میں آیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دشمن کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم کر کے اور فوج اسلام کی موجودہ کثرت ملاحظہ فرما کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ کلمہ سلمہ بن سلامہ بن وقش سے کہا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کلمہ کا کہنے والا سلمہ تھا۔

بہرحال دونوں روایتوں کے اعتبار سے اس قول کے قائل حضرت ابوبکر ثابت ہوتے ہیں۔ اس بنا پر اس آیہ کریمہ کے نزول کا باعث بھی یہی آپ کا قول ہوا۔ جیسا کہ باتفاق جمہور مشہور ہے۔

نازیبا کی دوسری مثال

اس سے آگے چلیے۔ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔ فوج اسلام حنین کی طرف روانہ ہوئی صحیح ترمذی میں ہے

عن ابی واقد لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی حنین مر بشجرۃ للمشرکین یقال لہا ذات انواط یعلقون علیہ اسلحتہم قالوا یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواط کما لہم ذات انواط فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبحان اللہ ھذا کما قال قوم موسی اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ والذی نفسی بیدہ لترکبن سنن من کان قبلکم

ابوواقد سے روایت ہے کہ جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب حنین روانہ ہوئے تو راہ میں اس درخت کے پاس سے گذرے جسکو مشرکین ذات انواط کہتے تھے اور اسپر اپنے ہتیار لٹکا دیتے تھے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے لیے ایسا ہی ایک ذات انواط بنا دیجیے جیسا کہ مشرکین کا ذات انواط ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ تو وہی بات ہے جو قوم موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ جیسے کافروں کے معبود ہیں ویسے ہی ایک معبود ہمکو بھی بنا دیجیے قسم بخدا کہ تم بھی انھیں کا طریقہ اختیار کروگے۔ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۰۰

ابن ہشام نے بھی اس واقعہ کو جلد سوم ص ۸ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے۔ محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب ص ۴۷۹ مطبوعہ لکھنؤ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ترمذی اور ابن ہشام کی عبارتوں سے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر محدث شیرازی کی عبارت یہ ہے۔

چون حضرت این سخن گفت آن جماعت از گفتۂ خویش پشیمان شدند و توبہ و استغفار نمودند۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو لوگوں نے شرما کر توبہ و استغفار کیا۔

لشکر اسلامی کے پہونچنے سے پہلے کفار کا لشکر میدان جنگ مین داخل ہوگیا - یہ اُن کے قریب رہنے کا خاص فائدہ تھا جو سوائے ان کے دوسرے کو مشکل سے حاصل ہوسکتا تھا - چنانچہ شبلی صاحب فوج اسلامی کی شکست کے اسباب مین تحریر کرتے ہین -

کفار نے معرکہ مین پہلے پہونچکر مناسب مقامات پر قبضہ کرلیا تھا - اور تیراندازون کے دستے پہاڑ کی گھاٹیون کھوؤن اور درّون مین قریب قریب جابجا جالیے تھے -

قریب قریب طبری اور ابن ہشام نے اور صاحب روضۃ الاحباب نے بھی کفار کے یہی انتظام لکھکر بتلائے ہین - کفار کے مقابلہ مین لشکر اسلام میدان جنگ مین جب آیا تو یہ تمام مقامی فوائد و منافع ہاتھ سے نکل چکے تھے - اس لیے فوج اسلامی نے میدان جنگ کی مقامی مناسبت اور موزونیت سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا - مجاہدانِ اسلامی نے اپنی شجاعت و دلیری کی پُرجوشی یا کثرت اعداد کی اُسی پرجوشی مین جسے یہ مکہ سے ساتھ لائے تھے - ان فوائد و منافع مقامی کی کوئی پرواہ نہین کی - کچھ رات رہے سے تمام دستہائے فوج اپنے اپنے مقامات سے نکل کر میدانِ جنگ مین آراستہ ہوگئے - صف آرائی کی انتظامی ترتیب اور اُس کی تفصیل یہ ہے -

مہاجرین کی فوج مین تین مختلف حصے کیے گئے - ایک دستہ فوج کے علمدار حضرت عمر بن الخطاب (شاید خیبر مین علمداری سے محرومی کی تالیف ہو) دوسرے کے حضرت علی ابن ابی طالب اور تیسرے دستہ کے سعد بن ابی وقاص مقرر ہوئے - اسی طرح قبائل انصار مین - قبیلہ اوس کے علمدار اسید بن حضیر بنائے گئے اور قبیلۂ خزرج کے سعد بن عبادہ

جانبین کی فوجین مرتب ہوچکین تو کفار نے آغاز جنگ مین سبقت کی - شبلی صاحب جانبین کی حرب و ضرب اور طرفین کی کارزار کی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین

جانبین کا مقابلہ اور فوج اسلامی کی گریز

فتح کے بجائے وہلۂ اول مین مطلع صاف تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو رفقائے خاص مین سے کوئی بھی پہلو مین نہین تھا - حضرت ابو قتادہ جو شریک جنگ تھے اُنکا بیان ہے کہ جب لوگ بھاگ نکلے تو مین نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینے پر سوار ہے - مین نے عقب سے اُس کے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کو کاٹتی ہوئی اندر اُتر گئی - اُس نے مڑکر مجکو ایسا دبوچا کہ میری جان پر بن گئی لیکن پھر وہ ٹھنڈا ہوکر گر پڑا - اس اثنا مین مین نے حضرت عمرؓ کو دیکھا - مین نے پوچھا مسلمانون کا کیا حال ہے بولے قضائے الٰہی یہی تھی شکست کے مختلف اسباب تھے - مقدمۃ الجیش مین جو حضرت خالد کی اشری مین تھا

زیادہ تر فتح مکہ میں جدید الاسلام نوجوان تھے ۔ وہ جوانی کے غرور میں اسلحہ جنگ بھی پہن کر نہیں آئے تھے ۔ فوج میں دو ہزار طلقا ر بھی تھے یعنی وہ لوگ جو ابتک اسلام نہیں لائے تھے ۔ ہوازن قدر اندازی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے ۔ میدان جنگ میں انکا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا ۔ کفار نے معرکہ گاہ میں پہونچکر مناسب مقامات پر قبضہ کرلیا تھا ۔ اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں ۔ کھوؤں اور دروں میں جا بجا جما دیے تھے ۔ فوج اسلام نے صبح کے وقت جبکہ خوب اُجالا ابھی نہیں ہوا تھا ۔ حملہ کیا ۔ میدان جنگ اسقدر نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہیں سکتے تھے ۔ حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں فوجیں ٹوٹ پڑیں ۔ اُدھر کمینگاہوں سے قدر اندازوں کے دستے نکل پڑے اور تیروں کا مینھ برسا دیا مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا اور پھر تمام فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے ۔ صحیح بخاری میں ہے فادبر واحتی بقی وحدہ سب لوگ نکل گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکیلے رہ گئے ۔ تیروں کا مینھ برس رہا تھا ۔ بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئی تھیں لیکن ایک پیکر مقدس پا بر جا تھا ۔ جو تنہا ایک فوج ایک ملک ایک اقلیم ۔ ایک عالم بلکہ مجموعہ کائنات تھا آنحضرت صلعم نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا یا معاشر الانصار آواز کے ساتھ صدا آئی ہم حاضر ہیں ۔ آپ نے بائیں جانب مڑ کر پکارا ۔ اب بھی وہی آواز آئی ۔ آپ سواری سے اُتر پڑے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا میں خدا کا بندہ ہوں اور اُسکا پیغمبر ہوں بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ رجز آپ کی زبان پر تھا ۔

انا النبی لاکذب میں پیغمبر خدا ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے انا ابن عبدالمطلب میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں ۔

حضرت عباس ابن عبدالمطلب بلند آواز تھے ۔ آپ نے اُن کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو اُنھوں نے نعرہ مارا یا معشر الانصار اے گروہ انصار اصحاب الشجرۃ اے اصحاب شجرہ (بیعت رضوان والے) اس پُر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتًا پلٹ پڑی ۔ جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے نہ ٹھہر سکے اُنھوں نے زرہیں پھینکدیں اور گھوڑوں پر سے کود پڑے دفعتًا لڑائی کا رنگ بدل گیا ۔ کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے اُن کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں تھیں ۔ بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جمکر لڑے لیکن اُنکے ستر آدمی مارے گئے ۔ اور جب اُن کا علمدار عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے

سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۲

شبلی صاحب کے استخفاف حالات اور اُن کے انکشافات ۔ شبلی صاحب کی معرکہ آرا قلم آرائیوں کا یہی تو میدان ہے ۔ صحابۂ کرام حفظ مراتب تقلید اسلاف کے حسن عقیدت کی حفاظت ۔ مخالفین اسلام کے اعتراض کا خوف ۔ مدعائے اصلی کا اثبات اور سب سے آخر میں اسلام کی بقائے شوکت و اجلال کے خیال بھی آپکے ساتھ ہیں

اتنے خیالوں میں اُلجھا ہوا مؤلف کہاں تک تاریخی نقل و استنباط واقعات و حالات میں خود غرضی و جانبداری سے محفوظ رہکر حقیقت گذاری کا حق ادا کر سکتا ہے۔

اول تو آپ نے یہ لکھکر کہ "وہلۂ اول میں مطلع صاف تھا" یہ بتلا دیا ہے کہ گویا کفار کے آتے ہی تمام مسلمان بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے بلا استثناء احد سے ایک ایک کر کے سب بھاگ گئے اور ایسے کہ بقول آپ کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو رفقائے خاص میں سے کوئی بھی پہلو میں نہیں تھا پھر اسی عبارت کے حاشیہ نمبر ۲ میں لکھتے ہیں۔ کہ بعض روایتوں میں چند اصحاب کا ثابت قدم رہنا بھی مذکور ہے۔ ان دونوں روایتوں کی تطبیق یہ ہے کہ دو مختلف وقتوں کے حالات ہیں۔ راوی نے اپنا مشاہدہ لکھا ہے تفصیل آگے آئے گی" سیرۃ النبی جلد اول

تو اب سوال یہ ہے کہ آپ کے ان دو مختلف اور متضاد بیانات میں آپکی کتاب کے دیکھنے والے آپ کے کس قول پر اعتبار کریں۔ آیا آپ کے موافق وہ یہ سمجھیں کہ پہلے ہی حملۂ کفار میں بارہ ہزار کی جمعیت یکبار بھاگ گئی جو کس قدر مہمل اور خلاف واقعہ ہے۔ یا یہ سمجھیں کہ چند اصحاب ثابت قدم بھی رہ گئے تھے۔ جو بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔

افسوس ہے اگر حاشیہ میں تطبیق دیکر تحریر کیا گیا اگر آغاز ہی میں لکھدیا گیا ہوتا تو ابہام فی الکلام اور اختلاف عن الاعتراف آپ کی تحریر میں کیوں واقع ہوتا۔ مگر نہیں صحابہ کی حسن عقیدت درمیان تھی۔ جن کے حفظ مراتب کا سامان آپ کی تعمیم والی ترکیب قدیم کے بغیر ناممکن تھا۔ اسلیے قلم آرائی کی شان میں بیساختگی کے ساتھ ایسی عبارت لکھدی جس سے معلوم ہو کہ سب کے سب رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر جب حاشیہ میں اس کے خلاف چند صحابہؓ کا ثابت قدم رہنا لکھا بھی تو اُن بزرگواروں کے نام نہیں لکھے۔ یہ کتنا غیر مستند استخفاف واقعات کا طریقہ ہے جو آپ کی شانِ مولفانہ کے سراسر خلاف ہے۔

اسلامی مجاہدین کی معرکہ آرائی کی کوئی تفصیل ہی نہیں لکھی۔ اور کیسے لکھ سکتے تھے جب لکھکر بتلا چکے تھے کہ وہلۂ اول ہی میں مسلمان مقابل کا منھ دیکھتے ہی بھاگ نکلے شکست کے بعد گویا وہلۂ اول کا حال ان الفاظ میں لکھکر بتلایا گیا ہے "فوج اسلام نے صبح کے وقت جبکہ خوب اجالا بھی نہیں ہوا تھا حملہ کیا۔ میدان جنگ اسقدر نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہ سکتے تھے۔ حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ ہزاروں فوجیں ٹوٹ پڑیں اور کمینگاہوں سے قدر اندازوں کے دستے نکل آئے اور تیروں کا مینھ برسا دیا مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ بے قاعدہ ہو کر پیچھے ہٹا پھر تمام فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔"

شبلی صاحب عبارت آرائی ختم کیجیے۔ صاف صاف یوں لکھیے کہ مقدمۃ الجیش ہو یا مجموعۃ الجیش

سے پہلے سب فوج سے خالد کا رسالہ بھاگا ۔ لکھتے وقت ۔ آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے ۔ آپ جب بلا وجہ و سبب یہ لکھ چکے کہ دھلہ اول میں مطلع صاف تھا ۔ تو پھر اسباب شکست کی تفصیل کے بعد ان تصریحات کا قلمبند کرنا مٹنے بعد از جنگ کا لطف دیتا ہے ۔ آپ نے دھلہ اول کی صفائی کے لکھنے سے پہلے ان اسباب صفائی کو کیوں نہ لکھ دیا کہ غریب سیدھے سادے مسلمان سمجھ لیتے کہ ہمارے بزرگوار مجاہدین اور جان نثاران اسلام ان وقتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے فرار کر گئے ۔

شبلی صاحب ۔ تحریری قلم آرائیوں اور خالی لفاظیوں سے کام نہیں چلنے کا اور مطلب نہیں نکلنے کا دنیا کی نگاہوں میں تحقیق کی روشنی بہت تیز ہو گئی ہے ۔ ہر شخص کے سامنے کتابیں کھلی ہیں ۔ آپ اپنی کتابیں نہ لکھیں تو کیا ہو آپ سے اچھی کتابوں میں حقیقت حال کا مطالعہ اور مشاہدہ کر لیں گے ۔ اول تو آپ نے یہ لکھ کر کہ فوج اسلامی نے صبح کے وقت جبکہ خوب اُجالا بھی نہیں ہوا تھا حملہ کیا ۔ یہ بتلایا ہے کہ جنگ میں سبقت اسلام کی طرف سے ہوئی بالکل شعار اسلام کے خلاف ہے ۔ جو سبقت فی القتال کو اپنی طرف سے قطعی حرام سمجھتا ہے ۔ مسلمان آپکی اس سبقت کو اسلام کی مدح سمجھ تو نہیں بلکہ ہجو بلیغ سمجھیں گے ۔ دیکھیے ۔ یہ اگر ایسا ہی واقعہ ہے جیسا آپ نے لکھا ہے تو آپ عیسائی معترضین کے اعتراض کے جواب کے لیے بھی تیار رہیے جو کہتے ہیں کہ حنین کی جنگ میں اسلام کا طریقہ جہاد مدافعانہ نہیں تھا بلکہ جارحانہ ۔ حالانکہ تمام تاریخ و سیر کی اسلامی کتابیں یک زبان ہو کر کہہ رہی ہیں ۔

فواللہ ما راعنا ونحن منحطون الکتائب | راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ ہماری حفاظت کے لیے کوئی بھی نہیں تھا
فقد شدت علینا رجل واحد ۔ | اور ہم اُن کی کثرت میں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے ۔ اور اُن
طبری ۱۶۶۰ | لوگوں نے بڑی شدت سے اپنی متفقہ قوت کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا ۔

ابن ہشام ۔ ابوالفدا ۔ ابن وردی (خلاصہ ابوالفدا) اور محدث شیرازی بالاتفاق سب کا یہی بیان ہے ۔ اللہ شبلی صاحب نے دیکھتے خوا مخواہ مسلمانوں کا پہلے حملہ کرنا لکھ رہے ہیں کہیے آپ کا صرف دو لفظوں والا جملہ کسقدر اختلاف انگیز اور فساد خیز ہے حالانکہ آپ کا اس سے پہلے والا جملہ کہ ۔ دھلہ اول میں مطلع صاف تھا ۔ بتلا رہا ہے کہ حملہ مخالفین ہی کی طرف سے شروع ہوا ۔ تب تو مسلمان اُن کی برداشت نہ لا کر میدان جنگ کا مطلع صاف کر گئے ۔ پھر نہ معلوم یہاں شبلی صاحب کو کیا ہو گیا کہ لکھ دیا مسلمانوں کی فوج نے علی الصباح حملہ کر دیا ۔

آپ ان تمام متناقض اور متضاد بیانات کے بعد خالد بن ولید کی برأت کی طرف جھکے ہیں ۔ اور اپنی پوری قلم آرائیوں کی قوت و مہارت کے ساتھ آپ نے اُن کے عیوب و نقائص کو اپنے الفاظ و عبارت میں چھپایا ہے اور ضعیف سے ضعیف اور کمزور سے کمزور حجابات میں اُنکی اور اُنکے ماتحت دستۂ فوج کی ہزیمت کی توجیہات

قائم کی ہین۔ مثلاً۔ خالد کے ماتحتی دستہ مین مکہ کے مغرور نوجوان تھے وہ جوانی کے غرور مین اسلحہ پہن کر نہین آئے تھے۔

شبلی صاحب۔ آپ کی یہ توجیہ اگر صحیح ہے تو بتلائیے کہ ان کہن سال اور کہن مشق مجاہدین اسلام کو کیا ہوگیا تھا جو بخلاف ان نوجوانون کے اسلحات پہنے ہتیار لگائے کھڑے کے کھڑے رہگئے۔ انھون نے کیا بنالیا آپ ان نوجوانون کو ہدف ملامت بنانا چاہتے ہین۔ پہلے تو آپ اُن جہان دیدہ بزرگوارون کے عجب و غرور کی خبر لین جنھون نے مکہ سے نکلتے ہی اپنی کثرت فوج پر ناز کرنا شروع فرما دیا تھا۔

اب رہی آپ کی اخیر توجیہ کہ اسمین طلقاء بھی تھے۔ شبلی صاحب۔ خیریت سے دو ہی ہزار طلقاء تھے۔ دس ہزار تو وہی کلہم عدول کے معیار پر کامل اُترے ہوے صحابہ تھے اُنھون نے کیا بنالیا۔ اور کون سی خیر خواہانہ خدمت دکھائی۔ واقعیت اور اصلیت کے آگے بات بنانے اور معنی پہنانے سے کام نہین چلتا۔ آپ کو صاف صاف ماننا اور لکھنا پڑیگا اور نوعی آپ مان چکے اور لکھ بھی چکے ہین کہ معرکہ جنگ مین خالد کی ناواقفکاری اور منصب سپہ سالاری مین اُنکی ناتجربہ کاری۔ جنگ حنین مین اول بار ہزیمت کی باعث ہوئی حقیقت یہ ہو کہ بقول آپ کے یہ بھی ویسے ہی نوجوان مغرور تھے جیسے انکے ماتحتی مکہ کے جوانان بے شعور نہ یہ اُن کو روک سکے اور نہ وہ اِنکے رک سکے چلو قصہ ختم آئی گئی اسلام کی باقیماندہ فوج پر اُنکے پاؤن اُکھڑتے ہی وہ قیامت خیز عالم رستخیز قائم ہوگیا کہ یہ اُنپر وہ اُنپر کمینگاہون سے غنیم کے دستون پر دستے فوجون پر فوجین پہاڑون کے ٹکڑون کی طرح ٹوٹنے لگین۔ تو اب کوئی لاکھ بہادر ہو۔ دلیر ہو۔ شیر دل ہو کیا کر سکتا ہے لیکن اسپر بھی آپ کو معلوم ہے جو حقیقی بہادر تھے۔ اصلی دلیر تھے اور سچے شیر دل تھے۔ وہ پاؤن جمائے کھڑے رہگئے جیسے ہمیشہ تھے ویسے آج ؂ کہ شرط عشق بود دل یکے دیار یکے

شبلی صاحب واقعہ نگاری کرتے ہین تو صاف صاف بے لوث لکھیئے۔ آخر آپ کے ایسے دوسرے لکھنے والون نے بھی تو لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

وایشان (کفار) تیر اندازان جلد بودند بیکبار از کمینگاہ بیرون آمدند وحملہ کردند و تیر باران نمودند اول خیل خالد بن ولید فرار نمودند بواسطہ آنکہ اکثر صلاح نداشتند وجماعتی از کفار ہمراہ لشکر بودند و آنہا کہ قریب العہد بودند بجاہلیت از مسلمانان از عقب ایشان بگریختند آنگاہ بقیہ اصحاب بحکم الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین[۱] ہزیمت نمودند

کفار بڑے تیر دست تیر انداز تھے۔ ایکبارگی کمینگاہون سے نکل پڑے اور حملے شروع کر دیے اور تیرون کا مینھ برسانے لگے سب سے پہلے خالد بن ولید کا ماتحتی دستہ فوج بھاگ نکلا کیونکہ اکثرون کے پاس سلاح جنگ نہین تھے اسکے ساتھ کفار کی جماعت تھی وہ بھی اُن کے ساتھ بھاگ گئی جب یہ سب بھاگ گئے تو اُسوقت صحابہ بھی اس حکم کے مطابق کہ جب کوئی امکانی قدرت باقی نہ رہے تو بھاگ جانا رسولون کی سنت ہے۔ فرار کر گئے۔

[۱] یہ حدیث معارض ارشاد قرآن ہے۔ کیا تعجب کہ فراریان احد و حنین کی حمایت مین وضع کرائی گئی ہو۔ المولف۔

خالد کا فرار حنین میں مسلمانوں کی ہزیمت اول کا باعث تھا

تاریخ ابو الفدا میں ہے۔

فلما التقوا انکشف المسلمون لایلوی احد علی احد

جب دونوں فوجیں باہم ملاقی اور مصروف جنگ ہوئیں تو مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ایسا بدحواس ہو کر بھاگے کہ کوئی کسیکا پرسان نہیں تھا

اب بالاجمال کیفیت یہ ہوئی

مالک ابن عوف لشکر کفار کے امیر نے حنین کے وادی میں پہونچکر یہ سوچا کہ فوج اسلامی سے کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مفید نہ ہوگا۔ اسکے خلاف اگر مسلمانوں پر مخفی طور سے دفعتاً حملہ کر دیا جائے اور اپنی فوج سے جسکی تعداد بیس ہزار تک پہونچی ہوئی تھی انکا محاصرہ کر لیا جائے تو نہایت آسانی سے کامیابی کی امید کیجا سکتی ہے۔ اس خیال سے مالک ابن عوف نے اپنی تمام فوج کو حنین کی گھاٹیوں۔ کھوؤں اور دروں میں چھپا دیا اور معدودے چند دستہائے فوج کیساتھ لشکر اسلام کی آمد کا انتظار کرنے لگا حنین کی گھاٹیاں ایسے دشوار گزار اور ناہموار مقامات تھے جہاں سے بیرونی اور غیر مقامی فوجوں کا گذر دشوار تھا۔ مکہ سے حنین تک پہاڑوں کا وہی لگا تار سلسلہ برابر چلا آتا ہے جو مغرب کی طرف پھیلتا ہوا ہزار میل سے زیادہ چلا گیا۔ لشکر اسلام کا علی الصباح پہونچنا تھا کہ مشرکین کی جمعیت کثیر جو منتظر بیٹھی تھی اپنی اپنی کمینگاہوں سے ایکبار نکل پڑی اور تیروں کا مینھ برسانے لگی اہل اسلام کو قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ دفعتاً وہ ایسی مہالک اور خوفناک بلا میں گرفتار ہو گئے۔ جس کی خبر اور امید اُن کو ذرا بھی نہیں تھی۔ لشکر اسلام اسی اضطراب میں تھا کہ مشرکین نے اپنی قرارداد تجویز کے موافق چاروں طرف سے لشکر اسلام کا محاصرہ کر لیا اور اب چاروں طرف سے مسلمانوں پر تیر بارانی شروع کر دی فوج اسلام میں تمام غیر اطمینانی اور پریشانی پھیل گئی۔ ان کے استقلال میں فرق آگیا۔ قیامت یہ ہوئی کہ خالد ابن ولید کا ماتحت دستہ مقدمۃ الجیش بنا ہوا حسب قاعدہ سب کے آگے تھا۔ سب سے پہلے خالد ہی کا دستہ فوج انکے اختیار میں نہ رہا اور فرار پر تیار ہو گیا۔ اُنکی کچھ بھی نہ چلی اور وہ بھاگ نکلے اور انھیں کے ساتھ یہ بھی جان بچا کر نکل گئے۔ خالد کے ساتھ بنی سلیم کے لوگ تھے۔ وہ سردار فوج کو گریزاں دیکھکر کب ٹھہرنے والے تھے۔ وہ بھی چل دیئے اُنکے بعد مکے کے نومسلمین کی بھرتی تھی۔ انکو بھاگنے میں کیا دشواری تھی۔ میدان سے نکلے اور گھر پہنچے۔

بالآخر یہ نوبت پہونچی کہ تمام اہل اسلام۔ عام اس سے کہ مہاجرین یا انصار۔ فرار ہو گئے۔

بروایتے دس اور بروایتے کل چار خالص الایمان اور کامل الاسلام بزرگوار آنحضرت صلعم کے ساتھ رہ گئے

(ملخص از طبری ابن ہشام ابو الفدا۔ تاریخ الانبیاء وغیرہم)

رفاقت رسول میں ثابت قدم رہنے والے حضرات

ثابت قدم رہنے والے حضرات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے اور انکے ناموں میں بھی۔

طبری میں ہے۔

انہ قد بقی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفر من المہاجرین والانصار واھل بیتہ وممن ثبت معہ من المہاجرین ابو بکر[1] وعمر[2] ومن اھل بیتہ علی بن ابی طالب[3] والعباس[4] بن عبد المطلب وابنہ الفضل[5] وابو سفیان[6] بن الحارث وربیعۃ[7] بن الحارث وایمن[8] بن عبید وھو ایمن بن ام ایمن واسامۃ[9] بن زید بن حارثہ[10]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چند مہاجر و انصار اور چند آپ کے اہلبیت باقی رہ گئے۔ مہاجرین میں جن کا رہنا ثابت ہے وہ ابو بکر[1] اور عمر[2] ہیں۔ اور اہلبیت میں علی ابن[3] ابی طالب اور عباس[4] بن عبد المطلب اور اُن کے بیٹے فضل[5] اور ابو سفیان[6] بن حارث اور ربیعہ[7] بن حارث اور ایمن[8] بن ام ایمن اور اسامہ[9] بن زید بن حارثہ۔ ایمن کا نام عبید تھا اور یہ ایمن ام ایمن کے بیٹے تھے۔ طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۶۶۱

ابن ہشام نے بھی یہی نام لکھکر بتلائے ہیں۔ ان دونوں تاریخوں کی روایت اسی قول کے مطابق ہے جس میں دس آدمیوں کا باقی رہ جانا بیان کیا گیا ہے مگر اس کے تسلیم کرنے میں بہت بڑی مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر کا نام اس سے نکل جاتا ہے کیونکہ اس میں صاف صاف لکھا ہے۔

عن ابی قتادۃ قال انھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ما شان الناس قال امر اللہ۔

ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین مسلمان پسپا ہو کر بھاگے تو میں بھی انھیں کے ساتھ تھا۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ مفرورین میں حضرت عمر ابن الخطاب بھی ہیں۔ میں نے ان سے عرض کی کیا حال ہوا ہم مسلمانوں کا (کہ بھاگ کھڑے ہوئے) اُنھوں نے کہا کہ خدا کی مشیت

شبلی صاحب خود ابو قتادہ کی اس روایت کو اوپر لکھ چکے ہیں۔ اس لیے حضرت عمر کی نسبت طبری اور ابن ہشام کا بیان بالکل غلط ٹھہرتا ہے اور شبلی صاحب کے مقرر کردہ اصول کے موافق مرویات صحاح عموماً اور روایات صحیح بخاری کے سامنے خصوصاً۔ تاریخ و سیرت کی روایتیں بالکل فروتر ہیں اور ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتیں

رسول صلعم کے ساتھ کل چار شخص رہ گئے

شبلی صاحب۔ حضرت عمر کیا! تحقیق سے تو معلوم ہوتا ہے۔ سوا اسکے چار پانچ بزرگواروں کے۔ بقول آپ کے۔ مطلع کا مطلع صاف تھا۔

کنز العمال میں مرقوم ہے۔

اخرج ابن عساکر عن حسین ابن علی قال کان ممن ثبت مع رسول اللہ صلعم یوم حنین العباس وعلی بن ابی طالب وابو سفیان بن الحارث وعقیل بن ابی طالب وعبد اللہ بن زبیر و زبیر

ابن عساکر نے حسین ابن علی علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بروز حنین جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اُن میں سے حضرت عباس علی ابن ابیطالب ابو سفیان بن حارث عقیل ابن ابی طالب عبد اللہ ابن زبیر

ابن العوام و اسامۃ بن زید بن حارثۃ — زبیر ابن عوام اور اسامہ بن زید بن حارثہ تھے۔

اس روایت سے ثابت قدم رہ جانے والے حضرات بجائے دس کے سات معلوم ہوتے ہین لیکن سیرۃ الحلبیہ کی روایت نے ان سات بزرگوارون کی بھی تلخیص کردی ہے۔ وہ یہ ہے۔

لما فر الناس یوم حنین عن النبی صلعم لم یبق معہ الا اربعۃ ثلاثۃ من بنی ھاشم ورجل من غیرھم علی ابن ابیطالب العباس وابو سفیان بن الحارث وابن مسعود

جب بروز حنین لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے فرار کیا تو آنحضرت صلعم کے پاس سوائے چار شخصون کے کوئی اور باقی نہین رہا جن مین تین بنی ہاشم تھے اور ایک غیر بنی ہاشم علی ابن ابیطالب عباس ابو سفیان بن حارث اور ابن مسعود

تاریخ احمدی صفحہ ۱ (ابن ام ایمن غیر بنی ہاشم)

واقعات کے ساتھ جب قرائن کی تطبیق کیجاتی ہے تو حقیقت حال کا انکشاف ہوجاتا ہے۔ یہ تو مسلم ہے کہ دس سے زیادہ شخص آنحضرت صلعم کے پاس نہین بچے تھے۔ کیونکہ کسی محدث و مورخ نے بچنے والون کی تعداد اس سے زیادہ نہین لکھی ہے اس دس کے خلاف کم تعداد کے ثبوت مین روایتین موجود ہین۔ اُن مین سے ایک روایت مین دس کے سات بتلائے گئے ہین اور دوسری مین سات کے چار۔ تو۔ حالات جنگ۔ اسوقت کے عالمہائے رستخیز اور اضطراب و اضطرار کے مناظر کو پیش رکھکر جب کوئی تحقیق کنندہ ان مختلف اعداد کی تحقیق کرنے بیٹھے گا تو اسکو ان حالات و مرویات کے ساتھ ہی ساتھ قرائن پر بھی نظر رکھنی ضرور ہوگی اور وہ تینون اشیا مذکورہ (حالات جنگ۔ مرویات اور قرائن) کو پیش نظر رکھکر ضرور فیصلہ کرے گا کہ حالات۔ مرویات۔ اور قرائن۔ اُسی تعداد کے مطابق و موافق اُترتے ہین جو آخری روایت مین مرقوم ہے۔

فوج اسلام کا فرار رسول اللہ کا اضطرار۔ صحابہ کی گران گوشی

اسوقت عام طور سے تمام لشکر اسلام اور خاص طور پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اضطراب و التہاب کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ تمام تاریخ و سیر کی کتابین تمام صحاح و سنن و مسانید کے دفاتر لکھ لکھ کر پکار رہے ہین کہ سامنے سے۔ پیچھے سے اور پہلو سے۔ فوج کی فوج صفون کی صفین۔ دستون کے دستے بھاگے جارہے ہین اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چارون طرف بآواز بلند پکار رہے ہین۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب — مین نبی ہون یہ جھوٹ نہین ہے۔ مین (وہی) عبد المطلب کا بیٹا ہون۔

آپ بار بار ان کلمات کو بآواز بلند پکار رہے ہین۔ مگر سنتا کون ہے۔ سیرۃ الحلبیہ مین ہے۔

رسول اللہ کی سواری کی شان

وكان ابوسفيان بن الحارث اخذ بركابه صلعم وهو يقول حين راى ماراى من الناس الاين ايها الناس فلما رأ الناس يلوون على شئ فقال رسول الله صلعم يا عباس اصرخ يا معشر الانصار يا اصحاب السمرة يعنى الشجرة التى كانت تحتها بيعة الرضوان ـ

اسوقت ابوسفیان بن حارث (بن عبد المطلب) آنحضرت صلعم کی رکاب تھامے تھے اور آپ لوگوں کو گریز کرتے ہوئے دیکھکر فرما رہے تھے ۔ تم کہاں بھاگے جاتے ہو۔ مگر وہ کسی طرح التفات نکرتے تھے تب آنحضرت صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ان کو آواز دو۔ اے گروہ انصار اے اصحاب سمرہ یعنی زیر درخت سمرہ بیعت رضوان کرنے والو (کہاں بھاگے جاتے ہو) بحوالہ احمدی ص ۱۔

مورخ ابن الوردی لکھتا ہے

لما انهزم الصحابة يوم حنين قال صلعم للعباس نادهم فقال يا رسول الله كيف يبلغهم صوتى ومتى يسمعون ندائى فقال عليك الندأ وعلى الله البلاغ

جب بروز حنین صحابہ نے راہ فرار اختیار کی تو جناب رسول مقبول صلعم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ان کو پکارو۔ عباس بولے یا رسول اللہ صلعم میری آواز اُن کے کانوں تک کیسے پہونچیگی آپنے فرمایا ندا کرنا تمہارا کام ہے اور اُسکو اُن تک پہونچانا خدا کا کام ہے۔

خدا خدا کرکے حضرت عباس کی آواز بھاگنے والوں کے کانوں تک پہونچی اور اب جاکر کل سو آدمی کے قریب رسول خدا صلعم کے پاس لوٹ آئے۔ اتنی ہی دیر میں کیا سے کیا ہوگیا ۔ نہ خدا ہی رہا نہ نبی ہی رہے نہ دنیا ہی رہی نہ حیا ہی رہی۔

ابوسفیان کی معرفت اسلام اور حقیقت ایمان کی شان

دنیا کے ابن الوقت اور زمانہ کے قابو پرستوں اور شکم پروروں نے اتنی ہی دیر میں رنگ بدل دیے اور عرب کی حکومت ۔ قریش کی تاجداری کے منصوبے باندھنے لگے چنانچہ سب سے پہلے خلفاے امویہ کے مورث اعلیٰ ۔ امیر معویہ کے پدر نامدار ۔ ابوسفیان بن حرب کے متعلق مورخ ابوالفدا تحریر کرتے ہیں ۔

لما انهزم المسلمون اظهر اهل مكة ما فى نفوسهم من الحقد فقال ابوسفيان ابن حرب لا تنتهى هزيمتهم دون البحر ـ

جب مسلمانوں نے راہ فرار اختیار کی تو اہل مکہ کے دلوں میں جو کینہ اور حسد مخفی تھا وہ ظاہر ہوگیا چنانچہ مسلمانوں کے بھاگنے پر ابوسفیان ابن حرب کہنے لگے کہ یہ لوگ جب تک سمندر کے کنارے تک نہ پہونچ لین گے دم نہ لین گے۔

بحوالہ تاریخ احمدی ص ۱۰۱

ابھی صبح سے شام نہیں ہوئی تھی ۔ کہ انھیں ابوسفیان صاحب کے ایسے دشمن جان و ایمان کے ساتھ اسلام دل پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے کیسے احسانات کیے کیا کیا الطاف و تفضلات دکھلائے ۔ جان بخشی کی۔

تمام جرائم معاف کر دیے ذاتی امتیاز و اعزاز عنایت کیا - یہانتک کہ ان کے گھر کو اہل جرائم کے لیے عفو تقصیرات کا مامن اور رحمت و نجات کا دامن بنا دیا - ان تمام رعایات و احسانات کے جواب مین ایک ذرا سے انقلاب کے ہوتے ہی - انھون نے اسلام سے اتنا جلد اپنی مخالفت اور معارضت کا اظہار شروع کر دیا - جس سے اب نہ انکے دل مین اسلام کا قیام معلوم ہوتا ہے اور نہ ایمان کا نشان اب او دیکھئے - ابن ہشام لکھتا ہے۔

فلما انھزم الناس وراٰی من کان مع رسول اللہ صلعم من جفاۃ اھل مکۃ الھزیمۃ تکلم رجال منھم بما فی انفسھم من الضغن فقال ابوسفیان بن حرب لاتنتھی ھزیمتھم دون البحر ان الازلام لمعہ فی کنانتہ وصرخ جبلۃ بن حنبل قال ابن ھشام کلدۃ بن حنبل وھو مع اخیہ صفوان بن امیۃ مشرک فی المدۃ التی جعل لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا بطل السحر الیوم فقال لہ صفوان اسکت فض اللہ فاک فواللہ لان یربنی رجل من قریش احب الی من ان یربنی رجل من ھوازن -

جلد سوم صفحہ ۹ مصر

جب لوگ بھاگ گئے اور مکہ کے ان لوگوں نے جن کے دلون میں کینہ و عداوت باقی تھی - مسلمانون کی ہزیمت کو دیکھ لیا تو آپس مین اس کا ذکر کرنے لگے - ابوسفیان بن حرب بولا کہ اب یہ بغیر سمندر تک بھاگے ہوئے نہیں ٹھہرین گے - ابوسفیان کے ساتھ کمان بھی تھی اور کمان مین تیر بھی موجود تھے - جبلہ بن حنبل نے اور بقول ابن ہشام کلدہ بن حنبل نے اپنے بھائی صفوان بن امیہ سے جو اسوقت تک مشرک تھا اور جو پیچھے جناب رسول خدا صلعم پر ایمان لایا - چلا کر کہا کہ آج کے دن سحر باطل ہوگیا - صفوان نے ڈانٹ کر کہا کہ چپ رہ - خدا تیرا منہ توڑے میرے نزدیک تو اگر کسی مرد قریش کی ستایش طرفداری کرتا بہتر تھا اس سے کہ کسی مرد ہوازن کی تعریف و جنبہ داری کرے

محدث شیرازی آن بزا ہم کفندگان اسلام کے حالات مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین -

جماعتے از کفار قریش آنہا کہ نو مسلمان شدہ بودند ہنوز سینۂ ایشان از چرک حقد و حسد و کینہ پاک نشدہ بود سخنان نالائم گفتند - یکے گفت اصحاب محمد چنان میگریزند کہ تا بکنار دریائے توقف نخواہند کرد و کلدہ بن حنبل کہ برادر مادری صفوان بن امیہ بود گفت امروز روز یست کہ سحر باطل شد و دیگرے با صفوان گفت بشارت باد ترا کہ محمد و اصحاب او گریختند - روضۃ الاحباب ص ۴۹۰

کفار قریش مین سے اس جماعت کے لوگ جو نئے مسلمان ہوے تھے اور ابھی تک انکے سینہ اسلام کے حسد و کینہ سے پاک صاف نہین ہوے تھے - مسلمانون کی ہزیمت دیکھکر برے کلمات کہنے لگے - ایک نے کہا محمد کے صحابہ ایسے بھاگے جاتے ہین کہ بغیر سمندر کے کنارے پہونچے کہین نہ ٹھہرین گے اور کلدہ بن حنبل جو صفوان بن امیہ کا علاتی بھائی تھا کہنے لگا کہ آج سحر کے باطل ہونے کا دن ہے اور دوسرا

صفوان کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ تمہیں مبارک ہو دیکھو محمدؐ اور اُن کے اصحاب بھاگ نکلے۔

محدث شیرازی نے ان کافرانہ خطابات کو عموماً نومسلموں کی جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن ابن ہشام طبری اور ابوالفدا نے پہلے کلمہ کا متکلم ابوسفیان کو اُنکا نام مع ابنیت لکھکر بتلا دیا ہے۔ لیکن روضۃ الصفا اور تاریخ الانبیا کی عبارتوں سے اور کلمات کے کہنے والے بھی یہی ابوسفیان ثابت ہوتے ہیں اور مبارکبادی کی خوشخبری پانے والے بھی یہی پائے جاتے ہیں۔ روضۃ الصفا جلد دوم صـ۱۳۶ تاریخ الانبیا جلد دوم صـ۳۸۹

صفوان بن امیہ کی نسبت مبارکبادی کی مخاطبت جیسا کہ محدث شیرازی لکھتے ہیں اس لیے صحیح و درست نہیں معلوم ہوتی کہ صفوان بن امیہ کے متعلق امارت قریش کو آج تک کسی محدث و مورخ نے نہیں لکھا ہے بخلاف صفوان کے ابوسفیان کی امارت و سرداری کفار قریش کی نسبت سب نے قائم کی ہے اور شبلی صاحب تو حرب ہی کے وقت سے امارت قریش کو ابوسفیان کے خاندان کو تفویض فرما چکے ہیں۔ محدث شیرازی نے محض صحابیت اور آیندہ خلافت امویہ کے استحفاظ مناسب کے کف لسان کیا اور اپنے قلم کو ابوسفیان کے اظہار نام سے روک لیا ہے۔

فتح حنین اور کفار کی شکست

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پکارنے پر تقریباً سو آدمیوں کی جماعت واپس آئی۔ ابھی ابھی دنیا نے ایک وہ بھی منظر دیکھا تھا کہ دس بارہ ہزار مسلمانوں کی طیار جماعت ایک ہی حملہ میں گریزاں ہو گئی تھی اور پھر ابھی ابھی اُنھیں دیکھنے والوں کی آنکھوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ کل سو آدمیوں کی جماعت نے اپنے کمال استقلال سے اُنکے بیس ہزار لشکر جرار کو مار ہٹایا اور دکھلا دیا کہ مشرکین کفار کا وہ ٹڈی دل جو کئی مہینوں سے حنین کے کھلے وادیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں میں جمع ہو کر پوشیدہ تھا وہ دم کے دم میں باد گرداب کی طرح جدھر سے آیا تھا اُدھر نکل گیا۔ اور اب حنین کا مطلع جو اتنے دنوں سے گرد آلود ہو رہا تھا بالکل صاف ہو گیا۔

شبلی صاحب نے ذیل کے مختصرات میں حنین کے حالات لکھکر ختم کر دیے ہیں۔

اُس صدا (ندائے عباس) کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ تمام فوج دفعتاً ٹوٹ پڑی۔ جن لوگوں کے گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکتے تھے اُنھوں نے زرہیں پھینکدیں اور گھوڑوں پر سے کود پڑے۔ دفعتاً لڑائی کا رنگ بدل گیا کفار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے اُن کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے۔ لیکن اُن کے ستر آدمی مارے گئے۔ اور جب اُن کا علمدار عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے۔ سیرۃ النبی جلد اول صـ۳۹۲

غزوہ حنین میں مسلمانوں کی ہزیمت اور رجعت۔ اُنکے اثبات ایمان اور استقلال اسلام کے دو امتحان تھے

اور آزمائشین جو مدبرّان قدرت نے چشم زدن مین اُن کے جذبات وخیالات کے فوری تغیرات سے خود اُن کو مشاہدہ کرادیے اور تمام دُنیا کو دکھلا دیے۔ ابھی وہی لوگ تھے اور اُن کی وہی حالت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایک ایک کو بالنفس النفیس پکار پکار کر اپنی طرف بلا رہے تھے لیکن کوئی مُنھ پھرا کر آپ کی طرف دیکھنے کا روادار نہین ہوتا تھا اب آپ ہی کے کہنے سے حضرت عباس پکار رہے ہین تو دم کے دم مین (بقول ابن ہشام) شہد کی مکھیون کی طرح جھنڈ کے جھنڈ لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے چلے آرہے ہین۔ ایک معمول پسند اور ظاہر بین مشاہدہ کرنے والا ان تغیرات حالات کو دیکھکر سواے اسکے اور کیا کہہ سکتا ہے کہ یہ قدرت الٰہی کے خاص انداز ہین اور مشیت لامتناہی کے مخفی راز کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ

رسول اللہ کی سواری اور شان جلالت

یہان تک بیان ہوچکا ہے کہ تقریبًا سنو مسلمانون کی جماعت رکاب مین حاضر ہوگئی اُسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی وامی فداہ کی شان کیا تھی ؟ محدث شیرازی لکھکر بتلاتے ہین کہ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آپ کے خچر کی لگام پکڑے تھے اور حضرت عباس رکاب تھامے تھے۔ اور نبوت کے جلال کا یہ حال تھا کہ آپ انھین کل سنو آدمیون کی جماعت سے کفار کے بیس ہزار والے ٹڈی دل مین بلاخوف وہراس دھنستے چلے جاتے تھے۔ مسلمانون کی یہ حالت تھی کہ فوج کی فوج۔ دستے کے دستے جس طرح سے ابھی ابھی متفرق ہوکر گریزان ہوئے تھے اُسی طرح قدم قدم پر حاضر ہوکر جماعت اسلام سے ملتے جاتے تھے۔ میدان جنگ کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ پہلے کفار کی جمعیت مسلمانون پر دفعۃً غالب آگئی تھی اور اب مسلمانون کی جماعت کفار پر چھا گئی تھی۔ جناب سالتمآب صلعم فوج اسلامی سے ہمت افزا اور حوصلہ خیز الفاظ وکلمات فرماکر چاہتے تھے کہ حملات شدید کرکے جمعیت کفار کا محاصرہ توڑ دیا جائے۔ اسلیے بار بار آپ بالنفس النفیس لشکر کفار کی طرف بڑھنے کا قصد فرماتے تھے لیکن عنہم کے انبوہ کثیر کا لحاظ کرکے خیرخواہ اور جان نثار ہمرہیان رکاب آپ کو روکنا چاہتے تھے۔ ابن ہشام اس کیفیت کو حسب ذیل الفاظ مین بیان کرتے ہین۔۔

والتفت رسول الله صلعم الى ابي سفيان بن حارث بن عبد المطلب وكان ممن صابر يومئذ مع رسول الله صلعم وكان حسن الاسلام حين اسلم وهو آخذ بثفر بغلته فقال من هذا قال ابن عمك يا رسول الله صلعم۔

(ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جو اُس دن جنا رسولخدا صلعم کی رفاقت مین اُس وقت تک ثابت قدم رہے تھے اور جن کا اسلام اسلام لانے کے وقت سے برابر حسن رہا ہے۔ آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے اُن سے ارشاد فرمایا یہ کون ہے (جو سواری کو روکتا ہے) ابوسفیان بولے۔ مین ہون آپ کا ابن عم۔ یارسول اللہ

اب ٹوک دیے جانے کے بعد ابن عم (ابوسفیان بن حارث) کی بھی مجال نہین تھی جو خلاف مزاج جرأت

کرتے - جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسی ہیبت وجلال اور ہمت واستقلال سے جمعیت اسلام کو بڑھاتے ہوئے کفار کی صفوں کے اندر گھس گئے اور آپ کی ہدایت کے مطابق پھر اُسی ہزیمت خوردہ لشکر نے اپنے غلبہ یافتہ غنیم کی جمعیت کثیر کو آنِ واحد میں پسپا کر دیا - اسی قیامت خیز گھمسان میں - جیسا کہ ابن ہشام کی ترتیب واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ابوقتادہ کا واقعہ پیش آیا - جسکو شبلی صاحب نے ضرورت سے مجبور ہو کر قبل از وقت ومقام - کہان سے کہان لکھ مارا ہے -

ایک مسلمہ خاتون کی بے نظیر شجاعت

اسی گیرودار اور ضرب وپیکار کے بازار گرم میں ابن ہشام - ام سلیم ایک مسلمہ خاتون کی بینظیر شجاعت اور جناب رسولخدا صلعم کے خلق وکرم اور رحم ومروت کا عدیم المثال واقعہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں -

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التفت فرای ام سلیم ابنۃ ملحان وکانت مع زوجہا ابی طلحۃ وھی حازمۃ وسطہا ببرد لھا وانہا لحامل بعبد اللہ بن ابی طلحۃ ومعہا جمل ابی طلحۃ وقد خشیت ان یعزہا الجمل فادنت راسہ منہا فادخلت یدہا فی خزامتہ مع الخطام فقال لہا رسول اللہ صلعم ام سلیم قالت نعم بابی انت وامی یا رسول اللہ اقتل ھؤلاء الذین ینہزمون عنک کما تقتل الذین یقاتلونک فانہم لذلک اھل فقال رسول اللہ صلعم ویکفی اللہ یا ام سلیم قال ومعہا خنجر فقال لہا ابوطلحۃ ما ھذا الخنجر معک یا ام سلیم قالت خنجر اخذتہ ان دنا منی احد من المشرکین یعجتہ بہ قال یقول ابوطلحۃ الا تسمع یا رسول اللہ ما تقول ام سلیم ومیصا -

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھکر پھر ام سلیم بنت ملحان کو دیکھا وہ اپنے شوہر ابوطلحہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھیں اور حاملہ تھیں اور عبد اللہ بن ابوطلحہ اُن کے حمل میں تھے اور وہ خائف تھیں کہ اس تلاطم میں کہیں اونٹ سے گر نہ جائیں وہ اپنا سر اونٹ کے سر سے ملائے ہوئے تھیں اور اُس کی مہار کے پھندے میں اپنا ہاتھ ڈالے تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو اس حال سے دیکھکر فرمایا - کیا ام سلیم ہیں؟ ام سلیم بولیں - جی ہان - میرے ماں باپ آپ پر قربان - میں ہی تو ہون کیا آپ نے اُن لوگوں کو بھی مثل کافروں کے قتل کر ڈالا جو آپکو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے - کیونکہ حقیقۃً وہ اسی کے قابل تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کافی ہے - اُم سلیم اُسوقت ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے تھیں - آنحضرت صلعم نے پوچھا - یہ خنجر کیوں لیے ہو - عرض کی اس لیے کہ جو مشرک میرے نزدیک آئے گا اُس کو اسی سے ہلاک کرونگی - ابوطلحہ (اُسوقت تک اسلام نہیں لائے تھے) آنحضرت صلعم کو مخاطب کر کے کہا - حضور سنے سُنا - ام سلیم کلام طعن میں کیا کہہ گئیں جلد دوم صـ

مسلمان ٹھوکر کھا کر سنبھلے تھے۔ اسلیے وہ بڑی دلیری سے غنیم پر حملہ کر کے اپنے مافات کی مکافات کرنا چاہتے تھے اور اس مین شک نہین کہ اُن کے ارادے کے ساتھ اسوقت توفیق ایزدی اور تائید غیبی بھی شامل تھی۔ اس پیے دم کے دم مین غنیم کی گرد و غبار سے حنین کا مطلع صاف ہوگیا۔ ہوازن کی فوج دم مارنے نہین پا ئی ہوگی مالک ابن عوف کے ہمراہی ہزار کے قریب کچھ دیر تک ثابت قدم رہے۔ اُنکا علمدار مارا گیا تو اُنکے پاؤن بھی اُکھڑ گئے تفصیلی کیفیت ابن ہشام اور طبری کی حسب ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

حضرت علیؑ اور علمدار کفار کا قتل

عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال بینا ذلک الرجل من ہوازن صاحب الرایۃ علی جملہ یصنع ما یصنع اذ ہوی لہ علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ و رجل من الانصار یریدانہ قال فیاتیہ علی بن ابی طالب من خلفہ فضرب عرقوبی الجمل فوقع علی عجزہ و وثب الانصاری علی الرجل فضربہ ضربۃ اطن قدمہ بنصف ساقہ فانجعف عن رحلہ۔

جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہین کہ ہم پر اُسوقت قوم ہوازن کا علمبردار (عثمان بن عبد اللہ) سخت حملہ کر رہا تھا اور جو نقصان کر رہا تھا اور وہ ہمکو معلوم تھا۔ علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ اور ایک مرد انصار نے اُسکے قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت علی نے اُسکے پیچھے سے آکر اُسکے اونٹ کی کونچین کاٹ ڈالین۔ اونٹ پچھلے پیرون سے زمین پر گر پڑا۔ مرد انصاری نے آگے لپک کر اُس کو اپنے نیزے کی نوک مین کو نچ لیا اور اونٹ سے نیچے گرا دیا۔

طبری صفحہ ۱۶۶۴ مطبوعہ جرمن

اسی واقعہ پر۔ جو باعتبار شجاعت و دلیری کے عدیم المثال تھا۔ تمام سیرت و تاریخ کا متفقہ بیان ہے کہ جنگ کی مدت اور کفار کی ہمت و جرأت کا خاتمہ ہوگیا۔ وہی ابن ہشام اور طبری اُنھین جابرؓ کی اسناد سے لکھتے ہین۔

واجتلد الناس فواللہ ما رجعت راجعۃ الناس من ہزیمتہم حتی وجدوا الاساری مکتفین عند رسول اللہ صلعم۔

پھر تو جماعت کی جماعت ایسا بھاگی کہ پھر وہ رسول اللہ صلعم سے آگے ہتھکڑی پہنے ہوئے کھڑے ہونے کے سوا۔ اور کہین بھی دکھلائی نہین دی۔

شبلی صاحب اس تفصیل سے ان واقعات کو کیون بیان کرتے کہ اُن کے شعار تالیف اور معیار تصنیف دونون کے خلاف تھا۔ اختصار اور تفصیل دو متضاد طریقے کیسے یکجا ہو سکتے ہین اور سب سے بڑی دقت تو یہ تھی کہ حضرت علیؑ کے محاسن خدمات کا ذکر درمیان تھا۔ آپ کا شریک بھی تھا۔ تو ایک مرد انصار ہان کوئی شخص ممتازین مہاجرین سے ہوتا تو شاید آپ کچھ تفصیل فرماتے۔

کُفّار بھاگ گئے ۔ میدان بالکل صاف ہوگیا ۔ مسلمان سپاہی غنیمت مین مصروف ہوئے ۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان جنگ مین تشریف لائے اور مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کیے جانے کا سخت تاکیدی حکم صادر فرمایا ۔ یہان تک کہ جیسا محدث شیرازی لکھتے ہین کہ ایک سوئی تک رکھوالی ۔

فتح کے بعد میدان جنگ کا معائنہ خالد کی بزدلانہ حرکت پر امتناعی حکم

اس اثنا مین ایک مقام پر پہونچکر بہت سے آدمیون کا ہجوم دیکھا ۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین اس واقعہ کی حسب ذیل تفصیل کرتے ہین ۔

در آن روز حضرت صلعم برے گزشت کہ کشتہ شدہ بود	اُس روز آپ ایک لاش پر گزرے جہان آدمیون کا ہجوم لگا
وعردم بروے اژدحام نمودہ بودند فرمود چیست ۔ گفتند	ہوا تھا ۔ پوچھا یہ کیا ہے ۔ عرض کی گئی کہ یہ ایک
زنیست از کفّار کہ خالد ابن ولید وے را کشتہ ۔ کسے را	کافرہ کی لاش ہے ۔ جسے خالد ابن ولید نے قتل کیا ہے
بہ نزد خالد فرستاد تا با وے گفت کہ رسول اللہ صلعم	آپ نے فوراً ایک شخص کی معرفت خالد کے پاس کہلا
ترا نہی می کند از آنکہ طفلے یا زنے یا اجیرے را	بھیجا کہ کسی بچے ۔ عورت یا کسی مزدور کو آیندہ نہ قتل
کُشتہ باشی ص ۴۲۵	کیا جائے ۔

یہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مردانہ خلق و مروت تھی اور وہ شبلی صاحب کے حضرت خالد کی نامردانہ اور بزدلانہ ظلم و شقاوت ۔ خالد صاحب جب ابھی ابھی مسلمانون کی جماعت پر ہاتھ صاف کر چکے ہین تو ایک کافرہ کے قتل کی شکایت کیا ۔ یہ تو آپ کے بائین ہاتھ کی صفائی تھی ۔

کفار کا اوطاس سے فرار

حنین کے فراری (اوطاس) کی ملی ہوئی گھاٹی مین جاکر جمع ہوئے ۔ اُن سے اندیشہ تھا جناب رسول خدا صلعم نے ابو عامر اشعری کی ماتحتی مین مسلمانون کا ایک دستہ فوج جس مین ابو موسیٰ الاشعری بھی تھے اور سلمہ بن الاکوع بھی ۔ ان کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا ۔ جانبین سے مقابلہ ہوا ۔ ابو عامر علمدار لشکر تھے ورید بن الصمہ جو کفار کی موجودہ چار ہزار فوج کا سپہ سالار تھا ۔ اور ہزار ون میدانہائے جنگ کا تجربہ کار ۔ بڑی مستعدی سے ہودج مین کبیر السنی کے باعث بیٹھا فوج کی باقاعدہ کمان کر رہا تھا اُس نے اپنے بیٹے کو ابو عامر کے مقابلہ کے لیے بھیجا اُسنے آتے ہی ابو عامر کو مار لیا اور علم اسلام بھی چھین لیا ۔ شبلی صاحب لکھتے ہین ۔

یہ حالت دیکھکر ابو موسیٰ اشعری نے آگے بڑھکر حملہ کیا ۔ دشمن کو قتل کر کے علم کو اُسکے ہاتھ سے چھین لیا ۔

(بحوالہ مسند ابن حنبل)

اسکے بعد ورید بن الصمہ کے باقی حالات تحریر فرماتے ہین ۔

ورید ایک شتر پر ہودج مین سوار تھا ۔ ربیعہ بن رفیع نے اُس پر تلوار کا وار کیا لیکن تلوار اُچٹ کر رہ گئی

اُس نے کہا تیری ماں نے تجھے اچھے ہتھیار نہیں دیے - پھر کہا میری محمل مین تلوار ہے - نکال لو - اور جب ماں کے پاس جانا تو کہنا کہ مین نے درید کو قتل کر دیا - ربیعہ نے جا کر ماں کو اُسکے قتل کی خبر دی تو اُس نے کہا - قسم خدا کی - درید نے تیری تین ماؤن کو آزاد کرایا تھا - بحوالہ طبری ص ۱۶۶۷

شبلی صاحب نے اپنے انداز اختصار کے موافق ابن درید کی مردانہ اور فیاضانہ شجاعت دکھلا کر غنائم اوطاس کو تمام و کمال ختم کر دیا ہے - پھر اسکے بعد کیا ہوا - ابن درید زندہ رہا - یا مارا گیا - اوطاس مین جانبین کے مقابلہ کا کیا نتیجہ نکلا - کس کی فتح ہوئی - کس کی شکست - کچھ خبر نہین - ان تمام تصریحات و تفصیلات کو المطلب فی بطن الشاعر رکھکر آپنے حنین کی تقسیم غنائم کا سلسلۂ بیان شروع کر دیا - آپ کے اس ناتمام سلسلۂ کلام سے ناظرین کتاب کو کہان تک حقیقت حال دریافت ہوئی اور اُن کے معلومات مین اس سے کتنی غلط فہمیان واقع ہوئین وہ حسب ذیل ہین

(۱) آپ کے اس بیان سے یہ نہ معلوم ہوا کہ اوطاس مین جانبین کی جنگ و مقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا - کون جیتا کون ہارا کون بھاگا - کس نے بھگایا ؟

(۲) آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ درید بن الصمہ معرکۂ کار زار مین مارا نہین گیا - کیونکہ ربیعہ کے مکالمہ کے بعد آپ نے اُسکا کوئی حال نہین لکھا - حالانکہ ان دونون امور کے نتیجے - یعنی شکست و فتح کی حقیقت اور درید بن الصمہ کا خاتمہ احوال طبری کے اُسی صفحہ ۱۶۶۷ مین موجود ہین جس سے ابھی ابھی آپ نے ربیعہ اور درید کے مکالمات نقل فرمائے ہین - ہمکو رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کے ایسا وسیع النظر محقق اور مؤلف نقل و تحریر مین اتنا تساہل و تغافل کرے - پھر اپنی تالیف کے اُن اُمور مین جنکی وجہ سے اُسکا کلام بے ربط - بیان مبہم اور مبتدا بے خبر رہ جاتا ہو مجھکو تو آپ کے ایک ادنیٰ طالب العلم سے بھی ایسی بے ربطی اور قطع کلامی کی امید نہین - چہ جائیکہ شبلی صاحب کے ایسا محقق -

بہر حال - اُسی طبری کے اُسی صفحہ ۱۶۶۷ کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو -

فحدثنی موسی بن عبد الرحمن الکندی قال	موسیٰ بن عبد الرحمن الکندی ابو اسامہ سے اور ابو اسامہ بریدہ سے
حدثنا ابو اسامۃ عن بریدۃ بن عبد اللہ عن	بریدہ ابو بردہ سے - ابو بردہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہین کہ میرے
ابی بردۃ عن ابیہ قال لما قدم النبی صلی	باپ نے کہا کہ جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے
اللہ علیہ وآلہ وسلم من حنین بعث	آگے بڑھے تو آپ نے ابو عامر کو ایک لشکر کے ساتھ اوطاس کی
ابا عامر علی جیش الی اوطاس تلقی درید	طرف بھیجا ابو عامر سے اور درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا - درید مارا گیا
بن الصمۃ فقتل درید و ھزم اللہ اصحابہ	اور خدا نے اُس کے ہمراہیون کو ہزیمت پہونچائی -

اگر شبلی صاحب تکلیف کرکے اتنی عبارت اور لکھدیتے تو آپ کا سلسلہ بھی مسلسل تھا اور بیان بھی مکمل دیکھنے والا اور پڑھنے والا بھی مدعائے بیان اور انتہائے واقعہ کی حقیقت سے مطلع ہوکر مطمئن ہوجاتا۔ لیکن آپ کی کوتہ قلمی اور عجلت رقمی کسی کی بھی نہین سنتی۔

اسی طرح ابوموسیٰ الاشعری کی نبرد آزمائی بھی بالکل مبہم طریقہ سے لکھی گئی ہے معلوم ہوتا ہی کہ اصلیت و واقعیت کی خبر ہی نہین۔ پھر طبری کے اُسی صفحہ ۱۶۶ کی مرقومۂ بالا عبارت ملاحظہ ہو۔

ابوعامر اشعری کا قاتمہ بالخیر

قال ابو موسی فبعثنی مع ابی عامر قال فرمی ابو عامر فی رکبتہ رماہ رجل من بنی خثعم بسھم فاثبتہ فی رکبتہ فانتھیت الیہ فقلت یا عم من رماک فاشار ابو عامر لابی موسی فقال ذاک قاتلی تراہ ذلک الذی رمانی قال ابوموسیٰ فقصدت لہ فاعتمدت لہ فلحقتہ فلما رانی ولی عنی ذاھبا فاتبعتہ وجعلت اقول لہ الا تستحی الست عربیا الا تثبت فکر فالتقیت انا وھو فاختلفنا ضربتین فضربتہ بالسیف ثم رجعت الی ابی عامر فقلت قد قتل اللہ صاحبک قال فانزع ھذا السھم فنزعتہ فنزع منہ الماء فقال یا ابن اخی انطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقرء منی السلام وقل لہ انہ یقول لک استغفر قال واستخلفنی ابو عامر علی الناس فمکث یسیرا ثم انہ مات۔

طبری ۱۶۶

ابوموسیٰ الاشعری کا بیان ہے کہ مین (اپنے چچا) ابوعامر کے ہمراہ لشکر تھا۔ ابوعامر کے ساق پا (پنڈلی) مین ایک شخص کا جو قبیلہ بنی خثعم سے تھا۔ تیر لگا اور وہ ایسا کاری تھا کہ پیوست ہوکر موضع زخم مین قائم رہ گیا۔ یہ دیکھکر مین اُن کے قریب آیا۔ اور پوچھا۔ چچا۔ آپ کو کس نے تیر لگایا ہے۔ ابوعامر نے اشارے سے اُس آدمی کو بتلاکر کہا کہ یہی میرا قاتل ہے۔ اسے دیکھ لو یہی میرا قاتل ہے۔ اسی نے مجھے تیر لگایا ہے۔ ابوموسیٰ کا بیان ہے کہ یہ سنکر مین اُسکی طرف جھپٹا اور دوڑکر اُس کے قریب پہونچ گیا اُس نے مجھے دیکھا تو بھاگ نکلا۔ مین اُس کے پیچھے یہ کہتا ہوا دوڑا کہ تجھے شرم نہین آتی۔ کیا تو نسل عرب سے نہین ہے کیا تو کھڑا نہوگا۔ یہ سنکر اُسے غیرت آئی۔ اور وہ لوٹا۔ ہم سے اُس سے مقابلہ ہوا۔ آپس مین تلوار چلنے لگی۔ مین نے اُسے اپنی تلوار سے مار گرایا۔ پھر مین ابوعامر کے پاس آیا۔ ابوعامر نے کہا کہ یہ تیر میرے پاؤں سے جلد نکال لو۔ مین نے تیر کو کھینچا تو زخم سے بہت سا پانی نکلا ابوعامر کی حالت غیر ہونے لگی تو مجھسے کہا۔ بھتیجے۔ جناب رسول خدا صلعم کی خدمت مین جاؤ میری طرف سے سلام عرض کرو اور گزارش کردو۔ میرے لیے دعائے آمرزش فرمائین ابوموسیٰ کا بیان ہے کہ پھر مجھے ابوعامر نے لوگون کا امیر مقرر کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد انتقال کیا۔

محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب مین بھی اس واقعہ کو لفظاً لفظاً ایسا ہی لکھا ہے۔

شبلی صاحب کی مبہم بیان ناکمل اور غیر مفصل عبارت مرقومہ بالا کا مقابلہ طبری کی اس تفصیل سے کیا جاوے تو ناظرین کتاب کو خود معلوم ہو جائیگا کہ اس واقعہ کی اصلیت اور حقیقت شبلی صاحب کی تحریر سے معلوم کر سکتے ہین۔ یا طبری کی اس تفصیل سے۔ شبلی صاحب اب بھی سمجھیں کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین ان امور ضروریات مین مؤرخین اور ارباب سیر سے کوسون پیچھے ہین۔ آپ اپنی خود غرضی سے انھین جتنا نہ آگے بڑھالین اُسکا کوئی جواب نہین۔

اسیران جنگ کے ساتھ محاسن سلوک

حنین اور اوطاس کے میدان کفار سے بالکل خالی ہو گئے۔ تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسیرون کا جائزہ لیا جو ہزارون کی تعداد مین تھے۔ انھین مین شیما بنت حلیمہ سعدیہ آپ کی رضاعی بہن بھی تھین شبلی صاحب لکھتے ہین۔

اسیرون کی تعداد ہزارون سے زیادہ تھی۔ ان مین حضرت شیما بھی تھین جو رسول اللہ صلعم کی رضاعی بہن تھین لوگون نے جب اُنکو گرفتار کیا۔ تو اُنھون نے کہا مین تمھارے پیغمبر کی بہن ہوتی ہون لوگ تصدیق کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ اُنھون نے پیٹھ کھول کر دکھلائی کہ ایک دفعہ بچپن مین آپ نے دانت سے کاٹ کھایا تھا۔ یہ اُسی کا نشان ہے۔ فرط محبت سے آپ کی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ اُن کے بیٹھنے کے لیے خود ردائے مبارک بچھادی۔ محبت کی باتین کین۔ چند شتر اور بکریان عنایت فرمائین اور ارشاد کیا جی چاہے تو میرے گھر پر چل کر رہو اور اگر جانا چاہو تو وہان پہونچا دیا جائے۔ اُنھون نے خاندان کی محبت سے وطن جانا چاہا۔ چنانچہ عزت و احترام کے ساتھ گھر پہونچا دی گئین۔ سیرۃ النبی ص ۲۹۳

جلد اول فصل مرضعات النبی مین یہ حالات پوری تفصیل سے بیان ہو چکے ہین۔ شبلی صاحب تو رضاعی بہن کے ساتھ اخلاق و اشفاق نبوی کو محدود فرما دیتے ہین۔ ہم نے تو تمام قبیلہ بنو سعد کے ساتھ آپ کی مراعات کے مساویانہ واقعات طبری کی اسناد سے لکھے ہین۔ اور شیما کی روایت کے اُس حصہ بیان کی تنقید و تردید بھی کر دی ہے۔ جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت کاٹنے کا ذکر مرقوم ہو۔ جو عام اس کہ طفولیت و کمسنی کا واقعہ کیون نہو۔ فطرت صالحہ نبوت کے بالکل منافی اور مناقض ثابت ہوتا ہے شبلی صاحب نے اس روایت کو غالباً طبری ہی سے نقل کیا ہے لیکن شیما کے ساتھ ان عطایا سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی تصریح نہ فرمائی جو طبری کی آخر عبارت مین صاف صاف مرقوم ہے۔ شاید نظر نہ پڑی

وردھا الی قومھا فزعمت بنو سعد بن بکر انہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما کو اُن کے قبیلہ کی طرف

اعطاھا غلاما یقال لہ مکحول وجاریۃ فزوجت احدھما الاخر فلم یزل منھم نسل بقیۃ

بھیجدیا۔ اور بنو سعد بن بکر افتخاراً بیان کرتے ہین کہ آپ نے چلتے وقت شیما کو ایک غلام مکحول نامی اور ایک لونڈی بھی عنایت فرمائی تھی اور پھر ان دونون کا بیاہ بھی کردیا گیا تھا اُن سے کوئی نسل باقی نہین رہی۔

صد ۱۶۶

محاصرۂ طائف

۸ ہجری

محاصرہ طائف

حنین اور اوطاس کی بھاگی ہوئی فوج طائف مین جمع ہوئی۔ طائف مقام محفوظ بھی تھا اور مضبوط یہان کا قلعہ قدیم تھا اور آبادی شہر کے چارون طرف مستحکم چاردیواری تھی۔ اسی رعایت و مناسبت سے اس شہر کو طائف کہتے تھے فوج کفار نے یہان مقیم ہو کر قلعہ کی ضروری مرمت بھی کرلی اور سال بھر کا آذوقہ بھی جمع کرلیا۔ اور قلعہ بند ہوکر سال بھر تک لڑنے کے لیے جملہ سامان فراہم کرلیے۔

عروہ ابن مسعود جسکو ابوسفیان کی لڑکی اور معاویہ کی بہن بیاہی تھی۔ یہان کا رئیس تھا۔ وہ کفار کا جانبدار بن گیا۔ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین کفار مکہ اور مشرکین قریش تعریضاً کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کو قرآن یا کوئی الہامی کتاب نازل فرمانی تھی تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے بے اثر و نادار شخص پر کیون اُتاری۔ مکہ کے کسی امیر یا طائف کے کسی رئیس پر اُتاری ہوتی۔ تو سماعت و قبولیت عام کی امید تھی۔

طائف کے لوگ قلعہ بند ہوکر لڑنے کے خاص فن مین بہت بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ ابن اسحاق اور طبری کا بیان ہے کہ خود عروہ ابن مسعود اور غیلان بن سلمہ نے جرش مین جاکر جو یمن کا ایک مرکزی مقام ہے۔ قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ۔ ضبور اور منجنیق بنانے اور لڑائی کے موقعون پر اُنکو کام مین لانے کی خاص تعلیم پائی تھی۔ فوج کفار نے انکے اس علم و واقفیت سے بہت بڑا فائدہ اُٹھایا کہ ان تمام آلات کو ضروری مقامات پر لگاکر اور جابجا تیر اندازون کے محافظ دستے بٹھلا کر قلعۂ طائف کو ہر طرح مضبوط اور مستحکم بنالیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان طیاریون کی خبر ملی تو آپ نے غنائم و اُسرائے حنین کے معاملات کو ملتوی کردیا۔ اور اسیران جنگ کو مع اموال غنیمت کے مقام جعرانہ مین بھیجدیا اور طائف کے تصفیۂ معاملات تک انکو وہین محفوظ رکھے جانے کا حکم دیا اور بالنفس النفیس لشکر اسلام کو لیکر طائف کی طرف متوجہ ہوئے۔

طائف پہونچکر کفار کے آلات قلعہ شکن ملاحظہ فرمائے۔ لشکر اسلام کو بھی انھین آلات کی فراہمی و استعمال کا

حکم فرمایا۔ جتنے بھی اور جیسے بھی یہ آلات مل سکے جمع کر لیے گئے۔ تاریخین بتلاتی ہین کہ پہلا موقع ہے کہ لشکر اسلام مین آلات قلعہ شکن استعمال فرمائے گئے۔

محاصرہ طائف کی تفصیل شبلی صاحب ان مختصرات مین لکھکر ختم کر دیتے ہین۔

اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخین برسائین اور اس شدت سے تیر بارانی کی کہ حملہ آورون کو ہٹنا پڑا۔ بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ بیس دن تک محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا تمھاری کیا رائے ہے۔ اُنھون نے کہا لومڑی بھٹ مین گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائیگی۔ لیکن چھوڑ دیجائے تب بھی کوئی اندیشہ نہین ہے۔ چونکہ صرف مدافعت منظور تھی آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ محاصرہ اُٹھا لیا جاوے صفحہ ۳۹۴

مرقومہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا کہ اہل اسلام غنیم کے مقابلہ مین بیس دن کی مدت تک کچھ نہ کر سکے غنیم کے مقابلہ مین اُن کی ہمت و دلیری سے کچھ بھی نہ بن پڑا۔ خلاصہ یہ کہ محاصرہ طائف۔ اسلام کی ایک بیکار سعی اور فضول کوشش تھی۔ یہ کوتہ قلمی اور بیجا عجلت رقمی کا نتیجہ ہے کہ بیان کے مبہم اور کلام کے مجمل رہ جانے سے معائب و مناقص کے پہلو نکل آتے ہین اور مخالفین اسلام کے لیے طرح طرح کے مجنونانہ تعریضات کا ذریعہ بن جاتے ہین۔ حالانکہ شبلی صاحب اسکے تفصیلی حالات پر غور فرماتے تو اُنکو معلوم ہو جاتا کہ اہل اسلام نے اس محاصرے مین بھی سابق معارک کی طرح اپنی بے نظیر شجاعت و دلیری۔ جان نثاری و پامرادی دکھلا کر قلعہ کی چولین ہلا دین اور قلعہ بند فوجون کے سینون مین خوف کے مارے چھکے لگا دیے۔ یہان تک کہ خود اُنھون نے تصفیہ کے پیام بھیجے۔ ہم محدث شیرازی کی عبارت سے جو قریب قریب طبری اور ابن ہشام سے ماخوذ اور مستنبط ہے ذیل مین لکھکر اس محاصرہ کے حالات و واقعات نقل کرتے ہین۔ جو عام اطلاع کے لیے کافی ہین۔ روضۃ الاحباب مین ہے۔

آن سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود تا در بلندی کہ اکنون مسجد طائف است مسکر ہمایون زدند و در آن غزوہ زینب و ام سلمہ ہمراہ بودند و در خیمہ برائے ایشان ترتیب فرمودہ و نماز را در فضاے زمین القبتین اقامت می نمود ہیجدہ روز و بروایتی سی و بروایتے چہل شبان روز طائف را محاصرہ دادہ و دران مدت جنگہاے عظیم انداختند و جمعے کثیر از اصحاب جراحت

طائف مین پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اُس مقام بلند پر جہان طائف کی موجودہ مسجد جامع واقع ہے۔ لشکر خیمہ زن ہو۔ اس سفر مین حضرت زینبؓ اور حضرت ام سلمہؓ ہمراہ تھین۔ ان مخدرات کے لیے دو جدا جدا خیمے نصب کیے گئے اور نماز جماعت ان دونون قبون کے درمیان پڑھی جانے لگی۔ اٹھارہ روز اور ایک روایت کے موافق تیس روز اور دوسری روایت کے مطابق چالیس شبانہ روز محاصرہ نے

یافتند و دوازدہ مرد شہید شدند یکے از قبیلہ لیث و چہار از انصار و ہفت از قریش و از انجملہ عبد اللہ بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما بود کہ تیرے بروے زدند و مجروح شد و جراحتش اندمال یافت و بعد از ان منفجر گشت و پیش وفات آنحضرت صلعم از دنیا نقل کرد۔ آنحضرت صلعم امر فرمود تا یاران بہ قطع نخیل انگور آن جماعت قیام نمودند طوائف طائف چون ازین حال واقف گشتند درخواست نمودند از حضرت کہ برائے خدا و بجہت رعایت رحم ترک قطع این درختان کن حضرتؐ فرمود انی ادعہا للہ وللرحم ومنادی را گفت تا این ندا کردہ کہ ہر بندہ کہ ازین حصار فرود آید بسوے ما آزاد باشد۔ قریب بست بندہ پائین آمدند و از انجملہ نقیع بن الحارث بود کہ ببکرہ فرود آمد از ابنجہت ملقب بہ ابوبکرہ گشت و ہمہ آن غلامان را آزاد فرمود و ہر یکے را بہ شخصے سپرد تا از حالات وے باخبر باشد و بعد از ان بمدتے چون اہل طائف باسلام آمدند گفتند یا رسول اللہ این بندگان را بما باز دہ حضرت صلعم فرمود اولئک عتقاء اللہ یعنی آنہا آزاد کردگان خدا اند ہرگز بہ بندگی شما عود نکنند۔

روضۃ الاحباب

صفحہ ۷۵۴

طول کھینچا۔ اور اس درمیان مین بڑی لڑائیان واقع ہوئین اور اصحاب رسولؐ مین بہت سے لوگ زخمی ہوئے اور بارہؓ بزرگوار شہید ہوئے۔ ایکؓ شخص قبیلہ لیث سے چارؓ قبیلہ انصار سے اور ساتؓ مہاجرین قریش سے انھین لوگون مین عبد اللہ بن ابوبکر الصدیق بھی شامل ہین، انکے ایک تیر لگا تھا زخم اچھا بھی ہوگیا تھا۔ لیکن بعد چندے وہ زخم پھٹ گیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی وفات سے کچھ پہلے اُنھون نے دنیا سے انتقال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے حکم دیا کہ اہل طائف کی انگور کی بیلین کاٹ دی جائین صحابہ تعمیل حکم کرنے لگے۔ اہل طائف کو اسکی خبر ہوئی تو وہ سب کے سب بہزار منت وسماجت خدا کا اور صلۂ رحم کا واسطہ دیکر بارگاہ رسالت مین مستدعی ہوے کہ درخت کاٹے جائین حکم واپس لیا جائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ ہم نے تمھارے درختون کو خدا اور صلۂ رحم کی رعایت سے چھوڑ دیا اسکے بعد آپنے عام منادی کردی کہ جو مرد غلام قلعہ سے نیچے اوتر کر ہماری طرف چلا آئیگا وہ آزاد ہو جائیگا۔ اس اعلان کے سنتے ہی بیس نفر غلام جن مین نقیع بن الحارث بھی تھے نیچے آئے۔ نقیع چونکہ مقام بکرہ سے آئے تھے اس رعایت سے یہ ابوبکرہ کے لقب سے مشہور ہوے۔ یہ سب کے سب مشرف باسلام ہوکر اوسی وقت سے آزاد ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے صحابہ مین ایک ایک کرکے اون کو تقسیم کردیا اور تاکید فرمادی کہ وہ ہر ایک کی کفالت کرین جب اہل طائف ایک مدت کے بعد مشرف باسلام ہوے تو ان غلامون کے واپس لینے کی استدعا کی ارشاد ہوا کہ یہ خدا کے آزاد کردہ ہین۔ اب تمھاری تابعداری نہین کرسکتے۔

یہ حقیقت حال تھی اور تفصیلی روداد۔ اس کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ لے گا کہ مسلمانون نے طائف کے محاصرے اور کفار کے مقابلہ مین۔ نہایت استقلال و پامردی۔ کمال وفاداری اور جان نثاری سے کام لیا۔ بارہؓ جان نثارون نے جانین نثار کین۔ اہل قلعہ کے تمام انتظام درہم و برہم کردیے اُن کے

استحکام نظام متزلزل کردیے اور پھر ایسے کہ وہ مستدعی بنکر رحم کی رحمت عالم کے سامنے درخواست لائے چشم زدن مین نظر رحمت نے معافی دیدی ان محاسن اخلاق نے وہ اثر دکھلائے کہ دم کے دم مین اُن کے بیس آدمی بارگاہ رسالت مین حاضر ہوکر اسلام لائے۔

التوائے محاصرہ کی ضرورت

اتنی کامیابیون کے بعد بھی محاصرہ طائف کو کون ابلہ الذہن اور محروم العقل بیکار بتلا سکتا ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ محاصرہ مین اب زیادہ طوالت کی اسوجہ سے مصلحت نہین تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حنین اور اوطاس کے اُسرا و غنائم کے معاملات کو جلد طے فرمادینا نہایت ضروری تھا اس لیے کہ مذبذبین مکہ کے جو اطوار اور کرہ الاسلام کے ساتھ تھے وہ حنین کے معرکہ مین ملاحظہ مین آئے تھے اس بنا پر اُن کی استمالت اور درستی نہایت ضروری تھی۔ طائف والون کا انداز معلوم ہوچکا تھا۔ وہ میدان مین نکل کر اسلام سے مقابلہ کی مطلق جرأت نہین کرسکتے تھے قلعہ مین محصور رہنا اُن کے مجبور ہونے کا ثبوت تھا نوفل ابن معویہ اُن کی مقدار قوت کو خوب سمجھ چکا تھا۔ اب اُن مین جنگ کی قوت تو باقی نہین تھی صرف عیاری اور حرفت رہ گئی تھی۔ اس بنا پر اُسکی یہ تمثیلی تجویز بالکل صحیح تھی کہ اہل قلعہ اُس لومڑی کی مثال مین جو اپنے سوراخ مین گھس گئی۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑی جائے گی اور اگر چھوڑ دی جائے گی تو کوئی اندیشہ نہین۔ کیونکہ اب اُس سے میدان مین نکل کر یا بھٹ مین رہکر کسی ضرر و نقصان کا مطلق خوف باقی نہین ہے۔

محاصرہ کے جاری رکھنے مین جو ضرورتین سد راہ تھین وہ اوپر بیان ہوچکی ہین اور محاصرہ اُٹھالینے مین کوئی شے مانع نہین تھی۔ اور نہ کوئی خوف کا باعث۔ ان وجوہات کی بنا پر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ اُٹھالیا۔ سال ہی بھر کے اُلٹ پھیر مین نہ معلوم ہوا کہ وہ قلعہ والے کیا ہوئے۔ اور وہ قلعہ بند فوج کدھر گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اہل طائف اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے جیسا کہ سلسلۂ بیان سے معلوم ہوگا۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس حکم سے اکثر اخلاص مند صحابہ بیدل اور برخاستہ خاطر ہوئے اور خدمت مبارک مین عرض کرنے لگے کہ اہل طائف کے لیے بددعا فرمائی جاوے۔ رحمت عالم نے اُن کی خاطر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے اور کہا ترجمہ

اللھم اھد ثقیفا وائت بھم — اے خدا۔ ثقیف کو ہدایت دے اور ادن کو مجھ تک پہونچا دے۔

خدا نے اپنے نبی صلعم کی دعا قبول فرمائی اور سال ہی بھر کے اندر وہ سب کے سب خود حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگئے جیسا کہ وفود کے باب مین مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے ۔

حضرت علیؑ سے آنحضرت صلعم کا رازکی باتین کہنا

محاصرۂ طائف کے سلسلہ مین شبلی صاحب نے ایک بہت بڑے قابل الذکر واقعہ چھوڑ دیا ہے ۔ چھوڑ دیے جانے کی اس وجہ سے کوئی شکایت خاص نہین اس لیے کہ اُس مین فضیلت علیؑ کا اظہار تھا اور یہ امر شروع ہی سے نامطبوع خاطر ہے ۔ لیکن تعجب اتنا ہے کہ اسکے متروک کر دینے سے شبلی صاحب پر اپنے مقرر کردہ اصول تحقیق اور نصاب تنقید کے ترک فرما دینے کا الزام عائد ہوتا ہے وہ اس طرح اس مرفوع القلم واقعہ کو ارباب سیر و تاریخ نے بہت کم لکھا ہے ۔ لکھا ہی تو تمام اصحاب حدیث اور ارباب تفاسیر نے اور آپ نے واقعات کی تصدیق و توثیق کا معیار مرویات حدیث پر قائم فرمایا ہے اس لیے جب خاص کر حدیثون مین یہ واقعہ موجود تھا تو آپ کو اپنے اصول مقرر کردہ کے مطابق اس کا قلمبند کرنا ضروری تھا لیکن خود غرضی سد راہ تھی جس کے آگے نہ اپنا مختار کوئی شے ہے اور نہ اپنا مقررہ معیار کوئی چیز ۔

وہ واقعہ صحیح ترمذی کی عبارت مین یہ ہے ۔

عن جابرؓ قال دعی رسول اللہ صلعم علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلعم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ	جابرؓ نے روایت کی ہے کہ محاصرۂ طائف کے زمانہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلا کر تخلیہ مین بصیغہ از سرگوشی فرمائی تو لوگون نے کہا کیا ہے ۔ حضور نے اتنی دیر تک اپنے برادر عم سے راز کی باتین کین ؟ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ سے مین نے راز کی باتین نہین کہین ۔ بلکہ خدا نے کین ۔

مشکوٰۃ شریف کی اسی حدیث کی شرح مین محدث دہلوی مولانا عبدالحق صاحب لکھتے ہین ۔

ولکن اللہ انتجاہ فرمودہ یعنی امر کردہ است مرا کہ راز گویم با او پس راز گفتم بجہت فرمانبرداری کردن امر باری تعالیٰ را ۔ و تواند کہ این معنی باشد کہ ابتداے راز گفتن با وے نکردہ ام ولیکن خداے تعالیٰ راز می گوید با وے والقاے اسرار می کند در دل وے ۔	محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ مین ولکن اللہ انتجاہ کے یہ معنی لکھتے ہین کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ مین علیؑ سے راز کہون اور مین نے حکم ایزدی کی تعمیل مین ایسا کیا ہے اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ علیؑ سے راز کہنے کی ابتدا مین نے نہین کی بلکہ خدا ہی اوس سے راز کہتا ہے اور اپنے اسرار کو اوسکے دل مین القا کرتا ہے اور جب ایسا ہے تو مین بھی بمقتضاے موافقت و متابعت فعل الٰہی علیؑ سے راز کہتا ہون ۔

تاریخ احمدی صفحہ ۳۶

مرقومہ بالا عبارات ترمذی۔ مشکوۃ اور شرح مشکوۃ سے اس واقعہ کی اہمیت وضرورت خصوصیت ومنصوصیت سب کچھ اتنی اور ایسی معلوم ہوگئی کہ اب مجھکو تفصیل وتصریح کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

اب مجھے صرف یہ دکھلا دینا باقی ہے کہ اس عبارت سے اجمالاً دو چار یا دس بیس لوگون کی تعریض معلوم ہوتی ہے کیونکہ الناس کا لفظ اصل ماخذ مین آیا ہے۔ لیکن امام قندوزی نے ینابیع المودۃ فی القربیٰ مین اس حدیث کو مسند امام احمد بن حنبل سے انھین جابرؓ کی زبانی نقل فرمایا ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہین۔

واطال نجواہ حتی کرہ قوم من الصحابہ	جب خلوت کو زیادہ طول ہوگیا تو صحابہ کے ایک گروہ کو یہ امر
ذالک فقال قائل منھم لقد طال نجواہ مع	ناپسند ہوا اور انھین مین سے ایک شخص نے کہا کہ آج تو
ابن عمہ مطبوعہ بمبئی ص۱۱	اپنے ابن عم کے ساتھ آنحضرت صلعم نے طولانی خلوت کی۔

اس عبارت سے الناس کی اتنی تصریح مزید ہوئی کہ وہ صحابہ ہی کی ایک جماعت تھی اور اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس عمل رسالت پر اعتراض کرنے والے بھی ایک خاص بزرگ تھے۔ جن کا نام اس بزرگ محدث نے اُن کی عظمت ذاتی کے ادب سے نہ لکھا۔ اب اُن بزرگ کی تلاش کی جاتی ہے۔ تو وہ عقیدت مند خدمت رسول ادب آموز بارگاہ نبوت۔ قدوۃ الاصحاب حضرت عمر ابن الخطاب ثابت ہوتے ہین ملاحظہ ہو۔

معارج النبوۃ ملا معین لاہوری کی مرقومہ ذیل عبارت

در ہنگام خلوت ومشاورت نبیؐ با علیؑ امیر المومنین	جب رسول اللہ صلعم نے حضرت علی سے تخلیہ مین راز کہنا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ باحضرت رسولؐ گفت	شروع کیا تو امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول
یارسول اللہؐ با علیؑ راز میگوئی و باوے خلوت	اللہ صلعم آپ علیؑ سے راز کی باتین کہتے ہین اور اون سے
می کنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمود	تخلیہ کرتے ہین مشورت کرتے ہین آنحضرت صلعم نے ارشاد
ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ	فرمایا کہ مین تنہا علیؑ سے راز کی باتین نہیں کرتا بلکہ حق تعالیٰ
یعنی من با او راز نمی گویم بلکہ خدا اے تعالیٰ با او راز می گوید۔	باتین کرتا ہے

گویم مشکل وگر نگویم مشکل۔ کس کی سنی جائے۔ خدا کی۔ یا حضرت عمرؓ کی۔ ادھر خدا کی تاکید۔ اُدھر حضرت عمر کی تعریض راز دار رسالت اور امین نبوت کو بات کرنی مشکل ہے۔

غنیمت حنین کی تقسیم یہان تک بیان ہو چکا ہے کہ محاصرہ طائف کا التوا حنین کے پس ماندہ معاملات کے تکمیل کرنیکی ضرورت سے اختیار فرمایا گیا تھا چنانچہ طائف کا محاصرہ اٹھا کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعرانہ مین۔

جہان اسیران حنین وادی طاس مقیم تھے نشریف لائے غنیمت کا بڑا ذخیرہ تھا۔ شبلی صاحب اس کی تعداد اور تقسیم کے احوال حسب ذیل تحریر فرماتے ہین:

چھ ہزار اسیران جنگ۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار بکریان۔ چار ہزار اوقیہ چاندی۔ آپ نے اسیران جنگ کے ورثا کا انتظار کیا کہ اُنکے عزیز و اقارب آئین تو اُن سے گفتگو کی جائے لیکن کئی دن گزرنے پر بھی کوئی نہ آیا۔

مال غنیمت کے پانچ حصے کیے گئے۔ چار حصے حسب قاعدہ اہل فوج کو تقسیم کر دیے گئے خمس بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے رکھا گیا۔ مکہ کے اکثر رؤسا جنھون نے حال مین اسلام قبول کیا تھا۔ ابھی تک مذبذب الاعتقاد تھے۔ انھین کو قرآن مجید مین مولفۃ القلوب کہا ہے۔ قرآن مجید مین جہان غنیمت کے مصارف بیان کیے ہین وہان ان لوگون کے بھی نام ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگون کو نہایت فیاضانہ انعامات دیے جنکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ابوسفیان مع اولاد ۳۰۰ اونٹ اور ۱۲۰ اوقیہ چاندی

(۲) حکیم بن حزام ۲۰۰ اونٹ (۳) نضر بن حارث بن کلدہ ثقفی ۱۰۰ اونٹ

(۴) صفوان بن اُمیہ ۱۰۰ اونٹ (۵) قیس بن عدی ۱۰۰ اونٹ (۶) سہیل بن عمر ۱۰۰ اونٹ

(۷) حویطب بن عبدالعزیٰ ۱۰۰ اونٹ (۸) اقرع بن حابس ۱۰۰ اونٹ (۹) عیینہ بن حصین ۱۰۰ اونٹ

(۱۰) مالک ابن عوف ۱۰۰ اونٹ

ان کے سوا بہت سے لوگون کو پچاس پچاس اونٹ عنایت فرمائے۔ عام تقسیم کے رو سے فوج کے حصہ مین جو آیا وہ فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریان تھین۔ لیکن چونکہ سوارون کو تگنا حصہ ملتا تھا اس لئے ہر سوار کے حصہ مین بارہ اونٹ اور ایکسو بیس بکریان آئین۔ جن لوگون پر انعام کی بارش ہوئی عموماً اہل مکہ اور اکثر جدید الاسلام تھے اس پر انصار کو رنج ہوا۔ بعضون نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو انعام دیا اور ہمکو محروم رکھا۔

تقسیم مین انصار کا عذر

حالانکہ ہماری تلوارون سے ابتک قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہین۔ (بحوالہ بخاری) بعض بولے کہ مشکلات مین تو ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اورون کو ملتی ہے (بحوالہ صحیح بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چرچے سنے تو انصار کو بلایا۔ ایک چرمی خیمہ کھڑا کیا گیا۔ جس مین لوگ جمع ہوئے۔ آپ نے انصار کی طرف خطاب کیا کہ کیا تم نے ایسا کہا؟ لوگون نے عرض کی کہ حضور! ہمارے سر برآوردہ لوگون مین سے کسی نے نہین کہا۔ نوخیز نوجوانون نے یہ فقرے کہے تھے (بحوالہ بخاری) صحیح بخاری باب مناقب الانصار مین حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے انصار کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے تو چونکہ

انصار جھوٹ نہیں بولتے تھے انھوں نے کہا آپ نے جو سُنا وہ صحیح ہے۔ آپ نے ایک خطبہ دیا جسکی نظیر فن بلاغت میں نہیں مل سکتی انصار کی طرف خطاب فرماکر کہا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے۔ خدا نے ہمارے ذریعہ سے تمکو ہدایت دی۔ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدا نے ہمارے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے میرے ذریعہ سے تمکو دولتمند کیا۔ آپ یہ فرماتے جاتے تھے۔ اور ہر ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ خدا اور رسولؐ کا احسان سب سے بڑھکر ہے (بحوالہ صحیح بخاری) آپ نے فرمایا۔ نہیں تم یوں جواب دو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تجھکو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی۔ تجھکو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ تو مفلس آیا تھا ہم نے تیری مدد کی۔ یہ کہکر آپ نے فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں کہ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے انصار۔ کیا تم کو پسند نہیں کہ اور لوگ۔ اونٹ اور بکریاں لیکر جائیں اور تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اپنے گھر آؤ (بحوالہ بخاری و شرح صحیح بخاری) انصار بے اختیار چیخ اُٹھے کہ ہمکو صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درکار ہیں اکثروں کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں۔ آپ نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں میں نے انکو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہیں بلکہ تالیف قلب کے لیے دیا۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۶۶

تقسیم میں عذر وار
انصار ہی نہیں تھے
مہاجرین بھی تھے

تقسیم غنائم کے متعلق بعض نوخیز نوجوانان انصار نے جو کچھ عذر و کلام کیے وہ شبلی صاحب نے بالتفصیل بیان کردیئے اس کے متعلق مجھکو صرف اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ طمع مال اور حرص دولت بہت بُری شے ہے۔ اس سے خال خال لوگ خالی ہوں گے تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف گروہ انصار ہی کو اس میں عذر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ مہاجرین کو بھی۔ چنانچہ عباس ابن مرداس اسلمی کو بھی عذر تھا۔ انصار تو خیر بالمشافہ عرض حال کی جرأت نہ کرسکے عباس ابن مرداس نے تو روبرو اعتراض کردیا اور اُسکے متعلق معترضانہ اشعار بھی نظم کرکے لوگوں کو سنائے۔

عباس ابن مرداس اسلمی
اور تقسیم حنین میں عذر

روضۃ الاحباب میں ہے:۔

بصحت پیوستہ از رافع بن خدیج کہ گفت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلفۃ القلوب را مثل ابوسفیان بن حرب وعلقمہ بن علاثہ وعیینہ بن حصین واقرع بن حابس را صد شتر داد وعباس بن مرداس اسلمی را کمتر از صد داد۔ وے بخشم رفت و دراں باب ابیاتے گفت

باسناد صحیح رافع ابن خدیج سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے گروہ مؤلفۃ القلوب کو جن میں ابوسفیان بن حرب صفوان بن امیہ علقمہ بن علاثہ عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس وغیرہم شامل تھے۔ سو سو اونٹ مال غنیمت سے عطا فرمائے۔ عباس ابن مرداس اسلمی کو اس سے کم دیئے۔ اسپر اس کو غصہ آگیا اس کے متعلق

چون ابیات وے بسمع مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسید فرمود اقطعوا عنی لسانی قطع کنید زبان اورا از من ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ویرا الخطائر ابل برد وصد شتر داد وے بمجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باز گشت واز جملہ خوشنود ترین مردم بود آن سرور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم باوے گفت در شان من شعر میگوئی - روے اعتذار در آورد وگفت پدر و مادرم فداے تو باد بدرستیکہ من دبیبیے مثل دبیب مور چہ از شعر در زبان خویش می یابم مرا میگزد مانند گزیدن مورچہ ہیچ چارا ے نمی یابم الا آنکہ شعر بگویم و در اینمعنی بے اختیارم حضرت تبسمی فرمود وگفت عرب ترک شعر نمی تواند کرد - چنانکہ شتر ترک حنین خود نمیتواند کرد. بعضے از کتب سیر است کہ چون شعر وی بسمع پیغمبر صلعم رسید باوے گفت تو ئی گفتی این شعر

نهبنی ونهب العبید بین الاقرع وعینیة

حضرت ابوبکر صدیق گفت یا رسول اللہ بین الاقرع وعتبہ - رسول اللہ گفت خواہ چنین وخواہ چنان ہر دو یک معنی ادا می کند ابوبکر گفت گواہی میدہم کہ تو شاعر نیستی وسزاوار نیست ترا شعر چنانکہ حق تعالیٰ فرمود وما علمناہ الشعر وماینبغی لہ پس رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرمود

اُس نے اشعار بھی نظم کیے جب اُس کے یہ اشعار آنحضرت صلعم نے سنے تو فرمایا اسکی زبان قطع کرڈالو حضرت ابوبکر صدیق اُسکو پکڑکر اونٹون کے مجمع مین لے گئے اور سو اونٹ اُسکو عنایت فرمائے وہ اونٹ لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین واپس آیا اور تمام لوگون سے زیادہ راضی وخوشنود معلوم ہوتا تھا آنحضرت صلعم نے عباس سے پوچھا کہ تو میری شان مین اشعار کہتا ہے اُس نے معذرت کے ساتھ عرض کی کہ میرے شعر کہنے کی عادت ایک چیونٹی کی مثال ہے جو میری زبان مین کاٹا کرتی ہے مین اُس سے مجبور ہو کر شعر کہتا ہون آپ نے متبسم ہوکر فرمایا کہ عرب شعر کہنے کی عادت اُسی طرح نہین چھوڑ سکتے جس طرح اونٹ اپنے بچے کو جدا نہین کر سکتا. بعض سیرت کی کتابون مین لکھا ہے کہ جب اُس کے اشعار آپ کے پاس پڑھے گئے تو آپ نے عباس سے پوچھا کہ کیا تو نے یہ شعر کہا ہے جس کے معنے یہ ہین - تو نے مجھے ایک غلام سے بھی کم کردیا اقرع اور عینیہ کے درمیان - حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ - اقرع اور عینیہ کے درمیان کیا اقرع اور عُتبہ سے ہونا چاہیے. آپ نے ارشاد کیا کہ خواہ یہ معنے ہو خواہ وہ معنے ہو دونون سے ایک ہی مدعا نکلتا ہے - یہ سُن کر حضرت ابوبکر نے کہا مین گواہی دیتا ہون کہ اگرچہ آپ شاعر نہین اور شعر کہنا آپ کی شان کے شایان بھی نہین ہے جیسا کہ خود باری تعالیٰ عزاسمہ فرماتا ہے کہ مین نے تم کو شعر کی تعلیم نہین دی اسلیے

برخیز و زبان او را از من قطع بکن۔ علی برخاست و دست وے را گرفت و می برد و عباس بن مرداس گوید گفتم اے علی زبان من خواہی برید چواب واد آنچہ حضرت فرمود چنان خواہم کرد پس ہمی می برد تا رسیدیم بخطائر ابل گفت بگیر از این برائے خویش از چہار تا صد شتر عباس بن مرداس گوید گفتم پدر و مادر من فدائے تو باد۔ عجیب کریم و حلیم و نیکو خو و حلیم اید شما آنگاہ علی گفت با من پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترا از جملہ مہاجرین و انصار داشتہ چہار شتر دادہ اگر اندراج در زمرۂ ایشان میخواہی می مانی دران چہار کہ اول بار بتو دادہ قناعت کن و اگر میخواہی کہ از جملہ مؤلفۃ القلوب باشی صد شتر بستان گفتم ای علی با تو درین امر مشورہ می نمایم تو چہ می فرمائی علی گفت اگر فریفتہ مال دنیا نشوی و بارادۂ خدا و رسول خرسند گردی بہتر بود[1] و مرویست کہ چون آن عطیہا در غنائم حنین از آنحضرت صلعم واقع شد یکے از یاران باوی گفت یا رسول اللہ صلعم عیینہ بن حصین و اقرع بن حابس را کہ ہر کدام صد شتر عطا بفرمائی و جعیل بن سراقہ را ہیچ نمیدہی فرمود بآن خدا یکہ نفس من بید قدرت اوست کہ جعیل بن سراقہ بہتر است از ہمہ روی زمین مملو از عیینہ

کہ تمہین اس کی ضرورت نہین تھی۔ اس کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام فرمایا کہ اس کی زبان قطع کرو۔ حضرت علی اُٹھے۔ عباس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے چلے۔ عباس کا بیان ہے کہ مین نے حضرت علی سے کہا کہ آپ حقیقتاً آپ میری زبان کاٹ ڈالین گے؟ حضرت علی نے کہا جو رسول خدا صلعم نے حکم دیا ہے اُسکی تعمیل ضرور کیجائیگی۔ اسکے بعد آپ مجھے اونٹون کی قطار مین لیگئے اور مجھسے فرمایا کہ ان اونٹون مین سے چار سے لیکر سو اونٹ تک لے لو۔ مین نے سخت متعجب ہو کر کہا کہ حقیقتاً آپ لوگون سے سخی۔ فیاض۔ نیک خو اور متحمل کوئی شخص نہین ہے۔ یہ سنکر حضرت علی نے مجھسے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اسوقت تک تمکو مہاجرین و انصار کے طبقہ خاص مین شمار کرتے تھے اگر تم چاہتے ہو کہ اُسی طبقہ مین تمہارا شمار قائم رہے تو وہی چار اونٹ جو قبل مین تمہین مل چکے ہین اُنھین پر قناعت کر لو۔ اور اگر گروہ مؤلفۃ القلوب مین داخل ہونا چاہتے ہو تو سو اونٹ لے لو۔ مین نے کہا یا علی آپ مجھے اس امر مین مشورت دین آپ نے ارشاد کیا مال دنیا پر فریفتہ نہ ہو۔ رضائے خدا و رسولؐ پر راضی ہو جاؤ تو تمھارے لیے سب سے بہتر ہوگا۔ اسی طرح ایک صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے عیینہ بن حصین اور اقرع کے ایسے لوگون کو تو سو اونٹ عنایت کیے اور جعیل بن سراقہ ضمیری کو کچھ نہ عنایت فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ

[1] معارج النبوۃ رکن چہارم مین بھی یہ روایت منقول ہے مگر آخر حصہ روایت مین حضرت علی کے کلام ہدایت کے بعد عباس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ جب اُس نے یہ سُنا تو ان اونٹون کی مہار چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا اور کہنے لگا مین اتنے دنون سے ایمان لایا ہون اور مہاجرین کے گروہ مین شمار ہوتا ہون۔ اس شرف خاص سے نکلنا نہین چاہتا۔ یہ اونٹ واپس لیجیے اور مجھکو میرے حصہ کے وہی چار اونٹ دیجیے حضرت علی نے ایسا ہی کیا۔ عباس چار اونٹ لیکر علیحدہ ہو گیا ص ۲۷۰ روضۃ الصفا ج ۲۔

و استدرع و لیکن من الفت واد دم دل انسان را
بہ سبب مال دنیا و اعتماد بر اسلام جمیل میدارم
و را با سلام او گذاشتم۔
روضۃ الاحباب ص ۴۶۰ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

قدرت مین میری جان ہے اگر تمام روے زمین عیینہ اور اقرع
کے ایسے لوگون سے بھر جاے تب بھی جمیل اُن لوگون سے بدرجہا
بہتر ہے مین نے مال دنیا دیکر ان لوگون کے قلب کو اسلام کی طرف
مائل کر دیا ہے۔ چونکہ جمیل کے اسلام پر مجھکو خود اعتماد ہے اسلیے
مین نے اُس کو اُسی حالت پر چھوڑ دیا۔[۵۱]

ذوی الخویصرہ تیمی کی پیشین گوئی کا واقعہ

اسی غنیمت حنین کے متعلق ذوخویصرہ تیمی کا بھی واقعہ ہے جس پر شبلی صاحب کی یا تو نظر پڑی ہی نہین۔ یا نظر پڑی بھی تو وہی حضرت علیؑ کے خصائص کا ذکر مہر لب ہو گیا علامہ بدخشی نزل الابرار مین لکھتے ہین

عن ابی سعید الخدری قال بینا نحن عند رسول الله
صلی الله علیہ وآلہ وسلم ذات یوم یقسم قسما
اتاہ ذوالخویصرۃ فقال یارسول الله اعدل
قال ویحک ومن یعدل اذا لم اعدل فقال
عمر یا رسول الله ائذن لی حتی اضرب عنقہ فقال
رسول الله دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ
مع صلوتہم وصیامہ مع صیامہم یقرؤن القرآن
لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم
من الرمیۃ حتی ان احدکم ینظر الی نصلہ فلا یجد
شیئا ثم ینظر الی قضبہ فلا یجد شیئا ثم ینظر الی
قدرتہ فلا یجد شیئا قد سبق الفرث والدم
یخرجون علی خیر فرقۃ الناس ایتہم رجل مخدج
احدی یدیہ مثل ثدی المرأۃ او

ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ ایکدن ہم لوگ جناب رسالتمآب صلعم کی
خدمت مین بیٹھے تھے اور حضرت غنیمت کا مال اُسوقت تقسیم کر رہے
تھے۔ ذوخویصرہ آکر کہنے لگا کہ عدل کیجیے آپ نے ارشاد فرمایا
ہلاکی ہو تجھپر۔ اگر مین عدل نہ کرونگا تو کون دوسرا عدل کرے گا
عمرؓ عرض کرنے لگے مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجیے
تب آپ نے فرمایا چھوڑ دو اسکو اسکے اصحاب ایسے ہین کہ تمھاری نماز
تمکو اُنکی نماز کے مقابلہ مین اور تمھارے روزے اُنکے روزون کے مقابلہ
مین حقیر معلوم ہون گے وہ قرآن پڑھین گے لیکن گلے سے نیچے نہین
اُتریگا وہ دین سے ایسے نکل جاینگے جسطرح تیر کمان سے نکل جاتا
ہے یہان تک کہ دیکھے تم مین کوئی اپنی کمان کی طرف پس کوئی خبر
اس سے نہین پائیگا۔ پس نگاہ کرے گا اُسکے سوفار کی طرف پس نہین
پائیگا اُس مین کوئی شے۔ پھر نگاہ کرے گا اُس کے پرون کی طرف
پس نہین پائیگا اُس مین کوئی شے۔ گذر جاے وہ تیر سرگین اور

[۵۱] روضۃ الاحباب کی مرقومۂ بالا روایت مین اختلافات اور تواردنی البیان دونون حائل ہو جاتے ہین۔ اس لیے کہ عباس کو جو حکم دیا گیا تھا اُسی کو ایکبار حضرت ابوبکر دوسری بار حضرت علی تعمیل کرتے ہین لیکن معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا کی اسناد سے صرف حضرت علی کی تعمیل ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے ظن غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی نسبت اس واقعہ مین مولفین کی خوش اعتقادی کا اضافہ ہے المؤلف عفی عنہ

كالبيضة تدردر قال ابو سعيد اشهد انی سمعت
هذا من رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
واشهد انی کنت مع علی ابن ابی طالب حین
قاتلهم فارسل الی القتلی فاتی به علی نعت الذی
نعت به رسول الله صلعم ولهذا الحدیث طرق
کثیرة اخرجه الشیخان وغیرهما ابو داؤد
الطیالسی والنسائی واحمد وابو یعلی و
الحاکم والخطیب قد رواه غیر ابی سعید
جماعة من الصحابة مثل علی وعمر وعبد الله بن
عمر وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عباس
وعبد الله بن الخباب بن الارت وعقبة بن عامر
وسعد بن وقاص وعمار بن یاسر رضی الله عنهم
فالروایة الاولی اخرجه احمد والبخاری ومسلم
والنسائی وابن جریر ارجح المطالب جلد دوم صفحہ ۲۷۳

خون میں اور وہ ایک بہترین گروہ پر خروج کریں گے اُنکے
نشان یہ ہیں کہ اُن میں ایک مخدج یعنی ناقص الخلقت سیاہ
چشم آدمی ہوگا - ایک چھاتی اُس کی عورت کی پستان کی
ہوگی اور وہ مثل گوشت کے ٹکڑے کے حرکت کرتا ہوا ہوگا
ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں اس امر کی گواہی
دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث جناب سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہے اور اس امر کی بھی گواہی دیتا ہوں
کہ میں علی ابن ابی طالب کے ساتھ تھا جب وہ اس گروہ کے
ساتھ جنگ کر رہے تھے - جناب امیر علیہ السلام نے لوگوں کو مقتولین
کی طرف بھیجا اور وہ لوگ مخدج کو اُٹھا لائے جو نشانیاں
آنحضرت صلعم نے بتلائی تھیں وہ سب اُس میں موجود تھیں اس
حدیث کو شیخین (مسلم و بخاری) اور شیخین کے ماسوا ابو داؤد طیالسی
امام احمد ابو یعلی حاکم خطیب رحمہم اللہ تعالی نے تھوڑے سے
اختلاف سے نقل کیا ہے اور ابو سعیدؓ کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم کی ایک جماعت - مثل حضرت علیؓ عمرؓ - عبد اللہ بن عمر - عبد اللہ بن مسعود عبد اللہ بن عباس - عبد اللہ بن خباب بن ارث
عقبہ ابن عامر - سعد بن وقاص اور عمار یاسر رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کی ہے ان میں سے پہلی روایت وہ ہے جس کو
امام احمد امام بخاری امام مسلم اور امام نسائی اور ابن جریر نے روایت کی ہے -

اس سے زیادہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ارجح المطالب جلد دوم مطبوعہ لاہور از صفحہ ۲۷۳ - ۲۸۴

ہم اس واقعہ کے اتنا ہی انکشاف حقیقت کرنے کو اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھتے ہیں شبلی صاحب نے ایسے مشہور
متواتر اور کثیر الاسناد واقعہ کو جو اُنکے معیار تصدیق کے مطابق محدثین متقدمین کا مختار خاص معلوم ہوتا ہے
کیوں قلم انداز فرمایا - سیرۃ النبی کی تالیف تک تو نجدیوں کی حکومت حجاز اور تصرف علی الحرمین بھی نہیں قائم ہوا
تھا - جو کف لسان من حبیب السلطان کا باعث ہوتا -

رحمت عالم کی رحمت عام کا نمونہ

شبلی صاحب بیان فرماتے ہیں -
حنین کے اسیران جنگ ابھی تک جعرانہ میں محفوظ تھے - ایک معزز سفارت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے کہ اسیران جنگ رہا کردیے جائین - یہ قبیلہ وہ تھا کہ آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ اسی قبیلہ سے تھین - رئیس قبیلہ (زہیر ابن صرد) نے کھڑے ہو کر تقریر کی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی جو عورتین ان چھپردن مین محبوس ہین اُنھین مین تمھاری پھوپھیان ہین اور تمھاری خالائین ہین خدا کی قسم اگر سلاطین عرب نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو اُن سے بہت کچھ امیدین ہوتین اور تم سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خاندان بنی عبدالمطلب کا جسقدر حصہ ہے وہ تمھارا ہے - لیکن رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو - نماز ظہر کے بعد ان لوگون نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی آپ نے فرمایا کہ مجھکو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن مین تمام مسلمانون سے انکی سفارش کرتا ہون - مہاجرین وانصار فوراً بول اُٹھے - ہمارا بھی حصہ حاضر ہے - اس طرح چھ ہزار دفعۃً آزاد تھے ص ۲۹۷ جلد اول

رحمت کی دوسری مثال

شبلی صاحب کی قصیر القلمی کے ساتھ آپ کی سریع الرقمی معجون مرکب کا لطف طرفہ تر دکھلاتی ہے - اکثر موقع پر تو آپ کی کوتہ قلمی بہت سے واقعات قلم انداز کردیتی ہے اور بعض مقامات پر آپ کی سریع الرقمی بہت سے قابل ذکر اور ضروری واقعات کو نظر انداز کر کے آگے بڑھجاتی ہے مرقومۂ بالا عبارت مین قبیلۂ ہوازن (بنی سعد بن بکر) کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک اختیار فرمائے گئے تھے وہ تو آپ نے بیان کردیے - قبائل بنی سلیم اور بنو فرازہ کے ساتھ ان سے بڑھکر محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کے جو معاملات پیش کیے گئے وہ آپ بالکل مرفوع القلم فرما گئے - حالانکہ ایک حقیقت بین کی نگاہ مین ہوازن کے معاملات سے زیادہ تو بنو سلیم و بنو فرازہ کے واقعات قابل الذکر تھے - اس لیے کہ ہوازن کے ساتھ جو احسانات کیے گئے تو اُن کے لیے حضرت حلیمہ سعدیہ کی رعایت خاص کا ذریعہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے - لیکن بنو سلیم و بنو فرازہ کے ساتھ جو عنایات و تفضلات کیے گئے وہ خالص رحم اور بلا حیلہ و وسیلہ ترحم خاص سے تھے ہم ان واقعات کو رحمۃ العالمین کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین -

اب قیدیون مین صرف بنی سلیم اور بنو فرازہ رہ گئے - اُنکے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پہ (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا لطف و رحم کیا جائے - اس لیے اُنھون نے اپنے حصہ کے قیدیون کو آزاد نہ کیا (یعنی مسلمانون نے ہوازن کے قیدی تو رہا کردیے لیکن بنو سلیم اور بنو فرازہ کے لوگون کو رکھ لیا) -

نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان لوگونکو بلایا - ہر قیدی کی دیت چھ اونٹ قرار پائے - پھر یہ قیمت بھی آپ نے اپنے ہی پاس سے ادا فرمائی اور اسطرح باقی قیدیون کو بھی آزادی دلادی - پھر سب قیدیون کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت کردیا

۵ دو شاہد اندہر احنیبر و حنین کہ تو دے بجود ہرانچہ بفیع بستانی رحمۃ العالمین ص ۱۳۲

مراجعت مدینہ

تمام امور کو باطمینان تمام فراغت فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ مین تشریف لائے اور حج عمرہ بجا لائے اور تا ایام عمرہ مکہ مین مقیم رہے۔ پھر حرم محترم سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اسید بن عتاب کو امارت مکہ تفویض فرمائی اور ابوموسیٰ الاشعری اور معاذ بن جبل کو قبائل عرب مین تعلیم اسلام کی غرض سے مقرر فرمایا۔ ان ضروری انتظامات کے بعد آپ مکہ معظمہ سے رخصت ہو کر اوائل ذیقعدہ یا آغاز ذی الحجہ مین مدینہ منورہ مین داخل ہو گئے۔

روضۃ الاحباب ص ۴۴۶

واقعات متفرقہ سال ہشتم ہجری

حضرت ابراہیم کی ولادت و وفات

اسی سال حضرت ماریہ کے بطن سے جناب ابراہیم کی ولادت ہوئی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت مسرور ہوئے۔ لیکن کل چھ مہینہ کے بعد یہ مسرت حسرت وملالت سے مبدل ہو گئی اور کل چھ مہینے زندہ رہکر بچے نے انتقال کیا۔ اتفاق سے اسی دن سورج گرہن واقع ہوا۔ قدیم دستور کے مطابق لوگون نے اسکو حضرت ابراہیم کے سانحہ جانگزا کی علامت بتلایا۔ جناب رسولخدا صلعم نے سُنا تو لوگون کو جمع کرکے ارشاد کیا کہ چاند اور سورج خدا کی خاص نشانیان ہین۔ کسی کے مرنے یا جینے کا انپر کوئی اثر نہین پڑتا۔ اس کے بعد آپ نے نماز کسوف جماعت کے ساتھ ادا فرمائی۔

حرمت خمر

آیۂ وافی ہدایہ الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ

(شراب پینا۔ جوا کھیلنا۔ عمل شیطان سے بھی زیادہ ناپاک ہین (اے مسلمانو) ان سے پرہیز اختیار کرو) کا نزول بھی اسی سال ہوا۔ سرقہ (چوری) بھی حرام کیا گیا اور اس شدت کی عملی مساوات کے ساتھ کہ اسکے اعلان امتناعی کے وقت خاص طور پر بیان کر دیا گیا کہ اگر خدانخواستہ میری پارۂ جگر فاطمۃ الزہرا (علیہا السلام) بھی اسکی مرتکب ثابت ہو تو اُسکے ہاتھ بھی کاٹے جائینگے۔

اسی سال حضرت زینب بنت حضرت صدیقہ کبریٰ خدیجہ سلام اللہ علیہا نے وفات پائی۔

آغاز سال نہم ہجری

آغاز سال نہم ہجری واقعۂ ایلا

تاریخ اسلام مین عموماً اس سال کا آغاز واقعۂ ایلا کے قدیم اور عظیم واقعات سے کیا جاتا ہے۔ جو بعض ازواج رسول کے آداب و اخلاق نسوانی کی کمی کے باعث سے خاطر رسالت کی کمال رنجیدگی و کبیدگی کا باعث ثابت ہوتی ہین۔ ہم پہلے ان تمام واقعات کو

شبلی صاحب کی عبارت سے نقل کرتے ہین۔ پھر منقدانہ طریقہ سے آپ کے مصنوعات قلمی کی انکشاف حقیقت کرین گے شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زاہدانہ اور تمام زخارف دنیاوی سے بیگانہ زندگی بسر کرتے تھے دو دو مہینے تک گھر مین آگ نہین جلتی تھی۔ آئے دن گئے دن فاقہ ہوتے رہتے تھے۔ مدۃ العمر دو وقت برابر سیر ہو کر کھانا نصیب نہین ہوا۔ ازواج مطہرات اُس جنس لطیف مین شامل تھین جنکی مرغوب ترین شے عموماً زیب و زینت اور ناز و نعمت ہے اور گو شرف صحبت نے انکو تمام ابنائے جنس سے ممتاز کر دیا تھا تاہم بشریت بالکل معدوم نہین ہو سکتی تھی خصوصاً وہ دیکھتی تھین کہ فتوحات اسلامی کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور غنیمت کا سرمایہ اسقدر پہونچگیا ہے کہ اُس کا ادنیٰ حصہ بھی اُن کی راحت و آرام کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ان واقعات کا اقتضا تھا کہ اُنکے صبر و قناعت کا جام لبریز ہو جاتا۔ ازواج مطہرات بڑے بڑے گھرون کی خاتونین تھین۔ حضرت ام حبیبہ تھین جو رئیس قریش کی صاحبزادی تھین۔ حضرت جویریہ تھین جو قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی بیٹی تھین حضرت صفیہ تھین جنکا باپ خیبر کا رئیس اعظم تھا۔ حضرت عائشہ تھین جو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی تھین حضرت حفصہ تھین جنکے والد فاروق اعظم تھے بشریت کے تقاضہ سے اُن مین منافست بھی تھی اور حریف کے مقابلہ مین اپنے رتبہ اور شان کا خیال رہتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر ایک کو جو شدید محبت تھی وہ اس سایہ ترا منی پسند ہم + کے حد تک تھی۔ ایک دفعہ کئی دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینب کے پاس کہین سے شہد آیا تھا۔ اُنھون نے اُن کے سامنے پیش کیا۔ آپ کو شہد بہت مرغوب تھا آپ نے نوش فرمایا۔ اس مین وقت مقررہ سے دیر ہو گئی۔ حضرت عائشہ کو رشک ہوا۔ حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمارے تمھارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیے کہ آپ کے منھ سے مغافیر[1] کی بو آتی ہے (مغافیر کے پھول سے شہد کی مکھیان رس چوستی ہین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ مین شہد نہ کھاؤنگا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اُتری۔

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک — اے پیغمبر! اپنی بیویون کی خوشی کے لئے تم خدا کی حلال کی ہوئی

تبتغی مرضات ازواجک۔ — چیز کو حرام کیون کرتے ہو۔

علامہ عینی نے بخاری کی شرح مین لکھا ہے۔

[1] مغافیر کے معنی شبلی صاحب نے نہین بتلائے۔ اسلیے کہ حضرت عائشہ و حفصہ کے حفظ مراتب کا خیال تھا۔ عرب کے ایک بدبو پھول کا نام مغافیر ہے جس سے عموماً ہر شخص متنفر ہوتا ہے۔ المؤلف عفی عنہ

فان قلت کیف جاز لعائشۃ وحفصۃ الکذب والمواطاۃ التی فیہا ایذاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قلت کانت عائشۃ صغیرۃ مع انہا وقعت منہا من غیر قصد الایذاء بل ما ہو علی جبلۃ النساء فی الغیرۃ علی الضرات (تفسیر سورہ مریم)

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کو جھوٹ بولنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش کرنا کیونکر جائز تھا تو جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کم سن تھیں اسکے علاوہ اُن کا مقصود آنحضرت صلعم کو ایذا دینا نہین تھا۔ بلکہ جیسا کہ عورتین اپنی سوکنون کے مقابلہ مین رشک سے تدبیرین اختیار کرتی ہین۔ پس بالکل اسی طرح کی یہ بھی ایک ترکیب تھی۔

لیکن علامہ موصوف کا جواب تسلیم کرنا مشکل ہے اوّل تو یہ واقعہ ایلاء کے سلسلہ مین ہے جو سنہ ۹ ہجری مین واقع ہوا تھا اُس وقت حضرت عائشہ سترہ برس کی ہو چکی تھین۔ دوسرے اگر حضرت عائشہ کمسن تھین لیکن اور ازواج مطہرات جو اسمین شریک ہوئین وہ تو پوری عمر کی تھین خود حضرت حفصہ کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے وقت ۳۵ برس کی تھی۔ ہمارے نزدیک مغافیر کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی۔ تمام روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم لطیف المزاج تھے اور رائحہ بد کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کرتے تھے مغافیر کے پھولون مین اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہین۔ البتہ ازواج کا ایکا کرنا بظاہر محل اعتراض ہو سکتا ہو لیکن یہ کسی کا اعتقاد نہین ہو کہ ازواج مطہرات معصوم تھین۔ یا اپنے انجاح مطالب کے لیے جائز وسائل نہین اختیار کرتی تھین اُسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید کر دی کسی سے نہ کہنا۔ لیکن اُنھون نے حضرت عائشہ سے کہدیا۔ اُسپر یہ آیت اُتری۔

واذ اسرّ النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً فلمّا نبأت بہ واظہرہ اللہ علیہ عرّف بعضہ واعرض عن بعض ج فلما نبّاہا بہ قالت من انباک ہذا قال نبانی العلیم الخبیر۔ (التحریم)

اور جب کہ پیغمبر نے اپنی بعض بیبیون سے راز کی بات کہی اور اُنھون نے فاش کر دی تو پیغمبر نے اُسکا کچھ حصہ اُنسے کہا اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو اُنھون نے پوچھا آپ کو کس نے خبر دی پیغمبر نے کہا مجھکو خداے علیم و خبیر نے خبر دی۔

شکر رنجیان بڑھتی گئین اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے باہم مظاہرہ کیا یعنی دونون نے ملکر اتفاق کیا کہ دونون ملکر زور ڈالین۔ اسپر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی شان مین یہ آیتین اُتریں

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولٰہ وجبرئیل

اگر تم دونو خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہو چکے ہین اور اگر اُنکے یعنی رسول اللہ صلعم کے مقابلہ مین یکا کرو تو خدا اور جبرئیل

وصالح المومنین وَالْمَلٰئِکَۃُ بعد ذٰلِکَ ظَہِیر　　　اور نیک مسلمان اور سکے بعد فرشتے رسول اللہ صلعم کے مددگار ہین

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے ایکا کیا تھا وہ خاص تھے۔ لیکن توسع نفقہ کے تقاضے مین تمام ازواج مطہرات شریک تھین۔ آنحضرت صلعم کے سکون خاطر مین یہ تنگ طلبی اسقدر خلل انداز ہوئی کہ آپنے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملین گے۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانہ مین آپ گھوڑے پر سے گر پڑے اور ساق مبارک پر زخم آیا آپ نے بالاخانہ پر تنہانشینی اختیار کی واقعات کے قرینہ سے لوگون نے خیال کیا کہ آپ نے تمام ازواج کو طلاق دی اسکے بعد جو واقعات پیش آئے اُنکو ہم حضرت عمر کی زبانی نقل کرتے ہین کہ اُنھون نے دلچسپ اور پُر اثر تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس بیان مین کچھ ابتدائی واقعات بھی آ گئے ہین جس سے اصل واقعہ پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہین کہ مین اور ایک انصاری (اوس بن خولی یا عتبان بن مالک) ہمسایہ تھے۔ اور معمول تھا کہ ایک دن بیچ دیگر باری باری سے ہم دونون خدمت اقدس مین حاضر ہوا کرتے تھے۔ قریش کے لوگ عورتون پر قابو رکھتے تھے اور اُن پر غالب رہتے تھے لیکن جب مدینہ مین آئے تو یہان انصار کی عورتین مردون پر غالب تھین اُنکے انداز دیکھکر ہماری عورتون نے بھی اُنکی تقلید شروع کی ایک دن مین نے کسی بات پر اپنی بیوی کو ڈانٹا اُنھون نے اُلٹکر جواب دیا۔ مین نے کہا تم میری بات کا جواب دیتی ہو۔ بولین تم کیا ہو رسول اللہ کی بیویان اُنکو برابر کا جواب دیتی ہین یہان تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دن دن بھر روٹھی رہتی ہین۔ مین نے دلمین کہا غضب ہو گیا اور اُٹھکر حفصہ (حضرت عمر کی صاحبزادی اور آنحضرت صلعم کی زوجہ مطہرہ) کے پاس آیا اور پوچھا کیا تو واقعی رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روٹھی رہتی ہے۔ حفصہ نے اقرار کیا مین نے کہا تجھکو یہ خیال نہین کہ رسول اللہ صلعم کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے بخدا رسول میرا خیال کرتے ہین ورنہ تجھکو طلاق دے چکے ہوتے۔

پھر مین اُمّ سلمہ رضہ کے پاس گیا اُن سے بھی یہی شکایت کی۔ بولین کہ عمر تم ہر معاملہ مین دخل دیتے ہو یہانتک کہ اب رسول اللہ اور اُن کی ازواج مطہرات کے معاملات مین بھی دخل دینے لگے مین چُپ ہو گیا اور اُٹھکر چلا آیا۔

کچھ رات گئے میرے ہمسایہ انصاری باہر سے آئے۔ اور بڑے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ مین گھبرا کر اُٹھا اور دروازہ کھول پوچھا خیر ہے۔ اُنھون نے کہا غضب ہو گیا۔ مین نے کہا کیا غسانی آ گئے؟ بولے کہ نہین اُس سے بھی بڑھکر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کو طلاق دیدی۔ مین صبح کو مدینہ مین آیا آنحضرت صلعم کے پیچھے نماز فجر ادا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر بالاخانہ مین تنہا جاکر

بیٹھ گئے مین حفصہ کے پاس آیا تو وہ بیٹھی رو رہی ہین۔ مین نے کہا مین نے تجھ سے پہلے ہی کہا تھا۔ حفصہ کے پاس سے اُٹھکر مسجد نبوی مین آیا۔ دیکھا کہ صحابہ پیغمبر کے پاس بیٹھے رو رہے ہین۔ مین اُن کے پاس بیٹھ گیا لیکن طبیعت کو سکون نہین ہوتا تھا۔ اُٹھکر بالاخانہ کے پاس آیا۔ اور رباح (خادم خاص) سے کہا کہ اطلاع کرد۔ لیکن آنحضرت صلعم نے کچھ جواب نہین دیا۔ مین اُٹھکر پھر مسجد نبوی مین چلا آیا اور پھر تھوڑی سی دیر کے بعد بالاخانے کے نیچے آیا۔ اور وہان سے دوبارہ اذن طلبی کی درخواست کی۔ جب کچھ جواب نہین ملا تو مین نے پکار کر کہا رباح۔ میرے لیے اذن مانگ۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ مین حفصہ کی سفارش کرنے آیا ہون۔ خدا کی قسم رسول اللہ فرمائین تو مین حفصہ کی گردن اُڑا دون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی۔ اندر گیا تو دیکھا کہ آپ کھری سی چارپائی پر لیٹے ہین اور جسم مبارک پر بانون کے نشان پڑ گئے ہین۔ اِدھر اُدھر نظر اُٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے ایک کونے مین (کسی جانور کی تھی) ایک کھال کھونٹی پر لٹک رہی ہے۔ میری آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبب پوچھا۔ مین نے عرض کی۔ اس سے بڑھکر رونے کا اور کیا موقع ہوگا۔ قیصر و کسرے باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہین اور پیغمبر ہو کر آپ کی یہ حالت ہے آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہین ہو کہ قیصر و کسریٰ دنیا لین اور ہم آخرت۔ مین نے عرض کی کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی؟ آپ نے کہا نہین۔ مین اللہ اکبر پکار اُٹھا۔ پھر عرض کی کہ مسجد مین تمام صحابہ مغموم بیٹھے ہین۔ اجازت ہو تو جاکر خبر کردون کہ واقعہ غلط ہے۔

چونکہ ایلار کی مدت یعنے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ آپ بالاخانہ سے نیچے اُتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہو گئی اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی۔

یاایھا النبی قل لازواجك ان کنتن	اے پیغمبر اپنی بیبیون سے کہدو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی
تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن	اور دنیا کا زیب اور آرائش مطلوب ہے تو آؤ۔ مین تم کو
واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن	رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کردون۔ اور اگر
اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد	خدا اور رسول اور آخرت مطلوب ہے تو
للمحسنات منکن اجرا عظیما۔	خدا نے اپنے نیکوکار بندون کے لئے بڑا ثواب
(احزاب)	مہیا کر رکھا ہے

مہینہ ختم ہوچکا تھا آپ بالاخانہ سے نیچے اُترے اور چونکہ ان تمام معاملات مین حضرت عائشہ پیش پیش تھین اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا۔ اُنھون نے کہا مین سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسولؐ کو لیتی ہون تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیا۔

ایلاء۔ تخییر۔ مظاہرہ حفصہ و عائشہ۔ یہ واقعات عام طور پر اس طرح بیان کیے گئے ہین کہ گویا مختلف زمانہ کے واقعات ہین اور اُن سے ایک ظاہر بین یہ دھوکا کھا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از دن سے ہمیشہ ناگواری کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ تینون واقعے ہم زمان اور ایک ہی سلسلہ کی کڑیان ہین صحیح بخاری باب النکاح (باب موعظۃ الرجل لابنتہ) مین حضرت ابن عباس کی زبانی جو تفصیلی روایت ہے اس مین صاف تصریح ہے کہ مظاہرہ ازواج مطہرات سے انعزال۔ افشائے راز۔ آیت تخییر کا نزول سب ایک ہی سلسلہ کے واقعات ہین۔ حافظ ابن حجر انعزال کے متعدد اسباب لکھکر لکھتے ہین۔

وهذا هو اللائق بمکارم اخلاقه صلی الله علیه وآله وسلم وسعة صدره وكثرة صفحه وان ذلك لم يقع منه حتى تكرر موجبه منهن۔

آنحضرت صلعم کے مکارم اخلاق کشادہ دلی اور کثرت عفو کی یہی مناسب تھا۔ اور آپ نے اُسوقت تک ایسا نہین کیا ہوگا جب تک اون (ازواج) سے اس قسم کی حرکتین متعدد بار ظہور پذیر نہ ہوئی ہون۔

فتح الباری جلد ۹ ص ۲۵۴

مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اُس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جسکا اثر پر خطر تھا آیت مذکور یہ ہے۔

وان تظاهرا عليه فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المومنين والملئكة بعد ذلك ظهير۔

اور اگر وہ دونون (عائشہ و حفصہ) رسولؐ کے برخلاف ایکا کرین تو خدا اُسکا مولی ہے جبریل اور نیک مسلمان اور ان سب کے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہین۔

اس آیت مین تصریح ہے کہ اگر اُن دونون کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کو خدا جبرئیل اور نیک مسلمان اور اُن سب کے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہین۔ روایتون سے مظاہرہ کا جو سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی ہے اُسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھین یا اگر ماریہ قبطیہ والی روایت تسلیم کرلی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کردی جائین لیکن یہ ایسی کیا اہم

باتین تھین اور حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ سے کسی قسم کی سازش ایسی کیا پر خطر ہوسکتی تھی جسکی مدافعت کیلیے ملاءِاعلےٰ کی اعانت کی ضرورت ہو - اس بنا پر بعضون نے قیاس کیا ہے کہ یہ مظاہرہ کوئی معمولی نہین تھا - مدینۂ منورہ مین منافقین کا ایک گروہ کثیر موجود تھا جن کی تعداد چار سو تک بیان کی گئی ہے - یہ شریر النفس ہمیشہ اس تاک مین رہتے تھے کہ کسی تدبیر سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور رفقائے خاص مین پھوٹ ڈلوادین - ابن حجر نے اصابہ مین اُمّ جلدح کے حال مین لکھا ہے - وکانت تحرش بین ازواج النبی صلعم (وہ ازواج مطہرات کو برابر بھڑکایا کرتی تھی) ایک دفعہ افک کے واقعہ مین اُن کو کامیابی کی جھلک نظر آچکی تھی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پندرہ روز تک حضرت عائشہؓ سے کبیدہ خاطر رہے - حضرت حسانؓ افک مین شریک ہوگئے تھے آنحضرت صلعم کی سالی حمنہ جو حضرت زینبؓ کی بہن تھین سازش مین آگئی تھین - چنانچہ اس روایت کو علانیہ شہرت دیتی تھین - حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ایک قریبی عزیز مسطح کو جو شریک تہمت تھے - مالی اعانت سے محروم کردیا تھا غرض - اگر حضرت عائشہؓ کی براءت پر وحی نہ آتی تو ایک فتنۂ عظیم برپا تھا معلوم ہوتا ہے کہ جب ازواج کی کشش خاطر اور کبیدگی و تنگ طلبی کا حال منافقون کو معلوم ہوا تو ان بدنفسون نے اشتعال دیکر بھڑکایا ہوگا اور چونکہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ تھین اُن کو خیال ہوا ہوگا کہ اُن کے ذریعہ سے اُن کے والدین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اس سازش مین شریک کرلینا ممکن ہے - لیکن انکو یہ معلوم نہ تھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کو رسولؐ کی خاک قدم پر قربان کرسکتے تھے - چنانچہ جب حضرت عمرؓ کو اذن نہ ملا تو اُنھون نے پکار کر کہا کہ اگر ارشاد ہو تو حفصہ کا سر لیکر آؤن - آیت مین روئے سخن منافقین کی طرف ہے - یعنی اگر عائشہؓ و حفصہؓ سازش بھی کرین گی اور منافقین اُن سے کام لین گے تو خدا پیمبر کی اعانت کیلیے موجود ہے اور خدا کے ساتھ جبرئیل و ملائکہ بلکہ تمام عالم ہے -

اسقدر تو مسلم ہے اور خود قرآن مجید مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلی تھی - اختلاف اس مین ہے کہ وہ چیز کیا تھی ؟ بہت سی روایتون مین ہے کہ وہ ماریہ ایک کنیز تھین جن کو عزیز مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بھیجا تھا ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقون سے بیان کی گئی ہے جن مین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جو راز حفصہ نے فاش کیا تھا - انھین ماریہ قبطیہ کا تھا - اگرچہ یہ روایتین بالکل موضوع اور ناقابلِ ذکر ہین لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مورخون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارمِ اخلاق پر نکتہ گیریان کی ہین - ان کا محلِ سرسبد یہی ہے - اس لیے اُن سے تعرض کرنا ضروری ہے

اُن روایتوں میں واقعہ کی تفصیل کے متعلق اگرچہ نہایت اختلاف ہے لیکن اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطوئہ کنیزوں میں تھیں اور آنحضرت صلعم سے تو حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے اُن کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ حافظ ابن حجر شرح صحیح بخاری تفسیر سورۂ تحریم میں لکھتے ہیں۔

ووقع عند سعید بن منصور باسناد صحیح الی مسروق قال حلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحفصۃ لا یقرب منہ ص ۵۰۳	اور سعید بن منصور سے بسند صحیح جو مسروق پر منتہی ہوتی ہے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ سے قسم کھائی کہ میں اپنی کنیز سے مقاربت نہ کروں گا۔

اسکے بعد حافظ موصوف نے مسند ہیثم اور طبرانی سے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں جنمیں سے ایک یہ ہے۔

وللطبرانی من طریق الضحاک عن ابن عباس قال دخلت حفصۃ بیتھا فوجدتہ یطاء ماریۃ فعاتبتہ فتح الباری مطبوعہ مصر ص ۵۰۳ جلد ۸	اور طبرانی نے ضحاک کے سلسلہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت حفصہ اپنے گھر میں گئیں تو آنحضرت صلعم کو ماریہ کے ساتھ ہم بستر دیکھا اسپر اُنھوں نے آنحضرت صلعم پر عتاب کیا

ابن سعد اور واقدی نے اس روایت کو زیادہ بدنما پیرایوں میں نقل کیا ہے۔ ہم اُن کو قلم انداز کرتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام روایتیں محض افترا اور بہتان ہیں۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری باب النکاح جلد ۹ ص ۸۸۴ میں لکھتے ہیں۔

والصحیح فی سبب نزول الآیۃ فی قصۃ العسل لا فی قصۃ ماریۃ المروی فی غیر الصحیحین وقال النووی ولم یات قصۃ ماریۃ من طریق صحیح	اور آیت کی شان کے باب میں صحیح روایت یہ ہے کہ وہ شہد کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔ ماریہ کے قصہ میں نہیں نازل ہوئی ہے جو صحیحین کے سوا اور کتابوں میں مذکور ہے۔ نووی نے کہا ہے کہ ماریہ کا قصہ کسی طریقہ سے صحیح نہیں ہے۔

یہ حدیث تفسیر ابن جریر۔ طبرانی۔ مسند ہیثم میں مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ ان کتابوں میں عموماً جس قسم کے رطب و یابس روایت میں مذکور ہیں اسکے لحاظ سے جب تک ان کی صحت کے متعلق کوئی خاص تصریح نہو لائق التفات نہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان میں ایک طریقہ کی توثیق کی ہے یعنی وہ روایت جس کے آخر راوی مسروق ہیں لیکن اولاً تو اس روایت میں ماریہ قبطیہ کا مطلق نام نہیں۔ صرف اسی قدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کے پاس قسم کھا لی کہ میں اپنی کنیز کے پاس نہ جاؤں گا اور وہ مجھپر حرام ہے

علاوہ اس کے کہ مسروق تابعی ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا اس لیے یہ حدیث اصول حدیث کے رو سے منقطع ہے یعنی اسکا سلسلہ سند صحابی تک نہیں پہونچتا۔ اس حدیث کے ایک اور طریقہ کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں صحیح کہا ہے۔ لیکن اس طریقہ کے ایک راوی عبدالملک رقاش ہیں جنکی نسبت دارقطنی نے لکھا ہے۔

کثیر الخطاء فی الاسانید والمتون — سندوں میں اور اصل الفاظ حدیث میں بہت خطا کرتے ہیں

الحدیث یحدث من حفظہ — مرویات میں بھولتے ہیں۔

یہ امر مسلم ہے کہ ماریہ کی روایت صحاح ستہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں یہ بھی تسلیم ہے کہ سورۂ تحریم کا (کی) شان نزول میں جو صحیح بخاری اور مسلم میں مذکور ہے یعنی شہد کا واقعہ قطعی طریقہ سے ثابت ہے امام نووی نے جو ائمہ محدثین میں سے ہیں صاف تصریح کی ہے کہ ماریہ کے باب میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں حافظ ابن حجر اور حافظ ابن کثیر نے جن طریقوں کو صحیح کہا۔ اُن میں سے ایک منقطع اور دوسرے کا راوی کثیر الخطا ہے۔ ان واقعات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ روایت استناد کے قابل ہے یہ بحث اصول روایت کی بنا پر تھی۔ درایت کا لحاظ کیا جاوے تو مطلق کدوکاوش کی حاجت نہیں۔ جو رکیک واقعہ ان روایتوں میں بیان کیا گیا ہے وہ ایک معمولی آدمی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا نہ کہ اُس ذات پاک کی طرف جو تقدس و نزاہت کا پیکر تھا۔ سیرۃ النبی جلد ا ص ۳۹۰ - ۴۰۸ ۔

شبلی صاحب کی قلمکاریوں کا انکشاف

واقعۂ ایلاء کی یہ طول وطویل تفصیل ہے جو شبلی صاحب نے اپنے طریقۂ خاص سے قلمبند فرمائی ہے۔ اس کے متعلق ہمارے تنقیدی نظریات حسب ذیل ہیں۔

تمہید میں جناب صالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی زاہدانہ معاشرت کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا گیا ہے اُس سے حرف بحرف مجھے اتفاق ہے لیکن آپ کے اس زاہدانہ اور پاک وپاکیزہ معاشرت کو بدنام کرنیوالی آپ کی وہ ایک بیبیاں تھیں جنکی تخصیص ان آیات قرآنی میں موجود ہے۔ ورنہ یہ تعمیم تمام افراد ازواج پر شامل ہو جاتی۔

یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ ازواج نہ معصومہ نہ محفوظہ عن الخطاء۔ اسلیے کہ ان سے بشریت کے تقاضے یا کبھی فطرت کے باعث سے افعال ناروا یا اعمال ناسزا صادر ہو جائیں تو کوئی تعجب انگیز وحیرت خیز نہیں سکی نسبت اتنی گزارش ہے کہ اُن کی فطرت وطبیعت سے تو واقعی تعجب انگیز نہیں لیکن اس اعتبار اختصاصی سے کہ یہ حضرات اتنی مدت تک شرف ملازمت اور اعزاز مجالست ومخالطت سے بھی مشرف ہوکر اپنی اخلاقی کمزوریوں کو درست

نہ فرما سکین البتہ حیرت خیز بھی ہے اور تعجب انگیز بھی۔

یہ بھی درست ہے کہ حضرت جویریہ رئیس بنی المصطلق کی اور حضرت صفیہ رئیس خیبر کی صاحبزادیاں تھین لیکن ان رئیس زادیون کے ساتھ حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان ۔ حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر اور حضرت حفصہ بنت حضرت عمر کو عرب کی شاہزادیون یا رئیس زادیون مین شامل کرنا صرف آپ کی خوش اعتقادیون کا اضافہ ہے ۔ واقعیت سے اس کو سروکار نہین ۔ حضرت ابوبکر کی کوئی امتیازی معرفت نہین کرائی گئی ۔ لیکن ابوسفیان کی رئیس قبیلہ اور حضرت عمر فاروق اعظم ہونے کی معرفت اعزازی کرائی گئی ہے ۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب کے ایسا بینا کا محقق ابوسفیان کی امارت کفر کے گزشتہ اقتدار کو اسلام کے موجودہ امتیاز سے مقابل اور مساوی کرنا چاہتا ہے ۔اگر قریش ہونیکی شرافت کا خیال ہے تو باعتبار شرافت نسبی کے جیسی ام حبیبہ تھین ویسی ہی جناب ام سلمہ ۔جناب سودہ اور جناب میمونہ ۔اور جناب زینب دغیرہن رضی اللہ عنہن ۔ابوجہل کی زندگی تک تو ابوسفیان کی امارت کا پتا نہین ہان احد سے حدیبیہ تک چار برس تک کفار قریش نے ان کو اپنا امیر مقرر کیا تھا ۔

افسوس ہے آپ نے اپنی کتاب مین اس سے پہلے بھی اور اسوقت بھی ان کی امارت کا حوالہ دیکر اہل اسلام کو سخت مغالطہ دینا چاہا ہے اور اسی ابتدا سے اپنے خلیفہ پنجم امیر معاویہ کی امارت کی خبر نکالنی چاہی ہے ۔

اب رہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا امتیاز قبل اسلام عرب کے تمام کارنامے ان امتیازی تفصیل و بیان سے بالکل خالی ہین ۔ ہان قریش سب تھے ہین جیسے یہ بزرگوار تھے ویسے اور تمام حضرات یہ امتیاز خاص کیا باقی رہا صدیق و فاروق اعظم ہونے کا امتیاز ۔یہ آپ کا خاص عطیہ ہے ۔اور اس کا آپ کو ہمیشہ ہر وقت اختیار ہے جسکو جو چاہین بنادین غیر اقوام و مذاہب کے محققین اسے کیون ماننے لگے ۔ ہون گے تو آپ کے فاروق اعظم وہ کیون ماننے لگے ۔ امتیاز و اعزاز مسلمہ ہونے چاہیئے اور انھین پر اظہار مفاخرت صحیح ہوتا ہے مثلاً حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ کے شاہزادیان ہونے مین کسیکو بھی عذر و کلام نہین ۔ نہ اہل اسلام کو اس سے انکار ہے اور نہ غیر اقوام کو بخلاف ان کے حضرت عائشہ اور حفصہ کے جب نام لیے جائین گے تو وہ صاف صاف کہدین گے ۔ یہ کہان کی شاہزادیان آئین ؟ ہم کیا جانین صدیق اکبر کون تھے ؟ اور فاروق اعظم کون ؟

خیر ۔ ہم اس مقام پر اس بحث کو کہ اصلی صدیق اکبر اور حقیقی فاروق اعظم زبانِ رسالت نے

کسے کہکر بتلایا ہے۔ اُٹھانا نہیں چاہتے اور تھوڑی دیر کے لیے حضرت عائشہ اور حفصہ کو دوسرے عرب کے بڑے گھروں کی صاحبزادیاں بھی تسلیم کر لیتے ہیں تو کیا فائدہ؟ جو واقعات زیر بحث ہیں ان میں ان دونوں خواتین کی ایسی اخلاقی کمزوریاں ثابت ہوتی ہیں جنکی وجہ سے انکا شمار ادنی کے منسوانی طبقات میں کیا جائیگا۔

آپ کا یہ لکھنا کہ بشریت کے اقتضا رسے ان میں منافست بھی تھی اور حریف کے مقابلہ میں اپنے رتبہ اور شان کا بھی خیال رہتا تھا"

اگر یہ تصریح حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی نسبت ہو تو صحیح ہے۔ اس لیے کہ ان تمام واقعات کی مخاطب اصلی یہی ہیں مگر آپ تو اس کو سخت مغالطہ دہی کے طریقہ سے تعمیم کے خاص پیرایہ میں لکھتے ہیں جیسے دیکھکر دیکھنے والے سمجھ جائیں کہ آنحضرت کی تمام بیبیاں جنکے نام آپ نے خاص کر اپنی مغالطہ دہی کی ضرورت سے لکھے ہیں ان عیوب میں مبتلا تھیں۔ آپ کا تمام ازواج کو شامل کرنا تمام مسلمانوں کو الفاظ وارشاد قرآنی کے خلاف دھوکا دینا ہے جیسا کہ بہت جلد آگے بیان ہوتا ہے۔

آپ کا یہ بیان کہ (ازواج) میں سے ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو شدید محبت تھی وہ اس بناء پر سوانی پسندم۔ کے حد تک پہونچی ہوئی تھی۔

رقابت کے فطرتی شائبہ محبت کے اعتبار تک تو صحیح ہے۔ لیکن عام محبت کی حقیقت کو نہیں ثابت کرتا اس میں تعمیم کا طریقہ بھی غلط ہے تخصیص چاہیے۔ جنکو تھی انکو تھی جن کو نہیں تھی انکو نہیں تھی۔ اگر آنحضرت صلعم کے ساتھ سب کو محبت شدید بدرجہ مساوی ہوتی تو اتنے بڑے طول طویل داستان ناقابل بیان اور قضیۂ نا مرضیہ کی نوبت ہی کیوں آتی۔ شبلی صاحب غضب کی جرأت کرتے ہیں کہ تمام سیرت وتاریخ۔ تفسیر وحدیث کی روایات کے خلاف واقعہ ایلاء میں حضرت عائشہ وحفصہ کے ساتھ حق ناحق اور ازواج کو شامل بتلا کر خواہ مخواہ خدا کے گنہگار بنتے ہیں۔

اسکے بعد آپ اس واقعہ کو اپنی خود غرضانہ ضرورت سے اپنے خاص الفاظ میں اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں۔ لیکن ہم اُسی کو تسلیم کر کے لکھتے ہیں کہ مسلمان تو مسلمان غیر اقوام ومذاہب کے سنجیدہ اور فہمیدہ اشخاص اس قصہ کو آپ ہی کے الفاظ میں حضرت عائشہ اور حفصہ کی ان عیارانہ تدبیروں اور حیلوں کی تفصیل کے ساتھ پڑھکر اگرچہ وہ سوتیا ڈاہ (رقابت) ہی کے سبب سے کیوں نہو کیا تعجب نہ کرینگے کہ رسول اللہ صلعم کے ایسے اشرف اولاد آدم رحمت عالم اور اخلاق مجسم کے گھر کی بیبیاں ایسی ایسی حیلہ سازیوں اور حرف بازیوں میں مشاق تھیں کہ انکو جھوٹ بولنے میں کوئی تامل تھا اور نہ اپنے مقدس شوہر کے خلاف سازش کرنے میں

شرم تھی اور نہ اُس پر اتہام لگانے مین حجاب اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ

علامہ عینی نے ان اشکالات کا حضرت عائشہ کی کمسنی کی بنا پر۔ عذر بدتر از گناہ کیا لاہو جسکو آپنے خود مسترد فرمادیا ہو اسلیے مجھکو اُسکی نسبت لکھنے کی ضرورت نہین مگر اتنی یاددہانی ضرور ہے کہ عینی صاحب حضرت حفصہ کے لیے کچھ بھی نکر سکے آپنے عینی صاحب کا جواب مسترد فرماکر اس واقعہ پر جو روشنی ڈالنا چاہی ہو اُسکے الفاظ یہ ہین۔

ہمارے نزدیک مغافیر کے پھولون کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی تمام روایتون سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لطیف المزاج تھے اور رائحہ کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کر سکتے تھے۔ مغافیر کی پھولون مین اگر کرختگی[ا] ہو تو تعجب کی بات نہین۔

شبلی صاحب یہ سب کچھ صحیح کہ جناب سرور کائنات صلعم لطیف المزاج تھے اور رائحہ کی ذراسی ناگواری کو برداشت نہین کر سکتے تھے یعنی بدبو سے تنفر۔ خوشبو کے شایق۔ مغافیر کے پھولون مین کرختگی ہوتی ہے لیکن شبلی صاحب یہ سمجھ مین نہین آتا جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک مغافیر کے پھولون کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین۔ کیسے صحیح مانا جاسکتا ہے۔ ہم اکیلے نہین بلکہ خود آپکے مرقومہ الفاظ۔ آپکے تمام علما اُنکی تمام کتابین پکار رہی ہین کہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ جیسا کہ آپکے یہ خاص الفاظ بتلا رہے ہین ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ کو رشک ہوا حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صاحب ہمارے یا تمہارے گھر مین آئین تو کہنا چاہیے کہ آپکے منھ سے مغافیر کی بو آتی ہے"

کہیے شبلی صاحب۔ واقعیت کیا تھی ہے حقیقت کیا بتلاتی ہو رسول اللہ صلعم زینب کے یہان سے شہد پی کر آئے تھے یا مغافیر کے پھولون کا شربت۔ اگر صرف شہد پی کر آئے تھے جیسا کہ آپ اور آپکے تمام علما لکھکر بتلاتے ہین تو آپ کی صدیقہ حضرت عائشہ جھوٹ بولین اور آپ بھی انکی برارت مین صریح جھوٹ بولے۔ اگر واقعی مغافیر کا شربت پی کر آنا ثابت ہے تو البتہ حضرت عائشہ کا قول اور آپ کی تاویل دونون صحیح ہین۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ مشکل آپڑتی ہے کہ بقول آپکے اگر مغافیر کی بو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہین تھی۔ صحیح ہو تو پھر رسول اللہ صلعم کی یہ ناراضی اور ناگواری اور خدا وند عالم کی اعانت ومددگاری کی طول طویل تفصیل جو قرآن مجید کے ایک خاص سورہ مین مذکور ہی۔ بالکل بلا وجہ اور محض بے ضرورت ہو جاتی ہو وان ھذا البعد الابعاد

[ا] کرختگی۔ بدبو کی تعلیل بالمعنی ہے۔ مگر شبلی صاحب مغافیر کے اصل معنے کو کیا کرینگے جو ایک بدبودار پھول ہوتا ہے جسکو ہندوستان مین اندرائن کہتے ہین۔ المؤلف

شبلی صاحب کی ناحق کوشش اور حقیقت سے چشم پوشی۔ آخر کہان تک مغافیر کی نسبت تو آپنے مغالطہ دیکر جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش بھی کی لیکن ایکا کرنے اور سازش کرنے کی نسبت آپسے بھی کچھ نہ چلی آخر چار و ناچار آپ کو بھی اس جرم کا اقرار کرنا ہی پڑا آپکے الفاظ یہ ہین۔

"البتہ ازواج کا ایکا کرنا بظاہر محل اعتراض ہو سکتا ہے" کمال افسوس ہے کہ اس اعتراف مین بھی آپنے پھر عام مغالطہ دہی سے کام لینا چاہا ہے اور ازواج کا لفظ عام لکھکر اسکی عمومیت سے بیجا فائدہ اُٹھانا چاہا ہے آپ ابتدا ہی سے اس بحث مین بار بار عام مغالطہ دہی کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے ہین اور ہم ہر ایک مقام پر آپ کی ان مغالطون کا انکشاف کرتے آتے اور بتلاتے آئے ہین کہ اس واقعہ مین سازش تھی ایکا تھا تہمت تھی۔ الزام تھا اور اتہام تھا وہ صرف حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کا چنانچہ آپکے خاص الفاظ و عبارت سے ہم صرف انھین دونون خواتین کی صلاح و مشورہ اور حیلہ و تدبیر اوپر لکھ آئے ہین پھر آپ ایسا مجمل و مبہم لفظ کیون لکھتے ہین؟ اور ایسا خلاف واقع بیان کیون کرتے ہین؟ جو دیگر ازواج رسول مقبول صلعم کے شمول کا بھی محتمل ہو سکتا ہے۔ آپ اگر حقیقت نگار محقق اور غیر جانبدار مورخ ہین تو تخصیص کرکے لکھتے انصاف اور اظہار حق کے تو یہ معنی ہین کہ مجرمین مخصوصین کے نام لکھدیجیے کہ واقفیت عام ہو جائے۔ مگر نہین آپنے اپنی کمال حیلۃ العقلی اور ذو جہتی کی ترکیب سے ازواج کا مجمل و خاص لفظ رکھا ہے۔ جو دو سے لیکر دو ہزار ازواج کے لیے بھی مستعمل ہو سکتا ہے۔ اور مدعا یہ ہے کہ جب تعریض کرنے والے آپ پر اعتراض کرین تو آپ صاف صاف کہکر نکل جائین کہ ازواج کا لفظ انھین دونون خواتین کی نسبت آیا ہے اور اگر کوئی اعتراض نکرے اور نہ پوچھے تو مطلب اوّل حاصل ہے دنیا سمجھے گی کہ اس جرم کی یہی دو خواتین مجرم نہین ہین بلکہ تمام ازواج قصور مین شامل ہین۔ انصاف سے فرمائیے۔ مولف کے لیے یہ کیسی شرمناک تحریر ہے۔ اسکے آگے لکھا گیا ہے۔

> اسی زمانہ مین یہ واقعہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید کردی کہ کسی سے نہ کہنا لیکن اُنھون نے حضرت عائشہ سے کہدیا اسپر یہ آیت اُتری۔

اذا سر النبی الی بعض ازواجہ	جبکہ پیغمبر صلعم نے اپنی بعض بی بیون سے راز کی بات
حدیثا فلما نبأت بہ واظہرہ اللہ علیہ	کہی اور اُنھون نے فاش کردی اور خدا نے پیغمبر کو
عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نبأ ھا بہ	اسکی خبر کردی تو پیغمبر صلعم نے اسکا کچھ حصہ اُن سے کہا

قالت من انباك هذا قال نبأني العليم الخبير۔

اور کچھ چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو اُنھوں نے کہا آپ کو کس نے خبر دی پیغمبر نے کہا مجھکو خدائے عالم و خبیر نے خبر دی۔

شکر رنجیاں بڑھتی گئیں اور حضرت عائشہ و حفصہ نے باہم مظاہرہ کیا یعنی دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دونوں ملکر زور ڈالیں۔ اسپر حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں یہ آیتیں اُتریں۔ سیرۃ النبی

یہاں سے شبلی صاحب نے گویا اپنی تمہید کی تفصیل مدعا شروع کی ہے اور آپنے اپنی قلم آرائیوں سے اس واقعۂ ناشنوا کا یوں سلسلہ قائم کرنا چاہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناگواری کی ابتدا ازواج کے مطالبات توسیع نفقات کے معاملہ سے شروع کی ہے۔

یہ آپ کا ایسا دعوی ہے جسکی کوئی دلیل آپنے پیش نہیں کی ہے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو آپنے اسکی تفصیل کسی روایت سے دکھلائی ہوتی کہ فلاں وقت اور فلاں مقام پر ازواج مطہرات نے انفرادًا یا اجمالًا اپنے اپنے نفقات کی رقمیں بڑھانے کے لیے رسول اللہ صلعم کو اسقدر تنگ کیا جو آپ کی ملالت خاطر کا باعث ہوا اور یہ آیت اتری۔ آپنے اپنے اس دعوی کی تمہید کی تائید میں نہ کوئی ایسا واقعہ پیش کیا اور نہ کوئی روایت نقل کی پھر ازواج رسول پر اتہام نہیں ہوا تو کیا؟ ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ مطالبات بھی انھیں دونوں خواتین کی طرف سے ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بہت جلد آگے بیان ہوتا ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ یہ دونوں (عائشہ وحفصہ) نے ملکر اسپر اتفاق کیا کہ دونوں ملکر زور ڈالیں خود آپکی گذشتہ عبارت اقرار و اعتراف کے خلاف ہے۔ آپ اوپر لکھ چکے ہیں کہ ان دونوں کا اتفاق بوئے مغافیر کہنے کے لیے ہوا تھا۔ پھر یہاں نفقہ کے اضافہ کے لیے کیسے ہو جائیگا ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ شبلی صاحب اپنی قلمکاریوں کی تیاریوں کے وقت آگے پیچھے کا بھی خیال رکھا کیجیے۔

اسکے آگے آپ نے یہ آیت لکھی ہے جو حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں اتری ہے۔

ان تتوبا الى الله فقد صغت قلوبكما وان تظاهرا عليه فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المومنين والملئكة بعد ذلك ظهير۔

اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر ان (یعنی رسول) کے مقابلہ میں ایکا کرو تو خدا اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور سب کے بعد خدا کے فرشتے رسول اللہ صلعم کے معین و مددگار ہیں

اسکے بعد یوں خامہ فرسائی فرمائی گئی ہے۔

حضرت عائشہ اور حفصہ نے جن معاملات کی وجہ سے انکار کیا تھا وہ خاص تھے۔

خیریت ہے اور بہت ہی غنیمت ہے کہ آپ نے اپنی تیار کردہ خلط مبحث اور معجون مرکب کی اس مقام پر صفائی کر دی یہ آپ کی توفیق تو تھی ہی نہیں۔ بلکہ اصل واقعہ کی حقیقت تھی جو کسی سے چھپائے چھپی ہی نہ چھپے گی اس مقام پر کیا اس سلسلہ کے اکثر مقامات پر ایسے ہی حقیقت اپنا کام کر گئی ہے اور آپ اسے چھپاتے ہی رہ گئے ہیں۔ میں نے ان مجادلات میں تمام ایسے مقامات پر آپ کو بتلا دیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ اسے کسیطرح چھپا ہی نہیں سکتے تھے اب دیکھیے کہ آپ ہی کے اقرار و اعتراف سے خود ثابت ہو گیا کہ حضرت عائشہ اور حفصہ نے جن معاملات میں ایکا کیا تھا وہ خاص تھے اور قرآن مجید میں اسی ایکے اور سازش کا ذکر ہے اور اسی ارتکاب جرم میں سورہ کا سورہ عتاب انگیز خطابات میں نازل فرمایا گیا ہے۔ تو آپ اور آپکے مؤیدین اور تمام انصاف پسند ناظرین بتلا دیں کہ جب یہ جرم انھیں دونوں خواتین کے تھے اور یہ معاملات خاص انھیں کے تھے تو پھر دوسری ازواج مطہرات کو سمیٹنا اور انکی خانہ داری کی خفیف شکایتوں کو بھی اسی سلسلہ میں لپیٹنا کسی دیانتدار اور غیر جانبدار محقق کا کام ہو سکتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اس اعتراف کے بعد بھی شبلی صاحب اپنی عادت خاص سے باز نہیں آئے۔ اور اسی مغالطہ دہی کے قدیم طریقہ سے کام لیتے ہیں۔ اور حقیقتاً حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی برات کے لیے سوا ان حیلۃ القلوبوں کے آپکے پاس نہ کوئی دوسرا ذریعہ ہے اور نہ وسیلہ چنانچہ اسکے بعد لکھا جاتا ہے

لیکن توسیع نفقہ کے تقاضہ میں تمام ازواج شریک تھیں۔

میں کہتا ہوں ہوا کریں۔ اس سے کیا۔ قرآن میں تو جو وہ فرد جرم قائم ہے وہ آپکے اعتراف کے مطابق انھیں دونوں خواتین خاص کے متعلق ہے اور جو وجہ اور صورت بیان کی گئی ہے وہ آپکے اقرار کے موافق انھیں دونوں کا ایکا ہے۔ اور وہ ایکا بھی آپ ہی کی تحریر کے رو سے انھیں کے خاص معاملات تھے تو پھر اس تخصیص تفصیل و تشریح کے بعد توسیع نفقہ کے تقاضہ کا ذکر تعمیم جو نہ کہیں قرآن کے ان آیات میں مذکور ہے اور نہ مسطور خواہ مخواہ بار بار بلا ضرورت سلسلہ بحث میں داخل کرنا۔ آپکی صریح مغالطہ دہی اور حضرت عائشہ و حفصہ کی کھلی کھلی جنبہ داری نہیں تو اور کیا ہے؟

اس سے بڑھکر تو قیامت کی تحریف آپنے اس آیت کے ترجمہ میں کی ہے۔ صغت قلوبکما کے معنی لکھے ہیں۔ تمھارے دل مائل ہو چکے ہیں۔ نہیں معلوم صغت کے یہ معنی معکوس آپ نے عربی کی کس لغت میں دیکھے ہیں صغت کے معنی بطور مسلمہ کج ہو جانے کے متقدمین سے لیکر متاخرین تک

سب نے لکھے ہین اور بتلاتے ہین - ایک آپ ہی قرآن کے ترجمہ کرنے والے نہین ہین اور نہ عربی کے اُردو مین
معنی بتلانے والے سب کو جانے دیجیے آپکے ہم ترانہ وہم نوا ہم خیال و ہم ہو شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب نے
اس فقرہ قرآنی کا یہی ترجمہ کیا ہے - ملاحظہ ہون انکے الفاظ -

تم دونون نے کج روائی اختیار کی ہو قرآن مترجم مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۸۹۵

اگرچہ یہ بھی لفظی ترجمہ نہین ہوا لیکن مفہوم درست وصحیح ہے آپنے تو ترجمہ مین صریح تحریف کی ہی لفظ کے اصلی
معنی ہی بدل دیے اور مطلب خداوندی ہی کو معکوس کر دیا غضب کی دلیری ہے اور قیامت کی جسارت

ع تو کار زمین را نکو ساختی کہ بر آسمان نیز پرداختی

لفظی ترجمہ یہ ہوا - ٹیڑھے دل ہو گئے ہین تم دونون کے - آپ اسکی جگہ بتلاتے ہین تم دونون کے دل مائل
ہوچکے ہین ،، معاذ اللہ مطالب قرآنی اور مقاصد ربانی کے سیدھے معانی کو الٹا کر دیا اس انقلاب کا کہین ٹھکانا ہے
اور اس معصیت کی کوئی حد ہے

شبلی صاحب کا اس آیہ کے اصلی مخاطب اور انکے عملیات کو لکھ لکھ کر مکر جانا اور اتنے اعتراف
کے بعد پھر انحراف کر جانا بھی قابل تنقید ضرور ہے اسلیے کہ آپ ان ترکیبون سے ڈھکے پردے سائر
ازواج کو اسکے مفہوم مین سمیٹے لیتے ہین اور سلف صالحین سے لیکر اسوقت تک کے علما ومحدثین کے
مسلمات مطالب ومعانی کے خلاف ایک جداگانہ مطالب ومعانی بتلانا چاہتے ہین - اب ہم آپکو
اُس آیہ کے معنی اور اسکے مخاطب اصلی کی تصدیق خاص حضرت عمر کی زبانی دکھلا دیتے ہین جسکے بعد ہمکو
یقین ہے کہ پھر آپ کو یا آپکے مؤیدین ومعتقدین مین سے کسی فرد واحد کو اسکے غلط معنی لگانے پر آیندہ جرأت
نہو سکے گی - دیکھیے امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور مین صحیحین کے حوالے سے اس آیہ کے تحت مین لکھا ہے

اخرج البخاری ومسلم والترمذی عن ابن
عباس رضی اللہ عنہ قال لم ازل حریصا علی
ان سال عن عمر رضی اللہ عنہ عن امراتین
من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اللتین قال اللہ تعالی ان تتوبا الی اللہ
فقد صغت قلوبکما حتی حج عمر وحججت معہ
فلما کان ببعض الطریق عدل عمر

بخاری مسلم اور ترمذی وغیرہم نے ابن عباس کی روایت
کی ہے کہ مین ہمیشہ اس بات کو حضرت عمر سے دریافت
کرنے کی خواہش رکھتا تھا کہ ازواج رسول مین سے
وہ کون دو عورتین ہین جنکی نسبت اللہ تعالی نے قرآن مجید
مین فرمایا ہے کہ تم توبہ کرو تمھارے دل ٹیڑھے ہو گئے
مگر موقع دریافت کرنیکا نہین ملتا تھا - اتفاقاً ایک بار سفر
حج مین میرا اور حضرت عمر کا ساتھ ہو گیا -

وعدلت معه بالاداوة فتبرز ثم اتى فصببت على يديه فتوضأ فقلت يا امير المؤمنين من المرأتان من ازواج النبي اللتان قال الله تعالى لهما ان تتوبا الى الله فقد صغت قلوبكما فقال واعجبا لك يا ابن عباس هما عائشة وحفصة

(بحوالہ احمدی ص ۸۷)

واپسی کے وقت اثنائے راہ میں حضرت عمر حسب ضرورت پیچھے پھرے تو مین بھی انکے ساتھ ظرف آب لیے ہوئے پھرا حضرت عمر رفع ضرورت کے لیے گئے اور جب آگئے تو مین نے اُنکے ہاتھون پر پانی ڈالا اُنھون نے وضو کیا۔ اسوقت مین نے پوچھا یا امیر المؤمنین ازواج رسول صلعم مین وہ دو عورتین کون ہین جنکے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ توبہ کرو تم دونون کے دل ٹیڑھے ہوگئے ہین حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ابن عباس تعجب ہے کہ تم نہین جانتے ہو۔ وہ دونون عورتین عائشہ و حفصہ ہین۔

اس کے بعد شبلی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازداج سے کنارہ کش ہوجانا پھر زخم ساق پا کی وجہ سے بالاخانہ پر تنہا نشین ہوجانا بیان کرتے ہین۔

ازداج سے مہینہ بھر علیحدہ رہنے کا واقعہ تو مسلم ہے لیکن انھین دنون آپکے ساق پا پر زخم لگنے کی روایت میری نظر سے نہین گذری اور آپنے حوالہ بھی نہین دیا حاشیہ کی عبارت مین بھی صرف مشربہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر روشنی ڈالی گئی ہے اسلیے تا وقتیکہ اصل ماخذ کی عبارت نہ دیکھی جائے یہ معلوم ہونا دشوار ہے کہ آنحضرت صلعم حقیقتاً اُن دنون زخمی ہوئے تھے یا نہین۔

اسکے بعد شبلی صاحب حضرت عمر کی پُر اثر اور دلچسپ نقل بیان کرتے ہین جسمین اُنکے ازواج کے طلاق کی خبر سُنکر اضطراب والتہاب کی تفصیل ہے اور پھر بار بار کی التجائے بے انتہا کے بعد خدمت رسالت مین اُنکی باریابی اور پھر عدم طلاق ازواج کا مژدہ سُنکر موصوف کی لا انتہا مسرت۔ آنحضرت صلعم کی ازداج کو معافی اور بالاخانہ سے آنحضرت صلعم کی تشریف آوری قلمبند ہے۔

قبل اسکے کہ ہم اس واقعہ حضرت عمر کے عملیات پر نظر ڈالین ہم اسواقعہ کے ابتدائی حصہ پر روشنی ڈالنا چاہتے ہین جس سے آپنے اصل معاملہ پر روشنی پڑنے کا یقین کیا ہے ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ آپنے اسے کیون لکھا؟ کیونکہ یہ واقعہ آپکے مفید مطلب نہین ہوتا اسلیے کہ اسکی تفصیلات سے آپکے اس مختار کی کہ ایلاء کے اسباب وقوع مین سب ازواج تھوڑی بہت شریک تھین اور قریب قریب سب حضرت رسول مین شوخی و گستاخی سے مخاطبہ و مکالمہ کرتی تھین۔ پوری تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ ابتدائی حصہ واقعہ سے تو صرف حضرت حفصہ کی شوخ طبعی اور تیز کلامی کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ اُنکے والد ماجد اپنی زوجہ سے صاحبزادی کی گستاخیون کی خبر پاکر

اُسکے پاس خود جاتے ہین اور حقیقت حال بیان فرماتے ہین صاحبزادی خود اقرار کرتی ہین آنجناب اُنکے بیان کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین ۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ مین حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تو واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رات بھر روٹھی رہتی ہے حفصہ نے اقرار کیا مین نے کہا تجھکو یہ خیال نہین کہ رسول کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے بخدا رسول اللہ صلعم میرا خیال کرتے ہین ورنہ تجھکو طلاق دیچکے ہوتے ۔

والدین کی زبانی اور خود حضرت حفصہ کے اعتراف سے خدمت رسول مین اُنکی شوخیان اور گستاخیان ثابت ہین اور روٹھنے اور منھ پھلا کر بیٹھ رہنے کی تنک مزاجیان اُنکے ساتھ ملا لیجائین تو ثابت ہو جاتا ہی کہ ان تمام ناگفتہ بہ واقعات کا باعث فساد کون ہے؟ وہی حفصہ! اُنکے ساتھ حضرت عائشہ کی مشارکت نے سونے مین سہاگہ کا کام دیدیا۔ اور باہمی دونون کی مشارکت ومشورت نے اس دائرہ فساد اور نائرہ عناد کو وسعت دیکر صاف صاف اسکیم اور سازش کی پرخطر صورت قائم کردی جسکی تنبیہ وتفصیل جناب باری عز اسمہ کو بالآخر قرآن مجید مین فرمانی ہوئی چونکہ سب جانتے تھے کہ صرف حضرت حفصہ کی سوء مزاجی سے یہ بات بڑھی ہے اور یہ فساد اُٹھا ہے اس لیے حضرت عمر پر یہ اضطرابی حالت اور التہابی کیفیت خاص طاری تھی جیسا کہ موصوف کا بار بار خدمت رسول مین جانا ۔ اذن حاضری مانگنا ۔ غیر ماذون ہو کر مایوسانہ طریقہ سے مسجد مین واپس آنا ۔ پھر مضطرب ہو کر وہان سے دولت سرا ے نبوت پر جانا ۔ خود اُنکی زبانی نقل فرمایا ۔ اسی سے ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا کہ بخلاف اور صحابہ کرام کے ۔ صرف آپ ہی کو اس خبر طلاق ازداج کی کیون فکر پڑی تھی ۔ اور کیون اتنا تردد وانتشار لاحق حال تھا؟ اسکی وجہ وہی حضرت حفصہ کا خاص الخاص باعث فساد ہونا ۔ اور اسکی اہمیت کو وہ خاص طور پر خود جانتے تھے ۔ چنانچہ بقول شبلی صاحب کے وہ خود حفصہ کے منھ پر کہہ چکے تھے کہ رسول اللہ صلعم کو تو صرف میرا خیال ہو ورنہ تجھے طلاق دیچکے ہوتے جب حضرت عمر خود اپنی زبانی صاحبزادی کی یہ ثنا خوانی فرماتے ہین تو اب مجھکو یا کسی دوسرے کو اسکے متعلق زیادہ تشریح کی ضرورت نہین ۔

اب ہم حضرت عمر کے خاص عملیات پر نظر ڈالتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ اس امر خاص مین جناب کا منصب تو بہت ہی نازک تھا ۔ کیونکہ ایک طرف لڑکی تھی تو ایک طرف داماد ۔ داماد بھی کون ہے جسکی طاعت وفرمانبرداری کا قلادہ آپکی گردن مین تھا ۔ اگر لڑکی کی محبت زنجیر پا تھی تو داماد کیطرف سے اطیعوا الرسول کی ہتکڑی لگی تھی ۔ ایسی حالت مین جناب کو سوائے سکوت کے اور کچھ بھی نکرنا تھا ۔ اس موقع پر آپ کو حضرت

ابوبکر کے طرز عمل کی تقلید ضروری تھی۔ دیکھئے وہ بزرگوار۔ باوجودیکہ انکی صاحبزادی حضرت عائشہ بھی اسی مرض مین مبتلا تھین۔ مگر جناب موصوف معاملہ کی نزاکت۔ واقعہ کی رکاکت اور اپنے منصب کی خصوصیت کو سمجھکر خموش بیٹھے رہے۔ جیسا کہ جناب خود چشم دید فرماتے ہین کہ مسجد مین دیگر صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے اور حقیقتاً اسکے سوا اور کر ہی کیا سکتے تھے۔ لیکن انکے طرز عمل کے خلاف آپ ادھر سے اُدھر وارفتہ و سرگشتہ پھر رہے تھے جب درد نہین سر مین تو درد سری کیسی۔

ہم نے عرب کے قدیم و جدید تمدن اور معاشرت کے احوال مین کسی مرد شریف کو زن و شو کے خاص معاملات مین عام اس سے کہ وہ اپنی بیٹی اور داماد ہی کیون نہون ایسی مضطربانہ مداخلت کرتے ہوئے نہ دیکھا ہے نہ پڑھا ہے اور نہ سُنا ہے حضرت عمر نے اس بشیرانہ مداخلت پر اتنی جرأت کر لی کہ حضرت ام سلمہ سے بھی دریافت کرنے چلے گئے لیکن اُس مشہور غیور محترمہ نے گرہ راستین روزاول کے زرین اصول کے اسی وقت انہے ڈانٹ کر کہدیا۔ عمر۔ تم ہر معاملے مین دخل دیتے دیتے اب رسول اللہ صلعم اور انکے ازواج کے معاملات مین بھی دخل دینے لگے۔ یہ سُنکر حضرت عمر خموش ہوگئے اور چلے آئے۔ سیرۃ النبی جلد اول

حضرت عمر کی اس بشیرانہ اور وارفتارانہ مداخلت کے ثبوت مین ایک یہی واقعہ کافی ہے جسکو ام المومنین حضرت ام سلمہ کا یا یہ اعتراز تو بہت ہی عالی ہے ایک معمولی درجہ کا شریف شخص بھی پسند کریگا اگر آپ کی اس مداخلت بیجا مین جواز کا کچھ بھی جزو ہوتا۔ یا مناسبت و موزونیت کا کوئی پہلو ہوتا تو حضرت عمر کے ایسا آدمی ایک عورت (ام سلمہ) کی ڈانٹ سے نہ بھاگ جاتا! ان سے نہین تو دوسری ازواج کے پاس جاتے اور پوچھ گچھ کرتے آپ کی اس موقع پر خاموشی اور گریز پائی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ جناب موصوف اپنے طرز عمل کی کمزوری کو خود سمجھ رہے تھے۔

شبلی صاحب یہان بھی اپنی خودغرضانہ مغالطہ دہی سے نہ چوکے۔ آپنے حضرت ام سلمہ کی اس جرأت و توبیخ کو ایسے الفاظ و عبارت مین بیان کیا ہے کہ نعوذ باللہ محترمہ موصوفہ کے اوپر بھی اس امر مین شرکت کا شبہ پیدا ہوجائے کیونکہ ابتدا ہی سے آپ اس واقعہ مین کسی نہ کسی طرح تمام ازواج کو شامل کرنیکی کوشش فرمارہے ہین اور ہم ان تمام مقامات پر جہان جہان اس مغالطہ دہی سے کام لینا چاہا ہے آپ کی ان قلمکاریونکی تردید و تنقید کردی ہے۔ اسیطرح پھر آپ کو لکھکر بتلائے دیتے ہین کہ تاوقتیکہ قرآن مجید سے آپ کی ضمیر جو مخصوص دو عورتون کی تخصیص پر شاہد ہے۔ محو نہ فرمالین گے آپ کی یہ ترکیب نہ چلے گی اور کوئی سچا مسلمان آپکے اس سفید جھوٹ کو نہ مانیگا۔

اس کے بعد شبلی صاحب نے آیہ تخییر لکھکر گویا اس قضیہ نامرضیہ کو (گو نامکمل ہی سہی اور غیر مفصل) ختم فرمایا ہے۔ آیہ تخییر یہ ہے۔

یاایها النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتها فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن الله ورسوله والدار الاخرۃ فان الله اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما۔

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہدو کہ اگر تم کو دنیاوی زندگی اور دنیا کا زیب و آرائش مطلوب ہے تو آؤ میں تمکو رخصتی جوڑے دیکر بطریق احسن رخصت کر دوں اور اگر خدا اور خدا کا رسول اور آخرت مطلوب ہے تو خدا نے اپنے نیکوکار بندوں کے لیے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے۔

اس آیت کو لکھکر آپ اس واقعۂ ناگفتہ بہ کو مفصلۂ ذیل عبارت میں تمام کیے دیتے ہیں

اس آیت کے رو سے آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواج مطہرات کو مطلع فرما دیں کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں دنیا و آخرت اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ ہم تمہیں رخصتی جوڑے دیکر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دیں اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی زندگانی چاہتی ہو تو خدا نے نیکوکاروں کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے مہینہ ختم ہو چکا تھا آپ بالاخانہ سے نیچے اُترے اور چونکہ ان تمام معاملات میں حضرت عائشہ پیش پیش تھیں انکے پاس تشریف لیگئے اور ارشاد الٰہی سے مطلع فرمایا اور انھوں نے کہا کہ میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں تمام ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیے

سیرۃ النبی جلد اول

چلو قصہ ختم ہوا مگر بات اتنی رہ جاتی ہے کہ دیکھنے والے اور پڑھنے والے دیکھ کر اور پڑھ کر سمجھیں گے اور سمجھکر پوچھیں گے کہ سورۂ تحریم جس کا نزول سنہ ۹ ہجری میں ہوا اُس کے تصفیہ اور صلح جانبین کی خبر اور اُس کا حکم سورۂ احزاب سے دکھلایا جاتا ہے جو اوائل سنہ ۵ ہجری میں نازل ہوا تھا (گویا واقعہ سے پہلے حکم واقعہ لکھکر رکھ لیا گیا تھا) اسکا کوئی جواب نہیں ہو سکتا سوائے اسکے کہ جمع قرآن کی بے ترتیبی پیش کی جائے۔ لیکن یہ ترکیب ایک نہ شد دو شد کی مصداق ہے حضرات جامعین قرآن پر اور حضرت عثمان پر خصوصاً سخت الزام آئیگی اور عیسائی معترضین کو ایک دوسرا پہلو اعتراض کا بتلا دیگی۔

ہم جانتے ہیں کہ یہ شبلی صاحب کی ایجاد یا خاص طبعزاد نہیں بلکہ بہت قدیم ترکیب ہے جو بڑے غور و خوض کے بعد بڑے بڑے بیناکار۔ عاقبت بین اور مآل اندیش محدثین نے حضرت حفصہ و عائشہ کی تنزیہ کو

تخییر کے درجہ تعدیل تک اُتار لانے کی غرض خاص سے عمل مین لائی گئی ہے اور حقیقتاً یہ ترکیب و ترتیب عملی صورت مین نہ لائی گئی اور احزاب کی آیت تحریم کی آیت نہ ٹھرائی جاتی تو ان دونون خواتین کی بدنامی ہلکی ہو ہی نہین سکتی تھی۔ اس ضرورت و مجبوری سے آپ کے محدثین نے یہ ترکیب نکالی۔

سواد اعظم اہلسنت کے محدثین تو اس بے جوڑ قافیہ والے نظم استدلال کے موافق اس آیت کو حضرت عائشہ اور حفصہ کی حمایت و مدافعت الزام مین سپر بناتے ہین۔ لیکن جب اُنکے سوا اسلام کے دوسرے فرقون کی کتابون مین اس آیت کی شان نزول اور حقیقت حال تلاش کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے اسکو کوئی واسطہ نہین ہے بلکہ اس آیہ تخییر کا نزول اس واقعہ سے تقریباً دو برس پہلے ہو چکا ہے جس کی واقعیت اور کیفیت اس آیۂ وافی ہدایہ کی سیاق عبارت سے بالکل مطابق پائی جاتی ہے۔ چنانچہ حیات القلوب جلد دوم مین ہے۔

علی ابن ابراہیم روایت کردہ است کہ چون حضرت رسول از جنگ خیبر مراجعت نمود و گنج ابی الحقیق بدست آنحضرتؐ آمدہ بود۔ زنان آنحضرتؐ صلعم گفتند کہ آنچہ یافتی ازین غنیمت بما بدہ۔ فرمود کہ قسمت کردم ہمہ را در میان مسلمانان چنانچہ حقتعالی امر کردہ بود پس زنان بغضب آمدند و گفتند شاید تو گمان می بری اگر ما را طلاق بگوئی ما کفو خود را از قوم خویش بخواہیم یافت کہ ما را تزویج نمایند پس حقتعالی غیرت نمود برای پیغمبر خود و امر نمود آنحضرت صلعم را کہ از ایشان کنارہ کند و در غرفہ مادر ابراہیم ساکن شود پس حضرت از ایشان اعتزال نمود و در غرفہ مادر ابراہیم کہ در نزدیک مسجد قبا واقع است ساکن شد تا زنان حائض شدند یعنی یک ماہ پس حق تعالی این آیہ تخییر فرستاد یا ایہا النبی قل لازواجک الخ پس چون آنجناب این آیہ را خواند۔ اول ام سلمہ برخاست و گفت من اختیار کردم خدا و رسول و آخرت را بر دنیا پس بعد از و ہمہ برخاستند و دست در گردن حضرت

علی ابن ابراہیم سے مروی ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلعم جنگ خیبر سے واپس ہوئے اور ابی الحقیق رئیس خیبر کی دولت آپ کو دستیاب ہوئی تو آپ کی ازواج نے آپ سے عرض کی کہ اس مال غنیمت سے کچھ ہمین بھی دیا جائے آپنے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ ملا تھا وہ حکم خدا کے موافق مین نے تمام مسلمانون پر تقسیم کر دیا اسپر آپ کی ازواج کو بہت ملال ہوا اُن لوگون نے جواب مین کہا کہ شاید آپ کا گمان ہے کہ اگر آپ ہم کو طلاق دین گے تو ہمارے قبیلہ مین سے کوئی دوسرا شخص نکاح کرنے کے لیے ہمکو نہین ملے گا۔ انکا یہ کلام شان رسالت کی غیرت کے لحاظ سے جناب احدیت کو بہت ناگوار ہوا اور جناب رسولخدا صلعم کو حکم ہوا کہ ازواج سے کنارہ کشی کیجائے اور مادر ابراہیم کے غرفہ مین سکونت اختیار فرمائی جاوے اس حکم کے موافق آنحضرت صلعم نے غرفہ مادر ابراہیم مین جو مسجد قبا کے نزدیک واقع تھا سکونت اختیار کی یہان تک کہ ازواج کو ضرورت نسائیہ لاحق ہو گئی یعنی ایک ماہ کامل مدت تمام ہو گئی تو آیت تخییر نازل ہو گئی

آوردند و ہمہ آنچہ ام سلمہؓ گفتہ بود گفتند پس حق تعالیٰ
حکم فرستاد ترجی من تشاء منھن وتؤی الیک من
تشاء یعنی دور میگردانی وطلاق میگوئی ہر کسے را
کہ میخواہی ازایشان و پناہ میدہی ودر نکاح میگزاری
ہر کرا کہ میخواہی پس حق تعالیٰ خطاب کرد زنان آنحضرت
صلعم را یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ
مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین وکان
ذلک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ و
رسولہ وتعمل صالحا نؤتھا اجرھا مرتین
واعتدنا لھا رزقا کریما۔
یعنی اے زنان پیغمبرؐ ہر کہ از شما اتیان کند
گناہ بسیار۔ برا او رسوائی دوچندان می شود
عذاب او و این طور عذاب کردن بر خدا تعالیٰ
بسیار سہل است و ہر کہ قانت و مطیع گردد از شما
برائے خدا و رسول و عمل شایستہ بکند عطا میکنم
مزد او را و مہیا میکنم برائے او روزی
نیکو۔ ص ۲۷۵

یعنے کہدو اے پیغمبر اپنی بیبیون سے کہ اگر تمکو دنیا وعیش
دنیا مطلوب ہے تا آخر آیہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیہ تلاوت فرمایا تو سب سے پہلے حضرت ام سلمہؓ
نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ مین نے خدا اور رسولؐ کو دنیا پر
ترجیح دیکر اختیار کیا اس کے بعد پھر تمام ازواج نے آپ کے
گلوے مبارک مین ہاتھ ڈال کر وہی کہا جو ام سلمہؓ
فرما چکی تھین۔ پھر خدا نے یہ حکم بھیجا کہ اے رسول
بایہمہ تمھین اختیار ہے ان مین سے جسے چاہو طلاق
دیدو اور جس کو چاہو اُسے اپنے نکاح مین باقی رکھکر
اپنی پناہ و محافظت مین باقی رکھو اس کے بعد ازواج
کو خاص طور پر یون خطاب تاکیدی فرمایا گیا
(یاد رکھو) اے ازواج رسول اگر تم مین سے کوئی عورت
گناہ فاحش کی مرتکب ہوئی تو اُس کو آخرت مین دوگونہ
عذاب دیا جائیگا اور یہ عذاب دینا خدا کے لیے
بالکل سہل وآسان ہے۔ اور تم مین جو خدا و رسول
کی مطیع رہے گی اور نیک اعمال بجا لائے گی ہم اُس کو
دوگونہ اجر عطا فرمائینگے اور اُس کے لیے نیک روزی بھی مہیا کرینگے

ہم نے اس روایت کو شیعہ کتاب سے لکھا ہے لیکن تفاسیر اہلسنت کے مرقومات سے ملا کر محدثین اہل سنت نے
اپنی مرقومہ بالا خودغرضی سے اسکی شان نزول کو واقعہ تحریم کے متعلق بتلایا ہے۔ شبلی صاحب نے تقلیداً
انھین کے مختار کو نقل فرمایا ہے حالانکہ واقعیت اور موقع نزول دونون اعتبار سے بالکل خلاف ہے۔ واقعیت
اسطرح خلاف ہے کہ سورۂ تحریم مین آنحضرت صلعم کی نسبت کسی شے کے حرام کرلینے کا ذکر ہے جو آپ نے اپنے ازواج کی
خاطر سے حرام کرلی تھی یا حرام کرلینی منظور فرمائی تھی۔ اس آیہ تخییر مین حرمت یا حلت شے کا کوئی ذکر ہی نہین صاف صاف توسیع
آذوقہ اور اضافہ نفقہ کی طرف اشارت خاص ثابت ہے جو کسی انصاف پسند محقق کی نگاہ سے پوشیدہ نہین رہ سکتی۔
وقت نزول کے اعتبار سے یون خلاف ہے کہ آیہ تحریم سنہ ۹ھ کے اوائل مین نازل ہوا ہے اور آیہ تخییر باتفاق جمہور غزوہ

بنی المصطلق کے بعد اور واقعہ افک کے قریب ۵ ہجری میں نازل ہوا ہے ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

شبلی صاحب بھی اس واقعہ کو جانتے ہیں۔ چنانچہ اپنی عبارت حاشیہ صفحہ ۱۰۴ میں چھپے ڈھکے یوں تحریر فرماتے ہیں

بالاخانہ کے لیے احادیث میں مشربہ کا لفظ آیا ہے۔ مشربہ کے نام سے زیادہ تر مشربہ ام ابراہیم (ماریہ) مشہور ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ یہ وہی بالاخانہ تھا لیکن یہ قطعی غلط ہے مشربہ ام ابراہیم مدینہ سے باہر واقع تھا۔

روایت مذکورہ بالا میں غرفہ ام ابراہیم کا مسجد قبا کے نزدیک جو مدینہ کے بالائی حصہ میں ہے واقع ہونا صاف صاف لکھا ہے مگر شبلی صاحب ایسے کیا ہیں جو اس مشربہ یا غرفہ میں آپ کی عزلت گزینی کے حالات لکھ کر اپنے اسلاف کی قلمکاریوں کی قلعی کھولیں لیکن ؎ عاقلان را اشارہ کافیست۔ ایک سمجھدار شخص آپ ہی کی تحریر سے اتنا تو ضرور سمجھ جائیگا کہ اس غرفہ (ام ابراہیم) پر بھی آپ کی عزلت گزینی کا ایک زمانہ اور موقع گزر چکا ہے۔ تب بھی آپ لکھتے ہیں کہ اس سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے کہ یہ وہی بالاخانہ تھا۔ اب انصاف پسند ناظرین اور حقیقت العمر کے محققین روایت مذکورۂ بالا کی مطابقت اور اُن کی مناسبت کو شبلی صاحب کی اس مبہم اشارت سے یکجا ومقابل کرکے خود سمجھ لیں کہ حقیقت اور واقعیت کیا ہے اور دنیا کے خود غرضوں نے کہاں کا جوڑ کہاں ملایا ہے۔ زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اسی سورۂ تحریم میں ان دونوں ازواج رسول کو ان تتوبا الی اللہ کی تاکید کے بعد دوبارہ ان غیرت انگیز الفاظ کو بطور تہدید یاد دلایا جاتا ہے۔

عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمت مومنت قنتت تئبت عبدات سئحت ثیبت وابکارا۔

پیغمبر اگر تم (عورتوں) کو طلاق دیدیں تو عجب نہیں کہ اُنکا پروردگار اُنکے لیے تمہارے بدلے تم سے بہتر بیبیاں بہم پہنچا دے فرمانبردار ایماندار نمازی (خدا کی جناب میں) توبہ کرنے والیاں عبادت گزار روزہ دار بیوائیں اور کنواریاں۔ ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب ۹۵

لیکن شبلی صاحب نے اس خطاب اقرآنی کو نہیں لکھا صرف الا تکفرا تک اور روایت حصہ کو لکھا ہے لیکن یہ آخر کے تمام فقرات چھوڑ دیے معاذاللہ نقل کلام الٰہی میں قطع و برید شبلی ہی صاحب کی جرأت کر سکتی ہے۔

اصل سورۂ تحریم آیۂ سورہ مذکورہ میں حکم تخییر کی جگہ یہ خطابات تہدید و تنبیہ تو البتہ مذکور ہیں جو آپ نے بالکل قلم انداز فرمائے اس لیے کہ بات جہاں تک چھپی رہے بہتر ہے اس جگہ پر آپ نے بڑی دلیری و جسارت سے لکھدیا کہ آپ بالاخانہ سے اتر آئے اور عام باریابی کی اجازت ہو گئی۔ کہیئے کس قدر روایت سے دور ہے اور لغویت سے

قریب۔ اگر یون لکھے ہوتے کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ احزاب کی نازل شدہ آیت تخییر تلاوت فرماکر انکو گزشتہ واقعہ یاد دلایا تو خیر کچھ معنی نکلتے اور کچھ بات بنتی۔ لیکن آپ نے تو حقیقت سے علیحدہ ہوکر ایسی بات بگاڑدی کہ بس کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے۔

اسکے بعد شبلی صاحب نے وہی ابتدائی قصہ ایلا جس کا ذکر عبارت مذکورۂ بالا مین ہوچکا ہے نقل کرکے قدیم و جدید واقعات کا جوڑ ملادیا ہے اور مسلمانون کی عام مغالطہ دہی کی غرض سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جس طرح اس بار ایلاء کا قصہ طے ہوچکا۔ ویسا ہی اس بار بھی۔

لیکن حق پوشی اور ناحق کوشی مین اطمینان کہان۔ اور سکون و استقرار کب ہوتا ہے۔ اسیلیے اس قصہ کو تمام کرنیکے بعد بھی آپ کی تشفی خاطر نہین ہوئی۔ اور کیسے ہوسکتی ہے؟ استدلال غلط۔ دعاوی واقعیت سے خلاف سلسلۂ بیان بالکل نامربوط۔ طریقۂ استناد مجہول اور غیر مضبوط۔ اس بناپر پھر بار دیگر قوت استدلالیہ اور زور استنادیہ فراہم کرنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اس کے لیے حرکت مذبوحی عمل مین لائی گئی۔ لیکن جون جون آپ اسکی تفصیل و تصریح کو بڑھاتے گئے۔ راہ استدلال مین ٹھوکرین کھاتے گئے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

اسکے بعد پھر یون سلسلۂ تفصیل اُٹھایا گیا ہے۔

ایلاء تخییر۔ مظاہرۂ حفصہ و عائشہ یہ واقعات عام طور پر اس طرح بیان کیے گئے ہین کہ گویا مختلف زمانون کے واقعات ہین اور اُن سے ہر ایک ظاہر ہین یہ دھوکا کھا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم ازواج کے ساتھ ہمیشہ ناگواری کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ لیکن یہ دھوکا ہے کہ یہ تینون واقعات ہم زمان اور ایک ہی سلسلہ کی کڑیان ہین۔

آپ کی اس تحریر کے خلاف واقعیت اور حقیقت دونون ثابت کرتی ہین کہ یہ واقعات ضرور مختلف زمانون مین واقع ہوئے۔ جیسا کہ ہم روایت مذکورۂ بالا سے اور حقیقت حال لکھ چکے۔ اگر آپ اسکو خاص شیعون کی مرویات ہونیکے باعث سے انکار کرتے ہین تو ہم آپکو تفسیر کشاف تفسیر زمخشری تفسیر درمنثور سیوطی اور تفسیر ثعلبی کا حوالہ دیتے ہین آپ اپنی ان مشہور و معروف اور معتبر و مستند تفسیرون مین آیۂ تخییر مذکورہ کو سورۂ احزاب واقعۂ ایلاء کی تفصیل مین مع شان نزول کے ملاحظہ فرمالین۔

اس بناپر ظاہر ہین کیا حقیقت بین ناظرین کو دھوکا کیا۔ اس بات کا اعتقاد و یقین ہو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ اور حفصہ کی تنگ گیریون سے ہمیشہ تنگ رہتے تھے۔ آپ جسکو واقعۂ ایلاء بتلاتے ہین وہ بالکل مغالطہ ہے۔ اس کو واقعہ سے واسطہ نہین۔ یہ تینون نہین۔ وہ دونون واقعے مختلف زمانون کے ہین اور

ازواج کی تنگ طلبی کی وجہ سے ناگواری رسول اللہ صلعم کے سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

واقعۂ ایلاء اول ہیں بعد فتح خیبر ۷ھ کے اوائل میں واقع ہوا۔ اور دوسرا واقعہ ۹ھ ہجری میں ظہور پذیر ہوا۔ قریب قریب دو برسوں کی تفاوت دونوں واقعات کے درمیان واقع ہوئی۔

اسکے بعد آپ وہی بخاری کی قدیم آڑ پکڑتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیان کردہ حدیث میں ان واقعات کے ہم زمان ہونے کا ثبوت بتلاتے ہیں لیکن اصل روایت کو نہیں لکھتے۔ یہ حوالہ کس کام کا لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا سن اسوقت کیا ہوگا مشکل سے ایک سال کا۔ پھر ضرور ہے کہ اُنھوں نے کسی اللہ کی زبان سے اس طولانی حدیث کو سنا ہوگا۔ لیکن اُس کا نام نہیں بتلایا پھر یہ حدیث مراسیل کی ذیل میں آئی متصل مرفوع کی فہرست سے خارج ہوگئی۔ تو پھر ایسی مقدوح و مجروح روایت سے استناد و احتجاج کب جائز ہے آپ اصول حدیث کو ہر موقع پر پیش کرتے ہیں لیکن اپنے مطلب کے وقت پر اُسے بھول جاتے ہیں۔ مگر آپ کیا کیجئے صحیح بخاری تو مراسیل روایات کا خزانۂ عامرہ ہے۔

اسکے بعد آپ ابن حجر کی عبارت فتح الباری سے نقل کرتے ہیں۔

ھذا ھو اللائق بمکارم اخلاقہ صلعم وسعۃ صدرہ وکثرۃ صفحہ وان ذالک لم یقع منہ حتیٰ تکرر موجبۃ منھن۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق۔ کشادہ دلی اور کثرت عفو کے بھی مناسب ہے اور آپ نے اسوقت تک ایسا نہیں کیا ہوگا جبتک کہ اُن سے اس قسم کی حرکتیں متعدد بار ظہور پذیر نہ ہولیں۔ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۲۵۶

ہم نہیں سمجھتے کہ اس ثبوت کے نقل فرمانے کے وقت شبلی صاحب کہاں تھے اور ان کا کدھر خیال تھا۔ ابن حجر تو صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہ کیا ہوگا۔ جبتک کہ ان سے متعدد بار ایسی حرکتیں سرزد ہوتے ہوئے نہ ملاحظہ فرمالی ہوں گی۔ تو اس متعدد بار سے کوئی شخص بتلادے کہ مختلف زمانوں کا مفہوم صحیح معلوم ہوتا ہے۔ یا ایک زمانہ و وقت کا جو آپ کا مدعا ہے۔ نہیں معلوم ایسے مخالف ثبوت کے پیش کرنے میں آپکی کون سی مصلحت پوشیدہ ہے۔

اصل واقعہ وہی ہے جو اوپر لکھا جا چکا ہے کہ حقیقتاً واقعہ ایلاء دو مرتبہ واقع ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید کے دو جداگانہ مقامات کی آیات سے مستفاد ہوتا ہے۔ اول۔ اوائل ۷ھ ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد۔ دوسرا ۹ھ ہجری کے اوائل میں معاملات طائف و ادائے حج و عمرہ کے بعد۔ اور ان دونوں میں دو برس کی تفاوت واقع ہوئی پہلے واقعہ ایلاء کا سبب ازواج کا توسیع نفقہ پر اصرار بیجا تھا۔ دوسرے واقعہ کا باعث حضرت حفصہ وعائشہ کا افشائے راز اور باہم مظاہرہ اور ایکا تھا۔ پہلے واقعہ کا ذکر سورۂ احزاب میں ہے اور اُس میں آیت تخییر نازل ہوئی پچھلے واقعہ کا

ذکر سورۂ تحریم کے پورے سورے میں ہے اور اس میں آیت تعذیب و تنبیہ نازل ہوئی۔

اسکے بعد تحریر ہوتا ہے۔

مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اُس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی ضرر رساں سازش تھی جس کا اثر بہت پرخطر تھا آیت مذکور یہ ہے۔

وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظھیر۔	اور اگر وہ دونوں (حضرت عائشہ وحفصہ) رسول کے برخلاف ایکا کریں گی تو خدا اُس کا مولی ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اُن کے ساتھ فرشتے بھی مددگار ہیں۔

اس آیت میں تصریح ہے کہ ان دونوں کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ کی مدد کو خدا اور جبریل اور نیک مسلمان موجود ہیں اور اسپر بھی بس نہیں بلکہ فرشتے بھی اعانت کے لیے تیار ہیں۔ روایتوں سے مظاہرہ کا جو سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھیں یا اگر ماریہ قبطیہ کی روایت تسلیم کی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کردی جائیں۔ لیکن یہ کیا ایسی اہم باتیں ہیں اور حضرت عائشہ وحفصہ کی کسی قسم کی سازش ایسی کیا پرخطر ہوسکتی ہے جس کی مدافعت کے لیے ملاء اعلیٰ کی اعانت کی ضرورت ہو۔

سب سے پہلے ہم شبلی صاحب کو الفاظ قرآنی کے ترجمہ میں ایک غلط مفہوم بتلانے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ اس آیت کے ترجمہ میں۔ صالح المؤمنین کا ترجمہ۔ نیک مسلمان (بصیغہ جمع) کرتے آئے ہیں۔ یہ صریح غلط ہے۔ ایک نیک مومن یا مومنین میں ایک نیک مرد (بصیغہ واحد) صحیح ہوتا۔ صالح کو جمع کے صیغہ میں سمجھنا آپکی خوش فہمی ہے۔ اب رہا اس کا مفہوم خاص کہ وہ ایک نیک مومن کون ہے۔ تو وہ نیک ہستی۔ برگزیدہ وجود مفصلہ ذیل اسناد میں ملاحظہ ہو۔

امام سیوطی (در منثور) اپنی تفسیر میں۔ امام ثعلبی اپنی تفسیر میں۔ امام ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں اور ملا علی متقی (شارح مشکوٰۃ) کنز العمال میں تحریر فرماتے ہیں۔

عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول وصالح المومنون علی بن ابیطالب	اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ میں نے جناب سرورِ کائنات صلعم کو یہ کہتے سنا کہ صالح المومنون سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں۔

حافظ ابونعیم اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علیؑ میں تحریر کرتے ہیں۔

عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالی وصالح المؤمنین قال ھو علی بن ابی طالب۔	ابن عباس سے صالح المومنین کی تفسیر میں منقول ہے کہ وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

شیخ الاسلام قسطنطنیہ - مولانا سلیمان البلخی القندوزی - ینابیع المودۃ مین لکھتے ہین -

اخرجوا ابن المغازلی والحموینی وابو نعیم الحافظ والمالکی فی نزول القرآن اخرجوا فی کتبہم ہذا الحدیث ابو نعیم الحافظ والثعلبی اخرجوا بسندیہما عن اسماء بنت عمیس قالت لما نزل قولہ تعالی فان تظاہرا علیہ فان اللہ ہو مولہ وجبریل وصالح المومنین والملئکۃ بعد ذلک ظہیر قال النبی صلعم لعلی الا ابشرک انک قرنت بجبریل ثم قرأ ہذہ الآیۃ فقال انت والمومنون من اہل بیتک صالحین -

ابن مغازلی حموینی - حافظ ابو نعیم - مالکی نے نزول القرآن مین اور ابو نعیم اور ثعلبی نے اپنی سندون کے ساتھ اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا کہ اگر وہ دونون عورتین یکا کرلین گی تو خدا اُس کا ناصر ہے اور جبرئیل اور نیکو کار بندے اور اُنکے بعد ملائکہ مددگار ہین - تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ بشارت ہو تمکو کہ تم سے جبرئیل بالکل قریب ہو گئے پھر آپنے یہ آیہ تلاوت فرمایا اور اُن سے ارشاد کیا کہ تم اور تمھارے گھر والون مین مومنین صالحین مین داخل ہین - ینابیع المودۃ بمبئی ص۴۵

صاحب ارجح المطالب لکھتے ہین کہ اس حدیث کو امام ابن مردویہ اور امام ابن عساکر نے بھی لکھا ہے اور امام فخر الدین رازی نے بھی کتاب اربعین مین اسکو نقل کیا ہے - ارجح المطالب مطبوعہ لاہور ص۹۱

شبلی صاحب کی اتنی نظر کہان جو ان مرویات کو دیکھین - اتنی توفیق کہان کہ اُنکو لکھین اور ان کے اصلی مفہوم پر روشنی ڈالین - کیون ؟ وہ علیؑ کی مدح ہے - اُن کی روشنی طبع تو جہان تک ممکن ہوگا اُسکو اور تاریکی مین ڈالدینے کی فکر کرے گی -

اب ہم شبلی صاحب کی مرقومۂ بالا عبارت کی اصل تنقید کی طرف متوجہ ہوتے ہین -

ہان شبلی صاحب - آپکا یہ لکھنا کہ مظاہرہ کے متعلق جو آیت نازل ہوئی اُس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے یہ بظاہر کیا ہے کیا آپ کی عربی دانی اس کے کوئی اور مطالب و معانی بھی بتلا سکتی ہے جسے آپ مخفی رکھتے ہین اگر کوئی اور ہو سکتے ہین - تو بسم اللہ - ارشاد ہون -

اس کے بعد لکھتے ہین -

کوئی بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی جس کا اثر پُرخطر تھا -

بالکل صحیح اور فی الواقع ہے - بہت بڑی ضرر رسان سازش تھی اور اُسکا اثر بھی نہایت ہی پُرخطر تھا جیسا کہ جلد تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے - آپ لکھتے ہین :-

روایتون سے جو مظاہرہ کا سبب معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہی کہ اسکے ذریعہ سے وہ نفقہ کی توسیع چاہتی تھین -

جیسا تمہید مین عرض کرچکا ہون آپکی تمام قلمی قلعہ بندیون مین گویا اب شگاف نمایان ہوا - اور آپکی بنیاد کی

اب خبر معلوم ہوئی۔ آپ اسی غزوۂ خیبر کے بعد والے ایلاء اول کے واقعہ کو اپنی تمام مغالطہ دہی کی سپر بناتے ہین اور مسلمانون کو غلط بتاتے ہین کہ اضافہ نفقہ کا معاملہ تھا۔ خدا بتلاتا ہے کہ رسول اللہ کو تنگ کر کے کسی حلال شے کو حرام کرنیکے لیے مجبور کر دینے پر ان کا ایکا تھا اور کھلی کھلی سازش تھی۔ اس بنا پر یہ مظاہرہ بہت ضرر رسان بھی تھا اور پرخطر بھی جیسا کہ آیت مذکورہ کے نقل کرنیکے بعد آپ خود اقرار و اعتراف فرما چکے ہین۔ اب فرمایئے۔ آپ کی تعلیل و تعدیل صحیح مانی جائے یا خدا کی بتلائی ترجیح و اہمیت تسلیم کی جائے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ اس آیت مین تصریح ہے کہ اگر ان دونون کا ایکا قائم رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کو خدا اور جبریل اور نیک مسلمان موجود ہین اور اسی پر بس نہین بلکہ فرشتے بھی اعانت کرنے کے لیے تیار ہین۔

اس عبارت مین اور مفہوم تو الفاظ قرآنی اور ان کے معانی سے مطابق ہین۔ لیکن اسی پر بس نہین۔ یہ فقرہ آپکا سخت تعریضی ہے اور یہ بھی سمجھ رکھیے آپ کی یہ تعریض قرآن مجید اور کلام الٰہی پر ہے۔ دیکھیے حضرت عائشہ اور حفصہ کی جنبہ داری آپ کو کہان سے کہان لیگئی حب الشئ یعمی و یصم آپ کے سوا کوئی دوسرا مسلمان قرآن مجید پر ایسی گستاخانہ تعریض کی جرأت نہین کرسکتا

شبلی صاحب حقیقتاً شان رسالت ہی کو نہین سمجھے۔ ہم عرض کرتے ہین کہ دنیا مین اسوقت آپکو کوئی شخص بھی اس ایکے اور مظاہرہ کی ضرر رسانی اور پرخطری کو ان کے حقیقی جذبات و محسوسات کے ساتھ نہین بتلا سکتا اور اسکے سمجھانے اور بتلانے سے آپ سمجھ سکتے ہین۔ آپ اسکی پرضرری اور پرخطری کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک سے پوچھین۔ یا جناب باری عزاسمہ کی درگاہ سے مسئلت فرمایئن کہ اس نے اپنے الفاظ مین اس کو کیون اتنی اہمیت دی اور اگر دونون مقامات علیا پر آپ کی رسائی نہ ہوسکے تو پھر اپنے دل مین سے دل راشکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ کے مسئلہ پر غور فرمایئن۔ تو آپ کو اس کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

پھر آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ اگر ماریہ قبطیہ والی روایت تسلیم کر لی جائے تو صرف یہ کہ وہ الگ کر دی جایئن گویا حضرت ماریہ قبطیہ سے مفارقت کو بھی آپ ایک محض معمولی اور آسان معاملہ قرار دیتے ہین۔ آپ کی خود غرضی اور حضرت عائشہ و حفصہ کے ساتھ خوش عقیدگی نے۔ آپ کے دل مین اتنی بیدردی اور بے اثری پیدا کر دی ہے کہ آپ دوسرون کے جذبات کو مشکل سے محسوس کر سکتے ہین۔ اور باوجود اسکے کہ محقق بھی ہین اور مورخ بھی۔ محدث بھی ہین مفسر بھی لیکن افسوس ہے کہ اس وقت نہ آپ کسی کے حال کو تاریخ کے واقعات سے مقابل کرنا چاہتے اور نہ کسی کے واقعات احادیث کی مرویات ملاحظہ فرمانا چاہتے ہین۔ دیکھیے جس محترمہ کی مفارقت کو آپ اپنے گھر کی کنیزون کی مفارقت کے اصول معمول کے مطابق محض آسان اور معمولی سمجھتے ہین۔ اسی خاتون معظمہ کی نسبت

آپ خود لکھ چکے ہین -

ہمنے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے - جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہین اور لونڈی کو بھی ارباب سیرۃ ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہین لیکن [1]نجاشی نے جو لفظ انکی نسبت لکھا ہے - یعنی کہ مصریون مین انکی بڑی عزت ہے - یہ لونڈیون کی شان مین استعمال نہین کیے جا سکتے - حاشیہ صفحہ ۳۴۶ - سیرۃ النبی جلد اول -

اب دیکھیے کہ اس موقع پر آپ اُسی معززہ کی عظمت و وقار کو پھر وہی لفظ کنیز لکھکر اور اُس کی مفارقت کو ایک معمولی کنیز کے نکال دینے کے برابر سہل اور بالکل آسان بتلا کر یون خاک مین ملاتے ہین - یہ آپکا تغیر اقوال کسقدر شرمناک ہے -

اب یا حضرت ماریہ کی مفارقت کا معاملہ نہین معلوم شبلی صاحب کس دُھن مین آنکھین بند کیے کیا کیا لکھ چلے جاتے ہین - لکھنے کو تو آپ تاریخ و سیر کے واقعات لکھتے ہین لیکن خود غرضی کی ایسی محویت طاری ہے کہ نہ اُن واقعات کے گرد و پیش کے حالات پر نظر ہے اور نہ اُنکے موجودہ قرائن اور اسباب پر توجہ ہے - اُسوقت کے حالات کو پڑھیے دیکھیے اُنکے قرائن پر نظر ڈالیے - مناسب و غیر مناسب عمل کو سمجھیے - انھین امور کے ساتھ رحمت عالم و خلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور اشفاق بیپایانہ کو پیش نظر رکھیے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت ماریہ سے مفارقت - کو طلاق دائمی کی صورت مین نہو - صرف اُن کی نزدیکی سے عارضی طور پر چند روز علیحدہ رہنے کا وعدہ کیا گیا ہو - جیسا کہ واقعات ثابت کر رہے ہین اور ماریہ کے خاص حالات حاضرہ بتلا رہے ہین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سخت گران تھا - اور آپ کے اخلاق کریمانہ سے بالکل بعید ہے - اس لیے کہ وہ محترمہ مخدرہ جن کے اپنے ملک و قوم سے دور عزیز و اقارب سے علیحدہ - دیار اغیار مین بالکل بیکس و بے مددگار تھین -

کیا شبلی صاحب نے اخلاق رسول کا یہی اندازہ کیا ہے اور اُسکو اتنا ہی سمجھ لیا ہے کہ ایک شکستہ پا صنف نازک کے فرد خاص کو جو آپ کی خدمت و ملازمت کا شرف خاص ایک معتدبہ زمانہ تک حاصل کر چکی ہو اور موجودہ ازواج مطہرات کے دائرہ مین وہی خاتون تنہا ایسی خوش نصیب ثابت ہوئی ہو جو نعمت اولاد سے خاص طور پر فائز فرمائی گئی ہو - اُسکے ساتھ وہ خلق مجسم سراپا رحمت عالم ایسی بیدردی - سرد مہری اور ناتوجہی دکھلائے خصوصاً ایسے وقت مین جب اُس کا چھ مہینے کا بچہ جس کی نسبت آپ خود لکھتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بہت محبت تھی - اور جس کا نام آپ نے ابراہیم رکھا تھا - سیرۃ النبی صفحہ ۴۹۳) وہ ایک ہی مہینہ یا کم بیش ہو تا ہم اُس کی گود مین لوٹ پوٹ ہو گیا -

---

[1] شبلی صاحب - نجاشی نہین تھا - مقوقس - عزیز مصر تھا - ذرا دیکھ کر لکھا کیجیے - المؤلف

ایسے حزن و ملال کی خاص حالت میں اُس محترمہ سے کنارہ کشی - گو وہ مجبوری ہی سے ہوا اور محض عارضی
ہی طور پر ہو کسقدر رشاق - ایذا دہ اور تکلیف رسان محسوس ہوئی ہوگی لیکن شبلی صاحب ہیں جنکو نہ ان جذبات کا احساس
ہے اور نہ ان تعلقات کا لحاظ و پاس - نہ اس موقع پر آپ کی نظر جناب ماریہؑ کی اس عالم مصیبت پر ہے اور نہ جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کریمانہ سیرت اور رحیمانہ فطرت پر - آپ اس معظمہ کی مفارقت کو ایک گھر کی لونڈی
کے نکال دینے کے ایسا محض معمولی اور آسان سمجھے ہیں اور سمجھاتے ہیں یہیں تک آپ شانِ رسول اور منزلت
ازواج رسولؐ کو سمجھے ہیں - ایک بار تو اس محترمہ اور اُس کے نومولود بچہ کو عظمت و توقیر کے عرش الکمال تک پہونچایا
دوسری بار اُسکے اقتدار و اعتبار کو گھٹا کر پھر وہی لونڈی کی لونڈی بتلایا شبلی صاحب ابھی مردم شناسی کا سلیقہ پیدا
کریں اور شان رسولؐ کی معرفت کا طریقہ -

وہ اپنے اس طرز تحریر کو اس واقعہ مفارقت حضرت ماریہؑ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے طرز عمل سے مقابل کریں تو فرق ما بہ الامتیاز معلوم ہو جائیگا - آپ کس بے رخی سے لکھتے ہیں - تو صرف یہ کہ وہ الگ
کر دی جائیں یعنی انھیں طلاق دیدی جائے لیکن زبان رسالت ہے کہ نہ جدائی کا اقرار کرتی ہے اور نہ مفارقت کا اظہار
وہ جو کچھ کہتی ہے وہ یہ ہے جسے آپ خود ابن حجر کی شرح صحیح بخاری سے لکھتے ہیں -

حلف رسول اللہ صلعم حفصۃ لا یقرب امتہ   آنحضرت صلعم نے حفصہ سے قسم کھائی کہ ہم اپنی کنیز سے مقاربت نہ کرینگے

شبلی صاحب کیا ترک مقاربت طلاق و مفارقت دائمی کو کہتے ہیں - اگر آپ کے نزدیک طلاق ہی کو کہتے ہیں تو
ایلاء اول اور ثانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام ازواج سے ترک صحبت کرنا - جس کو آپ خود
لکھ چکے ہیں - کیا کہلائے گا - کیا ایک مہینہ تک آپ تمام ازواج کو پیغمبرؐ کی مطلقہ سمجھیں گے ھاتوا
برہانکم ان کنتم صادقین -

اب اس کے بعد شبلی صاحب اپنے استدلال کا پہلو بدلتے ہیں - ایک نہیں ہزار پہلو بدلیے ناحق کی جنبہ داری
آپ کو کسی پہلو نہ سیدھا کھڑا ہونے دیگی اور نہ دم بھر چین سے بیٹھنے دے گی - تحریر فرمایا جاتا ہے -

اس بنا پر لوگوں نے قیاس کیا کہ تظاہرہ کوئی معمولی نہیں تھا - مدینہ منورہ میں منافقین کا ایک گروہ کثیر
موجود تھا جن کی تعداد چار سو تک بیان کی گئی ہے - یہ لوگ ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ کسی تدبیر سے
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور رفقائے خاص میں پھوٹ ڈلوا دیں - ابن حجر نے اصابہ
میں ام جلدح کے حال میں لکھا ہے وکانت تحرش بین ازواج النبی صلعم - وہ ازواج رسول کو باہم
بھڑکایا کرتی تھیں - افک کے واقعہ میں انکو کامیابی کی جھلک نظر آ چکی تھی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پندرہ روز تک حضرت عائشہ سے کبیدہ خاطر رہے۔ حضرت حسان بھی افک مین شریک ہوگئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی سالی حمنہ جو حضرت زینب کی بہن تھین۔ سازش مین آگئی تھین۔ چنانچہ اس روایت کو علانیہ شہرت دیتی تھین۔ حضرت ابوبکر نے اپنے ایک قریبی عزیز (مسطح) کو جو شریک تہمت تھے مالی اعانت سے محروم کردیا تھا۔ غرض اگر حضرت عائشہ کی برارت پر وحی نہ آتی تو ایک فتنۂ عظیم برپا ہوجاتا۔

آپ اپنی عادت کے مطابق یقین کو بھی قیاس کیے جاتے ہین۔ شبلی صاحب۔ تمام مسلمان اس مظاہرہ کو معمولی قیاس نہین کرتے بلکہ اُنھین اسکا یقین کامل ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کا یہ مظاہرہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس معاشرت۔ پاک سیرت اور صالح فطرت اور آپ کی شان آداب واکرام اخلاق کے سراسر منافی اور معارض واقع ہوا ہے جسکی اصل الاصول اور بانی ومبانی یہی دونون خواتین اول وثانی ہین۔

اتنا تمہیداً لکھکر آپ اس مظاہرہ۔ اسکی شہرت واشاعت مین منافقین مدینہ اور اُن مومنین کی تحریک واشتعال بتلاتے ہین جو افک عائشہ کی سازش مین شریک تھے۔ آپ کی اس تدبیر تاویل اور ترکیب وحیلہ سے ثابت ہوگیا کہ اب آپ کے پاس کوئی قوت استدلال باقی نہین رہی۔ سب صرف ہوگئی۔ آپ کا یہ سب کچھ لکھنا گویا ڈوبتے ہوئے کا ہاتھ پاؤن مارنا۔ اور دریا مین تنکے کا سہارا ڈھونڈھنا۔ جس پر ہاتھ پڑگیا اُسی کو تھام لینا ہے لیکن شبلی صاحب آپ کو یاد رہے کہ جبتک آپ اس الزام کی سند مین کوئی واقعہ نہ پیش کرین گے۔ کوئی تفصیل نہ فرمائین گے۔ یہ دلیل بے دلیل نہ کوئی سنے گا اور نہ مانے گا۔ واقعہ افک مین ملزمین مذکورین کے تفصیلی واقعات موجود ہین۔ اسلیے اُنکو ملزم بتلایا جاتا ہے۔ اس واقعہ تحریم مین اپنی احادیث وتفاسیر کی تمام کتابین ورق ورق کرکے پڑھ جائیے۔ نہ حسان کی شرکت پائیے گا اور نہ حمنہ اور مسطح کی سازش تو پھر آپ اپنی مغالطہ دہی کی غرض خاص سے اتنے بیگناہون کو کردہ وناکردہ اس واقعہ مین بھی کیون سمیٹے اور لپیٹے لیتے ہین۔

اب رہا آپ کا آخر حصہ استدلال جس مین آپ افک عائشہ اور اُن کی برارت پیش کرکے یہ مغالطہ دینا چاہتے ہین کہ اس واقعہ کے الزام سے بھی گویا اُن کی ویسی ہی برأت ہوگئی۔ تو یہ بالکل شرمناک طرز استدلال ہے اس واقعہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ پہلے صفائی ہوئی تھی اُسپر بھی دھبہ آگیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس واقعہ مین منافقین کی شرکت کے مدعا کو تفصیلاً یون لکھا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب ازواج مطہرات کی کشش خاطر کبیدگی اور تنگ طلبی کا حال منافقون کو معلوم ہوا تو اُن بدنفسون نے اشتعال دیکر بھڑکانا چاہا ہوگا اور چونکہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ وحفصہ تھین اُن کو خیال ہوا ہوگا کہ اُن کے ذریعہ سے اُن کے والدین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر) کو اس سازش

مین شریک کر لینا ممکن ہے۔ لیکن اُن کو معلوم نہ تھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کو رسول کی خاک پا پر پستر بان کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمر کو اذن نہ ملا تو اُنھون نے پکار کر کہا کہ ارشاد ہو تو حفصہ کا سر لیکر آوٴن ۔ جلد اول

شبلی صاحب یہ "معلوم ہوتا ہے" کیا؟ کس روایت سے معلوم ہوا؟ کس کتاب مین پڑھا گیا؟ کس نے لکھا؟ کس نے بتلایا؟ کہان پایا؟ کچھ بھی نہین۔ وہی کابوسانہ خواب وخیال اور مایوسانہ اشتباہ و احتمال اگر منافقین نے اس واقعہ کو سنکر اپنی شریر النفسی سے اس کی اشاعت مین اشتعال انگیزی سے کام لیا تو شبلی صاحب پہلے اصل علت کو دیکھیے۔ پھر معاول کی تلاش فرمایئے گا۔ پہلے اس راز کا افشا کس نے کیا؟ وہ تو انھین دو خواتین نے! پہلے فرد جرم مین اصل مجرمین کے نام قائم کیجیے۔ تو پھر سازش کرنے والون پر نمبر قائم کیجیے گا پہلے ان خواتین کے طرز عمل پر غور کیجیے کہ یہ شریف گھرانے کی بہو بیٹیان کیون ایسی ہونے لگین کہ اپنے شوہرون کی خلوت کی باتون کو دوسرون اور خاصکر دشمنون کے ہاتھ مین دینے لگین۔ حضرت عائشہ تو بقول آپ کے اسوقت رشیدہ بالغہ ہو چکی تھین۔ نہ معلوم کہ موصوفہ کی اس وقت وہ قوت اجتہادیہ جسپر بقول آپ کے سواد اعظم کے ارکان دینیات قائم ہین کہان چلی گئی تھی کہ آپ دوست دشمن۔ مسلم اور منافق کی معمولی تمیز بھی نہ فرماسکین۔

اتنی طول وطویل خامہ فرسائیون اور پر تفصیل عبارت آرائیون کے بعد یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ آیت مین روے سخن منافقین کی طرف ہے۔ یعنی اگر عائشہ و حفصہ سازش بھی کرین گی اور منافقین اُن سے کام بھی لینگے تو خدا پیغمبر کی اعانت کے لیے موجود ہے۔ اور خدا کے ساتھ جبرئیل و ملائکہ بلکہ تمام عالم ہے۔ صالح المومنین کا ذکر یہان ترک کر دیا گیا۔ خدا جانے کیون؟

ہان شبلی صاحب۔ ان آیات (آیہ مظاہرہ) کے یہ مطالب ومعانی خود آپ نے نکالے ہین یا کسی تفسیر و حدیث سے نقل کیے ہین۔ اگر یہ صرف آپکا قیاس ہے تو معانی قرآنی اور مطالب بانی کے صریح مخالف ہے۔ اگر کسی حدیث و تفسیر سے ماخوذ و مستنبط ہے تو حوالہ دیجیے۔ اور کتاب کی عبارت لکھیے۔ ورنہ یہ آپکی معنویانہ تحریف سمجھی جائے گی۔ دیکھیے آپ کے مفسرین مین سب سے زیادہ معتبر و مستند دو مفسر ہین اور اُن کی دو تفسیرین۔ ایک تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی۔ دوسری تفسیر کشاف زمخشری دونون میرے پیش نظر ہین۔ ان دونون مفسرین نے ان دونون خواتین اور انکے طرز عمل کی نسبت جو آخر مین اپنی راے لکھی ہے وہ خاتمہ بحث مین بہت جلد حاضر کیجاتی ہے۔ لیکن آپ پہلے انھین مفسرین کی تحریرو عبارت سے اپنے اس مجنونانہ قیاسات کا اثبات نکالدین آپ حضرت عائشہ و حفصہ کی حمایت مین قیامت کرتے ہین کہ خطابات و فقرات قرآنیہ کے کہین غلط ترجمے کر دیتے ہین کہین اُن کے مفہوم کو بدل دیتے ہین کہین اصل مطلب کی عوض

دوسرے لوگون (منافقین) کو مخاطب اصلی بتلاتے ہین اور شمس العلما ہوکر آپ کو یہ نہین دکھلائی دیتا کہ جہان کہین ذکر وخطاب ہے وضمائر مؤنث کے ساتھ غضب خدا کا - الفاظ خطاب ہین توضمائر ہون مؤنث کے اور آپ راجع کرین انکو ذکور (منافقین) کی طرف - عورت کو مرد - مرد کو عورت بتلائین اگر آپ کو ایسا ہی مغالطہ دینا منظور تھا تو یون کہین نہ بتلایا کہ مؤنث کے ضمائر ام جاریح اور رحمنہ کی طرف راجع ہین - نہ حضرت حفصہ وعائشہ کی طرف کیونکہ آپ ان دونون کو قصۂ افک مین شریک اور ازواج رسول کی بھڑکانے والیان لکھ چکے ہین - یہ ترکیب کسی قدر چل سکتی تھی ورنہ آپ کی اس بے تکی ہانک کو کون سُنے گا - ہم خود حضرت عمر کے بیان سے اوپر لکھ کر ثابت کر آئے ہین کہ صغت قلوبکما کی مخاطب اصلی حضرت عائشہ وحفصہ ہین - اس لیے اس سلسلہ خطابات الٰہیہ مین تمام مقامات پر وہی خواتین حقیقی طور پر یقین کی جائین گی - شبلی صاحب اگر حضرت عمر سے زیادہ معتبر ہون تو اپنی ذی اعتباری کا ثبوت پیش کرین -

اس کے بعد لکھا جاتا ہے -

ان واقعات مین کذابین رواۃ نے اسقدر تلبیسات اور رخنہ اندازیان کی ہین کہ بڑے بڑے ارباب سیر نے اُن کی روایتین اپنی تصانیف مین استناداً درج کردی ہین -

ہان - ہان شبلی صاحب اتنا بیباک نہ ہوجیے - زبان کو روکیے آپکے ہان کف لسان تو جزو ایمان ہے - دیکھیے آپ سرے سے رواۃ حدیث کو کذابین بتلاتے ہین اور اُنکے تمام ذکر وبیان کو تلبیسات اور رخنہ اندازیان ٹھہراتے ہین - اور یہ نہین خیال فرماتے کہ آپکی اس فہرست مین کتنے صحابہ کرام اور تابعین عظام داخل ہین - پھر آخر مین یہ بھی سوچ رکھیے کہ ان سب کو جھوٹا بنا کر آپ سچے رہ سکتے ہین جس مین آپنے نمبر اول خود عبد اللہ بن عباس کو لکھا ہے - یہ کون بزرگ ہین محسن العلم بین الصحابہ جنکو آپ خود لکھتے ہین - اگر یہ شخص کاذب ہے تو یاد رکھیے کہ صحاح اہل سنت ہی غائب ہوجائنگی

ع - زبان بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا -

اس بیباکانہ اور رندانہ تمہید کے بعد لکھا جاتا ہے -

اسقدر عموماً مسلم ہے اور خود قرآن مجید مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کی خاطر سے کوئی چیز اپنے اوپر حرام کرلی تھی - اختلاف اس مین ہے کہ وہ کیا چیز تھی - بہت سی روایتون مین ہے کہ وہ ماریہ قبطیہ ایک کنیز تھین - جنکو عزیز مصر نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین تحفۃً بھیجا تھا - ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقون سے بیان کی گئی ہے - جن مین یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا جو راز حفصہ نے فاش کیا وہ یہی ماریہ قبطیہ کا تھا - اگرچہ یہ روایتین بالکل موضوع اور ناقابل

ذکر ہین - لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مؤرخون نے آنحضرت صلعم کے معیار اخلاق پر حرف گیریان کی ہین -
ان کا کل سرسبد یہی ہین - اس لیے اُن سے تعرض کرنا ضروری ہے - ان روایتون مین واقعہ کی تفصیل کے متعلق اگرچہ
نہایت اختلاف ہے - لیکن اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موطوءہ کنیز ٹھین
مین ٹھین اور آنحضرت صلعم نے حضرت حفصہ کی نارضی کی وجہ سے اُنکو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا - (جلد اول واقعہ ایلاء)

مرقومہ بالا عبارت کی تنقید سے پہلے یہ گزارش کرنا ہے کہ شبلی صاحب حضرت عائشہ وحفصہ کی درستی اخلاق کی حمایت
طرفداری سے پہلے اپنے آداب تحریری کی مرمت و رفوکاری فرمالین تو بہتر ہے - آپ حضرت ماریہ قبطیہ کی نسبت صفحہ ۳۰ مین
لکھ چکے ہین کہ نجاشی (نہین مقوقس) نے جو لفظ انکی نسبت لکھا ہے یعنی کہ مصریون مین انکی بڑی عزت ہے یہ لونڈیون
کی شان مین استعمال نہین کیے جا سکتے " یہ لکھکر بھی آپ اس واقعہ مین بار بار اُن کو کنیز لکھکر اُن کی مقدار شان کو مسلمانون
کی نگاہون مین معمولی گھر کی لونڈیون کی طرح دکھلانا اور سمجھانا چاہتے ہین - کیا آپ کی شان آداب اور طرز تہذیب
کے یہی شایان ہے کہ ایک موقع پر تو اُس مقدسہ کی نسبت اس لفظ کو ثقیل اور ناقابل استعمال بتلایا جاوے اور
جب اپنے مطلب کے لیے مفید ہو تو وہی لفظ بلا تامل وبلحاظ ایک بار نہین کئی بار استعمال فرمایا جاوے -

شبلی صاحب - حضرت عائشہ ہون یا حفصہ حضرت صفیہ ہون یا ماریہ ہمارے دلون مین بمصداق ازواجہ
امہاتکم (اُن کی (پیمبر) بیبیان تمھاری مائین ہین) تمام ازواج رسول صلعم کی جو قدر و منزلت ہے وہ صرف آنحضرت صلعم
کی نسبت - قربت اور شرف مصاحبت کی وجہ سے ہے اور یہ وصف خاص تمام ازواج مین قدر مشترک ہے پھر ایک
کی ترجیح دوسرے کی توہین کیسی؟ اگر ترجیح کی تفصیل وتصریح کرنی ہے تو پھر ان خواتین کے طرز عمل پر نظر ڈالنی ضرور ہوگی
اور جانبین کی اصابت واسارت عمل کی تمیز وتحقیق کے بعد آپ البتہ یہ راے قائم کرسکتے ہین کہ ان مین کون قابل
عظمت ہے اور کون نہین اور یہ بہت ہی اس موقع پر آسان ہے آپکی ہی پیش کردہ آیات قرآنی ابھی ابھی نہایت
سہولت وآسانی سے اس کا فیصلہ کردینگی - آپ خود دیکھ لین - پڑھ لین اور سمجھ لین کہ ان آیات مین جو ازواج رسول
مخاطب کی گئی ہین اور جن دونون خواتین مخصوصہ سے خطاب خاص کیا گیا ہے - اُن مین حضرت ماریہ قبطیہ بھی
شامل ہین یا نہین - اگر ہین - تو اس خطاب مین مورد عتاب یہ بھی سمجھی جائینگی - اور اگر نہین ہین تو ثابت ہوجائیگا
کہ اُن کے طرز عمل خداے سبحانہ تعالی کے نزدیک قابل اعتراض و عتاب نہین تھے - اس روداد حقیقت کو
پیش نظر رکھکر شبلی صاحب خود سمجھ لینگے کہ طرز عمل کے اعتبار سے اُن کے لیے حضرت عائشہ وحفصہ قابل
عظمت وتکریم ٹھہرتی ہین یا حضرت ماریہ قبطیہ لائق تکریم -

شبلی صاحب کو ادب وتہذیب کا سبق دیکر ہم اُن کے دوسرے ابہامات فی بیان الواقعات کے

آیندہ انکشافات پیش کرتے ہین۔

شبلی صاحب نے طول وطویل حزم و احتیاط کے بعد اصل مقصود کو لکھنا چاہا ہے لیکن تاہم کسی تفصیل سے نہین۔ وہ اس لیے کہ تفصیل مین آپ کا نقصان ہے۔ لیکن اتنا آپ نے بھی اُن روایات کا خلاصہ اور قدر مشترک بتلا دیا ہے کہ آنحضرت صلعم کا راز جو حضرت حفصہ نے فاش کیا تھا۔ انھین ماریہ قبطیہ کا راز تھا۔ اسکے بعد آپ اپنے قدیم جبن اور ضعف فی الکلام پر آ گئے ہین۔ اور اپنے سرآمد محدثین کی مرویات کو بالکل موضوع اور ناقابل ذکر ٹھہرا کر یوروپین مولفین کی معیار اخلاق آنحضرت صلعم پر حرف گیریون کا اصلی سبب اور پھر اُن کو حرف گیریون کا گل سرسبد بتلایا ہے۔ اور یوروپین مصنفین کی انھین حرف گیریون کے باعث سے ان مرویات مین تعریض کرنیکی ضرورت کا پیش آنا تحریر فرمایا ہے

سبحان اللہ وبحمدہ۔ تحقیق حق مین آپ کی مساعی جمیلہ کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ اور آپ کے انداز تحقیق کا اندازہ مل گیا گویا آپ خود نہین بلکہ مصنفین یورپ کی تعریض کی تنقیدی ضرورت سے مجبور ہو کر ان مرویات کی تعریض کرنے بیٹھے ہین۔ اگر وہ ان مرویات کی بنا پر اپنی مغویانہ اور کافرانہ حرزہ گیریان نہ کرتے تو آپ کو اس واقعہ مین تحقیق حق اور تمیز ملزم وغیر ملزم کی کوئی ضرورت نہین تھی۔ اس وقت شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب کی طرح سکوت اور کف لسان کی راہ اختیار فرمائی جاتی اور سمجھ لیا گیا ہوتا کہ جب خدا نے اُس راز اور اُس کے افشا کرنے والون کے نام نہین بتلائے تو ہم بندون کو مناسب نہین کہ خدا کے راز کو افشا کرین۔

ترجمۂ قرآن سورۂ تحریم

لیکن حافظ صاحب۔ آپ کا یہ سکوت کس کام کا؟ جب آپ اس راز کے افشا کرنے والیون کا نام خود بتلا چکے ہین اور آپ سے پہلے خود حضرت عمر بتلا چکے ہین اور اُن کے علاوہ آپ کے تمام سلف صالحین جن کو آپ اسوقت از راہ سعادتمندی کاذبین و وضاعین اور خداعین کا ضرورتاً خطاب دیتے ہین۔ قدیم زمانہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک بار عام لکھتے چلے آتے ہین۔ غالباً آپ کو اُن بزرگوارون کی یہ تفصیل ناگوار نہ ہوتی اور اُن غریبون کو کاذبین کا خطاب دینے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ اگر یہ یوروپین مصنفین اور عیسائی متعصبین اُن کی مرویات سے بے موقع فائدہ اُٹھا کر اخلاق رسول صلعم پر حرف گیریان نہ کرتے۔ بہرحال۔ آپ اپنے سلف صالحین کی تکذیب خود نہین کرتے ہین۔ یوروپین مؤلفین کی حرف گیریون کی مجبوری آپ سے اُن کی تعریض کراتی ہے۔ اس کے بعد تحریر فرمایا جاتا ہے۔

اسقدر سب کا مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی موطوءہ کنیز تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے

حضرت حفصہ کی ناراضی کی وجہ سے ان کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب سنبھل سنبھل کر گرتے اور سمجھ سمجھ کر نا سمجھی کرتے ہین ۔ مذکورہ بالا عبارت مین ماریہ قبطیہ کے واقعہ کا روایات مختلفہ مین مشترک ہونا تسلیم کرتے ہین ۔ پھر صحت وجود کو تسلیم کرکے اسکے وجود کی جرح وقدح کرتے ہین اور عیسائی مورخین کی تعریضات واہیہ سے مرعوب ہوکر اپنے سلف صالحین اور محدثین معتبرین کو جن مین حضرت عمر حضرت عبداللہ بن عباس سے لیکر ابن ہشام ۔ طبرانی ۔ عسقلانی ۔ ابن حجر ۔ محدث شیرازی (اور خدا جانے کتنے) داخل ہین ۔ سب کو ایک طرف سے کاذب ٹھہراتے ہین ۔ استغفراللہ ۔ اس سے بڑھکر بھی کوئی ضعیف استدلال ہوسکتا ہے ۔

عیسائیون کی معویانہ تعریض کا جواب

آپ ان متعصبین کی کافرانہ تعریضات کے جوابات مین کیون نہین کہدیتے ۔ کہ اگر جناب ماریہ قبطیہ کے ساتھ مان بھی لیا جاوے ۔ خانہ حفصہ ہی مین لطف صحبت اُٹھایا گیا ۔ تو منافی اخلاق کیا ہوا اپنی زوجہ محللہ اور اپنی دولت سرا ۔ حضرت حفصہ کے والدین کا گھر ہوتا ۔ یعنی اُن کا میکے کا گھر ۔ تو کسی قدر عذر ومضائقہ کی بات ہوسکتی تھی ۔ اب رہا یہ امر کہ حفصہ کی محض خفگی و ناراضی کی وجہ سے ماریہ سے ترک صحبت کا اقرار کرنا جسے آپ اخلاق نبویہ کی نعوذ باللہ کمزوری کہتے ہین وہ غایت اخلاق اور نہایت مروت وشفاق رسالت کے کامل ثبوت ہین ۔ اس لیے کہ حضرت حفصہ کے مزاج کی ناہمواری ۔ زبان درازی ۔ تنگ چشمی اور اخلاقی کمزوریون کو مدنظر رکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قضیہ نامرضیہ کو طے فرما دیا ۔ اور حضرت ماریہ سے ترک مقاربت کا اقرار فرماکر خود حضرت حفصہ سے بھی اسکا اقرار لے لیا کہ وہ اس بات کو اپنے ہی تک رکھین گی ۔ دوسرون سے نہ کہین گی لیکن موصوفہ پیٹ کی اتنی ہلکی تھین کہ اُنھون نے حضرت عائشہ کو کچا چٹھا سُنا دیا ۔

واقعہ کا خلاصہ اتنا ہے جو آئینہ کی طرح صاف ہے ۔ اس مین ناحق شناس متعصبین یوروپ کس امر کو منافی اخلاق رسول پاک معویانہ حرف گیریان کرتے ہین ۔ اگر اپنی زوجہ منکوحہ یا کنیز موطوءت اپنے گھر یا اتفاقاً اپنے ہی فرش خواب پر جو کسی دوسری زوجہ کو مصرف مین لانے یا اپنے خاص آرام فرمانے کے لیے عنایت کیا گیا ہو ۔ مقاربت کرنا کسی مذہبی ۔ قومی اور ملکی دستور وقانون سے ممنوع ہو تو معترضین کی یہ تعریض مفید کار ہوسکتی ہے اور جب یہ امر کسی قانون اور دستور سے ممنوع نہین ہے تو معترضین کی نفسانیت اور متعصبین مسیحیت کا تعصب محض یقین کیا جائے گا ۔

عیسائی متعصبین سے احتجاج

اس پر بھی اگر ان ناشنوا اور نابینا متعصبین کی تشفی خاطر نہو ۔ تو پھر اُن سے بطور احتجاج کہنا پڑے گا کہ تمھاری مقدس کتابون مین (نعوذ باللہ) جناب داؤد علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام

زن اوریا کو دیکھکر عاشق ہونا۔ اسکو چپکے سے گھر بلا کر اُسکے ساتھ ہم بستر ہونا۔ اور اوریا کو خود فرمان دیکر میدان جنگ مین قتل کرادینا۔ کامل شرح وبسط سے منقول و مذکور ہے یہ امور ناقص ایک پیغمبر سے تو کہان تک ظاہر ہون گے کسی ذلیل اور رذیل طبقہ کے معمولی آدمی سے بھی ایسے عیوب و فواحش کا اظہار و ارتکاب نہین ہوسکتا تاوقتیکہ عیسائی متعصبین خود ان لغویات کا جواب نہ دے لین انکو پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینۂ اخلاق پر خاک ڈالنے کا کوئی حق نہین ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ مین حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کی بداخلاقیان۔ تنک ظرفیان اور اصول فطرت کے مطابق نسوانی کمزوریان اپنی حد سے زیادہ بڑھکر ان تمام مفسدون اور فتنہ انگیزیون کا اصلی باعث ہوئی ہین۔ کوتہ بین اور ناحق شناس مخالفین اسلام ان خواتین کی اخلاقی کمزوریون سے اخلاق رسول صلعم کی سوء اخلاقیون کے معنویانہ معنی لگاتے ہین۔ لیکن حقیقت بین اور حقیقت شناس محققین جانتے ہین کہ یہ فریب ہی فریب ہے اصلیت کچھ بھی نہین۔ جیسا کہ اس بحث کے آخر مین ہم اس امر خاص پر کافی روشنی ڈالین گے۔

ہم جلد اول و دوم کے تمام ایسے ایسے مقامات پر شبلی صاحب کو بتلا آئے ہین کہ مخالفین اسلام کے مقابلہ مین اپنے رواۃ محدثین کی تنہا تردید وتکذیب سے کام نہین چلتا اور اُن کے اعتراض کا جواب نہین ہوتا بلکہ ہمین چاہیے کہ اپنے رواۃ اور اپنی روایتون کے آپ ذمہ دار ہین۔ وہ نہین۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ انھین کی ذمہ داریون سے اُن کے اعتراض کا جواب دیا جاوے۔ جیسا کہ اُن کے لغویات کی صرف ایک مثال دی گئی اور اس سے زیادہ جلد اول کے تبصرہ مین تفصیل سے بیان ہوچکی ہے۔

اب رہا اُن کا معنویانہ اعتراض کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے حکم خدا۔ صرف ایک بی بی کے کہنے سے حلال چیز کو کیونکر حرام کرلیا۔ یہی بدگمانی عیسائیون کی تمام فتنہ انگیزیون اور مفسدہ خیزیون کی باعث ہے۔ حالانکہ اس کی بھی کوئی اصل نہین۔

نابینا نہین تو کم بین معترضین کو پہلے پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے الفاظ وکلام پر جو مرویات احادیث کے متون مین آپ کی زبانی مرقوم ہین اور اُن کے مطالب ومعانی پر نظر رکھنی چاہیے شبلی صاحب کی کتاب کے علاوہ۔ احادیث وتفاسیر کی کثیر التعداد کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کی مفسدہ انگیزیون کے خیال سے تنگ آکر۔ آیندہ شہد کے نہ کھانے۔ یا۔ ماریہ قبطیہ کے پاس نہ جانے کا جو اقرار کیا تھا۔ اُس کے الفاظ یہی تھے اور اتنے ہی تھے۔ دیگر شربت عسل نیا شامم مین اب شہد کا

شربت نہ پیوں گا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۲۱۲ یا لا تقرب امۃ اپنی مملوکہ کے پاس نہ جاؤں گا۔ ابن حجر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ۔ بمقتضائے مصلحت وقت آپ کی وقتی احتیاط کو بتلاتے ہیں اور نہ آپ کے حرام مستمر یا مؤبد کے معنوں میں آتے ہیں۔

لیکن معترضین کہیں گے کہ خود قرآن مجید میں اسکو حرام کے لفظ خاص سے تعبیر فرمایا ہے۔ مگر اُن کو جان لینا چاہیے کہ ابھی عیسائی عالموں کو علم عربی سے واقفیت کا بھی ضرور ہوئی ہے لیکن باایں ہمہ وہ ادبیات قرآنیہ اور مصطلحات و مستعملات کلام ربانیہ کی تفہیم و ادراک سے کوسوں دور ہیں اور اُن کی واقفکاری کے لیے ابھی انھیں زمانہ چاہیے۔ پہلے وہ ادب قرآنیہ کے اُن علوم و رموز کے افہام و تفہیم کا سلیقہ پیدا کرلیں۔ تب قرآن کے مقاصد و معانی سے اپنی حرف گیریوں کے استنباط کی جرأت کریں گے۔

قرآن پاک میں ہم بھی یہ جانتے ہیں کہ لم تحرم کا لفظ ضرور ہے جس کے معنی حرام کرلینے کے ہیں۔ لیکن اُس کا استعمال بپیرایہ اطلاعیہ و امتنانیہ میں ہوا ہے۔ یعنی حضرت عائشہ اور حفصہ نے جیسا کہ آپ کے اقرار احتیاط سے سمجھ لیا تھا اور مشہور کر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے عسل یا ماریہ قبطیہ کو اپنے لیے حرام قرار دے لیا۔ قرآن مجید نے بھی اُنھیں کے مفہوم اور الفاظ مفہومہ و موہومہ میں اس واقعہ کی شہرت کو بیان کردیا ہے کیونکہ اسکی شہرت امر تعجب خیز تھی اور حقیقت بھی یہی تھی کہ آنحضرت صلعم کے اس اقرار کو وہ دونوں خواتین استمرار کے معنوں میں سمجھکر بیحد مسرور ہوئیں اور ایک نے دوسرے کو اُسکی فوری نوید پہونچائی۔ خدائے سبحانہ تعالیٰ نے اُن کے اس غلط مدعا اور اُسکے اشتہار و افشا کو شان رسالت کے سخت مناقض و منافی پاکر اُن پر خطابات عتابانہ نازل فرمائے۔ جیسا کہ تمام آیات سورۂ تحریم سے ثابت ہے۔

نعوذ باللہ من ذالک۔ اگر حقیقی اور ابدی طور پر ان اشیاء کے حرام فرمالینے کی لغزش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس کی طرف پائی جاتی تو ان خطابات عتابانہ میں رسول اللہ صلعم بھی شریک کرلیے جاتے جب آپ کی ذات پاک کی طرف اس عتاب کی کوئی اشارت نہیں پائی جاتی تو آپ کی ذات کی طرف اس کے حرام مؤبد کرلینے کا الزام لگانا حقیقت اور واقعیت دونوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ذرا ذراسی نامزدنیت کے لیے خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم کو کصاحب الحوت وھو مکظوم ہ (تم بھی یونس کی طرح غصہ میں آلودہ نہ ہوجاؤ) ولا تعجل بالقرآن (اور قرآن کے بیان میں جلدی نہ کیا کرو) وغیرہ امثالھا۔ ارشاد فرماکر فوراً ٹوکدیا ہے تو کیا وہ اس موقع پر اپنے نبی صلعم کو اُنہی کے عمل کی بنا و رزونیت پر مطلع و متنبہ نفرماتا

فافہم وتدبر۔

جب خداوند عالم کی نظر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اقرار اور عملی اظہار قابل تنبیہ اور تعرض نہین ٹھہرا تو عیسائی متعصبین کی سیہ قلبی اور تیرہ نظری اُس کی حرفگیری مین کہان تک کامیاب ہوسکتی ہے۔ اس واقعہ کی نسبت عیسائی معترضین کی مغویانہ اور کافرانہ قلمکاریان ایسی بے اصل اور مہمل تھین کہ مسلمان تو مسلمان عیسائی محققین نے بھی اُن کی کامل تنقید و تردید کردی ہے۔

مسٹر سیل مترجم قرآن اور ڈاکٹر پرائیڈکس کی غلط بیانیون کی تردید

عیسائیون کے مشہور و معروف پیشوا۔ ڈاکٹر پرائیڈکس نے اس واقعہ کے متعلق جو کافرانہ تعریض کی ہے وہ ایسی کھُلی کھُلی اور صاف صاف افترا پردازی ہے جس کو مسٹر سیل سا عیسائیت کا حامی مسیحیت کا پیشوا اور بہی خواہ بھی جسے دیکھکر اُس کی تردید و تکذیب کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ہم مسٹر سیل کے ترجمۂ قرآن صفحہ ۴۱۶ مطبوعۂ لندن سے اُن کی عبارت تنقیدی کا پورا ترجمہ ذیل مین درج کرتے ہین۔

ہم کو اس مقام پر لکھکر بتلا دینا نہایت ضروری ہے جیسا کہ مجھسے قبل ایک قابل مؤلف مسٹر جنجیر (Gagnier) لکھکر بتلا چکے ہین کہ ڈاکٹر پرائیڈکس نے قرآن کے اس آیہ کے غلط معنی لیے یاایہا النبی لم تحرم حضرت ماریہ کے ساتھ آپ کی صحبت کا ذکر کرکے ڈاکٹر موصوف مختصرًا نمونہ کے طور پر اپنے سلسلۂ بیان مین لکھکر ہم کو بتلاتے ہین کہ اس آیت مین محمد صلعم نے اپنے اور تمام مسلمانون کے لیے خدا کی طرف سے یہ اجازت منگائی ہے کہ وہ علاوہ منکوحہ بیبیون کے جاریات سے جب چاہین مقاربت کرین (حالانکہ الفاظ قرآنی مین یہ اجازت و اختیارات صرف رسول اللہ صلعم کی ذات مقدس تک محدود تھے۔ کیونکہ یہ اذن و اختیار بطور خاص تو پہلے ہی آپ کو مل چکا ہے۔ اور سوائے آپ کی ذات کے کسی دوسرے کو نہین۔ دیکھو سورۂ احزاب) اسکے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف اس اجازت و اختیار کے متعلق اضافہ کرتے ہین کہ اس آیت مین الفاظ خطاب یہ ہین کہ اے رسول۔ تم صرف اپنی بیبیون کو خوش اور راضی رکھنے کی وجہ سے اُن چیزون کو اپنے اوپر کیون ممنوع کر لیتے ہو جسکی خدا نے تمھین اجازت دیدی ہے۔ خدا نے تو تمھین کنیزون کا اختیار دے ہی دیا ہے۔

سیل صاحب نہایت تعجب و حیرت سے لکھتے ہین کہ یہ آخر فقرہ تو عبارت قرآن مین نہ اس مقام پر کہین اور دوسرے مقام پر موجود ہے جس مین ایک ایسے امر کی اجازت ہے جو متعدد مقامات مین ممنوع کردیا گیا ہے (دیکھو سورۂ مومنون۔ سورۂ نساء اور سورۂ سبحان الذی جزو ۱۵) حالانکہ ان تمام مقامات کے احکام امتناعی پر خود ڈاکٹر صاحب موصوف نے چند نظریے لکھے ہین لیکن اسوقت آپ اُن نظریون کو بھی نظر انداز کرگئے۔ مسٹر سیل لکھتے ہین کہ مین اسکے متعلق اس سے زیادہ لکھکر اس قصہ کو بیکار طول دینا نہین چاہتا ناظرین خود دیکھ کر سمجھ لین گے کہ یہ محترم و مقدس

(ڈاکٹر پرائیڈکس) اگر کسی مسلمان کو ان افعال کا مرتکب دیکھتا تو کیا کچھ طوفان نہ اٹھاتا۔

اس آیت کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی غلط فہمیون کا انکشاف حقیقت کرکے اب ہم دو ایک لفظ ڈاکٹر صاحب کے اُس بیان کے متعلق بھی عرض کرنیکی جرأت کرتے ہین جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے ماریہ قبطیہ کے خاص حالات مین نقل کیا ہے اُنکا یہ بیان ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے انتقال کے بعد ماریہ قبطیہ اور اُن کے لڑکے کا جو پیغمبر صاحب کے صلب سے تھا کچھ حال معلوم نہین ہوتا۔ سوائے اسکے کہ دونون مان بیٹے مصر مین نکال دیے گئے اور پھر اہل مصر مین ان دونون کے حالات نہین ملتے۔ یہ لکھکر ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہین۔ لیکن میرا قیاس یہ کہتا ہے کہ عائشہ نے اپنے اُس کینۂ دیرینہ کے تقاضے سے جو ان کو ماریہ کے ساتھ ہمیشہ سے تھا اپنے باپ کو جو پیغمبر کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا اس امر پر آمادہ کرلیا کہ اُس کا یون خاتمہ کردیا جائے۔ سیل صاحب لکھتے ہین۔ لیکن تمام مشرقی مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت صلعم کی وفات سے پانچ برس بعد انتقال فرماگئین اور مقبرۂ مومنین جنت البقیع مین مدفون ہوئین۔ اُن کے صاحبزادے (ابراہیم) تو جناب رسولخدا صلعم کے سامنے ہی انتقال کرگئے تھے۔ ڈاکٹر جینیر نے ڈاکٹر پرائیڈکس سے اس روایت کی سند مانگی ہے۔

سیل صاحب لکھتے ہین۔ میرا خیال ہے کہ پرائیڈکس صاحب نے کچھ تو اسکو تواریخ ابوالفاریغوس سے لیا ہے۔ جس کے مطبوعہ نسخہ مین ماریہ قبطیہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ اور اُن کی بہن سیرین (نہ اُن کے صاحبزادے) مقوقس کی طرف اسکندریہ مین بھیجے گئے تھے۔ ہکو اس روایت کے وجود مین کوئی شبہہ نہین لیکن اس کے ترجمہ کو ڈاکٹر پوکاک صاحب کی کتاب والفاظ ترجمہ سے مقابل کرلینا چاہیے۔ جس مین ہم لوگون کو من (سے) کو بجائے الیٰ (طرف) کے معنی مین سمجھنا چاہیے یعنی مقوقس نے ماریہ اور اُن کی بہن سیرین کو اسکندریہ سے بھیجا۔ مسٹر پوکاک کی کتاب کا ایک صحیح نسخہ میرے (سیل صاحب کے) پاس بھی موجود ہے اُس مین یہی مضمون مندرج ہے۔ سیل صاحب کا ترجمہ قرآن صفحہ ۴۵۱

واقعات اسلامی کی نقل و ترجمہ مین عیسائی مؤلفین کی یہ ذہنیت اور صلاحیت ہے۔ جو ان کے ہموطن ہمقوم اور ہم مذہب محقق کی زبانی معلوم ہوئی۔ تو پھر ان کی مغویانہ تعریفات اور ملحدانہ تلمیحات سے مرعوب ہونا تو اپنی مزید کم مائگی اور نادانستگی کی دلیل ہے۔

اس شورش انگیز واقعہ مین جو کچھ شورش۔ سازش اور کاوش معلوم ہوتی ہے وہ سب حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کے اخلاقی ضعف و نزاکت کا باعث ہے۔ اس لیے تمام سورۂ مقدسہ مین جو خطاب عتاب ہے وہ تمامتر اُنھین دونون خواتین امہات مومنین کی نسبت ہے۔ ذات مقدس رسالت بفحوائے آیۂ کریمہ

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین۔

خدا اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اگر ان سے تم روگردانی کروگے تو ہمارے انبیا سوائے تبلیغ ظاہر کے اور (تمہارے) کسی امر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

ان تمام تعلقات۔ تناسب اور تخاطب سے بالکل مبرّہ اور منزّہ ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کا خود الفاظ قرآنی نے اس سورہ کے آخر عبارت میں تصفیہ کر دیا ہے۔

ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرأت نوح وامرأت لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتٰھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین وضرب اللہ مثلا للذین امنوا امرأت فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القانتین۔

کافروں (کے عبرت پکڑنے) کے لیے خدا نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کی مثال دیتا ہے کہ یہ (دونوں عورتیں) ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ پھر ان دونوں نے انکو دغا دی (کہ اپنے شوہروں کے خلاف کافروں سے ملی رہیں) تو دونوں شوہر (باوجودیکہ پیغمبر تھے) اللہ کے مقابلہ میں انکے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جہاں اور لوگ (جہنم میں) داخل ہوئے ہیں تم بھی انھیں کے ساتھ جہنم میں جا داخل ہو اور (اچھے مسلمانوں کی تسلی) کے لیے ایک تو فرعون کی بی بی (آسیہ) کی مثال دیتا ہے کہ اُن بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھکو فرعون اور اُسکے کردار (بد) سے نجات دے اور (نیز) مجھکو ان ظالم لوگوں سے نجات دے اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم کی ہے جنھوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تو ہم نے انکے پیٹ میں اپنی (طرف سے) روح پھونکدی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اُسکی کتابوں کی تصدیق کرتی رہیں اور وہ (ہمارے) فرمانبردار بندوں میں تھیں

ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی صفحہ ۹۰

———— • ❁ • ————

ان آیات قرآنیہ نے تمام معاملات کو آئینہ کر دیا ہے۔ پہلے کافروں سے جن میں اسلام کے مخالف تمام فرقے شامل ہیں خطاب ہے اور جتلا دیا گیا ہے کہ اس شرمناک واقعہ میں وہ ازواج رسولؐ ہونے کی نسبت اور خصوصیت ظاہری پر نظر کرکے تعجب نہ کریں اور رسول اللہ صلعم پر خوشگیری نہ کریں۔ اس سے قبل بھی انبیائے کرام کے ازواج سے کردار بد ظاہر ہو چکے ہیں اور وہ بالکل ویسی ہی ان متقین مرسلین کے جن سے وہ منسوب تھیں۔ عذاب وعقاب الٰہی میں گرفتار ہو چکی ہیں

اُن کے مقدس شوہرون کی نسبت اور خصوصیت نہ اُن کو عذاب آلہی سے بچا سکی اور نہ جہنم سے واپس لا سکی۔ ثابت ہو گیا کہ باوجود ان خصوصیت نسبت اور قربت خاص کے بھی اُن کی جزا و سزا اُن کے اعمال و افعال کی اصابت و اسائت پر منحصر رہی اور اُنکی بدکرداریون اور بداعمالیون کا کوئی اثر اُن کے مقدس شوہرون کے دامان تقدس کو داغدار نہ کر سکا۔ اسی طرح مسلمانون کے خاص اطمینان کے لیے حضرت آسیہ و مریم علیہما السلام کی مثال دیکر سمجھا دیا گیا ہے کہ باوجود اس کے جناب آسیہ فرعون کے ایسے بدکردار اور خدا ایسے کفار سے منسوب تھین لیکن اُنکے اعمال حسنہ اُنکا نفس اُنکی خدا شناسی ایسی کامل تھی کہ وہ ہمیشہ خدا سے دست بدعا رہتی تھین کہ وہ اُنکو فرعون اسکی بدکرداریون اور تمام ظلمہ وقت کے ہاتھون سے نجات دلوائے۔ اسی طرح جناب مریم بنت عمران نے باوجودیکہ بیبیاں یہود۔ اور اُنکے خاص گھر والون نے اُن پر کیسی کیسی تہمتین نہ لگائین لیکن اُس مقدسہ نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ خدا کی اطاعت اور احکام خدا کی اطاعت پر قائم رہین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونون خواتین باتمکین۔ باوجودیکہ کفار سے اُنکے تعلقات تھے خداوند عالم کے نیکوترین بندون مین داخل ہوئین۔ اس مثال خاص سے یہ تعلیم و تفہیم مراد ہے کہ مسلمان محض پیغمبر کی بی بی ہونے پر اُنکے اعمال صالحہ اور عبادات حسنہ کا تیقن نہ کر لین۔ کافرونکی بیبیاں ورشتہ دار عورتین بھی مثل حضرت آسیہ و مریم علیہما السلام کے مقربین بارگاہ آلہی ہو سکتی ہین مسلمانون کی عبرت پذیری کے لیے دونون مثالین تاکیداً دکھلا دی اور بتلا دی گئین۔ اس واقعہ خاص کی مثال پہلے انبیائے سابقین کی دو بدکردار بیبیون کے حالات سے دکھلا دی گئی ہین اور بتلا دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ محض اسلیے کہ ازواج رسول بدکردار ہوئین اور مورد عتاب آلہی ہوئین نتیجہ خیز اور حیرت انگیز نہونا چاہیئے اسلیے کہ ان سے قبل دو پیغمبر کی بیبیان ایسی ثابت ہو چکی ہین پھر آخر مثال جناب آسیہ (فرعون کی بی بی) اور حضرت مریم (یوسف نجار کی منسوبہ) کی دکھلا دی اور بتلا دیا گیا ہو کہ ان خواتین محترمہ کی مقدس زندگی اگرچہ کفار کے ساتھ رہی لیکن اُنکے اعمال حسنہ پر کفار کی بدکرداریان کوئی اثر نہ ڈال سکین اور وہ نیکوترین طبقہ نسوانی اور مقرب ترین بارگاہ یزدانی ثابت ہوئین۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ امور تمام اعمال انسانی کی نیکی و بدی پر منحصر ہین۔ کسی کے ساتھ اُس کی قرابت و خصوصیت کام نہین آسکتی۔ قرآن مجید نے کھلے کھلے الفاظ مین بتلا یا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت لوط کی بدکردار بیبیون کو اُن کے مقدس شوہر کے مدارج رسالت عذاب آلہی سے نہ بچا سکے اور نہ اُنکی لغزشین اُن بزرگوارون کے دامن تقدس پر کوئی دھبہ لگا سکین اسی طرح حضرت آسیہ اگرچہ فرعون سے کافر زبردست کے ہمراہ تھین اور جناب مریم جو کفار دون مین گرفتار تھین محض اپنے اعمال حسنہ کی وجہ۔ خدا کی مقرب ترین بندیان ثابت ہوئین اور فرعون اور دیگر کفار کی صحبت و قربت انکے اعمال و اخلاق کو نہ بگاڑ سکی۔ ایسی مفصل اور مدلل مثالون کے بعد جو تاریخ و سیر سے مشاہد عینی ثابت ہوتی ہین حضرت عائشہ اور حفصہ کی ان ناشائستہ حرکات کی وجہ سے جناب ساتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اخلاق

وآداب پر حرف گیری، خندہ زنی اور طعن افگنی کرنا مخالفت اسلام کی صریح نفسانیت، خباثت اور تعصب ہے چنانچہ اس مضمون کو امام فخر الدین رازی اور علامہ زمخشری نے اپنی اپنی تفسیرون مین بزیر آیات مرقومہ بالا نقل فرمایا ہے جسکی اصل فارسی عبارت ترجمہ کو ہم اردو ترجمہ کے ساتھ ذیل مین نقل کرکے اس بحث کو تمام کیے دیتے ہین۔

واین دو تمثیل کہ حق تعالی در این آیہ وبعد ازین آیہ درباب زن فرعون بیان کردہ کنایہ عظیمے است بدو مادر مومنان بسبب آنچہ ازایشان صادر شد از اتفاق بر آزار آنحضرت صلعم وافشاے راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمودن وحق تعالی درین مثالہا بیان آن نمودہ کہ باوجود کفر ونفاق روابط نسبی وسببی نفع نمی بخشد ہرچند این انتساب با اشرف خلق کہ پیغمبر آنند بودہ باشد وباوجود ایمان انتساب بکافران ضرر نمی رساند ہرچند کافرے مانند فرعون نبودہ باشد وبدانکہ معاتبہ کہ حق تعالے با حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراول سورہ فرمودہ معلوم است کہ از غایت لطف ورحمت است نسبت با آنحضرت صلعم کہ چرا از براے رضاجوئی زنان خود برخود حرام می گردانی لذتے چند را کہ خدا براے تو حلال گردانیدہ است ومنع حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود را ازان لذاتہا خصوصاً وقتی کہ ظاہرا متضمن مصلحتے باشد بر آنحضرت صلعم حرام نبود کہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متضمن مصلحتے باشد۔

ان دونون آیتون مین اور اُس کے بعد والی آیت مین جسمین فرعون کی بی بی کا ذکر کیا گیا ہے۔ خدا سے سبحانہ تعالی نے ایک بہت بڑا مقصد مخفی رکھا ہے۔ ان امور کے متعلق جو ان دونون اُمہات مومنین (عائشہ وحفصہ) سے صادر ہوا اور اُن کے باخود باتفاق وسازش کی وجہ سے رسول صلعم کو آزار پہونچا اور آپ کا افشاے راز ہوا جناب باری عزاسمہ نے آنحضرت صلعم کو ان امور پر مطلع فرماکر بتلادیا کہ کفر ونفاق کی حالت خاص مین کسی کے ساتھ نسبی اور سببی خصائص وروابط کوئی نفع نہین پہونچاتے عام اس سے کہ یہ قربت ونسبت پیغمبرون کے ساتھ ہی کیون نہ ہو۔ اسی طرح ایمان کی حالت ہے کہ کافرون کے ساتھ نسبت ایمان کو نہین بگاڑ سکتی۔ اگرچہ فرعون کے ایسا ہی کافر کیون نہو اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ حق تعالی نے ابتداے سورہ مین جو تہدیداً خطاب رسول اللہ صلعم سے کیا ہے وہ کوئی معاتبہ نہین ہے بلکہ غایت لطف ورحمت کیساتھ خطاب استفہامیہ کے انداز مین خدا اپنے رسول کو سمجھاتا ہے کہ تمنے اپنی ان بیبیون کی محض رضاجوئی کے لئے اُن اشیاء سے لذت پذیری کو اپنے اوپر کیون حرام کرلیا ہے جو خدا کی طرف سے تمھارے لیے حلال کی گئی ہین یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ اُن چیزون سے محظوظ ہونے سے رسول اللہ صلعم کا رُک جانا یا پرہیز اختیار کرنا

منقول از حیات القلوب
جلد دوم صفحہ ۵۸۰

کسی طریقہ سے آپ کے لیے ممنوع وحرام نہین تھا جس کی وجہ سے
آپ پر نعوذ باللہ ارتکاب معصیت کا گمان کیا جائے۔

غُزْوَہ تُبوک

(رجب ۹ سنہ ہجری مطابق اکتوبر و نومبر ۶۳۵ء)

تبوک۔ مدینہ اور دمشق کے بیچ مین چودہ منزل کی مسافت پر ایک مشہور مقام ہی۔ قدیم زمانہ مین اقوام قدیم کا مرکز تھا جنگ موتہ مین فوج اسلامی کی واپسی نے عیسائیون کو اتنا جری کر دیا تھا کہ وہ مدینۃ النبیؐ پر چڑھائی کا برابر ارادہ کر رہے تھے غسان جو علاقہ شام مین قیصر روم کی طرف سے نیابتاً حکومت کر رہا تھا دار الاسلام مدینہ کی فتح کرنے کیلیے سخت بے چین تھا ایک تو عرب ہونے کی نطرتی مخالفت اُسکو اسلام کے استیصال پر آمادہ کر رہی تھی پھر اسکے بعد عیسائی ہونے کا خلوص اسکے سمند شوق پر تازیانہ کا کام کر رہا تھا لیکن اسلام سے اب مقابلہ بڑے جیوٹ کا کام تھا! ور دار الاسلام مدینہ پر چڑھائی جان سے ہاتھ دھونیکا نام تھا موقع کی اہمیت کو پیش نظر رکھکر غسانی حاکم نے ہرقل رومی سے کمک مانگی اور اپنی عرضداشت مین جھوٹی سچی خبرین لکھ کر قیصر کو اپنی امداد وحمایت پر آمادہ کر لیا قیصر کو جو عرضی بھیجی تھی اس مین جھوٹی خبر تو یہ تھی کہ پیغمبر اسلام نے انتقال فرمایا۔ اسلام اور اہل اسلام کے استیصال کا اس سے بہتر دوسرا موقع ہاتھ آنے والا نہین ہے۔ کیونکہ جزیرہ نمائے عرب بالکل خالی پڑا ہی اور مدینہ کی خاص حالت تو یہ ہو رہی ہے کہ وہان قحط عظیم برپا ہے ہزارہا بندگان خدا بھوک پیاس سے مر گئے۔ اجڑ گئے۔ جو بچ گیے وہ بلاؤمصیبت سے جان بلب ہین۔ قیصر نے ملک گیری کے اصول اور توسیع فتوحات کے دستور کے مطابق ماتحت حکمران کی مداد کو قبول کر لیا اور کمک مین چالیس ہزار شاہی فوج روانہ کر دی۔ ادھر غسان کے حاکم نے عرب کے آس پاس والے تمام قبائل کو اسلام کی مخالفت پر آمادہ کر لیا۔ بنی لخم۔ بنی جذام اور بنی غسان سب کے سب استیصال اسلام پر تل گیے۔

ادھر کی یہ حالت تھی اودھر مدینہ کی یہ مصیبت تھی کہ ایک برس سے چارطرف قحط عظیم برپا تھا۔ پانی کا ایک قطرہ نہ برسا تھا خرمون کی فصل ماری گئی تھی۔ وہی انکا آذوقہ تھا مویشیون کے چرنے کو زمین پر گھانس تک میسر نہین تھی آدمی اور جانور زیادہ تر درختون کے پتون پر بسر کرتے تھے بے آب ودانہ علاقہ مین چارون طرف ہزارون جانین تلف ہو رہی تھین۔ انھین ایام مین شام کے زیتون بیچنے والے نبطی مدینہ مین آئے اور یہ خبر لائے کہ رومی اور غسانی فوجین مدینہ پر چڑھائی کرنے والی ہین۔ بلکہ انکا مقدمۃ الجیش دمشق سے روانہ ہو کر بلقا تک پہونچ گیا ہی۔ روم کی تازہ دم فوجین اور قبائل عرب کے لشکر ملکر اپنی متحدہ قوتون سے تخت گاہ اسلام کو پامال کر دینگی۔

جناب رسولخداؐ کا تہیۂ سفر اور اسکی دشواریان

اسلام غسانیون کی مخالفت سے غافل نہین تھا - جنگ موتہ کی واپسی ہی کے وقت سے یہ مخالفانہ خبرین مدینہ کی گلی کوچون مین مشہور ہو رہی تھین اور ایک دن انسے تقابل و تصادم یقینی تھا - اس بنا پر بطیون کی یہ خبر مسلمانون کے لیے کوئی نئی خبر نہین تھی لیکن اس تازہ خبر کی شہرت مین اتنی اہمیت ضرور تھی کہ مخالف کے طلیعہ کا شہر جابلقا تک پہونچ جانا ایسا امر نہین تھا کہ اسلام بے پروا ہوکر سکوت اور خموشی اختیار کرلے - ان امور کو پیش نظر رکھکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے یہ تجویز فرمایا کہ غنیم کے شہر مین آجانے سے پہلے باہر نکل کر ان کی سد راہ ہو جانا بہتر ہے اسلیے کہ اسلامی مقبوضات کے اندرونی تمام مقامات مین امن قائم رہیگا لیکن باینہمہ یہ مقابلہ ایک ایسی عظیم الشان سلطنت سے تھا جو نصف سے زاید دنیا پر حکمران تھی اور تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اپنی قوت سے ایران کے ایسی عظیم و قدیم سلطنت کو مغلوب کر چکی تھی - ان ضرورتون سے خاص طور پر سامان جنگ کرنا لازمی تھا -

لیکن آنحضرت صلعم کو تجہیز سامان جنگ مین جو دقتین حائل اور دشواریان لاحق تھین وہ یہ تھین - تمام مسلمان سپاہی سے لیکر اہل فلاحت و تجارت کیا صاحبان مال و دولت تک پریشان اور بالکل بے سروسامان تھے سال بھر کے قحط شدید مین انکا اندوختہ سرمایہ صرف ہو چکا تھا - روٹیون تک کو محتاج تھے - بڑی دور کا سفر تھا ان مفلسون کے پاس سواری کے جانور تک باقی نہین رہے تھے - قحط مین سب پیٹ کے نذر ہو چکے تھے اسلحات بھی بک کر اسپ و زرہ مین جھونک چکے تھے - سلاح جنگ کیسے پہننے کے کرتے تک اتر کر گرو ہو چکے تھے - عرب کی قیامت والی گرمی پڑ رہی تھی بھوک پیاس سے بچ بھی گئے تھے تو دھوپ اور گرمی جھلسائے دیتی تھی -

ضرورت وہ - حالت یہ لیکن کسی کی لاکھ مشکل و دشواری ایک آسانی - مدبر رسالت علیہ السلام والتحیۃ نے - ان تمام دشواریون - دقتون اور مصیبتون پر - اسلام کی حمایت - اعلاء کلمۃ اللہ - توحید کی اشاعت منافقین کے مظالم کی مدافعت - اہل اسلام کی جان - مال - آبرو - اور اہل و عیال کی محافظت کو ترجیح دی اور عیسائیون کی کثیر التعداد فوجون سے مقابلہ کے لیے سفر جہاد کا اعلان فرمادیا اگرچہ مسلمانون کے افلاس تنگدستی اور عسرت کی جو حالت ہو رہی تھی وہ نہایت تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے لیکن جب غیرت قومی اور حیاے ایمانی کا قدم درمیان آگیا تو ان تمام مصیبتون کا خیال دل سے جاتا رہا -

اصحاب رسولؐ اور فراہمی سامان جنگ مین امداد

حسب الامکان تمام اکابر صحابہ نے سامان جنگ کی فراہمی مین شرکت کی - ان تمام امدادی سرمایہ مین حضرت عثمان کا سرمایہ سب سے زیادہ تھا - لیکن ابو عقیل انصاری کا ہدیہ سب سے زیادہ گرانقدر نکلا - اس لیے سب کی عطیہ رقمون کے اوپر رکھوایا گیا -

یہ ہدیہ نہ درہم و دینار تھا۔ نہ غلّہ اور نہ اسلحہ کا انبار بلکہ صرف خشک چھوہارے تھے وہ بھی کُل ۲ سیر۔ صاحب رحمۃ العالمین تاریخ ابن خلدون سے اسکی تفصیلی کیفیت یون نقل فرماتے ہین۔

ابو عقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کئے اور عرض کی رات بھر پانی کھینچ کھینچ کر ایک شخص کے کھیت کو سیراب کیا تھا اسکی مزدوری مین چار سیر چھوہارے ملے تھے۔ دو سیر بچون کے لیے گھر مین چھوڑ دیے باقی دو سیر لے آیا ہون نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان چھوہارون کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بچھا دو۔ رحمۃ صـ ۱۴۱ مطبوعہ امرتسر۔

صحابہ کا شرکت جنگ سے اغماض

غزوہ تبوک کی تیاری ایک طرف سے تو اہل اسلام کی حمایت دین مین استقلال پا دارے اور اُنکے ایثار مالی کے اعلیٰ مناظر و مشاہد پیش کرتی ہے دوسری طرف سے انکے ابتلا و امتحان کی کیفیت دکھلا رہی ہے۔ تمام محدثین و مورخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ ۸۲ مسلمانون نے شرکت جنگ سے پہلو تہی اختیار کی اور گھرون مین چھپکر بیٹھ رہے صاحب رحمۃ العالمین نے تو کھلے الفاظ مین لکھدیا ہے کہ

قریباً ۸۲ شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے بہانا کرکے اپنے اپنے گھرون مین چھپ بیٹھے عبداللہ بن ابی بن سلول منافق نے ان لوگون کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد صلعم اور انکے ساتھی مدینہ واپس نہ آسکین گے قیصر انھین گرفتار کرکے مختلف ممالک مین بھیجدے گا۔ صـ ۱۴۲

شبلی صاحب اسکے متعلق لکھتے ہین۔

سوء اتفاق یہ کہ سخت قحط اور شدت کی گرمیان تھین۔ ان اسباب سے لوگون کو گھر سے نکلنا شاق تھا۔ منافقین جو بظاہر آپ کو مسلمان کہتے تھے انکا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی دل چراتے تھے اور دوسرون کو بھی منع کرتے تھے۔ لاتنفروا فی الحر گرمی مین نہ نکلو سویلم ایک یہودی تھا اُسکے گھر مین منافقین جمع ہوتے اور لڑائی پر جانے سے لوگون کو روکتے صـ ۴۱۰

ابن ہشام کے الفاظ یہ ہین۔

ان رسول اللہ صلعم امر اصحابہ بالتھیؤ لغزو الروم وذلك فی زمن عسرۃ من الناس وشدۃ من الحرّ وجدب من البلاۤء وحین طابت الثمار والناس یحبون المقام فی ثمارھم وظلالھم ویکرھون

جب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو رومیون سے جہاد کی طیاری کا حکم دیا اور یہ حکم لوگون کو عین شدت کی تنگی گرمی قحط و بلا کے زمانہ مین دیا گیا اور نیز ایسے وقت مین کہ ان کے خرمے پک رہے تھے اور تمام لوگ اپنے باغون اور انکے سایون مین آرام و مقام کرنا پسند کرتے تھے اور ایسی حالت

الشخوص على الحال من الزمان الذی هو علیه و کان رسول الله صلی الله علیه وسلم قلما یخرج فی غزوة الا کنی عنها واخبر انه غیر الوجه الذی یصمد له الا ما کان من غزوة تبوك فانه بینها للناس لبعد الشقة وشدة الزمان وکثرة العدو والذی یصمد له لیتاهب الناس اهبته فامر الناس بالجهاز واخبرهم انه یرید الروم

خاص میں گھر سے باہر نکلنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ حکم غزوہ کے اظہار کے وقت اصل مقام کے خلاف دوسرے مقام کی طرف جانیکی لوگوں کو اطلاع دیتے تھے۔ اس لیے کہ دشمن کو آپکی نقل وحرکت کی خبر نہو بخلاف اس دستور کے۔ غزوۂ تبوک میں آپنے ابتدا ہی سے صاف صاف بتلا دیا کہ روم سے مقابلہ کا قصد ہے اسلیے کہ سفر کی دوری، گرمی کی تیزی، بے سرو سامانی اور تنگحالی کی کیفیت آن پر پوشیدہ نرہے۔ صفحہ ۳۱۶ جلد ۳ مصر

ہم لکھ کر بتلا چکے ہیں کہ غزوۂ تبوک مسلمانوں کے استقلال فی الایمان کا بہت بڑا امتحان تھا۔ ابن ہشام کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ تن آسانی کے خیال سے بھی گھر سے قدم باہر نکالنا نہیں چاہتے تھے۔ اور اکثر لوگ منافقین کے بہکانے سے بھی رکے رہے تھے جنچہ قرآن مجید میں دونوں فریق کی طرف حسب ذیل اشارت فرمائی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝

اے ایمان والو تمھیں زیبا نہیں ہے کہ تم راہ خدا کے کاموں سے گریز کرو اور دنیا میں ارنگڑے بیٹھے رہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا اختیار کرنے کے لیے راضی ہو۔ حالانکہ دولت دنیا نعمت عقبیٰ کے مقابلہ میں بالکل بے مقدار ہے۔

بعض وفادار صحابہ کی جان نثارانہ حالات

ان ظاہر نما مسلمانوں کے خلاف اکثر وفادار ایسے بھی تھے جو حقیقت میں اپنی تنگدستی، پریشانی اور بے سرو سامانی کے باعث سفر کرنے سے مجبور رہے تھے وہ بارگاہ الٰہی سے اس خطاب عتاب آمیز کو سنکر بیتاب ہو گیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیساختہ دوڑے آئے۔ اور بکمال حزن وملال اپنی مجبوریاں کا اظہار حال کرنے لگا۔ پیادہ روی سے اپنی مجبوری اور برہنہ پائی کی حالت خراب دکھلا کر سواری کے خواستگار ہوئے یہاں خود سواری کی اتنی قلت شدید تھی کہ اٹھارہ شخصوں کی شرکت میں ایک اونٹ دیا گیا تھا جس پر باری باری سے لوگ سوار ہوا کرتے تھے اس بنا پر آنحضرت صلعم نے زبان سے خود اپنی مجبوری دکھلائی۔ قرآن مجید نے بھی ان خالص الایمان مسلمانوں کی تصدیق حال ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ

اور ان لوگوں پر کچھ اعتراض نہیں ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آئے کہ ہمکو سواری دیجیے اور تم نے کہا کہ میرے پاس سواری کہاں ہے

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ۝ جسپر تمھین سوار کر سکون۔ تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھون سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس کچھ خرچ نہین ہے

صاحب روضۃ الاحباب نے ان مخلصین کے حسب ذیل نام لکھے ہین۔

(۱) سالم بن عمیر (۲) علقمہ بن زید (۳) ابو لیلی عبد الرحمن ابن کعب مازنی (۴) عمر بن غنمہ (۵) سلمہ بن صخرہ (۶) عرباض بن ساریہ (۷) عبد اللہ بن مغفل (۸) معقل بن یسار (۹) ہدی بن عبد الرحمن (۱۰) عمر بن الحمام بن الجموع۔

انھین بزرگوارون کی وفاداری کے ساتھ عبد اللہ ملقب ذو البجادین کی جان نثاری بھی قابل ذکر ہے جسکو ہم رحمۃ للعالمین کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

عبد اللہ ملقب ذو البجادین ان کا نام عبد اللہ تھا۔ ابھی بچہ تھے کہ باپ مرگیا چچا نے پرورش کی جوان ہوے تو چچا نے اونٹ۔ بکریان غلام دیکر انکی حیثیت درست کردی حسن اتفاق سے عبد اللہ نے اسلام کا شہرہ سُنا دل مین توحید کا ذوق پیدا ہوا لیکن چچا کا خوف اسقدر طاری تھا کہ اظہار اسلام نکر سکے جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے۔ تو فتح مکہ کا حال سُنکر عبد اللہ بیچین ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کے شوق زیارت مین بیتاب ہوکر چچا کے پاس آئے اور کہنے لگے چچا مجھے برسون اس امر کے انتظار مین گذر گئے کہ کسدن آپکے دل مین اسلام کی تحریک پیدا ہوگی اور آپ مسلمان ہون گے لیکن آپ کا حال ابتک ویسا ہی کا ویسا ہی چلا آتا ہے۔ مین اپنی عمر پر زیادہ اعتبار نہین کرتا مجھے آپ اجازت دین تو مین مسلمان ہوجاؤن۔ چچا یہ سنکر غصہ سے جل اُٹھا اور کہنے لگا کہ اگر محمد صلعم کا دین قبول کرنا چاہے گا تو یقین کرنے مین ابھی ابھی سب کچھ تجھسے چھین لون گا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک نہ چھوڑون گا۔ عبد اللہ نے نہایت استقلال سے جواب دیا چچا مین اب تو مسلمان ہوکر رہون گا۔ اور محمد صلعم کی طاعت ومتابعت ضرور اختیار کرون گا۔ مین شرک اور بت پرستی سے بالکل بیزار ہوچکا ہون۔ میرا تو یہ مصمم ارادہ ہوچکا ہے۔ اب آپ کا جو قصد ہو وہ کیجیے۔ جو کچھ میرے قبضہ مین زر ومال ہے سب چھین لیجیے۔ مین تو یقین کرچکا ہون کہ آخر ایکدن مجھے ان سب چیزون کو چھوڑنا ہی پڑے گا اس لیے بہتر ہے کہ آپ ہی کو واپس کرتا جاؤن مین ان تعلقات فانی کے لیے دین کے ذخائر روحانی کو نہین ترک کرسکتا۔ یہ کہکر عبد اللہ نے چچا کے سامنے کھڑے کھڑے تمام بدن کے کپڑے اُتار دیے اور مادر زاد برہنہ ہوکر ماں کے پاس چلے گیے۔ ان دیکھکر حیران ہوگئی۔ پوچھا ارے کیا ہوا۔ عبد اللہ نے کہا مین مومن اور موحد ہوگیا اب جناب رسولخدا احمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین جاتا ہون۔ چچا نے مارے غصہ کے یہ حال کردیا۔ اگر آپسے ہوسکے تو کوئی ٹکڑا یا پارچہ دیدیجیے۔ ورنہ میرا کوئی ذمہ دار نہین ہے۔ ماں نے ترس کھاکر

ایک کمل اٹھا دیا عبداللہ نے وہین کھڑے کھڑے اس کمل کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑے کا تہبند باندھا دوسرا ٹکڑا کندھے پر ڈال کر مان کے پاس سے باہر نکل آئے اور مدینہ منورہ کی طرف چل کھڑے ہوئے یا تون رات چلے گئے صبح کو مسجد رسول صلعم مین حاضر ہوگئے اسوقت تک جناب رسول خدا روحی لہ الفدا دولت سرا سے برآمد نہین ہوئے تھے۔ عبداللہ بڑی بے تکلفی سے دیوار کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگے۔ آپ تشریف لائے تو ایک مرد غریب صورت پا کر استفسار فرمایا تم کون ہو؟ تمھارا نام کیا ہے انھون نے عرض کی مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہین مین ایک مرد فقیر ہون مسافر ہون غریب ہون آپکے جمال کا عاشق ہون اور ہدایت کا طالب حصول امید کا آسرا لگا کر در دولت تک پہونچا ہون ؎ بکجا روم چہ کنم بردرکہ رو آرم اس تقریر نے آپ کی خاطر مبارک پہ بڑا اثر کیا اپنے قریب بلا کر نہایت شفقت و عنایت سے ارشاد فرمایا تمھارا نام آج سے عبداللہ ہے اور ذوالبجادین لقب۔ تم ہمارے قریب قیام کرو اور مسجد ہی مین رہا کرو۔

الغرض یہ خوش نصیب اسی دن سے دائرہ مسلمین مین داخل و در طبقہ اصحاب مین شامل ہوگیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پڑھا کرتا تھا او عجب ذوق و شوق سے اور جوش و طرب سے دن رات تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ ایکبار حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التماس کی کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہین اور یہ اعرابی اس بلند آوازی سے قرآن پڑھ رہا ہے کہ دوسرون کی قرات مین مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمر اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور رسولؐ کی محبت مین سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو یہ بھی جناب رسول خدا صلعم کی خدمت مین آئے۔ اور عرض کی۔ یارسول اللہ دعا فرمایئے۔ کہ مین بھی راہ خدا مین شہید ہو جاؤن۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔ عبداللہ گئے چھلکا اتار لائے۔ آپنے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا الٰہی مین اسکے خون کو کافرون پر حرام کرتا ہون۔ عبداللہ نے کہا۔ یارسول اللہ صلعم مین تو شہادت کا طلبگار ہون۔ آپ میری حفاظت جان کے تعویذ فرماتے ہین! ارشاد ہوا جب غزا کی نیت سے نکلوگے تمھین تپ آجائے گی اور مرجاؤگے تب بھی تم شہدا ہی مین داخل ہوگے عبداللہ یہ سنکر بیحد مسرور ہوئے اور خوش خوش لشکر اسلام کے ہمراہ روانہ ہوگیے۔ رحمت صفحہ ۱۴۷

عبداللہ کا خاتمہ احوال عنقریب سلسلہ بیان مین آتا ہے۔

شبلی صاحب نہ معلوم کیون ایسے قابل الذکر واقعات کو قلم انداز فرماتے چلے جاتے ہین۔ وہ جانین اور

ان کی مصلحت۔ ان واقعات کی نقل و تحریر سے میرا مُدعا یہ تھا کہ ظاہر نما اور حقیقت آزما و با وفا اہل اسلام کا فرق ما بہ الامتیاز معلوم ہو جائے۔ مندرجہ بالا شواہد سے ثابت ہو گیا کہ اہل اسلام میں اسوقت دو قسم کے لوگ تھے بعض وہی ظاہر نما تھے۔ جو محض غرض دنیا اور تکلیف سفر کے خیال سے گھر سے باہر قدم نکالنا نہیں چاہتے تھے اور بعض حقیقتاً مجبور رہے۔ قرآن مجید نے دونوں قسم کے لوگوں کی تصریح کی ہے۔ شبلی صاحب قرآن مجید سے صرف ایک کی تصریح فرماتے ہیں۔ دوسرے کی نہیں۔ یہ مولفانہ تدین کے بالکل خلاف ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ ان دونوں گروہوں کے علاوہ منافقین کا ایک تیسرا گروہ بھی تیار رہتا جو اپنی شرارت طبعی سے طرح طرح کی افواہ جمعیت اسلامی میں پھیلایا کرتا تھا۔ ہمارے شبلی صاحب اسی گروہ پر برس پڑے ہیں۔ انکی مخالفت و مخاصمت اور فتنہ سازی و حیلہ پردازی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اور نہ ان کا گروہ نیا تھا۔ وہ تو جا و بیجا۔ زیبا و نازیبا فتنے پیدا ہی کیا کرتے تھے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ مسلمان کیسے تھے اور انکا رسوخ بالایمان کیسا تھا کہ وہ اس سادہ لوحی سے انکے چکموں میں آجاتے تھے۔

تبوک کی طرف لشکر اسلام کی روانگی

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار کی جمعیت لیکر جس میں بقول شبلی صاحب دس ہزار گھوڑے تھے۔ مدینہ منورہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے شہر کا انتظام سباع ابن عرفطہ انصاری کو سپرد ہوا۔ (طبری) اور جناب علی مرتضیٰ کو اہل بیت کی حفاظت و نگرانی پر مامور فرمایا۔

یہ سفر بہ تکلیف راہ قلت زاد و رواحلہ کے اعتبار سے کمال اذیت کا سفر تھا۔ راہ تمام سنگلاخ پہاڑوں اور دروں میں کوسوں منزلیں طے کرنی تھیں۔ کوسوں چلے جائیے منزلوں طے کر دیجئے لیکن پانی کا کہیں نشان نہیں صاحب رحمۃ للعالمین لکھتے ہیں۔ لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ اٹھارہ شخصوں کے لیے ایک اونٹ مقرر تھا رسد کے نہونے کی وجہ سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سوج آئے۔ پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں۔ اونٹوں کو اگرچہ سواری کے لیے پہلی ہی سے کم تھے۔ ذبح کر کے انکے امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔ (ترجمہ بحوالہ مدارج النبوۃ صـ ۱۴۲)

ابھی لشکر اسلام حوالی مدینہ ہی میں تھا کہ منافقین مدینہ نے حضرت علی مرتضیٰ کے مدینہ میں رہجانیکے فتنہ انگیز اسباب بیان کرنے شروع کر دئے۔ صاحب رحمۃ للعالمین نے انکو ان الفاظ میں لکھا ہے۔

اعلان حیثیت منزلت

ابھی تبوک کے راستہ ہی میں تھے کہ علی مرتضیٰ بھی پہونچ گئے معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علی کو چڑھانے اور بھبتیاں اڑانے لگے۔ کوئی کہتا کہ نعوذ باللہ بوجھ سمجھکر چھوڑ دیا۔

کوئی کہتا ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتون سے شیر خدا کو غیرت آئی۔ وہ منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے نبی صلعم کی خدمت مین پہونچ گئے۔ لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤن متورم تھے اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی صلعم نے دیکھا تو فرمایا الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی ــ علیؑ کیا تم اس پر راضی نہین ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسا کہ موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہین ہے۔ یہ سنکر حضرت علےؑ مرتضیٰ خوش و خرم مدینہ کو واپس گئے ص ۴۲۱ بحوالہ بخاری۔

یہان ایک امر کا صاف کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ پھر جناب علیؑ مرتضیٰ بھی منافقین کے جکمون مین آ گئے اور مدینہ سے فرودگاہ نبوی تک دوڑ گئے جب آپکا طرز عمل بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے تو پھر دوسرون کے طرز عمل پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے وہ بھی منافقین کی باتون مین پڑکر مدینہ مین بیٹھ گئے۔ یا ذرا سے فقرے مین مدینہ سے لشکرگاہ تک دوڑ گئے۔

یہ بالکل منافقانہ وہم ہے اول حضرت علی کے مدینہ مین رہجانے اور دوسرون کے گھر بیٹھ رہنے مین بڑا فرق ہے جناب علیؑ مرتضیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم و اجازت سے مدینہ مین رہگئے تھے۔ گویا آپکے بٹھلائے ہوئے بیٹھے تھے ان کے خلاف دوسرے لوگ بلا حکم و رضائے رسولؐ غرض دنیا سے گھر مین چھپ رہے تھے۔ یا منافقین کے بٹھلانے سے گھرون مین بیٹھ رہے تھے۔

بخاری صاحب ہون یا شبلی صاحب۔ یا انکا ایسے کسی صاحب کو ایسی کیا پڑی ہے کہ حضرت علیؑ کی نسبت اصل حقیقت کی تلاش کرے۔ علیؑ کی حقیقت حالی اون کے لئے وبال ہے لیکن اگر ان حضرات کی آنکھین اس طرف سے بند تھین تو بہتون کی کھلی تھین اور وہ حقیقت و اصلیت کا ہر دم مشاہدہ فرما سکتے تھے مگر یہ امور انکے دیکھنے کے قابل ہی نہین تھے بہرحال اب تو دیکھئے جناب علیؑ مرتضیٰ کو بعد و حکم ہی کے وقت منافقین کی اس طعن و تشنیع کا خیال آیا اور آپنے اسی وقت آنحضرت صلعم کی خدمت مین اسکو عرض کر دیا تھا۔ پڑھیے امام نسائی کی مفصلۂ ذیل عبارت۔

عن سعد قال خرج رسول اللہ صلعم
فی غزوۃ تبوک وخلف علیا فقال
اتخلفنی فقال اما ترضی ان تکون
منی بمنزلۃ ھارون من موسےٰ

سعد (ابن ابی وقاص) سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم غزوہ تبوک کے قصد سے روانہ ہوئے تو آپنے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو مدینہ مین چھوڑا حضرت علیؑ کہنے لگے یا رسول اللہؐ کیا آپ مجھے یہین چھوڑ جائینگے آپنے فرمایا کہ اے علیؑ کیا

الا انہ لا نبی بعدی

بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۶۹

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے اوس منزلت پر ہو جس منزلت پر موسیٰ کیلئے ہارون تھے سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے

اس سے زیادہ تفصیل امام حاکم نے مستدرک میں کی ہے۔

عن علی قال ان رسول اللہ صلعم فعزم علی ان اخلفت قبل ان نتکلم قال فبکیت فقال رسول اللہ ما یبکیک یا علی قلت یا رسول اللہ خصال غیر واحد تقول قریش ما اسرع ما تخلف عن ابن عمہ وخذلہ ویبکینی خصلۃ اخری کنت ارید ان اتعرض للجہاد فی سبیل اللہ فکنت ارید ان التعرض للاجر ویبکینی خصلۃ اخری کنت ارید ان التعرض بفضل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اما قولک تقول قریش ما اسرع ما تخلف عن ابن عمہ وخذلہ فان لک لی اسوۃ قد قالوا ساحر وکاھن وکاذب اما قولک التعرض للاجر اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی واما قولک التعرض بفضل اللہ ھذا ابہاز من فلفل جاءنا من الیمن فبعہ واستمتع بہ انت وفاطمۃ حتی یاتیکم اللہ من فضلہ فان المدینۃ لا تصلح الا بی او بک اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال ھذا حدیث صحیح الاسناد والبزاز وابوبکر العاقولی فی موائدہ وابن مردویہ وابراھیم بن عبد اللہ الوصابی الیمنی فی الاکتفاء فی فضائل الاربعۃ الخلفاء

منقول از ارجح المطالب صفحہ ۵۰۵

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے وقت اپنی تبوک) مجھے بلایا اور پیشتر اسکے کہ میں کچھ بولوں حضرت نے مجھے قسم دیکر اپنے پیچھے رہنے کا حکم دیا میں رونے لگا حضرت نے فرمایا کیوں روتے ہو اور تمہیں کیا چیز رلاتی ہے میں نے عرض کی مجھے ایک چیز نہیں رلاتی ہے بلکہ بہت سی چیزیں ہیں کل قریش کے لوگ کہینگے کہ حضرت نے اپنے ابن عم سے کسقدر جلد بیزار ہو کر اسکو چھوڑ دیا۔ دوم یہ کہ میں اسلئے روتا ہوں کہ میرا ارادہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے کا ہے اور اجر حاصل کرنے کا ہے سوم یہ کہ میرا ارادہ فضل خدا حاصل کرنیکا ہے پس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو تمنے کہا کہ اسلئے روتا ہوں کہ قریش کے لوگ کہینگے کہ حضرت نے اپنے ابن عم سے کسقدر جلد بیزار ہو کر اسکو چھوڑ دیا پس اسمیں تمہارے لئے میری ایک سنت مقتدا ہے۔ لوگ مجھے بھی ساحر، کاہن اور کاذب کہتے تھے اور تم جو یہ کہتے ہو کہ میں اسمیں شریک ہو کر خدا سے اجر ملنے کا امیدوار تھا تو کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہاری منزلت مجھسے ایسی ہو کہ جیسے ہارون کی موسیٰ سے مگر میرے بعد نبی نہو گا۔ اور تم جو یہ کہتے ہو کہ مجھے خدا کی مہربانی سے غنیمت میں حصہ ملنے کی امید تھی تو یہ سیاہ مرچوں کے بستے جو علاقہ یمن سے آئے رکھے ہیں تم انکو فروخت کرو اور تم اور فاطمہؑ انسے فائدہ اٹھاؤ جہانتک کہ خدا کی مہربانی سے تمہیں غنیمت میں حصے ملے کیونکہ مدینہ کا نظم و اصلاح بغیر میرے یا تمہارے ممکن نہیں حاکم نے اسکو مستدرک میں لکھکر صحیح الاسناد بتلایا ہے و بزار ابوبکر عاقولی نے موائد میں اور ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی الیمنی نے اپنی کتاب مسمیٰ اکتفار فی فضائل الاربعۃ الخلفا میں نقل کیا ہے۔

ارجح المطالب صفحہ ۵۰۵

محدث شیرازی بھی اسکو حسب ذیل الفاظ مختصرہ میں لکھتے ہیں -

بصحت رسیدہ کہ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزم بیرون
رفتن کرد علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ را وراہل خود خلیفہ
گردانید۔ علی بعرض رسانید کہ در ہیچ غزوہ تخلف ننمودہ ام
چگونہ است کہ این نوبت مرامی گذاری فرمود اما ترضی
ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ
لا نبی بعدی اے علیؑ آیا راضی نیستی کہ باشی نسبت
بمن بمنزلہ ہارون نسبت موسیٰ لیکن فرق اینست کہ بعد
از من ہیچکس را مرتبہ نبوت نخواہد بود پس بزوجات مطہرات
خویش فرمود علیؑ را برشما خلیفہ گردانیدم باید کہ سخن ویرا
بشنوید و فرمانبرداری او بجا آورید۔

روضۃ الاحباب ص۴۸۷

بطریق صحیح منقول ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
(غزوہ تبوک مین) باہر جانے کا قصد کیا تو علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ کو اپنے ازواج پر خلیفہ مقرر کیا حضرت
علیؑ نے عرض کی کہ مین آجتک کسی غزوہ سے غیر حاضر
نہین رہا۔ پھر مجھکو کیون چھوڑا جاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے
ارشاد فرمایا کہ کیا تم راضی نہین ہو کہ تمھاری منزلت میرے
نزدیک ویسی ہی ہو جیسے ہارون کی منزلت موسیٰ کے نزدیک تھی
سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی شخص رتبہ نبوت پر فائز نہوگا۔ پس فرماکر
آپنے تمام ازواج طاہراتؓ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ مین نے علی بن
ابیطالب کو تم سب پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ تم سب اوسکی ہدایت کو
سنا کرو اور اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کیا کرو۔

یہ روایتین صاف صاف بتلا رہی ہین کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر مین رخصت ہوتے وقت حضرت علی مرتضیٰ کو یہ ضرورت بتلا کر اور ہدایت فرماکر مدینہ مین رہجانے کا حکم فرمادیا۔ جناب علی مرتضیٰ ضرورت کی اہمیت اور حکم رسولؐ کی مصلحت کو گوش اطاعت سے سنکر مدینہ مین رہ گئے۔ لیکن جناب رسولخدا صلعم کی روانگی کے بعد منافقین سے زیادہ تو ان مسلمین (قریش بروایت حاکم) کی تردید و تکذیب کی ضرورت حضرت علی کو پیش آئی جو محض آرام طلبی و رتن آسانی سے گھر مین چھپے بیٹھے تھے اور آپکے گھر رہ جانے کی صحیح وجوہات مین معنی پہنا رہے تھے۔ یہ منافقین کے فقرے نہین تھے۔ بلکہ ظاہر نما مسلمانون کے حیلے اور طعن آمیز آوازے تھے کیونکہ امام حاکم نے قریش کا لفظ لکھا ہے۔

حضرت علیؑ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام جرف مین پہونچکر لشکر اسلامی سے مل گئے اور جو ضرورت درمدینہ سے آنے کی لاحق حال ہوئی تھی۔ خدمت نبویؐ مین عرض کردی اور جو منزلت آپکی شہنشاہ رسالت کو مدنظر تھی وہ زبان رسالت سے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرادی۔ اسلیئے کہ حدیث منزلت یا استخلاف فی دار الہجرت کے متعلق جو کچھ ارشاد نبوت ہوا تھا۔ وہ دولتسرائے رسالت کے اندر فرمایا گیا تھا۔ سننے والے اسکو خلوت کی باتین یا حضرت علیؑ مرتضیٰ کے مصنوعی اضافات ٹھہراتے۔ اسلیئے ضرور تھا کہ جناب علیؑ مرتضیٰ ان فتنہ پردازیون کی متعددیا نہ افواہون کی خاص زبان رسالت سے عامۃ المسلمین کے سامنے اصلاح فرمادین۔ یہی ضرورت تھی جو

آپ کو مدینہ سے اتنی تکلیف دہی کی باعث ہوئی۔

افسوس تو اس پر آتا ہے کہ تمام ماخذون مین یہ واقعات وحالات پوری اصلیت اور واقعیت کے ساتھ موجود ہین مگر تعصب ہے۔ نفسانیت ہے اور خود غرضی ہے کہ نہ اونکی تصریح کرنے دیتی ہی اور نہ تشریح۔ ہمنے متعدد محدثین کی اسناد سے دونون روایتین لکھدین جو علی رؤس الاشہاد ثابت کر رہی ہین کہ حدیث منزلت اور استخلاف فی دار الہجرۃ دو بار ارشاد فرمایا گیا۔ اول اہلبیت الشرف مین تخصیص کے خاص طریقہ مین۔ دوسری بار۔ مقام جرف مین اعلان عام کی صورت مین۔

حضرت ابوذر کی سعی فی الجہاد

ہم اپنے سلسلہ بیان مین لکھ چکے ہین کہ بہت سے مومنین مخلصین حقیقتاً اپنی غایت مجبوری سے پیچھے رہ گئے تھے جس طرح کعب بن مالک۔ جن کا پورا حال ہم غزوہ تبوک کے خاتمہ مین لکھین گے۔ پیچھے رہجانے والون مین حضرت ابوذر غفاری رضؓ بھی تھے۔ ان کے زاہدانہ حالات وعادات اور درویشانہ واقعات حیات سے کون مسلمان واقف نہین ہی۔ خیریت سے ان کے پاس اونٹ تھا۔ لیکن آقا کی حالت جب فاقون سے درست نہین تھی تو ناقہ کو کون پوچھتا ہے یہ غریب آنحضرت صلعم کی روانگی کے بعد اوسی لاغر اور کمزور اونٹ پر لشکر کے ہمراہ چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوج سے کوسون دور ہوگئے۔ تاریخ الخمیس مین ہے۔

نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بعض منازلہ فنظر ناظر من المسلمین فقال یا رسول اللہ ص ھذا رجل یمشی فی الطریق وحدہ فقال صلعم کن ابا ذر فلما تاملہ القوم قالوا یا رسول اللہ ھو واللہ ابوذر فقال رسول اللہ صلعم رحم اللہ ابا ذر یمشی وحدہ ویموت وحدہ

رسول مقبول صلعم اثنائے سفر مین منزل گزین تھے کسی صحابی نے دور سے ایک مرد کو آتے ہوئے دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم کوئی شخص اکیلا اور پیادہ آرہا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذر رضؓ ہین لوگون نے بغور وتامل دیکھکر کہا۔ یا رسول اللہ خدا کی قسم وہی ہین ابوذر رضؓ آپنے ارشاد فرمایا۔ خدا ابوذر رضؓ پر رحم فرمائے۔ وہ جس طرح بحالت بیکسی وتنہائی اس وقت آرہا ہے اسی طرح بحالت تنہائی وبیکسی وفات بھی پائیگا۔

حضرت ابوذر رضؓ کا بحالت بیکسی وتنہائی آنا تو معلوم ہوگیا لیکن بیکس وتنہا ہوکر ان کا دنیا سے جانا جس کی پیشین گوئی زبان رسالت سے کی گئی ہے۔ وہ بھی سن لیا جائے۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

حضرت ابوذر رضؓ کے خاتمہ حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضؓ سے اصل

پرسید۔ ابوذر چہ حال داری۔ پس قصۂ شتر را بعرض رسانید۔ آن سرور فرمودہ بدرستیکہ تو از جملہ اعزا اہل منی کہ تخلف نمودہ اند۔ بہر گامے کہ بر گرفتی بسوئے ما خداوند تعالیٰ گناہے از تو در گذرانا دو گویند در زمان خلافت امیر المومنین عثمان بن عفان۔ ابوذر رضی اللہ عنہ را بجہت مصلحت از مدینہ بیرون کردند بربذہ فرستادند در آن منزل می بود تا وقت وفاتش در رسید و در آن وقت وفاتش پیش او کسے بنو والا زن و غلام بود وصیت کرد ایشان را کہ چون مرا بشوئید و در کفن پیچید و جمعے از شتر سوار کہ اول شما را برسند بگوئید کہ این ابوذرؓ است مصاحب پیغمبر ما را اعانت نمائید در دفن او چون وفات یافت بموجب وصیت او عمل نمودند اول جماعتے کہ بایشان رسید عبد اللہ بن مسعود بود کہ با گروہے از اہل عراق بعمرہ گزاردن می رفتند جنازہ را بر سر راہ دیدند غلام برخاست و گفت این ابوذرؓ است مصاحب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعانت نمائید ما را در دفن او عبد اللہ بن مسعود باواز بلند در گریہ شد و گفت صدق رسول اللہ تمشی وحدک وتموت وحدک وتبعث وحدک فرود آمدند ونماز بروے گزاردند و دفن کردند۔ ص ۴۹۳ لکھنؤ

حال پوچھا۔ تو اُنہوں نے اونٹ کی کیفیت کہی سنتے فرمایا کہ جو لوگ کہ پیچھے رہگئے ہیں اُن میں تو مجھکو سب سے زیادہ عزیز ہے اور ہر قدم کیلئے جو تو نے اس طرف آنے میں اٹھایا ہے خدا نے تیرا ایک گناہ بخشدیا ہے اور منقول ہے کہ امیر المومنین عثمان بن عفان نے اپنے زمانۂ حکومت وخلافت میں مصلحت وقت کی وجہ سے ابو ذرؓ کو مدینہ سے ربذہ کی طرف نکال دیا تھا اور یہ وہین سکونت پذیر ہوگئے تھے یہانتک کہ اونکی وفات کا زمانہ آگیا اور اُنکے پاس سوائے اونکی بی بی اور ایک غلام کے کوئی دوسرا شخص نہین تھا۔ اُنھوں نے اپنے غلام سے وصیت کردی تھی اور کہدیا تھا کہ میری میت کو غسل دیکر اور کفن پہنا کر شارع عام پر رکھدینا اور شتر سواروں کا جو پہلا گروہ اودھر سے گذرے اوس سے کہنا کہ یہ ابو ذر غفاری صحابی رسول اللہ صلعم کی میت ہے آپلوگ انکے دفن مین میری اعانت کرین چنانچہ جب اُنکی وفات ہوگئی تو اُس غلام نے حسب وصیت عمل کیا میت کو غسل دیکر اور کفن پہنا کر سر راہ لاکر رکھدیا شتر سواروں کا پہلا گروہ جو اودھر سے آیا وہ عبد اللہ بن مسعود صحابی رسول صلعم کا تھا اُنکے ہمراہ اور لوگ عراق سے بقصد ادائے عمرہ آئے تھے۔ غلام نے بڑھکر ان لوگوں سے کہا کہ یہ ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ صحابی جناب رسول خدا صلعم کی میت ہے آپلوگ انکے دفن مین میری اعانت فرمائین یہ سنکر عبد اللہ بن مسعود باواز بلند رونے لگے اور فرمانے لگے جناب رسول مقبول صلعم نے سچ فرمایا تھا کہ ابوذرؓ تنہا آیا ہے تنہائی مین مریگا اور تنہا ہی قبر سے اوٹھایا جائیگا۔ تمام لوگ اوتر پڑے میت پر نماز پڑھی اور مدفون کردیا

ابوخیثمہ کے حالات

ایسا ہی واقعہ ابوخیثمہ کا بھی ہے۔ محدث شیرازی لکھتے ہیں۔

ابوخیثمہ بعد از چند روز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفتہ بود روزے بخانہ خود در آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی تبوک سے چند روز بعد ابوخیثمہ ایکدن اپنے گھر مین آئے وہ دن بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ گرم تھا

روز بغایت گرم بود او دو زن داشت و زنان وے
ہر یک بر در عریش ایستادہ آن را رفتہ و آب زدہ
و کوزہائے آب سرد مہیا داشتہ و طعام نیکو ترتیب
دادہ بودند ابوخیثمہ از بیرون آمدہ بر در عریش
ایستاد و در روئے زنان خود دید آن ترتیب
ملاحظہ نمود و گفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم
در بیابان و شدت حرارت و آفتاب و بادہائے گرم
راہ می رود و ابوخیثمہ در سایہ آب خنک و آب سرد
و طعام متلذذ میشود و با زنان خوبرو معاشرت کند
این از انصاف بغایت دور است بخدا سوگند کہ در
ہیچ کدام ازین دو عریش در نیایم تا زمانیکہ
پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ملحق نشوم ۔ پس
مقدارے طعام برائے زاد راہ برداشت و شتر
خویش را پیش کشید و زاد راہ بر آن بار کرد و بیرون رفت
ہر چند زنان وے با وے سخنہا گفتند با ہیچ یک تکلم ننمود
و از عقب آنحضرت صلعم روان شد و در منزل تبوک
با آنحضرت صلعم ملحق شد و قصہ آمدن را بعرض رسانید
سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم دعائے خیر
در شان وے فرمود ۔

روضۃ الاحباب صفحہ ۴۹۳

اونکی دو بیبیاں تھین ۔ دیکھا کہ وہ دونون بیبیان کوٹھے پر
بیٹھی ہین اور اسکو جھاڑ دیکر اور پانی چھڑک کر خوب صاف
ستھرا اور ٹھنڈا کر رکھا ہے اور لذیذ و خوشگوار کھانے پکا رکھے
ہین ۔ ابوخیثمہ یہ سامان دیکھکر کوٹھون کے دروازون ہی پر کھڑے
کے کھڑے رہگئے ۔ اور اپنی بیبیون کے چہرون کو غور سے
دیکھنے لگے اور دل مین کہنے لگے کسقدر شرم اور افسوس کا
مقام ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تو اس صعوبت
طپش اور جہان سوز گرمیون مین دشت و صحرا مین بادیہ پیمائی
کرتے ہون اور مین سایہ مین بیٹھکر ٹھنڈے پانی اور لذیذ و
پرتکلف کھانون سے لطف اوٹھاؤن اور حسین عورتون
سے معاشرت کرون یہ انصاف اخلاق سے قطعاً بعید ہے
خدا کی قسم ہے کہ مین ان دونون کوٹھون مین سے کسی کوٹھے کے
اندر قدم نہین رکھونگا تا وقتیکہ جناب رسولخدا صلعم سے ملحق
نہو جاؤن ۔ پس نہایت اختصار کے ساتھ اون کھانون مین سے
توشہ سفر کے لئے ہمراہ رکھ لیا اور اونٹ پر سوار ہوکر اور سامان سفر
پیچھے باندھکر روانہ ہوا ۔ اونکی بیبیون نے ہر چند چاہا کہ اوس سے
کچھ باتین کرلین لیکن اوسنے نہ انکی سنی نہ اپنی کہی اور مدینہ سے نکلکر
آنحضرت صلعم کے تعاقب مین روانہ ہوا یہانتک کہ مقام تبوک مین
پہونچکر شرف زیارت سے مشرف ہوا اور حقیقت حال خدمت مبارک
مین عرض کردی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اوسکے دعائے خیر سے یاد و ارشاد فرمایا

تبوک مین نزول جلال
عبداللہ ذوالبجادین کا
خاتمہ احوال

نہین معلوم شبلی صاحب کو کون سی عجلت اور کون سی ضرورت مجبور کر رہی
تھی کہ آپ نے ان تمام اخلاص مندون کے حالات کو جو ان کی وفاداری
اور خلوص و عقیدت کے بے نظیر کارنامے ہین ۔ قلم انداز فرمادیا اور نہین معلوم
کہ ایک واقعہ نگار کی حیثیت مین آپ کی یہ فروگذاشت کہان تک مسلمانون مین پسندیدہ سمجھی جائیگی

تمام قدیم ماخذون مین یہ واقعات مرقوم ہین۔ آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ اون بزرگوارون نے کس ضرورت وافادہ سے ان حالات کی نقل کو ضروری سمجھا تھا اور آپ نہین سمجھتے۔ اسی سے ناظرین کتاب آپکی عجلت تالیف اور ان کی صلاحیت واطمینان تالیف کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہین۔

بہرحال۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے سنگلاخ اور ناہموار ودشوار راستون سے لشکر کو لے جانا ہوا جسکا اتفاق نہ آپ کو اور نہ آپکے لشکر کو اس وقت تک ہوا تھا۔ اثنائے سفر مین اون پہاڑون سے گذرنا ہوا جو قوم عاد وثمود کے مسکن قدیم تھے۔ ان مقامات مین پہونچکر آنحضرت صلعم نے لشکر کو نہایت تیزی سے گذر جانے کا حکم دیا اسلئے کہ خداوند قہار کے نزول قہر وعذاب کے یہ خاص مقامات تھے۔

تبوک مین نزول اجلال ہوا تو غریب عبد اللہ ذوالبجادین کو حسب الارشاد آنحضرت تپ آئی تپ کیا آئی طلب آئی۔ وعدہ پورا ہو گیا۔ اوسی تپ مین وہ جان بحق تسلیم ہوگئے۔ شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کی اسناد سے صاحب رحمۃ العلمین لکھتے ہین۔

رات کا وقت تھا۔ بلال کے ہاتھ مین چراغ تھا۔ ابوبکر وعمر عبد اللہ کی لاش کو لحد مین رکھ رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اون کی قبر مین اترے تھے۔ اور ابوبکر وعمر سے فرما رہے تھے۔ ادبا الی اخاکما (اپنے بھائی کا آداب احترام ملحوظ رکھو) آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے قبر پر اینٹیں رکھین اور پھر دعا مین یون فرمایا۔ مین آج کی شام تک اس سے خوشنود رہا ہون تو بھی اس سے راضی وخوشنود رہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین۔ کاش اس قبر مین دبا دیا جاتا۔ رحمۃ صفحہ ۱۴۷

مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۴۲۳

تبوک تک کا سفر بیکار نہین گیا تبوک تک کی زحمت سفر بیکار نہین گئی۔ اہل شام مسیحی حکمران اور عیسائی اقوام کی وہ ہمتین سست اور ارادے پست ہوگئے۔ جو دار الاسلام مدینہ پر فوج کشی اور حملہ آوری کے نسبت رکھتے تھے۔ لشکر اسلام کی جمعیت وکثرت۔ جرات وہمت نے کہ اتنی دور دراز سفر کی مصیبت کاٹ کر یہان تک چلے آئے۔ اونکے کلیجے پانی کردیے۔ نتیجہ یہ ہوا جیسا کہ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین۔

فلاڈلفیا (Philadelphia) کا قدیم کلیسا جسکا ذکر مکاشفات یوحنا باب ۳ درس ۷ و ۱۳ مین ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا۔ عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک مین اسکے کھنڈر پائے گئے ہین

زمانہ نبوت مین یہان عیسائی قومین آباد تھین۔ اسلئے ایام قیام تبوک مین ان اقوام مین۔ تبلیغ اسلام بھی کی گئی۔ اور اون سے معاہدات بھی کئے گئے۔

عیسائی قومون کی خاص عایت

عیسائیت پر قائم رہنے والی قومون کو مذہب کی آزادی دیدی گئی۔ اور اونکی جان و مال کی حفاظت کا ذمتہ اسلام نے اپنے ذمتہ لے لیا۔ یہ وہی عہدنامہ مقدس ہے جو عیسائیونکے پاس ابتک محفوظ ہے اس طرف چھوٹی چھوٹی ریاستین بھی عیسائیون کی تھین مثلاً اکیدر دومۃ الجندل مین حکمران تھا اور یوحنا ایلہ کا فرمانروا تھا۔ اسلام نے ان ریاستون کو اپنی حالت پر قائم رکھا۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے اور آزاد قبائل تھے انکو بھی انکی حالت پہ قائم رکھا گیا ان معاملات مین جس فیاضی بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا وہ آجتک تمام دنیا کا مسلمہ ہے عیسائیون نے یروشلم اور خدا کا نیا نام جس کا ذکر مکاشفات باب ۳ درس ۱۲ مین ہے۔ اسی جگہ سُنا تھا۔ اکیدر۔ والی دومۃ الجندل نے جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر۔ جزیہ دینا منظور کیا پھر معاہدے کے بعد مسلمان ہو گیا۔ رحمۃ حاشیہ صفحہ ۱۴۳ محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب مین بھی ان حالات کو پوری تفصیل سے لکھا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹ شبلی صاحب بھی اسکی تفصیل مین حسب ذیل رقمطراز ہین۔

تبوک پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس دن تک قیام فرمایا ایلہ کا سردار جس کا نام یوحنا تھا حاضر خدمت ہوکر اپنے جزیہ دینا منظور کیا ایک سفید خچر بھی نذر مین پیش کیا جسکے صلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو ردائے مبارک بھی عنایت فرمائی جربا اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی دومۃ الجندل جو دمشق سے پانچ منزل ہے وہان ایک عربی سردار جسکا نام اکیدر تھا قیصر کے زیر اثر تھا آنحضرت صلعم نے خالد کو چار سو کی جمعیت کیساتھ اسکے مقابلہ کیلئے بھیجا خالد نے اسکو گرفتار کیا اور اس شرط پر رہائی دی کہ خود دربار رسالت مین حاضر ہوکر شرائط صلح پیش کرے چنانچہ وہ اپنے بھائی کیساتھ مدینہ مین آیا آپنے اسکو امان دی جلد اول ص ۱۴۱

تبوک سے واپسی واقعہ عقبہ۔ رسول کی ہلاکت کی ترکیب

ہم ابتدا مین لکھ آئے ہین کہ تبوک کی زمین۔ وہان کا سفر مسلمانون کے خلوص فی الایمان اور استقلال فی الاسلام کی آماجگاہ تھا۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ منافقین کے اغوا و فتنہ انگیزی سے یا فطرت کی ناہمواری و شورش خیزی سے۔ بہت سے دولتمند اور آرام پسند مسلمانون کے دل مین عرب کی قدیم آزادی۔ نافرمانی اور مطلق العنانی کی ہوا سما گئی تھی۔ جیسا کہ آغاز واقعات سے مترشح ہو رہا ہے۔ چنانچہ اسکا اظہار تبوک سے واپسی مین نہایت شرمناک طریقہ سے ہوا۔ سامان اس قیامت کا تھا اور سازش اس بلا کی تھی کہ خدانخواستہ جان رسالت کا خاتمہ ہی ہو گیا تھا لیکن حافظ حقیقی اپنے رسول کی مقدس جان کا

محافظ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بال بال بچ گئے لیکن منافقین اسلام کی ظاہر نما عقیدت دخلوص کا پردہ فاش ہوگیا۔ لیکن اسپر بھی رحمت عالم نے اپنی رحمت ہی کی شان دکھلائی۔ منافقین مسلمین اور مار آستین معتقدین کو صریحاً جان کر اور پہچان کر بھی نہ بتلایا۔ محدث شیرازی کی زبانی پوری تفصیل حسب ذیل ہے۔

شبے در اثنائے مراجعت عقبہ پیش آمد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منادی را فرمود تا ندا کرد کہ ہیچکس برین عقبہ بالا نرود تا زمانیکہ رسول اللہ ازین عقبہ نگذرد پس آنحضرت با حذیفہ بن الیمان عمار یاسر بر عقبہ برآمدند و حذیفہ مہار شتر را گرفتہ بود و می کشید و عمار از عقب شتر را می راند و حذیفہ گوید ناگاہ دیدم دوازدہ سوار روبرو است چہاردہ سوار را دیدم کہ متوجہ آن شدند آن سرور را ازان حال متنبہ کردم۔ بانگے بر ایشان زد ہمہ ہا گریختند و روایتے آنکہ عمار پیش رفت و سر روئے شتر ایشان را میزد و بعد ازان فرمود شناختید این قوم را گفتیم نا یا رسول اللہ روہائے خود را بستہ بودند گفت اینہا جماعتے ہستند کہ در برین عقبہ مزاحم من بشوند و شتر مرا رم دہند تا بیفتم و مرا بقتل آورند گفتیم یا رسول اللہ پس چرا نمی فرستی بعشیرہ و قبیلہ ہر یکے از آنہا تا سر را بریدہ نفرستند تو بفرستند فرمود خوشم نمی آید کہ عرب گویند محمد بر افقت قومے با دشمنان خویش مقاتلہ نمود تا بر ایشان ظفر یافت آنگاہ آن قوم را بقتل آورد و بعد ازان فرمود بار خدایا ایشان را برحمت دبیلہ گرفتار کن گفتیم یا رسول اللہ دبیلہ چیست۔ فرمود شعلہ آتش کہ در دل ایشان

تبوک سے مراجعت فرماتے ہوئے ایک رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک گھاٹی ملی آپنے منادی سے کہکر ندا کروا دی کہ کوئی شخص اس گھاٹی سے پار نہ ہوئے جبتک رسول اللہ صلعم پار نہولیں۔ پھر آپ حذیفہ بن الیمان اور عمار یاسر کے ہمراہ اوس گھاٹی پر کے حذیفہ آپکے اونٹ کی مہار تھامے تھے اور عمار یاسر اوسکو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ حذیفہ کا بیان ہیکہ اس میان مین مین نے بارہ آدمیون کو دیکھا اور ایک روایت کے موافق ۱۴ آدمیون کو دیکھا حذیفہ کا بیان ہیکہ وہ ہملوگون کی طرف بڑھے آرہے تھے۔ ہمنے آنحضرت صلعم کی خدمتمین اطلاع کی آپنے بلند آواز سے اونکو ڈانٹا اور وہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوے اور ایک روایت مین یہ آیا ہے کہ عمار نے آگے بڑھکر اون لوگون کے مُنھ پر مارا بھی اُسکے بعد آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ تملوگون نے ان لوگون کو پہچانا۔ یا نہین ہملوگون نے عرض کی۔ ہمنے تو نہین پہچانا اسلئے کہ وہ اپنے منھ کو چادر سے چھپائے تھے آپنے ارشاد فرمایا کہ وہ جماعت ہے جو قیامت تک منافق رہیگی اور کیا تملوگون کو معلوم ہے کہ یہ اپنے دل مین کیا قصد رکھتے تھے۔ ہملوگون نے عرض کی نہین ہمین تو معلوم نہین ارشاد فرمایا ان لوگون کا قصد تھا کہ اس گھاٹی مین میرے مزاحم ہون میرے اونٹ کو بھگا دین تا کہ مین اونٹ سے گر جاؤن اور یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالین یہ سنکر ہملوگون نے عرض کی کہ پھر آپ ان لوگون کے قوم و قبیلے کے پاس کیون نہین

افتد و ہلاک سازد۔ آنگاہ نامہائے ایشان و
نامہائے پدر ایشان با حذیفہؓ و عمارؓ گفت
و امر فرمود ایشان را کہ از مردم پوشیدہ
دارند و آن قوم را رسوا نسازند بیہقی رحمۃ
اللہ علیہ گوید گواہی میدہد بصحت این قصہ
آنچہ مسلم روایت کردہ از طریق ابو الطفیلؓ
کہ گفت میان مردے از اہل عقبہ و
میان حذیفہؓ بن الیمان گفتگوے واقع
شد آنمرد گفت سوگند میدہم ترا بخدا
کہ بگو کہ اصحاب عقبہ چند کس بودند حضار
مجلس گفتند اے حذیفہؓ بگو چون ترا سوگند
میدہد گفت ما را خبر دادند کہ ایشان
چہاردہ کس بودند اگر تو از جملہ ایشان بودہ
پانزدہ نفر بودہ باشند سوگند میخورم
بخدا کہ دوازدہ کس از ایشان دشمن خدا و
رسولؐ اند در دنیا و در روز قیامت
و سہ کس از انجملہ اعتذار نمودند کہ ندائے
منادی آنحضرت صلعم بسمع ما نرسید
و از آنچہ آن جماعت منافق ارادہ
کردہ بودند خبر نداشتیم۔ پیغمبر صلی اللہ
علیہ و آلہ ایشان را معذور داشت
و ایضاً مسلم از طریق عمار یاسر روایت
می کند کہ گفت حذیفہ مرا خبر دار گردانیدہ
کہ حضرت صلعم فرمودہ کہ درمیان اصحاب من

کہلا بھیجے کہ ان لوگون کے سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیجدین جب یا
رسولخداؐ نے فرمایا کہ یہ امر مجھے پسند نہین ہی کہ تمام عرب کہنے لگین کہ
محمدؐ نے پہلے تو ایک قوم کو ساتھ لیکر اپنے دشمنون کا مقابلہ کیا اور
دشمنون پر فتح پا جانے کے بعد پھر اسی قوم کو قتل کروا دیا اسکے بعد
آپنے بارگاہ الٰہی مین دعا کی کہ اس قوم کو عذاب دبیلہ مین گرفتار
کر۔ لوگون نے عرض کی کہ دبیلہ کس قسم کے عذاب کا نام ہی
ارشاد ہوا کہ یہ شعلہ اندرونی ہی جو انسان کے دل مین پیدا ہو کر
اسکی ہلاکت کا باعث ہوتا ہی اسکے بعد آپنے اُن تمام لوگون کے نام
بقید ولدیت عمارؓ اور حذیفہ کو بتلا دیے اور حکم فرما دیا کہ انکے نام
کسی کو نہ بتلائین اور اونکو رسوا نہ کرین امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہین کہ اس واقعہ کی صحت پر صحیح مسلم کی یہ روایت صاف دال
ہے کہ ابو الطفیل سے مروی ہے کہ انھین اہل عقبہ مین سے
ایک آدمی اور حذیفہ بن الیمان کے ابین کچھ گفتگو واقع ہو گئی
اوس آدمی نے حذیفہ سے کہا ہم تمھین خدا کی قسم دیکر پوچھتے
ہین کہ بتلاؤ تو اہل عقبہ شمار مین کتنے آدمی تھے حاضرین نے
حذیفہ سے کہا کہ جب یہ شخص تمھین قسم دیتا ہی تو اب تمھین بتلا دینا
ضرور ہے حذیفہ نے کہا خدا کی قسم ہی وہ ۱۴ شخص ہین اگر تو بھی
انہین داخل تھا تو اونکی تعداد پندرہ کی تھی خدا کی قسم اُن
مین سے بارہ شخص تو دنیا و آخرت مین خدا و رسول خدا صلعم
کے دشمن ہین ان مین سے تین آدمیون نے معذرت کی کہ
آنحضرت صلعم کے منادی کی ندا اونھون نے نہین سنی تھی یہ سنکر
حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انھین معذور سمجھکر
چھوڑ دیا اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت مین عمار یاسرؓ
سے منقول ہی کہ حذیفہؓ بن الیمان نے مجھسے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم

دوازدہ منافق اند کہ در دے بہشت نخواہند دید و بوئے آن نخواہند شنید تا زمانیکہ شتر در سوراخ سوزن در رود و ہشت کس از ایشان بزحمت دبیلہ گرفتار خواہند شد شعلہ از آتش درمیان شانہائے ایشان ظاہر بشود و از سینہ ہائے ایشان سر بزند و از جہت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در شان حذیفہؓ می گفتند صاحب السر الذی لا اعلمہ الا غیرہ حضرت صلعم گاہے کہ فضائل اصحاب بیان فرمودے گفتے اعلمہم بشان المنافقین حذیفہ گوید بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گاہے کہ جنازہ حاضر شدے عمر بن خطاب ناظر حذیفہؓ بودے اگر وے بر آن جنازہ نماز گزاردے عمر نیز گذاردے واگر حذیفہؓ حاضر نہ شدے یا نماز نگذاردے عمر نیز نماز نگزاردے۔

روضۃ الاحباب صـ۴۹۱

بیان فرماتے تھے کہ میرے اصحاب میں بارہ آدمی ایسے منافق ہیں کہ وہ بہشت کا منھ نہ دیکھینگے اور نہ اسکی بو سونگھینگے تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل نہ جائے یعنی اون کا بہشت میں جانا ایسا محال ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں اونٹ کا پیٹھنا اور آٹھ آدمی ان میں ایسے ہیں جو عذاب دبیلہ میں گرفتار ہونگے۔ ایک شعلہ اندرونی اونکے سینوں میں مشتعل ہوجائیگا انھیں امور کی اطلاع رسانی کے باعث صحابہ کبار حذیفہ بن الیمان کی نسبت کہا کرتے تھے۔ کہ یہ ان اسرار کے جاننے والے ہیں جنکو سوائے انکے کوئی دوسرا نہیں جانتا اور خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صحابہ کے فضائل بیان فرماتے تھے۔ تو حذیفہ کے متعلق اتنا فرماتے تھے کہ یہ منافقین کے عیوب کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور مروی ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کے جب کسی کا جنازہ نماز کیواسطے لایا جاتا تھا تو حضرت عمر دیکھا کرتے تھے کہ اس جنازہ میں حذیفہ شریک ہیں یا نہیں اگر حذیفہ شریک ہوتے تو حضرت عمر اوس جنازہ کی نماز پڑھتے۔ اگر وہ شریک نہوتے تو نماز نہیں پڑھتے۔

حضرت عمر اور منافقین کے ناموں کی ہمیشہ فکر و تلاش

حضرت عمر کو ان منافقین کے نام معلوم کرنے کی ہمیشہ تلاش رہی خدا جانے کیوں؟ حذیفہ بن الیمان سے بارہا خلوت و جلوت میں ان منافقین کے نام پوچھا کرتے تھے۔ آخر ایک مرتبہ کھل پڑے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

کان (عمر) یسأل حذیفۃ یقول لہ انت صاحب سر رسول اللہ فی المنافقین فھل تری علی شیئا من آثار النفاق

جلد ۱ صـ۳۳ نولکشور

حضرت عمر حذیفہؓ سے سوال کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے حذیفہ تم منافقین کے متعلق جناب رسولخدا صلعم کے رازدار ہو۔ بتلاؤ۔ تم مجھ میں بھی کوئی آثار نفاق پاتے ہو۔

مسجد ضرار اور اسکا انہدام آثار

عقبہ کے حالات کو تمام کر کے ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین امت کی زد سے بال بال بچکر مع الخیر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مدینہ کے قریب پہونچکر جب موکب رسالت مسجد ضرار کے پاس پہونچا تو اس نام نہاد مسجد کے بانی آپکے وعدہ کی یاددہانی کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے شبلی صاحب مسجد ضرار کے تفصیلی حالات حسب ذیل قلمبند فرماتے ہیں:

"منافقین ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالدیں اسی خیال میں تھے کہ مسجد قبا کے توڑ (جوڑ) پر وہیں ایک مسجد اس حیلہ سے بنائیں کہ جو لوگ ضعف یا کسی اور وجہ سے مسجد نبوی میں نہ پہنچ سکیں یہاں آکر نماز ادا کیا کریں۔ ابوعامر انصاری جو انصار میں عیسائی ہوگیا تھا اُس نے منافقین سے کہا کہ تم سامان کرو میں قیصر کے پاس جاکر وہاں سے فوجیں لاتا ہوں کہ اس ملک کو اسلام سے پاک کر دے (بحوالہ زرقانی باسناد ابن جریر) آنحضرت صلعم جب تبوک جانے لگے۔ تو منافقین نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد تیار کی ہے آپ چلکر ایک دفعہ نماز پڑھا دیں تو مقبول ہو جائے آپنے فرمایا اسوقت میں مہم پر جا رہا ہوں۔ جب تبوک سے واپس پھرے تو مالک اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ جاکر مسجد میں آگ لگا دیں"

نفس مطلب کا خلاصہ تو اس عبارت سے ضرور ظاہر ہوگیا لیکن تاہم چند امور خاص کی تفصیل اس سے زیادہ ضروری تھی (ابوعامر انصاری کی تفصیل معرفت ضرور قابل لذکر تھی۔ بیمار و معذوروں کی وجہ سے نماز کی ظاہری ضرورت کے علاوہ منافقین کی اس مسجد کی بنا سے جو حقیقی غرض تھی۔ اسکو اشارات کی جگہ تفصیل سے بیان کرنا چاہئے تھا۔ حضرت شیرازی نے ان تمام امور کو پوری تفصیل سے لکھا ہے ہم اسی کے نقل و ترجمہ کو اپنے مدعا کے لئے کافی سمجھکر ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

پیش از آمدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ مدینہ ابوعامر راہب کہ از اشراف قبیلہ خزرج بود دین نصرانیت اختیار کردہ و بہ احکام انجیل و توریت تحصیل نمودہ و طریق عبادت و زہادت پیش گرفتہ و داعیہ ریاست داشت والما

مدینہ میں آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے پہلے ابوعامر جو قبیلہ خزرج کے ممتاز لوگوں میں تھا اس نے دین عیسائی اختیار کر لیا تھا اور علم توریت و انجیل میں اچھی لیاقت و مہارت حاصل کر لی تھی ہمیشہ طریقہ زہد و عبادت میں بسر کرتا تھا اور اپنی قوم و قبیلہ کی ریاست کا بھی دعویدار تھا

وصف ونعت پیغمبر آخر زمان را بر اہل مدینہ می خواند و دعوی میکرد کہ وصف او از جن و انس شنیدہ ام چون آنحضرت صلعم بمدینہ آمد مسلمانان آن خطہ شریفہ چنان شیفتۂ جمال و کمال محمدیؐ شدند کہ برابر وے کاسلے دیگر نداشتند۔ باین سبب منزلے عظیم درکار ابو عامر پید اشد وبنابرین آتش حسد از کانون باطن او شعلہ زد و مردم را از متابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع می کرد۔ باو می گفتند تو نہ آن بودی کہ وصف ونعت او را برا سئے ما تقریر می کردی چگونہ است کہ اکنون مردم را از متابعت وے باز میداری در جواب میگفت کہ این نبیؐ او نیست کہ من می گفتم این مشابہتے باو دارد و آنکہ میگفتم پیدا خواہد شد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم او را بخواند و دعوت اسلام باو نمود وے قبول نکرد و سبیل تمرد وعناد پیمود چنانچہ آیہ کریمہ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ تحقیق احوال و امثال او مینماید وچون اہل اسلام در حرب بدر بر کفار قریش غلبہ یافتند و اسلام قوت گرفت ابو عامر از مدینہ گریخت و بمکہ رفت و کفار قریش را بحرب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ ہمیشہ پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف وتعریف کی بشارتین اہل مدینہ کو پہونچایا کرتا تھا اور یہ دعوی کرتا تھا کہ انکے یہ اوصاف وتعریف ہم نے آدمیون اور جنات سے معلوم کیے ہین جب آنحضرت صلعم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ مین آئے۔ تو باشندگان مدینہ آپکے جمال وکمال کے ایسے شیفتہ وگردیدہ ہو گئے کہ پھر آپکے مقابلہ مین وہ کسی کو کوئی شے نہین سمجھنے لگے اسوجہ سے ابو عامر کے امور مین بہت بڑی کمی آگئی اور اسی سبب سے آپکی طرف سے اسکے دل مین حسد ومخالفت کی آگ بھڑک اٹھی تو ابو عامر اب مدینہ والون کو آپکی متابعت سے منع کرنے لگا۔ لوگون نے کہا کہ تمھین تو ہم سے انکی اتنی تعریفین اور اتنے اوصاف بیان کرتے تھے اور اب تمھین کیا ہو گیا کہ ہم لوگون کو آنکی متابعت سے باز رکھنا چاہتے ہو۔ ابو عامر نے کہا وہ نبی آخر الزمانؐ یہ نہین ہین۔ یہ صرف ان سے مشابہت رکھتے ہین۔ وہ نبی آخر الزمانؐ تو اب پیدا ہونگے۔ ابو عامر کے ان مفسدانہ امور کی خبر جب آنحضرت صلعم کو ملی تو آپنے ابو عامر کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوا۔ آپنے اسے اسلام کی دعوت دی اس نے قطعی انکار کر دیا اور اسی وقت سے حسد ومخالفت اسلام پر آمادہ ہو گیا۔ خدا کے پاس سے جب کتاب انکے لئے اتری تو وہ اسکی تصدیق کرتے تھے اور اس کتاب (قرآن) کی پہلے بھی منکرین سے تعریفین کرتے تھے لیکن جب یہ کتاب (قرآن) انکے پاس آئی تو انھون نے اسکو نہ پہچانا اور اس سے انکار کیا۔ پس کافرون (انکار کرنے والون) پر خدا کی پھٹکار ہو یہ آیہ وافی ہدایہ ابو عامر کے احوال اور اسکے امثال پر شاہد صادق ہی۔ پھر جب بدر کی جنگ مین کفار قریش پر اہل اسلام نے فتح حاصل کی تو ابو عامر مدینہ سے بھاگ کر مکہ پہونچا

دلیر ساخت و در جنگ احد حاضر شد و اول کسیکہ تیر بر لشکر اسلام انداخت وے بود مسلمانان اورا فاسق خواندند و روایتے آنکہ حضرت وے را ملقب بہ فاسق ساخت و دعائے بد بر وے کرد و گفت بار خدایا وے را طرید و وحید بمیران۔

ابو عامر از حرب احد بگریخت و بروم رفت در روایتے آنکہ در حنین نیز حاضر شدہ فرار نمود و نزد ہرقل رفت و ملازم شد و میخواست کہ از وے لشکر بستاند و بجنگ آن سرور صلعم بیاید و این معنی بدیر صورت می بست از آنجا بمنافقان مدینہ از قوم خویش نوشت کہ شما در مقابلہ مسجد قبا در محلہ خویش برائے من مسجدے بسازید کہ چون بہ مدینہ آیم در آن مسجد بافادۂ علوم مشغول بشوم و آن مسجد مارا مرصدے بود تا ہر فکرے کہ در خاطر داشتہ باشیم بفرصت در آنجا بظہور رسانیم پس آن قوم مسجدے بساختند و در ترصیص و استحکام آن سعی نمودند و پیش از توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بغزوۂ تبوک باتمام رسانیدند و چون آن سرور بآن غزوہ بیرون می آمد۔ آمدند و گفتند یا رسول اللہ مسجدے در محلۂ خویش بنا کردہ ایم برائے ضعیفان و بیماران در وقت سرما و بارندگی

اور کفار قریش کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جنگ و محاربہ پر آمادہ و تیار کرتا رہا۔ اور جنگ احد میں کافروں کے ساتھ آیا جس شخص نے سب سے پہلے تیر لشکر اسلام کی طرف پھینکا وہ یہی ابو عامر تھا مسلمان اسکو فاسق کہتے تھے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے اُسکو فاسق کا لقب دیا ہے اور دعائے بد سے اسے یاد کیا ہے اور اسکے لیے ان الفاظ میں دعا فرمائی ہو کہ الٰہی ابو عامر کو پریشانی اور تنہائی کی موت دے۔ جنگ احد سے ابو عامر بھاگ کر روم کے ملک میں چلا گیا اور پھر غزوۂ حنین میں آکر کفار کی طرف سے شریک جنگ ہوا۔ پھر اسی جنگ سے بھاگ کر ہرقل کے پاس پہونچا اور اسکا نوکر ہو گیا۔ اس ملازمت سے اسکی غرض خاص یہی تھی کہ وہ ہرقل سے ایک امدادی لشکر لیکر آنحضرت صلعم سے مقابلہ کرے لیکن اس انتظام و بندوبست میں تاخیر ورکاوٹ تھی اسوجہ سے اس نے منافقین کو لکھ بھیجا کہ تم لوگ مسجد قبا کے آمنے سامنے اپنے محلہ میں مسجد کے نام سے ایک عمارت تیار کرو کہ جب مدینہ میں آؤن تو اسی میں قیام کرون اور افادۂ علوم میں مشغول ہو جاؤن۔ اور وہ مسجد ہمارے لئے وہ مقام قرار پا جائے جہان سے ہم بیٹھ کر اپنے مقاصد دلی کو عملی صورت میں لائیں اور بفراغت انھیں انجام دیدیں چنانچہ اسی کے مطابق انھون نے مسجد کے نام سے ایک عمارت بنائی اور اسکے استحکام و مضبوطی میں خاص طور پر انتظام کیا۔ اور جب آنحضرت صلعم غزوۂ تبوک کی نیت سے روانہ ہو کر اس مقام تک پہونچے تو وہ لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم لوگون نے سردی اور بارش میں بیمارون اور کمزورون کے نماز پڑھنے کے لیے

خاطر ما چنین میخواہد کہ قدم رنجہ فرمائی و نماز گزاردن
آن مسجد را مشرف سازی میخواستند کہ بواسطہ
نماز آنحضرت صلعم در آنجا آبرو استحکام و ثبات
دہند لاجرم انواع چرب زبانی نمودند پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در جواب آن منافقان
فرمود کہ حالا متوجہ غزوہ ایم ان شاء اللہ اگر باز آئیم
در آنجا نماز گزاریم و وقت بازگشتن از غزوۂ تبوک
چون بمنزل ذی اوان کہ از انجا تا مدینہ یکساعت
راہ است رسید اہل مسجد آمدند و استدعا نمودند
کہ وعدہ فرمودہ بودی اکنون وقت وفا بوعدہ است
جبرئیل آمد و این آیہ آورد وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا
ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ
اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط پس آنحضرت مالک
بن الدخشم و معن بن عدی و برادرش عامر بن عدی
را طلبید و گفت بروید بآن مسجد کہ ظالمان بنا کردہ اند
و آنرا بکنید و بسوزانید بموجب فرمودہ روان شدند
و در راہ بہ بنی سالم بن عوف کہ در محلہ مالک بن
الدخشم بود رسیدند مالک با معن گفت ساعتی
صبر کن تا بخانہ خود روم و شعلۂ آتش با خود بیارم
پس رفت و شاخ خرما روشن ساخت و آمد و
دویدہ میرفتند تا بمسجد ضرار و اہل آن مسجد و
بانیان آن آنجا بودند و آتش در آن مسجد زدند

ایک مسجد بنائی ہے ہماری تمنا یہ ہے کہ آپ اس مسجد مین قدم رنجہ
فرما کر اسکو مشرف فرمائین ان کا مدعا یہ تھا کہ آپ کی تشریف
بری سے مسجد کی عظمت بڑھائین اسی بنا پر انھون نے اپنی
استدعا مین بڑی چرب زبانی سے کام لیا آنحضرت صلعم نے
انکے جواب مین ارشاد فرمایا کہ اس وقت تو ایک مہم پر جا رہے
ہین وہان سے واپس آ کر اگر رضائے خدا ہوگی تو ہم اس مسجد
مین نماز پڑھینگے جب غزوہ تبوک سے لوٹ کر آپ منزل ذی اوان
مین پہونچے۔ جہان سے مدینہ منورہ کل ایک گھنٹہ کا راستہ
ہے تو اہل مسجد آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپنے
وعدہ فرمایا تھا اب وعدہ وفائی کا وقت آگیا اسی اثنا مین یہ وحی
نازل ہوئی۔ وہ لوگ جنھون نے ایک مسجد ضرار اور پھوٹ ڈالنے
اور کفر پھیلانے کی غرض سے تیار کی اور اس غرض سے کہ لوگ
پہلے سے خدا اور رسولؐ سے لڑتے ہین۔ انکو ایک کمینگاہ ہاتھ
آئے وہ قسم کھاتے ہین کہ ہمنے صرف بھلائی کی غرض سے ایسا
کیا اور خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہین تم۔ تو کبھی
اس مسجد مین جا کر نہ کھڑا ہو۔ وہ مسجد جسکی بنیاد پہلے ہی دن سے
پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اسمین
نماز پڑھے۔ وہان ایسے لوگ ہین جنکو صفائی محبوب ہے اور خدا
صفائی پسند کرنیوالون کو چاہتا ہے۔ آپنے اسیوقت مالک بن
الدخشم اور معن بن عدی اور ایک روایت کے موافق معن بن
عدی کے بھائی کو حکم دیا کہ اس مسجد مین جا کر جسکو ان ظالمون
نے بنایا ہے کھود ڈالو۔ اور جلا ڈالو چنانچہ حسب الحکم
یہ لوگ روانہ ہوئے اور جب قبیلہ بنی سالم بن عوف مین پہونچے جو مالک
ابن الدخشم کا محلہ تھا تو مالک نے اپنے رفیق معن سے کہا کہ تم

وبکنند صفحہ ۴۹۸ - ۴۹۹　ذرا ٹھہر جاؤ میں اپنے گھر سے جاکر آگ لیتا آؤں میں ٹھہر گئے
اور مالک اپنے گھر جاکر خرمے کی ایک جلتی ہوئی شاخ اٹھا لائے اور پھر یہ دونوں آدمی وہاں سے دوڑتے ہوئے
چلے اور اس مسجد کے پاس پہونچے وہاں اسکے بانیان اور اسکے ہمراہیان موجود تھے۔ ان لوگوں نے اُنکے
سامنے اُسکی عمارت میں آگ لگادی اور پھر اُسکو کھود کر زمین کے برابر کردیا۔

شبلی صاحب کے مجرد اس لکھدینے سے کہ ابو عامر عیسائی تھا اسلام کی صفائی تو نہیں ہوتی۔
بلکہ معترضین کے لئے تعریضات کی اور گنجائش ہو جاتی ہے اسلئے اسکی تفصیل اطوار و کردار لکھکر یہ کھلا دینا
تھا کہ اسکی عیسائیت بھی۔ اب عیسائیت نہیں رہی تھی بلکہ صاف صاف اسلام کی مخالفت اور
بانی اسلام علیہ السّلام کی کھلی کھلی عداوت تھی اُسکے حالات بتلا رہے ہیں کہ وہ ابتدائے ہجرت سے اسوقت
تک اسلام کے درپے آزار تھا۔ بدر۔ احد اور حنین کے متواتر معرکوں میں برابر ناکامیاب رہ کر
اسلام میں پھوٹ ڈالکر گھر کے اندر رہی اندر تباہ کردینے کی یہ اُسکی آخری کوشش تھی۔ جو ہر قل رومی
کے ذریعہ اور منافقین کے وسیلہ سے عمل میں لانا چاہتا تھا۔

اسی طرح صرف مسجد ضرار کے لکھدینے سے پوری توضیح نہیں ہوتی۔ صاف صاف حالات
لکھکر بتلا دینا ضروری تھا کہ اسکا بظاہر مسجد نام تھا ورنہ حقیقتاً وہ ہزاروں مفسدہ انگیزیوں اور فتنہ خیزیوں
کا مقام تھا وہ عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ مخالفین اسلام کی کمینگاہ جیسا کہ خود ابو عامر کے
وہ الفاظ بتلا رہے ہیں جو اوس نے اپنے خط میں منافقین مدینہ کے نام لکھے ہیں۔ لیکن خداوند
عالم ودانا نے اپنے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسکے حقیقی حال سے مطلع فرما دیا اور
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خدا اس مقام فتنہ و فساد کو گروا دیا۔

کعب ابن مالک صحابی کی سرگذشت اور معافی

مسجد ضرار کو مسمار فرما کر آنحضرت صلعم بخیریت تمام مدینہ منورہ میں داخل ہوئے
متخلفین لشکر تبوک حاضر خدمت ہوئے۔ ان میں کعب ابن مالک بھی تھے
کعب اپنا حال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس سفر میں میرا گھر جانا ابتلائے محض تھا۔ ایسا کرنے کا
میرا ارادہ نہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا۔ سفر کا جملہ سامان مرتب تھا۔ عمدہ عمدہ اونٹنیاں میرے پاس
موجود تھیں۔ میری مالی حالت بھی ایسی اچھی تھی کہ پہلے کسی کی ایسی نہیں تھی۔ اس سفر کے لئے
میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کر رکھے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس کبھی دو اونٹ
نہیں ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے۔ اور مجھے ذرا فکر نہ تھی۔ میں نے سوچ رکھا تھا

کہ جس روز کوچ ہو گا میں چل کھڑا ہونگا ۔ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا میں نے کہا خیر میں کل جاؤں گا ۔ دو تین روز اسی سستی اور تذبذب میں گذر گئے اب لشکر اتنا دور نکل گیا تھا کہ اس سے ملنا مشکل تھا ۔ مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا ۔ میں ایک روز گھر سے نکلا ۔ مجھے اُن منافقین کے سوا جو جھوٹے موٹے عذر کرنے کے عادی تھے اور کوئی بھی راستہ میں نہ ملا یہ دیکھ کر میرے تن بدن میں مارے رنج و غم کے آگ لگ گئی ۔ یہ دن بُرے اسی طرح گذر گئے یہانتک کہ نبی صلعم تشریف لائے اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیونکر خدا اور رسولؐ کے عتاب سے بچاؤ کروں لوگوں نے مجھے بعض بہانے بتلائے ۔ مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے میں نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ نبی صلعم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا تبسم خشم آمیز تھا میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے ۔ نبی صلعم نے پوچھا کعب تم کیوں رہ گئے تھے ۔ کیا تمھارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس تو سب کچھ تھا میرے نفس نے مجھے غافل بنا دیا کاہلی نے مجھپر غلبہ کر دیا ۔ شیطان نے حملہ ۔ اور مجھے حرمان و خذلان کے گرداب میں ڈالدیا ۔ نبی صلعم نے کہا تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الٰہی کا انتظار کرو ۔

بعض لوگوں نے کہا دیکھو ۔ اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہوتا ۔ میں نے کہا تب بھی وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھلجاتا اور پھر میں کہیں کا نہ رہتا ۔ معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں ہے ۔ بلکہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ہے ۔ میں نے دریافت کیا کہ جو حکم میرے لئے ہوا ہے کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے ۔ لوگوں نے کہا ۔ ہاں ۔ ہلال ابن امیہؓ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے ۔ یہ سُنکر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی میری جیسی حالت میں ہیں ۔

اب رسول خدا صلعم نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے ۔ اب دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی ۔ اندنوں میں ہلالؓ اور مرارہؓ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے ۔ اسلیئے کہ وہ بوڑھے بھی تھے ۔ لیکن میں جوان تھا اور دلیر ۔ گھر سے نکلتا ۔ مسجد نبوی میں جاتا ۔ نماز پڑھکر مجلس مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا ۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محبت بھری و زدیدہ نگاہ سے مجھے دیکھا کرتے ۔ میری تنگدلی کا حال ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں انکی طرف آنکھ اٹھاتا تو حضور اعراض و تغافل فرمایا کرتے ۔ مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھسے بات کرتا اور نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا ۔ ایک روز میں نہایت رنج والم میں مدینہ سے باہر نکلا ۔

میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونون مین بڑی محبت تھی سامنے اس کا باغ تھا۔ وہ باغ مین کچھ عمارت
بنوا رہا تھا۔ مین اُسکے پاس چلا گیا۔ اُسے سلام کیا اُس نے جواب تک نہ دیا اور مُنھ پھیر کر
کھڑا ہو گیا۔ مین نے کہا۔ ابو قتادہ تم خوب جانتے ہو کہ مین خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہون
اور کفر و نفاق کا مجھپر اثر نہین ہے پھر تم کیون مجھسے بات نہین کرتے۔ ابو قتادہ نے اب بھی جواب
نہ دیا۔ جب مین نے تین بار اسی بات کو دُہرایا۔ تو میرے چچیرے بھائی نے صرف اسقدر جواب دیا
کہ خدا اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے۔ مجھے بہت ہی رقت آئی۔ اور مین بہت رویا۔

پھر مین مدینہ مین لوٹ آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ شہر مین مجھے تلاش کر رہا تھا لوگون نے بتلا دیا
وہ یہی شخص ہے۔ اسکے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط مین لکھا تھا۔ ہمنے سُنا ہے
کہ تمھارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تمکو اپنے پاس سے نکلوا دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تمپر جور و
جفا کرتے ہین ہمکو تمھارے درجہ و منزلت کا حال پورے طور سے معلوم ہے اور تم اس قابل نہین کہ
کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمھاری عزت کے خلاف تم سے کوئی سوال کیا جاوے
اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آکر دیکھو کہ مین تمھارا اعزاز و اکرام کیا کرتا ہون۔

خط پڑھتے ہی مین نے کہا یہ اور ایک مصیبت مجھپر آئی ہے اور اس سے بڑھکر کیا مصیبت
ہو سکتی ہے کہ آج ایک عیسائی مجھپر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت
دیتا ہے اس خیال سے میرا اندوہ و رنج چند در چند بڑھ گیا خط کو قاصد کے سامنے ہی آگ مین ڈالدیا
اور قاصد سے کہا جاؤ۔ کہدینا کہ آپ کی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ
درجہ بہتر اور خوشتر ہے۔

مین وہان سے لوٹ کر گھر پہونچا تو دیکھا نبی صلعم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے اُس نے
کہا نبی صلعم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہا کرو۔ یہ سُنکر مین نے اپنی بیوی کو میکے بھیجدیا۔
مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہونچا تھا۔ ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عرض کرنے لگین۔ یا رسول اللہؐ۔ ہلال بالکل کمزور اور ضعیف
ہے اور اسکی خدمت کے لئے کوئی خادم بھی نہین اگر اذن ہو تو مین اسکی خدمت کرتی رہون۔
فرمایا۔ ہان۔ مگر اسکے بستر سے دور رہو۔ عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہلال کا
تو غم و ملال سے ایسا حال ہے کہ اسے تو کوئی خیال ہی نہین ہے اب مجھ سے لوگون نے کہا کہ تم بھی

اپنے لئے اتنی اجازت لے لو کہ تمھاری بیوی تمھارا کام کاج تو کر دیا کرے میں نے کہا کہ میں تو ایسی جرأت نہیں کرنے کا۔ پھر کیا خبر ہی حضور اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور میں تو جوان ہوں آپ اپنا کام کر سکتا ہوں مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی مصیبت میں پچاس دن گذر گئے ایک رات اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع پر چڑھکر جو میرے گھر کے قریب تھا۔ ابوبکر صدیق نے آواز دی کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپکی توبہ قبول ہو گئی یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارکباد کہنے لگے کہ مخلص کی دعا تو بہ قبول ہوئی۔ یہ سنتے ہی میں نے پیشانی کو خاک پر رکھدیا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نبی صلعم مہاجر وانصار کے حلقہ میں تشریف فرما تھے مجھے دیکھکر مہاجرین نے مبارکباد دی اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھکر سلام عرض کیا۔ اُس وقت چہرۂ مبارک جوش مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تابان و درخشان ہو رہا تھا اور عادت مبارک تھی کہ خوشی میں چہرۂ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا۔ مجھسے فرمایا کعب مبارک اس بہترین دن کے لئے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کوئی دن ایسا مبارک تجھپر آجتک نہیں گذرا۔ آؤ۔ تمھاری توبہ کو رب العلمین نے قبول فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس قبولیت کے شکرانہ میں میں اپنا کل مال راہ خدا میں صدقہ دیتا ہوں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ نہیں۔ میں نے عرض کی نصف فرمایا نہیں میں نے عرض کی ثلث۔ فرمایا ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے۔ رحمۃ ارض ۱۴۹ - ۱۵۳

حج اکبر حضرت علیؑ کے محاسن خدمات تبلیغ سورہ براءت

(۱۰-ذی الحجہ ۹ھ ہجری)

شبلی صاحب کی قلم آرائی اور طبع آزمائی کا یہ بھی ایک موقع ہے چنانچہ حقیقت حال جن قلمی ترکیبوں سے چھپائی گئی۔ وہ آپکی مفصلہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

۹ھ ہجری۔ پہلا موقع ہے کہ کعبہ کفر و شرک کی ظلمت سے پاک ہو کر عبادت ابراہیمی کا مرکز قرار پا تا ہی غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ذیقعدہ یا ذی الحجہ ۹ھ ہجری میں آپنے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لیے روانہ فرمایا ان میں حضرت ابوبکر قافلہ سالار اور حضرت علیؑ نقیب اسلام اور حضرت سعد بن وقاص جابر و ابوہریرہ وغیرہ معلم تھے قربانی کے بیس اونٹ ساتھ (سیرۃ النبی جلد اوّل)۔

چونکہ اس واقعہ مین حقیقتاً پہلے حضرت ابوبکر کی امارت حج اور پھر بحکم خدا ان کی معزولی اور حضرت علیؑ مرتضیٰ کی ماموری کی حقیقت داخل تھی - اسلیے آپنے حضرت ابوبکر کی امارت اور تبلیغ سورہ برات کے منصب کو جو متنازع فیہ ہے اصل واقعہ ہی سے نکالدیا اور اسکو قافلہ سالاری کے منصب سے تبدیل فرمادیا - حالانکہ امارت قوم اور قافلہ سالاری مین جو فرق مابہ الامتیاز ہے وہ آپکی نگاہون سے پوشیدہ نہین ہے -

بہرحال - چونکہ جب حضرت ابوبکر کی امارت معمولی قافلہ سالاری بتلادی گئی تو ضرور تھا کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کی امارت بھی اپنے مرتبے سے اُتار کر کسی نیچے اور معمولی درجہ پر لائی جاتی ہے - اسلیئے وہ نقابت ٹھہرائی گئی - پھر اس پر بھی بس نہین کی گئی - اس واقعہ کی اہمیت کو صرف حضرت علیؑ کے استخلاف عظمت ومنزلت کی غرض خاص سے بالکل تعمیمی صورت وحیثیت مین بیان کیا گیا اور سعد بن ابی وقاص جابر اور ابوہریرہ کو بھی اسکی عظمت واہمیت مین بدرجہ مساوی شریک ٹھہرایا گیا اور ان تمام ترکیب و تدبیر سے مدعائے خاص آپ کا یہ تھا کہ اس موقع اور واقعہ خاص کی عظمت واہمیت کسی کو معلوم نہو - تمہیداً اتنا لکھکر گذارش خدمت یہ ہے کہ شبلی صاحب کو بارہا ہم لکھ لکھ کر بتلاتے آتے ہین کہ بخدا حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہ کیجیے کیونکہ حقیقت چھپ ہی نہین سکتی - اگر چھپ جائے تو وہ حقیقت ہی نہین ہے آپ کی انسانی قوت کی امکانی مقدار وبساط اتنی ہی تھی کہ آپنے واقعہ کی اصلیت کو اپنی سیرۃ النبی مین چھپادیا اور چھپانے کے بعد پھر اسکو تخصیص کی صورت خاص سے تعمیم کی شکل عام مین ملادیا - لیکن سیرۃ النبی سے پہلے کے دفتر کے دفتر کارنامے کے پشتارے کے پشتارے - جو اسکی حقیقت اصلیت اور واقعیت سے بھرے پڑے ہین وہ کیا ہو جائینگے - اور کیسے مٹ جائینگے - اور ایک آپ صحیح ترمذی[1] - امام ابن حنبل[2] - طبری[3] - کواشی[4] - نسائی[5] - حموینی[6] - سہیلی[7] - ثعلبی[8] - حاکم[9] - ابن مردویہ[10] ابن ابی شیبہ[11] - ابن حبان[12] - عبدالرزاق[13] - ابن المنذر[14] - ابن ابی حاتم[15] - ابن خزیمہ[16] - ابوعوانہ[17] - طبرانی[18] دارقطنی[19] - بیہقی[20] - سبط ابن جوزی[21] - سید ابن مسعود گازرونی[22] - عینی[23] - ابن حجر[24] - ابن کثیر شامی[25] - امام قندوزی[26] - محدث شیرازی[27] اور محدث دہلوی[28] کے اقوال متواترہ اور متکاثرہ پر کیسے قلم ابراد پھیر دینگے اور اتنے متواترات کے خلاف اپنی نوایجاد روایات کو کیسے ثابت کردینگے - ہم آپکی اس صناعت کے خلاف اور حقیقت کے انکشاف مین مرقومۂ بالا اسناد سے صرف اہل صحاح - اہل تفسیر - اہل حدیث اور اہل تاریخ کے دو دو قول ذیل مین لکھکر ثابت کردینگے کہ واقعہ کیا ہے اور شبلی صاحب لکھتے کیا ہین

صحیح ترمذی مین ہے۔

حدثنا بندار نا عفان بن مسلم و عبد الصمد قالا نا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن انس بن مالك قال بعث النبی صلی الله علیه وآله وسلم ببراءة مع ابی بکر ثم دعاه فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ هذا الا رجل من اهلی فدعا علیًّا واعطاه ایاه۔

بندار نے عفان بن مسلم سے، عفان عبد الصمد سے اور دونون نے حماد بن سلمہ سے۔ حماد نے سماک بن حرب سے۔ سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے سورۂ برات دیکر حضرت ابوبکر کو بھیجا پھر انکو راستہ سے بلا بھیجا اور فرمایا کہ اسکو سوا میرے اہلبیت مین کسی آدمی کے اور کوئی نہین لیجا سکتا پھر علی بن ابی طالب کو بلایا اور وہ آیات انکو عطا فرمائے۔

امام نسائی لکھتے ہین۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عفان وعبد الصمد قالا حدثنا حماد بن سلمة عن سماك بن حرب عن انس بن مالك قال بعث النبی ببراءة مع ابو بکر ثم دعاه فقال لا ینبغی ان یبلغ هذا الا رجل من اهلی فدعا علیًّا واعطاه ایاه اخبرنا العباس بن محمد الدوری قال حدثنا ابو نوح قراد عن یونس بن ابی اسحاق عن زید بن یثیع عن علیؑ قال ان رسول الله صلعم بعث ببراءة الی اهل مکة مع ابی بکر ثم اتبعه بعلی فقال له خذ الکتاب فامض به الی اهل مکة قال فلحقته واخذت الکتاب منه فانصرف ابو بکر وهو کئیب فقال یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انزل فی شیء قال لا الا انی امرت ان ابلغه انا او رجل

محمد بن بشار نے عفان اور عبد الصمد سے اور ان دونون نے حماد بن سلمہ سے اور حماد نے سماک بن حرب سے اور سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ برات دیکر حضرت ابوبکر کو مکہ بھیجا پھر راستہ سے بلا کر ان سے کہا کہ اسکو کوئی دوسرا سوائے میرے اہلبیت کے نہین لیجا سکتا۔ یہ کہکر آپنے حضرت علیؑ کو بلایا اور وہ سورہ انہین عطا فرمایا۔ عباس بن محمد الدوری نے ابو نوح قراد سے ابو نوح نے یونس بن ابی اسحاق سے۔ یونس نے زید بن یثیع سے انھون نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر اہل مکہ کے پاس بھیجا پھر علیؑ کو یہ حکم دیکر بھیجا کہ راستہ مین وہ سورہ ان سے لے لین اور اس کو اہل مکہ کے پاس لیجائین۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ ہم چلے اور راہ مین حضرت ابوبکر سے ملے اور وہ سورہ ان سے لے لیا حضرت ابوبکر ملول ہو کر آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا میرے حق مین کچھ وحی آئی ہے آپنے ارشاد فرمایا

من اهل بيتي قال حدثنا عبد الله
بن عمر قال حدثنا اسباط عن فطر
عن عبد الله بن شريك عن عبد الله
بن رقيم عن سعد قال بعث رسول الله
صلعم ابا بكر ببراءة حتى اذا كان
ببعض الطريق ارسل عليًّا فاخذها
منه ثم سار بها فوجد ابو بكر
في نفسه فقال قال رسول الله صلعم
انه لا يؤدي عني الا انا
او رجل مني

نہین۔ صرف یہی حکم ہوا ہے کہ اسکی تبلیغ مین خود
کرون یا اپنے اہلبیت مین سے کسی شخص سے کراؤن۔
عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن اسباط سے۔ اس نے فطر سے
فطر نے عبداللہ بن شریک سے۔ اس نے عبداللہ بن رقیم
سے اس نے سعد سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برارت دیکر بھیجا
وہ ابھی راہ ہی مین تھے کہ حضرت علیؑ کو بھیجا کہ وہ سورہ ان
سے لے لین۔ حضرت علیؑ وہ سورہ لیکر چلے اور حضرت ابوبکر سے
راہ مین ملے حضرت ابوبکر کے دلمین خیال گذرا اور خدمت رسول مین حاضر ہوکر
مستفسر ہوئے آپنے ارشاد فرمایا کہ اسکو کوئی شخص نہین پہنچا سکتا سوا میرے یا اس شخص کے جو مجھ سے ہو

اہل صحاح کے بعد۔ اہل تفاسیر کے اقوال ذیل مین ملاحظہ ہون تفسیر نیشاپوری مین مرقوم ہے۔

نزلت هذه السورة سنه تسع
وكان قد امر فيها ابا بكر على الموسم
فلما نزلت السورة اتبعه عليًّا راكب
العضباء ليقرءها على اهل الموسم
فقيل له لو بعثت بها الى ابي بكر فقال
لا يؤدي مني الا رجل مني۔

یہ سورہ ۹ھ ہجری مین نازل ہوا اور اس سال امیر حج حضرت ابوبکر تھے
پس جب یہ سورہ اترا تو آپنے حضرت علیؑ کو بھیجا اور وہ آپکے ناقہ
عضبا پر سوار ہوکر گئے اور اس سورہ کو حجاج کے سامنے پڑھا۔
لوگون نے پوچھا کہ یہ کام حضرت ابوبکر سے کیون نہ لیا گیا ارشاد ہوا کہ
اس کام کو میری طرف سے کوئی شخص نہین ادا کر سکتا
تھا سوا اسکے جو مجھ سے ہو۔

تفسیر درمنثور امام سیوطی مین ہے۔

اخرج عبد الله بن احمد بن
حنبل في زوائد المسند وابو الشيخ
وابن مردوية عن علي قال لما نزلت عشر
ايات من براءة على النبي دعا ابا بكر
ليقرءها على اهل مكة ثم دعاني فقال
لي ادرك ابو بكر فحيثما لقيته فخذ الكتاب منه

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد مسند مین اور ابوالشیخ اور
ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جب
سورۂ برارت کی دس آیتین نازل ہوئین تو آنحضرت صلعم نے
وہ آیتین حضرت ابوبکر کو دین۔ کہ اہل مکہ کو جا کر سنا دین اور
پھر مجھے بلا کر حکم دیا کہ جاؤ اور ابوبکر سے جا کر مل جاؤ اور
جہان وہ تمہین ملین تم ان سے وہ سورہ لےلو۔

فاقرء علی اهل مكة فلحقته
فاخذت الكتاب منه ورجع ابوبكر
فقال يا رسول الله انزل فيّ شيء قال ولكن
جبرئيل جاءني فقال لن يؤدي عنك الا
انت او رجل منك واخرج ابن ابي شيبة
واحمد والترمذي وحسنه وابو الشيخ
وابن مردويه عن انس قال بعث النبي
ببراءة مع ابي بكر ثم دعاه فقال لا
ينبغي لاحد ان يبلغ هذا الا رجل من
اهلي فدعا عليًا فاعطاه اياه واخرج
ابن مردوية عن ابن ابي وقاص ان
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بعث
ابا بكر ببراءة اهل مكة ثم بعث
عليا على اثره فاخذها منه فكان ابوبكر
وجد في نفسه فقال النبي يا ابا بكر
انه لا يؤدي مني الا انا او رجل مني۔

اور جا کر اہل مکہ کو سناؤ حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ یہ سنکر میں
روانہ ہوا حضرت ابوبکر سے ملا حضرت ابوبکر وہاں سے رخصت
ہوئے اور حضرت رسولخداؐ کی خدمت میں لوٹ آئے اور آپسے
پوچھنے لگے کہ آیا میرے حق میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے آپنے
فرمایا کہ نہیں لیکن اس سورہ کو سوائے میرے یا اس شخص کے جو مجھسے
ہو کوئی دوسرا شخص نہیں لیجا سکتا اور ابن ابی شیبہ اور احمد بن حنبل اور
ترمذی نے یہ روایت کی ہے اور اسکو حسن بتلایا ہے اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ
نے بھی انس بن مالک کی اسناد سے بیان کیا ہے کہ جناب رسالتمآبؐ
صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات دیکر اہل
مکہ کی طرف روانہ کیا پھر کہا یہ خدمت وہ انجام دیگا جو میرے
اہل سے ہو پھر علیؑ کو بلا کر وہ سورت دی اور ابن مردویہ ابن
ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ابوبکر کو سورہ برات
دیکر بھیجا اُن کے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا۔ وہ سورہ ان سے
لے لیں حضرت ابوبکر کے دل میں خیال
پیدا ہوا تو آنحضرت صلعم نے ان سے کہا اسکو کوئی شخص
لے جا نہیں سکتا ہے سوائے میرے یا اُس شخص کے جو مجھ سے ہو۔

اہل تفاسیر کے بعد اصحاب حدیث کے دو اقوال ذیل میں ملاحظہ ہوں علامہ عینی عمدۃ القاری
فی شرح صحیح البخاری میں تحریر فرماتے ہیں ۔

قال السهيلي كان سيدنا رسول
الله حين قدم من تبوك اراد الحج فذكر
مخالطة المشركين للناس في حجهم
وتلبيتهم بالشرك وطوافهم عراة بالبيت
وكانوا يتعمدون بذلك ان يطوفوا
كما ولدوا بغير الثياب التي اذنبوا

سہیلی کہتے ہیں کہ ہمارے مولا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے۔ تو آپنے حج کا قصد فرمایا اور
آپنے مشرکین کا مومنین کے ساتھ خلط ملط ہونا۔ اور بطریقہ شرک
مراسم تلبیہ بجالانا۔ اور برہنہ بدن ہو کر طواف کرنا جیسا کہ مشرکین اپنے
اس خیال کی بناپر کیا کرتے تھے کہ ہم برہنہ پیدا کئے گئے ہیں اسلئے
ہمکو حالت اصلی کے ساتھ بے لباس ہی طواف کرنا چاہیے۔

فیہا فاظلموا فامسک عن الحج فی ذلک
العام وبعث ابابکر بسورۃ براءۃ لینبذ
الی کل ذی عہد عہدہ من المشرکین
الا بعض بنی بکر الذین کان لہم
عہد الی اجل خاص ثم اردف بعلی
فخرج ابوبکر الی النبی فقال ہل نزل فی قرآن
قال لا ولکن اردت ان یبلغ عنی من
ہو من اہل بیتی ۔

انکے ان تمام امور کو آپنے گناہ اور سخت ظلم قرار دیا۔ اسلئے آپ
اس سال قصد ادائے حج سے باز رہے پھر آپنے حضرت
ابوبکر کو سورۂ برارت دیکر روانہ کیا کہ ان تمام لوگون کے ساتھ جنکے
ساتھ آنحضرت صلعم نے معاہدہ فرمایا ہے سوائے بنی بکر کے چند اشخاص
کے جنکے معاہدے ایک میعاد خاص تک تھے ۔ سنا دیے جائین ۔
اس حکم کے بعد آپنے حضرت علیؑ کو پیچھے سے روانہ کیا تو حضرت ابوبکر
آنحضرت کیخدمت مین لوٹ آئے اور پوچھنے لگے کہ میری نسبت کیا کوئی وحی آئی ہے
آپنے فرمایا نہین لیکن میرا ارادہ یہ ہوا کہ اسکی تبلیغ میری طرف سے وہ شخص کرے جو میرے اہلبیت مین ہو

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین تحریر فرماتے ہین ۔

اصل قصہ آن است کہ ابوبکر بلا نزاع امیر حج بود
و سورۂ برارت اول بدست حضرت صدیق دادہ
بودند بعد ازان جبرئیل فرود آمد کہ آنرا بدست
مرتضیٰ باید فرستاد اخرج الترمذی عن انس
بن مالک قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم ببراءۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا
ینبغی لاحد ان یبلغ ہذا الا رجل من
اہلی فدعا علیا فاعطاہ ایاہا وعن سعد
بن ابی وقاص ان رسول اللہ بعث ابابکر
ببراءۃ الی اہل مکۃ ثم بعث علیا
علی اثرہ فاخذہا منہ وقال ابوبکر
وجد فی نفسہ فقال النبی یا ابابکر
لا یؤدی عنی الا انا او رجل منی ۔

اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بلا نزاع امیر حج مقرر ہو چکے تھے اور
سورہ برارت بھی پہلے حضرت صدیق کے ہمراہ دیا گیا تھا لیکن حضرت
جبرئیل نے نازل ہو کر کہا کہ اسکو علیؑ مرتضیٰ کے ہمراہ بھیجنا چاہئے
ترمذی نے انس بن مالک کی اسناد سے مروی کیا ہے کہ سورہ برارت کے
ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا
پھر ان کو واپس بلایا اور ارشاد کیا کہ اسکی تبلیغ کوئی دوسرا
شخص سوائے اسکے جو میری اہلبیت سے ہو ۔ نہین کر سکتا ۔
پھر اسکے بعد آپنے حضرت علیؑ کو بلایا اور سورۂ برارت انکے حوالہ
کیا اور سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے کہ حضرت ابوبکر سورہ
لیکر چلے پھر انکے پیچھے سے حضرت علیؑ روانہ ہوئے اور انھون نے
وہ سورہ اُنسے لے لیا تو حضرت ابوبکر کے دل مین خیال گذرا اور انھون نے
آنحضرت صلعم کیخدمت مین حاضر ہو کر پوچھا کہ میرے حق مین کوئی وحی تو نہین آئی۔
ارشاد ہوا نہین لیکن اسکو سوائے میرے یا میرے اہلبیت کے کوئی دوسرا انجام دے نہین سکتا

صحاح۔ تفاسیر۔ احادیث ہو چکی۔ اب تاریخ کے مفصلۂ ذیل سناد ملاحظہ ہون ۔ علامہ سعید بن مسعود گازرونی
لکھتے ہین ۔

اخبرنا شیخنا صدر الدین ابو الجامع ابراھیم بن المحمد بن المؤید الحموی حدثنا شیخنا السید محب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ الظہیر حدثنا اصیل الدین ابوبکر عبد اللہ بن عبد الاعلی بن محمد بن ابی القاسم القطان حدثنا موفق الدین داؤد بن معمر بن عبد العزیز الفارسی حدثنا عبد الرحمن بن ابی شریح حدثنا البغوی حدثنا العلاء بن موسی حدثنا سوار بن مصیب عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال بعث رسول اللہ صلعم ابا بکر علی الموسم و بعث معہ بسورۃ براءۃ واربع کلمات الی الناس فلحقہ علی بن ابی طالب فی الطریق فاخذ علی السورۃ وکلمات وکان یبلغ ابوبکر علی الموسم فاذا قرا السورۃ نادی الا یدخل الجنۃ الا نفس مسلمۃ ولا یقرب المسجد الحرام مشرک بعد عامہ ھذا ولا یطوفون بالبیت عریان ومن کان بینہ وبین رسول اللہ عھد فاجلہ الی مدتہ فلما راجعا قال ابوبکر ھل نزل فی شیئ قال لا الاخیر وما ذاک قال ان علیاً لحق بی واخذ منی السورۃ والکلمات

ہمارے شیخ صدر الدین ابو الجامع ابراہیم بن محمد ابو المؤید حموی نے۔ اُن سے ہمارے شیخ سید محب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ الظہیر نے۔ ان سے اصیل الدین ابوبکر عبد اللہ بن عبد الاعلی بن محمد بن ابی القاسم القطان نے ان سے موفق الدین داؤد بن معمر بن عبد العزیز الفارسی نے ان سے عبد الرحمن بن ابی شریح نے ان سے بغوی نے ان سے علاء بن موسی نے ان سے سوار بن مصیب نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابی سعید خدری نے روایت کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کرکے بھیجا اور انکو سورۂ برات اور احکام اربعہ دیکر اطلاع عام کے لئے روانہ فرمایا پھر ان سے حضرت علی مرتضی راستہ مین ملے اور سورۂ برارت اور احکام اربعہ ان سے لے لیا جو حضرت ابوبکر تبلیغ کے لئے لیے جاتے تھے اور جاکر اس سورہ کو پڑھا اور اعلان عام جاری کیا کہ کوئی شخص غیر مسلم جنت مین نہ داخل ہوگا اور کوئی شخص مشرک آج سے مسجد حرام مین نہین داخل ہوسکتا اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہین کرسکتا اور جس شخص کے ساتھ رسول اللہ صلعم کا معاہدہ ہوگا وہ اپنی مدت تک باقی رہیگا جب وہان سے واپس ہوئے تو حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا میرے حق مین کوئی حکم خدا آیا تھا آپنے فرمایا نہین سب خیریت ہے حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ علی مرتضی نے مجھ سے راہ مین آکر وہ سورت اور کلمات مجھ سے لے لئے آنحضرت صلعم

فقال اجل لم یکن یبلغها الا انا او رجل منی۔

ارشاد فرمایا کہ اس کو کوئی شخص نہیں پہونچا سکتا سوائے میرے یا اس شخص کے جو مجھ سے ہو

تاریخ ابن کثیر شامی میں ہے۔

قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا حماد عن سماك عن انس بن مالك ان رسول الله صلعم بعث ببراءة مع ابی بكر فلما اتی ذالحلیفة قال لا یبلغها الا انا او رجل من اهل بیتی فبعث بها مع علی ابن ابی طالب وقد رواه الترمذی۔

امام احمد نے عفان سے عفان نے حماد سے حماد نے سماک سے سماک نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورہ برات دیکر روانہ کیا۔ جب وہ ذوالحلیفہ تک پہونچے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو کوئی شخص پہونچا نہیں سکتا سوائے میرے یا اوس شخص کے جو میرے اہلبیت سے ہو اسکے بعد اوسکو حضرت علیؑ کی معرفت بھیجا۔ ایسے ہی ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

اب محققین واقعیت اور متلاشین حقیقت مرقومۂ بالا عبارات صحاح۔ تفاسیر۔ احادیث اور تواریخ کے مندرجہ بالا مضامین کو شبلی صاحب کے اُس بیان سے جو آپ کی عبارت میں اوپر نقل کی گئی ہے مقابلہ فرماکر خود دیکھ لیں کہ اتنے علمائے متقدمین کے قدیم ماخذ اس واقعہ کی حقیقت کیا بتلاتے ہیں اور شبلی صاحب کی نئی کتاب اسلامی دنیا کو کیا سمجھاتی ہے۔ شبلی صاحب صرف حضرت علی مرتضیٰ کی فضیلت و عظمت کو لفظوں میں چھپاتے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کو سورۂ برات کی حوالگی اور اُس کے اعلان کے لیے اُن کی پہلی ماموری۔ پھر اُن کی جگہ ان تبلیغی خدمات پر حضرت علیؑ کی تقرری حضرت ابوبکر کی خدمت رسول میں واپسی اور استدعائے توجیہ آنحضرت صلعم کی تصریح ان تمام واقعیت و صلیت کو بالکل نسیاً منسیاً فرماتے ہیں یہی آپکی تاریخ نویسی کا فلسفۂ حقیقت ہے۔ آپ کو بخاری کی ایک آڑ مل گئی ہے جسکو آپ پہاڑ کا اوٹ سمجھے ہیں حالانکہ وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور اور نامضبوط ہے اور اتنے متواترا قوال و مختارات کے مقابلہ میں نہ اسکا شمار ہو سکتا ہے اور نہ اعتبار کیونکہ ان کی حقیقت حال کے احذاف و تخفاف سے بخاری کی بھی وہی غرض و غایت تھی جو آپ کی اس بنا پر اُسوقت سے لیکر اسوقت تک بخاری کے مختار پر نہ کسی نے اعتبار کیا اور نہ آپ ہی کے قول پر کوئی اعتبار کرسکتا ہے چنانچہ جمع بین الصحیحین میں حمیدی نے بخاری کی اس حدیث پر جو نظریہ لکھا ہے وہ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

قال ابوبکر بعثنی فی تلك الحجة فی المؤذنین یؤذنون بمنی ان لا یحج بعد عام المشرك

بخاری حضرت ابوبکر کی زبانی لکھتے ہیں کہ اس سال مجھکو حج کے ایام میں بمقام منیٰ اس اعلان کرنے کے لئے بھیجا گیا کہ اس سال کے

ولا يطوف بالبيت عريان قال حميد ثم اردف النبي صلى الله عليه وآله وسلم بعلي ابن ابي طالب فامره ان يؤذن ببراءة قال ابو هريرة فاذن معنا علي في اهل منى يوم النحر ببراءة وان لا يحج بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان ـ

بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے حمید کہتے ہیں پس اس کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب کو پیچھے سے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ سورۂ برات کا اعلان کریں چنانچہ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ہم لوگون کے ساتھ مقام منیٰ میں قربانی والے دن اعلان برات کیا کہ کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

محققین کو اب بخوبی معلوم ہوگیا کہ حقیقت کبھی نہیں چھپ سکتی۔ بخاری نے تو چھپائی۔ لیکن اُسی وقت کے محققین اور خصوصاً اُن کے شارحین نے اسکی حقیقت کا پورا انکشاف کردیا۔ جیساکہ حمیدی کی مرقومہ بالا عبارت سے کما حقہ ثابت ہوگیا۔

یہ نکتہ بھی لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ حمیدی نے اپنی عبارت کو ثمّ کے لفظ سے آغاز کیا ہے شبلی صاحب تو ماشاء اللہ عربی کے معتمد ادیب اور مدرسۃ العلوم کے نامی پروفیسر ضرور رہ چکے ہون گے کہ عربی کے قواعد نحو یہ ہیں ثمّ حرف تراخی و ترتیبی مشہور ہے۔ اس کا استعمال خاصکر ایسے موقع پر ہوتا ہے جہان عبارت غیر مرتب مین ترتیب دینی ضرور ہوتی ہے۔ اب بخاری کے استخفاف واقعہ کی حقیقت ثمّ کی ضرورت استعمال سے ملائی جائے تو معلوم ہوجائے گا کہ بخاری نے چونکہ حضرت ابوبکر کی ماموری اعلان برات کے واقعہ کو لکھا اور مابعد کے واقعہ کو چھوڑ دیا اس لیے امام حمیدی نے ضرورت ترتیب حدیث کی ضرورت سے مابعد کے واقعہ کو جب لکھا تو ثمّ کے حرف ترتیبی سے شروع کیا۔

بخاری صاحب و نیز شبلی صاحب کے استخفاف حقیقت کا پورا انکشاف کرکے اب ہم اس واقعہ مین شبلی صاحب کی اُس ترکیب خاص کی حقیقت کھولتے ہین ۔ جس مین آپنے حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابوہریرہ کو داخل کرکے اُسکی صورت تخصیص کو تعمیم کی معمولی شکل مین بدل ڈالا۔ ان حضرات کی مداخلت کی ضرورت کی نسبت امام طحاوی مشکل الآثار مین تحریر فرماتے ہین۔

هذا مشكل لان الاخبار في هذه القصة تدل على ان النبي صلى الله عليه وآله

یہ مشکل مسئلہ ہے کیونکہ اس واقعہ مین تمام حدیثین اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت

وسلم بعث ابا بكر فذلك ثم اتبعه عليا فامره ان يوذن فكيف يبعث ابو بكر ابا هريرة ومن معه بالتاذين بلا خلاف وكان علي هو المامور بالتاذين بذلك وكان عليا لم يطق التاذين بذلك وحده واحتاج الى من يعينه على ذلك فارسل معه ابا بكر ابو هريرة وغيره ليساعدوه على ذلك ـ

ابوبکر کو بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علیؑ کو بھیجا جبکہ اس کا حکم حضرت علیؑ علیہ السلام کو مل چکا تھا لیکن ان تمام اختلافات کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ بلا خلاف حضرت ابوبکر امسال امیر حج تھے اور حضرت علی مرتضیٰؑ اعلان کے لئے مخصوص طور پر مامور تھے۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰؑ اتنے بڑے مجمع میں تن تنہا اعلان نہیں فرما سکتے تھے اور تمام آواز نہیں پہونچا سکتے تھے۔ اس لئے ضرور تھا کہ کچھ لوگ اس امر میں ان کی معاونت کریں۔ اس لئے ابوبکر نے ابوہریرہ اور ان کے ہمراہیوں کو اس امر میں اُن کی حمایت کے لئے بھیج دیا۔

اب ناظرین عبارت اور متلاشین حقیقت شبلی صاحب کی اس عبارت کو کہ۔

"آنحضرت صلعم نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینۂ منورہ سے حج کے لیے روانہ فرمایا اس میں حضرت ابوبکر قافلہ سالار حضرت علی نقیب اور حضرت سعد بن ابی وقاص ہجاج اور ابوہریرہ وغیرہ معلم تھے"

ایک طرف دیکھیں اور امام طحاوی کی تفصیل تحقیق کو ایک طرف۔ تو پھر خود سمجھ لیں کہ قصہ کی اصلیت مسئلہ کی حقیقت اور واقعہ کی خصوصیت پر شبلی صاحب کے تعمیمی الفاظ . . . کیسے اور کتنی نقاب افگنی فرما رہے ہیں۔ جو ایک حقیقت نگار مؤلف کی شان سے کوسوں دور ہے۔ اب اس سعزولی اور ماموری کی ضرورت کو بھی تفسیر زاہدی کی عبارت میں ملاحظہ ہو۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال نہم از ہجرت صدیق را بحج فرستاد و علی را بدہم او فرستاد با زداون عہد ہا کفار کہ عرب را عادت بود در باز داون عہد کہ بجز ان کس باز نمی داد کہ عہد باوے کردہ بود یا کسے از قرابت وے کہ ہم تن وے بود

حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے ۹ھ میں صدیق کو حج کے لئے بھیجا اور علیؑ کو ان کے پیچھے بھیجا کہ معاہدے والوں کو ان کے معاہدے واپس کردیں اسلئے کہ عرب میں واپسی معاہدہ کا یہ دستور قائم تھا کہ معاہدہ وہی شخص واپس کرتا تھا جس نے وہ معاہدہ لکھا تھا۔ یا وہ شخص جو اس کا اتنا قریبی عزیز ہو جو اس کی ہمہ تن حیات تھا

مدارج النبوۃ میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی بھی یہی مضمون لکھتے ہیں۔ اُن کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

چون ابوبکر صدیق از مسجد ذوالحلیفہ احرام بستہ روان شد جبرئیلؑ بر آنحضرتؐ نازل شد کہ اداے رسالت و پیغام نکند مگر تو یا علیؑ دور رواتے یا مردیکہ از تو باشد زیراکہ نبوت عہد ونقض آن کار مردے است کہ صاحب معاملہ است یا کسیکہ خویش و قرابت او باشد پس آنحضرت صلعم بعلی مرتضیٰ فرمود کہ عقب ابی بکر برو واین آیات از وسے بستان و در روز حج برمردم بخوان۔

جب حضرت ابوبکر صدیق مسجد ذوالحلیفہ سے احرام باندھکر روانہ ہوئے تو اس اثنا مین حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا کہ یارسول صلعم اداے رسالت و پیغام یا آپ کر سکتے ہین یا علیؑ اور ایک روایت مین ہے کہ یا وہ شخص جو آپ سے ہو۔ کیونکہ عہد کرنا یا توڑنا اوس شخص کا کام ہے جو صاحب معاملہ ہو یا وہ شخص جو اوسکا خویش یا قریب ہو۔ یہ سُن کر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکر کے عقب مین روانہ ہون۔ اون سے وہ سورے لین اور حج کے روز لوگون کو سنا دین۔

اسکے بعد شبلی صاحب اس اعلان کی یہ کیفیت لکھتے ہین۔

حضرت علیؑ کھڑے ہوئے۔ سورہ برارت کی چالیس آیتین پڑھکر سنائین اور اعلان کردیا کہ اب کوئی مشرک خانۂ کعبہ مین نہ داخل ہوسکے گا۔ نہ کوئی برہنہ اب حج کرنے پائے گا۔ اور وہ تمام معاہدے جو مشرکین سے تھے اُن کے نقض عہد کے سبب سے آج سے چار مہینہ کے بعد ٹوٹ جائین گے حضرت ابوہریرہ وغیرہ نے اس اعلان کی اس زور زور سے منادی کی کہ گلا پڑ پڑ گیا۔ سورۂ برارت کی ابتدائی آیتین جس مین خدا نے اس اعلان کا حکم فرمایا یہ ہین۔

براۃ من اللہ و رسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین ۝ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم غیر معجزی اللہ ۙ وان اللہ مخزی الکافرین ۝ واذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولہ فان تبتم فھو خیر لکم ۚ وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ وبشر الذین

اے مسلمانو۔ جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا تھا اور انھون نے اپنا معاہدہ توڑدیا، انکی خدا اور رسولخدا صلعم کی طرف سے کوئی ذمہ داری نہین ہے۔ (تو اب اے مشرکین) ہم نے تم کو چار مہینے کی مہلت دی ہے۔ اس مین تم ملک مین چلو پھرو اور جان لو کہ تم خدا کو عاجز نکر سکوگے۔ حج اکبر کے دن لوگون کو اعلان عام ہے کہ خدا اور رسولؐ ان مشرکین کا اب ذمہ دار نہین ہے اگر (تم نے اے مشرکین) توبہ کرلی تو یہ تمھارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر اب بھی پھرے رہو تو یقین کرلو کہ تم خدا کو ہرا نہ سکوگے اے پیغمبر۔ تو مشرکین کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادے

كفروا بعذاب اليم ۔ الا الذين عاهدتم من المشركين ثم لم ينقصوكم شيئاً ولم يظاهروا عليكم احدا فاتموا اليهم عهدهم الى مدتهم ان الله يحب المتقين ۔

لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا اور انھون نے اسکی کچھ خلاف ورزی نہین کی اور نہ تمھارے مقابلہ مین انھون نے تمھارے دشمنون کی مدد کی تو زمانہ معاہدہ تک تم پورا کرو۔ خدا پرہیزگارون کو دوست رکھتا ہے۔

اس اعلان مبارک کا وہ نتیجہ نکلا کہ اس کے بعد ہی عرب کے ایک فتنہ خیز او جنگجو ملک مین چارون طرف امن وامان اور آرام واطمینان قائم ہو گیا۔

واقعات متفرقات سنہ ۹ ہجری

(۱) اسی سال اداے زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور اس کے نصاب قائم ہوئے (۲) تمام مسلم قبائل مین عمال زکوٰۃ مقرر ہوئے۔ اسلام کی ظل حمایت مین غیر مسلم قومین آنے لگین۔ ان کے واسطے جزیہ کا حکم ہوا۔ اور آیہ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔ یہانتک کہ اُن کے چھوٹے بن کر وہ جزیہ ادا کرین۔

(۳) سود کی حرمت کا حکم جاری ہوا۔ اور شبلی صاحب کی تحقیق مین نزول سے ایک مدت کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر سنہ ۱۰ ہجری مین اس کا اعلان فرمایا گیا احل الله البیع وحرم الربوا خدا نے بیع (خرید وفروخت) کو حلال کیا اور سود لینے کو حرام فرمایا۔

(۴) نجاشی بادشاہ حبشہ نے جو صرف مسلم ہی نہین تھا بلکہ اپنے اسلام لانے کے پہلے سے بھی اسلام کا معاون اور محسن تھا۔ اسی سال انتقال کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی رحلت کے متعلق یہ الفاظ لکھکر تمام اعلان فرمایا کہ آج تمھارے صالح اور نیکوکار دینی بھائی اصحمہ نے وفات پائی سب ملکر اُس کے لیے دعاے مغفرت مانگو۔ اس کے بعد آپ نے نجاشی کی ہدیت کی نماز پڑھی۔

شبلی صاحب کی آئندہ ترتیب مضامین

شبلی صاحب نے سنہ ۹ ہجری تک کے حالات وواقعات تمام کرکے جلد اول کے آخر مین غزوات رسول کی حقیقت واصلیت کے بیان تفصیل کو ایک نئے عنوان سے ایک علٰحدہ باب مین قلمبند فرمایا ہے۔ اور دو جزو کے ترتیب لکھکر جلد اول کو تمام کر دیا ہے۔ اور جلد دوم کو اسلام کی امن کی زندگی سے شروع فرمایا ہے۔ سنہ ۶ ہجری سے لیکر سنہ ۱۱ ہجری تک مقام امن۔ اشاعت اسلام۔ تاسیس خلافت اور تکمیل شریعت کے حالات مندرج فرمائے ہین۔

واقعات آیندہ کے تسلسل کے اعتبار سے یہ ترتیب مضامین بہت ہی مناسب ہے اور تمام تاریخ وسیرت مین قریب قریب یہی ترتیب قائم رکھی گئی ہے۔ اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ غزوات کا سلسلہ تمام

شبلی صاحب نے اپنی مصلحت خاص سے غزوات کی تفصیل تو جیہ کو نہیں لکھا یا ضروری سمجھا ہے لیکن ہم اسکو آیندہ واقعات کے سلسلۂ بیان میں تاخیر و بے ربطی پیدا ہوجانے کی وجہ سے قبل از وقت سمجھتے ہیں ختم واقعات کے بعد انشاء اللہ ہم ان توجیہات کو اپنے آیندہ سلسلۂ بیان میں تفصیل سے بیان کرینگے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اسی سال ادائے زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ کیوں؟ اسلیے کہ جبتک ملک و قوم میں سکونی حالت پیدا نہیں ہوئی تھی اور خوشحالی نہیں آئی تھی۔ اُس وقت تک کسی قسم کے مطالبات کو عام اس سے کہ قوانین دینی کی بنا پر ہوں یا منافع دنیاوی کی مدعا پر۔ مدبران قدرت نے مصلحت نہیں سمجھا۔ لیکن ملک و قوم میں جیوں جیوں امن و امان کے ساتھ تمدن۔ معاشرت میں فراغت اور کشادگی پیدا ہوتی گئی۔ ملک و قوم میں نفع رسانی کی غرض خاص سے ان مطالبات کی تعیین بھی ضروری سمجھی گئی شبلی صاحب جلد دوم ص۸ میں لکھتے ہیں۔

عمال صدقات کی ماموری اور ان کا مقام ماموریت

جو ممالک زیر اثر آئے تھے۔ وہاں زکوٰۃ و صدقہ وصول کرنے کے لیے عمال بھیجے گئے وہ اس درجہ کے لوگ ہوتے تھے جن کا تقدس۔ زہد اور پاکیزگی مسلم ہوتی تھی اسی کے ساتھ وہ عالم اور واعظ بھی ہوتے تھے۔ اور اس لیے وہ تحصیل مال کے ساتھ تبلیغ اسلام کی خدمت بھی انجام دے سکتے تھے۔ ان میں سے بعضوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

نام	مقام ماموریت	کیفیت
(۱) مہاجر بن ابی امیہ	صنعاء یمن	حضرت ام سلمہؓ (زوجۂ نبیؐ) کے بھائی تھے
(۲) زیاد بن لبید	حضرموت	یہ اُن صحابہ میں ہیں جو بدر میں شریک تھے۔
(۳) خالد بن سعید	صنعاء (یمن)	سابقین اولین اور مہاجرین حبش میں ہیں سب سے پہلے انھیں نے کاغذات پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا۔
(۴) عدی بن حاتم	قبیلۂ طے میں	مشہور صحابی ہیں۔ حاتم طائی انھیں کا باپ تھا۔
(۵) علاء بن حضرمی	بحرین	
(۶) حضرت ابو موسیٰ الاشعری	زبید و عدن	انکی دعوت اسلام سے قریبًا تمام لوگ مسلمان ہوگئے مشہور صاحب علم صحابی ہیں (گر عمرو عاص کے معمولی حیلہ میں آگئے)
(۷) جریر بن عبد اللہ البجلی		جریر مشہور صحابی ہیں (انکے صاحبزادے عبد اللہ ابن جریر البجلی شہدائے کربلا میں داخل ہیں۔ رضی اللہ عنہ)

(۸) ذو الکلاع حمیری — یمن کے سلاطینی خاندان سے تھے - ایک موقع پر لاکھ آدمیوں نے انھیں سجدہ کیا تھا - جریر کی دعوت پر یہ اسلام لائے تو اس کی خوشی میں چار ہزار غلام آزاد کیے

(۹) حضرت معاذ بن جبل — مشہور صحابی ہیں

اسلامی مبلغین اور معلمین

اسلام نے ایک طرف ملک و قوم میں امن عام قائم کیا جو اولاً اسکے نام سے ظاہر تھا اور ثانیاً اُس کے تبلیغی پیام کا حقیقی مدعا - جسکی تعلیم کا وہ تمام ملک و قوم میں برسوں سے اعلان عام کر رہا تھا اور ملک و قوم کے غلط فہم اور جہالت پسند شُغلا اُس کے ایسے پُر امن اور مصلح عام کی تبلیغ و تعلیم سے قبولیت کی جگہ نفرت کا اظہار کرتے تھے اور پھر اس شدت کے ساتھ کہ اسکے استیصال اور کامل تباہ و برباد کرنے کی کوششوں میں ملک و قوم کا کتنا سرمایہ اُٹھ گیا - کتنی جانیں تلف ہو گئیں - کتنے قبیلے اُجڑ گئے کتنے خاندان ویران ہو گئے مختلف اور متفرق مقامات کے معارکہائے جنگ میں خون کی ندیاں بہ گئیں - لہو کے دریا اُبل پڑے - یہ اسلام کی حقانیت ہی کی پائداری تھی - اور اُس کی حقیقت کی استواری کہ وہ تمام ملک و قوم کے ایکبار مخالف ہو جانے پر بھی مرکز حق سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا - اور تنہا ہو کر بڑے حوصلہ و جگرداری کے ساتھ ہر موقع جنگ اور ہر معرکہ کارزار میں دشمنوں کی بزدلی کے مقابلہ میں سینہ سپر رہا اور کامل نو برس تک ان تمام مصیبتوں اور آفتوں کو جھیل کر اپنے اصل مدعائے تبلیغ و تعلیم کو پورا کیا اور اس مرتبہ تک پہونچایا کہ ملک کے تمام سرکشان قبائل نے بالآخر اس کے آگے متابعت کا سر خم کیا اور اطاعت کی گردن جھکائی -

کچھ ملک و قوم کے خاص قبائل و عشائر کی ذوات ہی کا یہ حال نہیں تھا بلکہ غیر مذہب اعتقاد کے قوم و قبائل نے بھی اس کی حمایت و اعانت اپنے تحفظ و امن کی ضرورت سے اختیار کی - یہ بھی نصرت کا عجیب منظر تھا کہ جس اسلام سے ایسی شدید نفرت تھی اور سخت مخالفت - سنہ ۹ ہجری میں احکام برادت کے اعلان کے بعد ہی سے چاروں طرف سے قبائل و اقوام کے وفود خود دار المدینہ مدینہ میں حاضر آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام لانے لگے جیسا کہ بحث چار دفود کے بیان سے معلوم ہو گا -

اسلام کو جب ملک کے امن عام کی طرف سے اطمینان اور جمعیت خاطر حاصل ہو چکی تو اُس نے اطراف و جوانب کے باقی قبائل و عشائر میں مبلغین اور معلمین اسلامی کو دینیات و عملیات کی تعلیم کیلئے مقرر کیا

مفصلہ ذیل معلمین و مبلغین اسلامی کے نام شبلی صاحب نے لکھکر بتلائے ہین

نام	مقام ماموریت	نام	مقام ماموریت
(۱) حضرت علی ابن ابیطالبؓ	قبیلہ ہمدان۔ خذیمہ مذحج	(۴) عمر عاص	عمان
(۲) مغیرہ بن شعبہ	نجران	(۵) وبر بن یخنس	آبنائے فارس
(۳) خالد بن ولید	اطراف مکہ	(۶) مہاجر بن ابی امیہ	بطرف حارث بن کلال شہزادہ یمن
		(۷) محصنہ بن مسعود	فدک

ان مبلغین اور دُعاۃ کے اثر سے اسلام ہر جگہ تیزی سے آگے بڑھا۔ دعاۃ اطراف مکہ مین بھیجدیے گئے تھے اور لوگ خوشی خوشی مسلمان ہوتے جاتے تھے قرآن پاک کی آیتین اس موقع کی طرف اشارہ کرتی ہین۔

اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح ورأیت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجًا فسبح بحمد ربك واستغفرہ انہ کان توابًا

جب خدا کی فتح و نصرت آئی تو تم نے دیکھ لیا کہ لوگ عمومًا فوج در فوج خدا کے دین مین داخل ہوتے جاتے ہین۔ پس تم حمد خدا کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو کہ وہی بخشنے والا ہے۔

فتح مکہ کے تین مہینے بعد ۹ھ ہجری کے موسم حج مین اعلان براءۃ ہوا۔ اس واقعہ کے بعد بلا استثناء حجاز نے عام طور سے اسلام قبول کرلیا (بحوالہ طبری واقعات ۹ھ ہجری) حجاز سے باہر۔ نبوت کے اکیس برس مین صرف قریش و یہود کی مزاحمت سے اسلام آگے نہ بڑھ سکا۔ اور خال خال مسلمان اِدھر اُدھر نظر آتے تھے لیکن ان دیوارون کا ہٹنا تھا کہ صرف تین برس مین ۸ھ تا ۹ھ مین اسلام کا اثر ایک طرف یمن بحرین۔ یمامہ اور عمان اور دوسری طرف عراق و شام کی حدود تک وسیع ہوگیا۔ عرب کے دو صوبے مین جہان اسلام سے پہلے عربون کی بڑی بڑی حکومتین قائم تھین اور اسوقت بھی وہ روم و فارس دنیا کی دو عظیم الشان طاقتون کے زیر اثر تھین تاہم اسلام بغیر تلوار کی رفاقت کے صلح دامن کے سایہ مین اپنی آواز بلند کرتا چلا گیا اور ہر گوشہ سے لبیک کی صدائین خود بخود آنے لگین سیرۃ النبی جلد اول

وفود عرب کا آنا اور اسلام کا لانا

اصل یہ ہے کہ تمام عرب مکہ کے فیصلہ آخر کا انتظار کر رہا تھا۔ مکہ فتح ہوچکا تو یہ انتظار جاتا رہا اب ہر قبیلہ نے چاہا کہ خود دار الاسلام مدینہ مین جاکر کوئی فیصلہ کرے۔ اہل عرب کو یہ بات معلوم ہوچکی تھی کہ اب وہ اسلام سے سرکشی نہین کرسکتے تھے۔ لیکن خیبر وغیرہ کی نظرون سے یہ بھی جانتے تھے کہ

اسلام لانے پر وہ مجبور نہیں ہیں بلکہ جزیہ یا کسی اور طریقہ سے صلح کر کے اُن کی حالت قائم رہ سکتی ہے۔ فتح مکہ کے ساتھ ہی ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں اور بجز چند کے باقی جس قدر سفارتیں آئیں انھوں نے بارگاہ نبوت میں پہونچکر وہ کچھ دیکھا کہ واپس آئے تو ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ عرب کے سب سے طاقتور قبیلے جن کا اثر دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ بنو تمیم۔ بنو سعد۔ بنو حنیفہ۔ بنو اسد۔ کندہ۔ سلاطین حمیری۔ ہمدان۔ ازد اور طے تھے۔ ان تمام قبائل کی سفارتیں دربار نبوت میں آئیں۔ ان میں سے بعض ملکی حیثیت رکھتی تھیں۔ جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ بحیثیت فاتح کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کر لیں۔ لیکن اکثر اس غرض سے آئے کہ اسلام کی حقیقت سے مطلع ہو کر اُس کے حلقہ میں آجائیں۔ یہ وفود[1] زیادہ تر فتح مکہ کے بعد سنہ ۹ھ اور سنہ ۱۰ ہجری میں آئے لیکن تسلسل بیان کے لیے اس سے پہلے کے چند وفود کا ذکر کرنا بھی موزون ہوگا۔ سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۲۵۔

وفد مزینہ

ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ جو مضر تک پہونچکر قریش کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ نعمان بن مقرن صحابی جو فتح مکہ میں قبیلہ مزینہ کے علمبردار تھے۔ اسی قبیلہ سے تھے۔ اصفہان انھیں نے فتح کیا تھا۔ سنہ ۵ ہجری میں اس قبیلہ کے چار سو شخص تمام قبیلہ کے سفیر بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اسلام لائے (اصابہ فی احوال الصحابہ) عراقی نے سیرت منظومہ میں لکھا ہے۔

اول الوفد وفد المزینة سنة خمس قد وامدینة　　سب سے پہلا وفد جو مدینہ میں آیا وہ مزینہ کا قبیلہ تھا جو سنہ ۵ میں آیا۔

وفد بنی تمیم

یہ وفد بڑی شان و شوکت سے آیا۔ قبیلہ کے تمام بڑے بڑے رؤسا مثلاً اقرع بن حابس زبرقان۔ عمرو بن الاہتم اور نعیم ابن یزید سب اسی سفارت میں شامل تھے۔ عیینہ بن حصین فزاری جو مدینہ کے حدود تک حملہ آور ہوا کرتا تھا وہ بھی ساتھ تھا۔ یہ لوگ اگرچہ اسلام قبول کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ تاہم عربی فخر و غرور کا نشہ سر میں ابھی باقی تھا۔ دربار نبوت یعنی مسجد رسول میں پہونچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آستانۂ مقدس پر

[1] شبلی صاحب نے بہت کم وفود کا حال قلمبند فرمایا ہے۔ ہم نے اور کتابوں سے تفحص و تجسس تمام کے بعد وفود کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

ہمدان۔ بنو طارق بن عبد اللہ۔ بنو بخیت۔ بنی سعد مذحم۔ وفد بہرا۔ وفد بنی عیش۔ بنی اسد۔ بنی عذرہ۔ بنی ثقیف بنی فزارہ۔ بنی حنیفہ۔ عبد القیس۔ بنی طے۔ اشعریین۔ صداء۔ بنی تقیف۔ بنی غامد۔ محارب۔ خولان۔ غسان۔ بنی الحارث سلامان۔ نخع۔ دوس۔ ازد۔ اور فروہ جذامی۔　　مولانا عفی عنہ

جا کر پکارے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آئے تو بولے کہ محمدؐ (صلعم) ہم اس لیے آئے ہین کہ تم سے مفاخرہ کرین۔ آپ نے اجازت دی۔ عطارد بن حاجب جو مشہور خطیب تھا اور جس نے نوشیروان کے دربار سے حسن تقریر کے صلہ مین کمخواب کا خلعت حاصل کیا تھا۔ اُٹھا اور اپنی قوم کی مفاخرت پر ایک پر زور تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ خدا کا شکر ہے جس کی بدولت ہم آج صاحب تاج وتخت۔ خزانہائے گران بہا کے مالک اور مشرق مین تمام قومون سے معزز تر ہین۔ ہماری برابری آج کون کرسکتا ہے۔ ہماری ہم مرتبگی کا جس کو دعوے ہو۔ وہ یہ خصائص اوصاف گنائے جو ہم نے گنائے ہین۔

عطارد خطبہ دیکر بیٹھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت ابن قیس کو جواب دینے کا اشارہ کیا اُنھون نے جو تقریر کی اُس کا ماحصل یہ تھا۔ اُس خدا کی تعریف جس نے زمین وآسمان بنائے اُس نے ہمکو بادشاہی دی اپنے بہترین بندون مین سے بہترین شخص کو انتخاب کیا۔ جو سب سے زیادہ شریف النسب۔ سب سے زیادہ راست گفتار۔ سب سے زیادہ شریف الاخلاق تھا۔ وہ تمام عالم کا انتخاب تھا۔ اس لیے خدا نے اسپر کتاب اُتاری۔ اُس نے لوگون کو اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے مہاجرین اور اُن کے بعد ہم (انصار) نے دعوت اسلام پر لبیک کہی۔

تقریرین ہو چکین تو اشعار کی باری آئی۔ سفارت کی طرف سے تمیم کے مشہور شاعر زبرقان بن بدر نے قصیدہ پڑھا

نحن الکرام فلاحی یعادلنا	ہم شرفائے قوم ہین کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہین ہوسکتا
منا الملوک وفینا ننصب البیع	ہم مین تخت نشین ہین اور ہم کلیساؤن کے بانی ہین

روایتون مین آیا ہے کہ ایک شخص نے مدینہ مین آکر خطبہ دیا تو اُس کی خوبی تقریر نے تمام حاضرین کو حیرت زدہ بنا دیا اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے ان من البیان لسحرا "بعض بعض تقریرون مین جادو ہوتا ہے" اصابہ فی احوال الصحابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبرقان ہی کی تقریر پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ غرض جب زبرقان تقریر کرچکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دربار رسالت کے شاعر حسان ابن ثابت کی طرف دیکھا۔ اُنھون نے برجستہ کہا

ان الذوائب من فہر واخوتہم	شرفائے قبیلہ اور برادران فہر نے وہ
قد بینوا للناس سنۃ یتبع	راستہ بتلا دیا ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہین

ارکان سفارت میں اقرع بن حابس عرب کا مشہور حکیم تھا یعنی مقدمات قومی کا مرافعہ اسی کے پاس جاتا تھا اُس کے فیصلوں پر لوگ گردن جھکا دیتے تھے ۔ وہ اسلام لانے سے پہلے مجوسی تھا ۔ اُس کو یہ دعویٰ تھا کہ جب سفارت کے ساتھ دربار رسالت میں آیا ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ان حمدی لزین وان ذمی لشین میں جسکی تعریف کرتا ہوں وہ چمک اُٹھتا ہے اور میں جسکی برائی کرتا ہوں اسکو داغ لگ جاتا ہے ۔ نظم و نثر کی معرکہ آرائی ہو چکی تو سفارت نے اعتراف کیا کہ دربار رسالت کے خطیب وشاعر دونوں ہمارے خطیب اور شاعر سے افضل ہیں ۔ پھر سب نے اسلام قبول کیا ۔ سیرۃ النبی صفحہ ۳۰

وفد بنو سعد بنو سعد نے ضماد بن ثعلبہ کو سفیر بنا کر بھیجا وہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں آئے اور جس طریقہ سے سفارت ادا کی اُس سے عرب کی سادگی اور اصل آزادروی کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ صحیح بخاری میں متعدد موقعوں پر اس کا ذکر ہے ۔ کتاب العلم کی عبارت حسب ذیل ہے ۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم لوگ دربار رسالت میں حاضر تھے ۔ ایک شخص ناقہ پر سوار آیا اور صحن مسجد میں آکر اُتر پڑا پھر حاضرین سے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس کا نام ہے لوگوں نے آنحضرت صلعم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں ۔ پاس آکر کہا عبد المطلب کے بیٹے آپنے فرمایا میں جواب دے چکا ۔ بولا کہ میں تم سے کچھ پوچھوں گا لیکن سختی سے پوچھوں گا ۔ آپ ناراض نہ ہونا ۔ ارشاد ہوا جو پوچھنا ہو پوچھو بولا کہ اپنے رب کی قسم کھا کر کہو کہ خدا نے کیا تمکو تمام دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے آپنے فرمایا ۔ ہاں ۔ پھر قسم دلا کر پوچھا کہ کیا تمکو خدا نے پنجوقتہ نماز کا حکم دیا ہے اسی طرح زکوٰۃ روزہ اور حج کی نسبت پوچھا ۔ اور آپ برابر ہاں فرماتے جاتے تھے جب سب احکام سن لیے ۔ تو کہا کہ میرا نام ضماد بن ثعلبہ ہے اور مجھکو میری قوم نے بھیجا ہے میں جاتا ہوں اور اپنی قوم سے جو بتلایا ہے ایک ذرہ زیادہ کرونگا نہ کم جب وہ جا چکا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس نے فلاح پائی ۔ ضماد نے واپس جاکر اپنی قوم سے کہا کہ لات وعزیٰ کوئی چیز نہیں ۔ لوگوں نے کہا کیا کہتے ہو ۔ تم کو جنون یا جذام نہ ہو جائے ۔ اُنھوں نے کہا خدا کی قسم وہ نہ فائدہ پہونچا سکتے ہیں اور نہ ضرر ۔ میں تو خدا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں ۔ اُن کی مختصر تقریر کا یہ اثر ہوا کہ شام نہ ہونے پائی کہ قبیلہ کا قبیلہ زن ومرد بچے سب کے سب مسلمان تھے ۔

وفد اشعریین سنہ ہجری ۔ یمن کا ایک نہایت معزز ترین قبیلہ اشعریین کا تھا ۔ ابو موسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے تھے ۔ ان لوگوں نے جب آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے کی خبر سنی تو ترپن شخصوں نے مدینہ کی ہجرت کا قصد کیا اس قافلہ میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری بھی تھے ۔ یہ لوگ جہاز میں سوار ہو کر چلے

لیکن ہوائے مخالف نے جہاز کو حبش میں پہونچا دیا - وہاں حضرت جعفر طیارؓ موجود تھے - وہ اپنے ساتھ لیکر عرب کو روانہ ہوئے اُس زمانہ میں خیبر فتح ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے - چنانچہ یہیں لوگوں نے شرف باریابی حاصل کیا - یہ صحیح مسلم (فضائل اشعریین) کی روایت ہے صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب اشعریوں کا وفد آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے یہاں یمن کے لوگ آتے ہیں جو نہایت رقیق القلب اور نرم دل ہیں مسند احمد بن حنبل میں ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ جب اشاعرہ کا وفد آیا تو یہ لوگ جوش مسرت سے یہ رجز پڑھتے تھے - غدا نلقی الاحبۃ محمدا و حزبہ کل ہم دوستوں سے ملیں گے محمدؐ اور پیروان محمدؐ سے بارگاہ نبوت میں پہونچے تو عرض کی یا رسول اللہؐ ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے آپ کے مذہب کے کچھ احکام سیکھیں اور ابتداے کائنات کے کچھ حال پوچھیں - آپ نے فرمایا - پہلے خدا تھا اور کچھ نہ تھا اور اُس کا تخت پانی پر تھا -

(بحوالہ بخاری بدء الخلق)

وفد دوس سنہ [illegible]

دوس عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے - حضرت ابوہریرہؓ اسی قبیلہ کے ہیں - اس قبیلہ کے مشہور شاعر اور رئیس طفیل بن عمرو تھے - اور ہجرت سے پہلے مکہ گئے - قریش نے انکو منع کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کے پاس نہ جائیں - لیکن ایک دن اتفاقاً یہ حرم میں گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے - قرآن مجید سنکر متاثر ہوئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی کہ آپ مجھکو اسلام کی حقیقت سمجھائیں - آپ نے اسلام کی تبلیغ کی - اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھکر سنائیں اور وہ نہایت خلوص سے سنکر اسلام لائے - وطن جا کر اُن کو اسلام کی دعوت دی - لیکن اُن کے قبیلہ میں زنا کا بہت رواج تھا - لوگ سمجھے کہ اسلام کے بعد اس آزادی سے محروم ہو جائینگے - اس لیے لوگوں نے تامل کیا طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ حقیقت بیان کی - آپ نے دعا فرمائی کہ خدایا دوس کو ہدایت دے پھر طفیل سے ارشاد فرمایا کہ جا کر نرمی اور ملاطفت سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دے - غرض کہ دعاے نبوی کی برکت اور طفیل کی ترغیب و ہدایت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اسی خاندان میں حضرت ابوہریرہؓ بھی تھے - ہجرت کر کے مدینہ میں چلے آئے -

(بحوالہ اصابہ و زاد المعاد)

وفد حرث بن کعب سنہ ۹ ہجری

شبلی صاحب نے اس کو سنہ ۹ ہجری کا واقعہ بتلایا ہے اور صاحب روضۃ الاحباب اور صاحب رحمۃ للعلمین نے سنہ ۱۰ ہجری کے آخر زمانہ کا - آنحضرت صلعم کے انتقال سے کل چار مہینہ قبل کا واقعہ معلوم ہوتا ہے - اس لیے ہم اُسکو سنہ ۹ ہجری کے واقعات میں قلمبند کرینگے -

وفد قبیلہ طے

یمن میں طے نہایت نامور قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے رؤساء زید الخیل اور عدی بن حاتم الطائی تھے اور اُن کے حدود ملک علیحدہ تھے۔ زید زمانۂ جاہلیت کے مشہور شاعر۔ خطیب۔ خوش جمال فیاض اور بہادر تھے۔ سنہ ۹ ہجری میں یہ چند معزز اشخاص کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی۔ اُنھوں نے مع اپنے ساتھیوں کے نہایت صدق دل سے اسلام کی تصدیق کی۔ اور ایمان قبول کیا شہسواری کی وجہ سے یہ زید الخیل کے لقب سے مشہور تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس لقب کو زید الخیر کے لقب سے بدل دیا۔

عدی ابن حاتم سنہ ۹ ہجری

عدی۔ مشہور حاتم طائی کے بیٹے اور قبیلہ طے کے سردار اور مذہباً عیسائی تھے سلاطین عرب کی طرح اُن کو بھی آمدنی کا چوتھائی حصہ ملتا تھا جس زمانہ میں اسلامی فوجیں یمن گئیں یہ بھاگ کر شام چلے گئے۔ ان کی بہن گرفتار ہوکر مدینہ میں آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو بڑی عزت و حرمت سے رخصت کیا وہ اپنے بھائی کے پاس گئیں اور کہا کہ جسقدر جلد ہوسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہ پیغمبر ہوں یا بادشاہ۔ ہر حال میں اُن کے پاس جانا مفید ہے۔ غرض عدی مدینہ آئے۔ آنحضرت صلعم مسجد میں تھے۔ عدی نے مسجد میں جاکر سلام کیا۔ آپنے جواب سلام کے بعد نام پوچھا پھر اُنکو گھر کی طرف لیکر چلے۔ اس اثنا میں ایک بڑھیا آگئی۔ اُس نے آپکو روک لیا اور دیر تک آپ سے کسی کام کے متعلق باتیں کرتی رہی۔ عدی خود قیصر کے شاہی دربار دیکھ چکے تھے اور رومیوں کا دربار دیکھا تھا۔ اُنکو حیرت ہوئی کہ شہنشاہ عرب ایک بڑھیا کے ساتھ مساوات سے پیش آتا ہے اسیوقت اُنکو خیال ہوا کہ یہ شخص بادشاہ نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لیگئے۔ چمڑے کا ایک گدا تھا۔ اُسکو عدی کی طرف بڑھادیا۔ یہ اصرار کے بعد اُس پر بیٹھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں عدی تم اپنی قوم سے مرباع (چوتھائی) لیتے ہو۔ لیکن یہ تو تمھارے مذہب میں جائز نہیں۔ پھر فرمایا کہ خدا کے سوا کوئی اور خدا ہے؟ بولے کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ یہودیوں پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور عیسائی گمراہ ہوگئے ہیں۔ غرض عدی نے اسلام قبول کیا اور اسقدر ثابت قدم رہے کہ ردہ کے زمانے میں بھی اُن پر کچھ اثر نہیں ہوا ہے۔ باپ کی سخاوت کا اثر ان میں بھی تھا۔ ایک شخص نے ایک دفعہ ان سے سو روپیہ طلب کیے۔ بولے کہ تم حاتم کے بیٹے سے اسقدر حقیر رقم طلب کرتے ہو۔ بخدا ہرگز نہ دونگا سلہ

سلہ شبلی صاحب نے عدی بن حاتم کے ابتدائی حالات۔ اپنے غلام سے گفتگو۔ ان کی بہن کی آنحضرت صلعم سے مکالمت اور اُنکے خاص مراعات چھوڑ دیے ہیں ابن ہشام میں مفصل مذکور ہیں۔ مؤلف عفی عنہ

وفد ثقیف

یاد ہوگا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑ کر روانہ ہونے لگے تو صحابہ نے عرض کی تھی کہ آپ ان کے حق میں بددعا فرمائیں۔ آپ نے جن لفظوں میں دعا فرمائی یہ تھی اللّٰھم اھد ثقیفا وائت بھم اے خدا ثقیف کو ہدایت دے اور اُن کو میرے پاس بھیج۔ یہ دعا کرشمۂ ربانی کا اعجاز تھی وہ قبیلہ جو تلوار سے زیر نہ ہوا صداقت کے جلال نے آستانۂ اعلیٰ پر اس کی گردن جھکا دی۔ طائف دو رئیسوں کے قبضہ میں تھا جس میں ایک عروہ بن مسعود تھے۔ جنکی نسبت کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ کلام الٰہی اُترتا تو انہیر اُترتا۔ عروہ اگرچہ ابتک اسلام نہیں لائے تھے۔ لیکن مادہ قابل رکھتے تھے۔ حدیبیہ کی صلح بھی انھیں کی سفارت سے انجام پائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے واپس چلے تو خدا نے ان کو اسلام کی توفیق دی۔ آنحضرت صلعم مدینہ میں پہونچنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام لاکر واپس گئے۔ واپس جاکر انھوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ اور لوگون کو اسلام کی ترغیب دی۔ لوگون نے ان کو بہت برا بھلا کہا۔ صبح کو جب اپنے بالاخانہ پر اذان دی تو ہر طرف سے تیرون کا مینھ برسا یہان تک کہ وہ شہید ہوگئے۔ مرتے وقت وصیت کی کہ محاصرۂ طائف میں جو مسلمان شہید ہوچکے ہیں انھیں کے پہلو میں دفن کیے جائیں۔

عروہ کا خون رائگان نہیں جا سکتا تھا صخر بن عیلہ۔ رئیس احمس یہ سنکر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں کچھ سوار لیکر چل کھڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے اُس وقت پہونچا جب آپ طائف چھوڑ کر مدینہ کی طرف مراجعت فرما چکے تھے۔ صخر نے عہد کیا کہ جبتک اہل طائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت قبول نہ کرینگے میں قلعہ کا محاصرہ نہ چھوڑونگا۔ آخر اہل طائف نے اطاعت قبول کی صخر نے خدمت نبوی میں اطلاع کی تو آپ نے مسجد نبوی میں سب کو جمع کیا۔ احمس کے لیے دس بار دعا فرمائی (ابوداؤد۔ باب اقطاع الارضین)

چند روز کے بعد اہل طائف نے باہم مشورہ کیا کہ تمام عرب اسلام لاچکا۔ اب ہم اکیلے کیا کرسکتے ہیں۔ غرض یہ راے قرار پائی کہ چند سفیر مقرر کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجے جائیں۔ اُن کی سفارت نے مدینہ کا رخ کیا تو مسلمانون کو اسقدر مسرت ہوئی کہ سب سے پہلے مغیرہ ابن شعبہ دوڑ پڑے کہ آنحضرت صلعم کو جاکر خبر کریں۔ راہ میں حضرت ابوبکر مل گئے۔ انکو معلوم ہوا تو مغیرہ کو قسم دلائی کہ یہ خوشخبری مجھے پہونچانے دو۔ مغیرہ نے ان لوگون کو تعلیم دی کہ دربار رسالت میں جانا تو اس طریقہ سے سلام عرض کرنا لیکن یہ لوگ اُسی دستور قدیم کے مطابق آداب بجا لائے۔ عبد یالیل طائف کا مشہور رئیس امیر الوفد تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو (حالانکہ وہ ابتک کافر تھا) مسجد نبوی مین اُتارا (کہ مسلمانون کی محویت واستغراق کو دیکھکر متاثر ہو) یہ لوگ مسجد کے صحن مین خیمے نصب کرکے ٹھہرائے گئے۔ نماز اور خطبہ کے وقت یہ لوگ حاضر رہتے تھے ۔گو خود نہین شریک رہتے تھے۔ آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ خطبون مین اپنا نام نہین لیتے تھے۔ ان لوگون نے آپس مین ذکر کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے تو اپنی پیغمبری کا اقرار لیتے ہین۔ لیکن خطبہ مین خود اپنی پیغمبری کا اقرار نہین کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ مین سب سے پہلے شہادت دیتا ہون کہ مین فرستادۂ الٰہی ہون جماعت سفرار مین عثمان بن ابی العاص سب سے کم عمر تھے۔ سفراء دربار نبوی مین آتے تو انکو بچہ سمجھکر قیام گاہ مین چھوڑ آتے عثمان گو کم سن تھے۔ لیکن سب سے زیادہ تیز فہم اور مائل تحقیق تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جب سفراء دن کو قیلولہ کرتے تو یہ چپکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے اور قرآن مجید اور مسائل اسلام سیکھتے۔ یہان تک کہ اکثر ضروری مسائل سیکھ لیے۔ آنحضرت صلعم ہمیشہ ان لوگون کو اسلام کی تبلیغ کرتے نماز عشا کے بعد انکے پاس تشریف لیجاتے اور کھڑے کھڑے اُن سے باتین کرتے ۔ زیادہ تر مکہ مین قریش کے ہاتھ سے جو اذیتین اُٹھائین اُنکو بیان فرماتے ۔ مدینہ مین آکر جو لڑائیاں پیش آئین اُن کا بھی ذکر فرماتے۔ بالآخر اُن لوگون نے اسلام پر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ لیکن یہ شرطین پیش کین۔

(۱) زنا ہمارے لیے جائز کی جائے۔ کیونکہ ہم اکثر مجرد رہتے ہین۔ اور اس لیے ہم کو اُس سے چارہ نہین۔

(۲) ہماری قوم کا تمام کاروبار اور ذریعہ معاش سود ہے۔ اس لیے سودخواری جائز رکھی جائے۔

(۳) شراب سے نہ روکا جائے۔ ہمارے شہر مین کثرت سے انگور پیدا ہوتا ہے اور یہی ہماری بڑی تجارت ہے۔

لیکن یہ تینون درخواستین نامنظور ہوئین۔ بالآخر ان لوگون نے کہا اچھا ہم یہ شرطین واپس لیتے ہین۔ لیکن ہمارے معبود۔ طائف کے سب سے بڑے بُت (جس کا نام لات ہے) کی نسبت کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ توڑدیا جائے گا۔ یہ سنکر اُن کو سخت حیرت ہوئی کہ کیا کوئی شخص اُن کے خدائے اعظم کو ہاتھ بھی لگا سکتا ہے بولے کہ اگر ہمارے معبود کو معلوم ہوجائے کہ آپ کا یہ ارادہ ہے تو وہ تمام شہر کو تباہ کردیگا حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہوسکا۔ بولے کہ تم لوگ کسقدر جاہل ہو۔ لات یا منات تو صرف ایک پتھر ہین۔ ان لوگون نے کہا اے عمر ہم تمھارے پاس نہین آئے ۔ یہ کہکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ ہم منات کو ہاتھ نہین لگا سکتے۔ آپ جو چاہین کرین۔ لیکن ہمکو اس جرأت سے معاف رکھا جائے

آپ نے یہ درخواست منظور کر لی ان لوگوں نے نماز - روزہ - زکوٰۃ اور جہاد سے مستثنیٰ ہونے کی بھی درخواست کی - نماز سے معافی تو کسی حالت میں ممکن نہیں تھی - جو ہر روز پانچ دفعہ ادا کرنے کی چیز تھی - لیکن زکوٰۃ سال بھر کے بعد واجب ہوتی تھی اور جہاد واجب کفایہ ہے ہر شخص پر واجب نہیں - اور واجب بھی ہو تو اس کے خاص موقع ہیں روز کا کام نہیں - اس بنا پر اس وقت ان دونوں باتوں پر مجبور نہیں کیا گیا کیونکہ معلوم تھا کہ جب وہ اسلام قبول کر لیں گے تو رفتہ رفتہ خود ان میں صلاحیت آجائے گی - حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سنا کہ جب یہ ایمان لا چکیں گے تو زکوٰۃ بھی دینے لگیں گے - چنانچہ دو ہی برس کے بعد حجۃ الوداع کا موقع آیا تو کوئی ثقفی ایسا نہیں تھا جس نے اسلام نہ قبول کر لیا ہو -

سفارت جب واپس چلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو سفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا کہ شرط کے مطابق طائف کے صنم اعظم (لات) کو جا کر توڑ آئیں - مغیرہ نے طائف پہونچ کر بتکدہ کو ڈھانا چاہا تو مستورات روتی ہوئی سر ننگے گھروں سے نکل آئیں جو یہ اشعار پڑھتی جاتی تھیں الا بکین دفاع

اسلمها الرضاع لم یحسنوا المصاح لوگوں پر روؤ کہ پست ہمتوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے سپرد کر دیا اور معرکہ آرائی نہ کر سکے -

وفد نصاریٰ نجران اور واقعہ مباہلہ

وفد نصاریٰ بنی نجران اور واقعہ مباہلہ

نجران - مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک وسیع ضلع کا نام ہے - جہاں عیسائی عرب آباد تھے - یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا جس کو وہ کعبہ کہتے تھے - اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے - اس میں بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے جن کا لقب سید اور عاقب تھا - عرب میں عیسائیوں کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہیں تھا - اعشیٰ شاعر اسی کی شان میں کہتا ہے

وکعبۃ نجران حتم علیک حتی تناخی بابوابها تزور یزیدا وعبد المسیح وقیسا هم خیر اربابها

یہ کعبہ سو کھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا - جو شخص اس کے حدود میں آتا تھا وہ مامون ہو جاتا تھا اس کعبہ کے اوقاف کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو دعوت کا خط لکھا تو اس کعبہ کے محافظ اور ائمہ

اسقف مذہب سات آدمیوں کے ساتھ مدینہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مدینہ میں اُتارا تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو اُن لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ نے روکا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے دو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ ابوحارثہ جو لارڈ بشپ تھا۔ نہایت محترم اور فاضل شخص تھا۔ قیصر روم نے اُس کو یہ منصب عطا کیا تھا اور اُسکے لیے گرجے اور معبد بنوائے تھے۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلعم سے مختلف مذہبی مسائل پوچھے اور آپ نے وحی کے روسے اُن کا جواب دیا۔ ان کے زمانۂ قیام میں سورۂ آل عمران کی اسّی آیتیں اُتریں۔ ان آیتوں میں اُن کے سوالات کا جواب تھا۔ جس آیت میں دعوت اسلام کی تشریح تھی۔ وہ یہ ہے۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء	کہدو (اے پیغمبر) اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کو مان لیں
بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک	جو ہم تم دونوں میں مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت
بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون	نہ کریں اور کسی کو اُسکا شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی کسی کو خدا کے سوا
اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۔	رب نہ قرار دیں۔ اور اگر یہ لوگ نہ مانیں تو تم کہدو کہ تم گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم صلیب پوجتے ہو۔ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو کیونکر مسلمان ہو سکتے ہو۔ جب یہ لوگ اسپر راضی نہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی کے مطابق ان سے کہا کہ اچھا مباہلہ کرو۔ یعنی ہم تم دونوں اپنے اہل وعیال لیکر آئیں اور دعا کریں کہ جو شخص جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو۔

فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم	تو جو شخص تمھارے پیچھے جھگڑا کرتا ہے اُس سے کہدو کہ آؤ
فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا و	اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کو اور خود اپنی ذات کو بلائیں
نساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل	پھر مباہلہ کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اُس پر خدا کی
لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔	لعنت ہو۔

لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا اور امام حسن وحسین علیہما السلام کو لیکر مباہلے کے لیے نکلے تو خود اُن کی جماعت میں سے ایک شخص نے رائے دی کہ مباہلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر یہ شخص واقعی پیغمبر ہے تو ہم لوگ ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائیں گے۔ غرض ان لوگوں نے سالانہ خراج قبول کر کے صلح کر لی۔

واقعۂ مباہلہ کا انکشاف حقیقت

اس واقعہ کے متعلق تھوڑے انکشاف کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ یہ اہل بیت علیہم السلام کے فضائل مخصوصہ کے اظہار کا اصل موقع ہے۔ شبلی صاحب کے لیے استخفاف ضرور ہے اور میرے لیے اُس کا انکشاف۔ اس لیے شبلی صاحب سے عرض ہے اول تو آپ نے اُن عیسائیوں کی معزورانہ آمد۔ متکبرانہ لباس وغیرہ کے وہ تمام حالات مرفوع القلم فرما دیے جو شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں تفصیل سے لکھکر بتلائے ہین۔ آپ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلبیت کی آمد محض معمولی لوگون کی آمد قرار دیکر ان عامیانہ الفاظ مین تحریر فرمایا ہے۔

لیکن جب آنحضرت صلعم حضرت فاطمۃ الزہرا اور امام حسن وحسین علیہم السلام کو لیکر مباہلہ کے لیے نکلے تو ایک شخص نے راے دی کہ ان سے مباہلہ نہ کرنا چاہیے۔

اسی مضمون کو محدث دہلوی کس حفظ مراتب کے انداز مین تفصیل سے لکھتے ہین ع قدر دہر کس بقدر ہمت اوست۔ ملاحظہ ہو اُن کی حسب ذیل عبارت۔

حضرت صلعم خود از حجرۂ شریف بیرون آمدہ حسین ابن علی را در زیر بغل ودست حسنؑ را گرفتہ وحضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا درعقب آنحضرت صلعم وعلی مرتضیٰ در عقب فاطمہؑ۔ وبا ایشان فرمود چون من دعا کنیم شما آمین بگوئید۔ سبحان اللہ چہ وقت وحالت است وچہ شاہد ومشہود۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ سے باہر آئے کہ خود بنفس نفیس حسینؑ بن علی کو گود مین لیے تھے حسن مجتبیٰ کا ہاتھ تھامے ہوئے۔ آپ کے عقب مین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اُن کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰ۔ آپ نے ان حضرات سے کہا کہ جب مین دعا کرون تم لوگ آمین کہنا۔ سبحان اللہ کیا وقت وحالت ہے اور کیا شاہد ومشہود ہیں۔

محققین واقعہ اور ناظرین کتاب دونون عبارتون کے فرق مابہ الامتیاز کو پورے طور سے آپ سمجھ لینگے یہ اپنا اپنا خلوص ہے اور اپنی اپنی توفیق۔ مجھکو نہ عدم اظہار کی شکایت ہے اور نہ تکرار کی ضرورت۔ بڑی دلیری سے جو استخفاف حقیقت کیا گیا ہے۔ اور مجھکو جس کا خاص انکشاف مقصود ہے وہ حضرت علی کی شرکت کو شبلی صاحب کا متروک کر دینا ہے۔

حضرت علیؑ مباہلہ مین شریک نہین تھے

صاحب رحمۃ العلمین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پھر اُن کو یاد آگیا اور انھون نے فوراً حاشیہ مین یہ عبارت لکھدی دیگر روایات مین حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ صفحہ ۱۰۲ حاشیہ نمبر ۲

امام حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں۔

اخرج الحاکم فی المستدرک وصححہ عن جابر قال رسول اللہ صلعم والذی بعثنی بالحق لو فعلوا لامطر الوادی علیھم نارا قال جابر فیھم نزلت فقال تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین قال جابر انفسنا رسول اللہ وعلی و ابنائنا الحسن والحسین ونساونا فاطمۃ۔

حاکم مستدرک میں بسند صحیح جابر سے روایت کرتے ہیں کہ جب نصارائے نجران نے مباہلہ کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم جس نے مجھے براستی مبعوث فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو اس دشت میں آگ برستی۔ جابر کہتے ہیں کہ اسی واقعہ مباہلہ کے متعلق یہ آیت اتری کہ آؤ ہم تم بلائیں اپنے فرزندوں۔ اپنی عورتوں اور اپنے نفوس کو اور بارگاہ ایزدی میں تضرع کے ساتھ جھوٹوں پر بددعا کریں جابر کہتے ہیں کہ اس آیت میں انفسنا سے نبیؐ اور علیؑ مراد ہیں۔ ابنائنا سے حسنؑ و حسینؑ اور نسائنا سے فاطمہ زہراؑ مقصود ہیں۔ [illegible]

ابوحاتم رازی ایک طولانی حدیث میں لکھتے ہیں۔

اقبل معہ علی والحسن والحسین و فاطمۃ۔

جب صبح ہوئی جناب رسول خدا صلعم جناب علی مرتضیٰ حسنینؑ اور فاطمہؑ کو لیکر نکلے۔ ارجح المطالب صفحہ [illegible]

محدث شیرازی لکھتے ہیں۔

حال آنکہ حضرت از حجرہ شریف بیرون آمدہ بود وحسین ابن علیؑ را در زیر بغل و دست حسنؑ را بدست خویش گرفتہ فاطمہؑ و علی مرتضیٰؑ از عقب آن سرور بودند۔ روضہ صفحہ ۵۲۳

آنحضرت صلعم اپنے حجرہ سے باہر آئے۔ اس طرح کہ حسین ابن علیؑ کو گود میں لیے ہوئے تھے حسنؑ کا ہاتھ پکڑے تھے حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰ آپ کے پیچھے تھے۔

یہ وہ معرکۃ الآرا حضرت علی مرتضیٰ کا شرف مخصوصہ ہے جس کو آپ نے سقیفہ بنی ساعدہ کی کمیٹی پر [illegible] احتجاج پیش کیا تھا۔ مگر سنتا کون ہے؟ دیکھیے امام دارقطنی لکھتے ہیں۔

ان علیا یوم الشوری احتج علی اھلھا فقال لھم انشدکم باللہ ھل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الرحم منی ومن جعلہ صلی اللہ علیہ و [illegible] نفسہ وابناءہ ابناءہ غیری قالوا [illegible]

حضرت علیؑ نے مشورت کے روز اہل شوریٰ سے تکرار (اتمام حجت) کرتے وقت پوچھا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کوئی تم میں میرے ایسا شخص موجود ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ [illegible] وآلہ وسلم کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو اور کس کو بجز میرے آنحضرت صلعم نے اپنی جان اور کس کے بیٹوں کو [illegible]

محدث دہلوی کی تحریر اوپر نقل ہو چکی ہے۔ کیا اتنے متعدد اسناد کے بعد بھی شبلی صاحب کے نزدیک حضرت کی شراکت نبوت کی محتاج رہ جائے گی؟

اہل بیت کی شان میں نزول آیۂ تطہیر آل عبا۔ آل کسا پنجتن پاک کے القاب کی توجیہ و تخصیص

اسی فروگزاشت کی طرح شبلی صاحب سے ایک اور سہو النظری واقع ہوئی ہے۔ خدا جانے یہ فروگزاشت حقیقت میں آپ سے سہواً واقع ہوئی ہے یا عمداً۔ واقعہ نجران کے بعد ہی حضرات اہل بیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی منزلت میں نزول آیہ تطہیر کا موقع تمام کتابوں سے ثابت ہوتا ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ اسکی تفصیل و تصریح میں ارباب سیر و تاریخ سے زیادہ اصحاب صحاح و سنن کے اقوال و مختار پائے جاتے ہیں پھر تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے اپنے نقل و استنباط کے اصول مقررہ کے خلاف اس واقعہ کو بھی کیوں نہ لکھا۔ اس لیے کہ یہ واقعہ تو تمام تر محدثین ہی کے مستخرجات خاص سے ثابت ہوتا ہے اور آپ مرویات احادیث کی نقل و استناد کو سیر و تاریخ کی مرویات پر ہمیشہ ترجیح دیتے آئے ہیں چنانچہ ہم اسکی تفصیلی کیفیت صحیح مسلم۔ صحیح ترمذی۔ خصائص نسائی۔ اور مسند امام احمد بن حنبل کے متفقہ اسناد سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عن سعد بن ابی وقاص لمّا نزلت هذه الآية فقال تعالوا ندع ابنآءنا و ابنآءكم ونسآءنا و نسآءكم و انفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكاذبين دعا رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم عليّا و فاطمة وحسنا وحسينا فقال اللّهم هولاء اهلبيتي۔	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کہ اے محمد کو جھگڑا کرنے والوں سے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اپنی جان اور تمہاری جانوں کو پھر دعا کریں اللہ سے پس لعنت الٰہی جھوٹوں پر نازل ہوئی تو جناب رسول خدا نے علی۔ فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کو بلا کر کہا اے میرے پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں

اتنے ارباب صحاح کے اقوال متفقہ سے معلوم ہو گیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پانچ بزرگواروں (پنجتن پاک) کو اپنا اہلبیت بتلایا اور خدا کے آگے پیش کیا۔ اور انھیں بزرگواروں کے ذاتی اور صفاتی وجاہت و عظمت کے باعث عیسائیوں نے مخوف و مرعوب ہو کر شرائط صلح منظور کر لیے

اسکے بعد تعداد و تعامل نے ان حضرات مقدسین کی شان خاص میں آیۂ تطہیر نازل فرمائی مسلم ترمذی۔ دولابی بیہقی۔ ابن مندہ۔ ابن جریر۔ حاکم۔ ابن مردویہ اور امام سیوطی بیک لفظ لکھتے ہیں۔

عن ام المومنین ام سلمۃ قالت ان ھذا الآیۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا نزلت فی بیتی وانا جالسۃ عند الباب وفی البیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی وفاطمۃ وحسن وحسین فجللھم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا فقالت وانا معھم یا رسول اللہ قال انک علی الخیر۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق یہ آیت کہ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور لیجاوے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تمکو خوب پاک کرنا۔ میرے گھر میں نازل ہوئی ہے۔ میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور گھر (حجرہ) میں جناب رسولخداؐ۔ علیؑ مرتضیٰ۔ فاطمہ زہرا اور حسنین علیہم السلام تھے حضرت نے اُن کو ایک چادر اُڑھاکر فرمایا اے میرے پروردگار میرے اہلبیتؑ اور میرے مددگار یہی ہیں۔ ان سے نجاست کو دور کر اور پاک کر خوب پاک کرنا۔ پس میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا۔ تم بہتری پر ہو۔

ارجح المطالب ۵۵۴

موقع نزول میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل۔ ابوحاتم رازی۔ امام حاکم بیہقی۔ دیلمی ابن ابی شیبہ۔ ابن مندہ۔ ابن جریر اور سیوطی سے ایک دوسری روایت ہے جو واثلہ بن الاسقع کی زبانی مروی ہے۔ آیۂ تطہیر کا نزول خاص جناب سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خاص عصمت سرا میں ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح رداء۔ عباء اور کساء میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ سے جو روایت منقول ہے اُس میں رداء اور عبا کا لفظ ہے اور جو واثلہ بن الاسقع کی زبانی حضرت ام المومنین عائشہ سے مروی ہے جس کو مسلم۔ ترمذی۔ احمد بن حنبل۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم۔ حاکم اور سیوطی نے لکھا ہے اُس میں کساء (کملی) کا لفظ ہے۔ انھیں تصریحات و توجیہات کی بناء پر اور اپنی تعداد کی نسبت خاص سے یہ حضرات مقدسین خمسۃ النقباء النجباء اور پنجتن پاک کے القاب مخصوص سے دنیائے اسلام میں یاد کیے جاتے ہیں۔ رداء (عباء) کے اعتبار سے آل عبا اور کساء (کملی) کے لحاظ سے آل کسا مشہور ہیں ؎

حسنت جمیع خصالہ ۔ صلوا علیہ وآلہ

نجران کے عیسائیوں پر اسلام کی صداقت کا اثر مدینہ سے اُن کی واپسی بشیر کا خاتمہ بالخیر

شبلی صاحب اکثر کام کی باتوں کو بھی اپنی عجلت رقمی کی بنا پر ادھوری اور نا تمام چھوڑ دیتے ہیں اہل نجران کی واپسی کے حالات بھی محاسن اسلام کی اظہار کی غرض سے ضرور قابل ذکر تھے۔ اس لیے ہم اُن کو رحمۃ العلمین کی عبارت سے ذیل میں خاص طور پر نقل کرتے ہیں۔

جو معاہدہ اُنھیں لکھکر دیا گیا تھا اُسے مغیرہ بن شعبہ نے لکھا تھا۔ اور ابو سفیان بن حرب۔ عجلان بن عمر۔ مالک ابن عوف اور اقرع بن حابس صحابہ کی شہادت اُسپر ثبت تھیں۔ اُس کے حسب ذیل فقرات خاص طور پر ناظرین کے لیے ملاحظہ طلب ہیں۔ اس لیے کہ اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسائیوں کو کیسے کھلے دل سے اُن کے حقوق مرحمت فرماتے تھے۔

لنجران جوار الله وذمة محمد النبي على انفسهم وملتهم وارضهم واموالهم وغائبهم وشاهدهم وعشيرتهم وتبعهم وان لا يغير مما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم ولا ملتهم ولا يغير مما تحت ايديهم من قليل او كثير وليس عليهم ريبة ولا دم جاهلية ولا يحشرون ولا يطاء ارضهم الجيش - (بحوالہ فتوح البلدان بلاذری)

نجران والوں کو خدا اور محمد رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی جان۔ مذہب۔ زمین۔ مال۔ اور جائداد کے متعلق اور اُن سب کو جو حاضر و غائب ہیں۔ صاحب قبیلہ ہیں۔ یا اُنکے اتباع کرنیوالے ہیں اُن کی حالت اور حقوق میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ اور جو کچھ کم یا زیادہ اُن کے قبضہ میں ہے اُسے نہ بدلا جائیگا پچھلے زمانہ کے شبہات یا قتل کے جھگڑے ان پر نہ چلائے جائیں گے وہ بیگار میں نہ پکڑے جائیں گے .... اُن کے علاقہ سے فوج نہ عبور کرے گی۔

سند حاصل کرنے یہ لوگ نجران کو واپس گئے۔ بشپ (اسقف) اور دیگر سر برآوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھکر ان لوگوں سے ملاقات کی۔ وفد نے یہ سند اسقف کے سامنے پیش کر دی وہ راستہ ہی میں چلتے چلتے اسے پڑھنے لگا۔ اُس کا چچیرا بھائی بشر بن معویہ۔ جس کی کنیت ابو علقمہ تھی اُسکے نزدیک تھا وہ بھی اُس کے مضمون کی طرف اسقدر متوجہ ہوا کہ بے حال ہو گیا اور اونٹنی نے اُسے زمین پر گرا دیا اُس نے گرتے ہی کہا خرابی ہو اُس شخص کی جس نے اسقدر ہمکو تکلیف میں ڈالا ہے۔ بشر نے یہ اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیا تھا۔ اسقف بولا۔ دیکھو تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ نبی مرسل ہے بشر نے جواب دیا۔ اب میں بھی اُسکا پالان اُسی کے پاس جاکر اتاروں گا۔ یہ کہکر اُس نے اپنا رخ بدلا اور مدینہ کو چل کھڑا ہوا۔ اسقف نے اُس کے پیچھے اپنا ناقہ لگایا۔ چلا چلا کر کہتا تھا میری بات تو سنو

میرا مطلب تو سمجھو - مین نے یہ فقرہ اس لیے کہا تھا کہ ان قبائل مین یہ مشتہر ہو جائے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے مین کوئی حماقت کی ہے - یا فیاضی قبول کر لی ہے - حالانکہ ابھی تک دیگر قبائل نے اُس کی فیاضی کو قبول نہین کیا ہے اور ہماری شوکت و طاقت اورون سے بڑھکر بھی ہے کہ ہمکو کسی کی فیاضی کی ضرورت نہین - بشر بولا - نہین نہین - بخدا نہین - اب مین نہین رکنے کا تیرے منہ سے ایسی بات نکل ہی نہین سکتی - بشر نے یہ اشعار پڑھے اور مدینہ چلا آیا ؎

الیک تعدو قلقا وضینها　　معترضا فی بطنها جنینها　　مخالفا دین النصاری دینها

بشر تو خدمت نبوی مین پہونچکر وہین حضور مین رہا - اور بالآخر درجۂ شہادت پر فائز ہوا - اب اُس وفد واپس شدہ کی اثر پذیری کا حال یہ ہے -

جب یہ لوگ نجران پہونچ گئے تو نجران کے گرجا مین ایک رہنے والے مانک (راہب) نے بھی کسی سے یہ داستان سن پائی کہ ایک نبی تہامہ مین پیدا ہوا ہے - اُس کا خط آیا تھا - یہان سے تین شخص اُس کے پاس بھیجے گئے تھے وہ اُس سے سند لیکر آئے تھے - اُسقف (بشپ) وہ سند لیکر آیا تھا اُسے پڑھ رہا تھا - اُس کا بھائی سواری سے گر گیا اُس نے نبی کو بُرا بھلا کہا - اُسقف نے اُسے منع کیا - اور بتلایا کہ وہ سچا نبی ہے - اُسے بُرا نہ کہو - وہ یہ سنکر مدینہ کو چلا گیا - اُسقف نے بہت روکا - نہ رکا - راہب نے جو گرجا کے بُرج کے بالائی حصہ پر (سالہاسال سے) رہا کرتا تھا چیخنا شروع کر دیا - مجھے اُتارو مجھے اُتارو ورنہ مین اوپر سے کود پڑون گا خواہ میری جان جاتی رہے لوگون نے اُسے اُتارا - وہ راہب بھی چند تحائف لیکر نبی صلعم کی خدمت مین روانہ ہو گیا - ایک پیالہ - ایک عصا - اور ایک چادر اس راہب نے بطور تحفہ پیش کی تھی - وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی - راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ مین ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر اور پھر واپس آنے کا وعدہ کر کے نجران چلا گیا - مگر نبی صلعم کی حیات تک واپس نہ آیا - رحمۃ العالمین صـ ۲۰۶

وفد ہمدان ۹ ہجری

یہ قبیلہ یمن مین آباد تھا - ان مین اشاعت کے لیے پہلے خالد بن ولید بھیجے گئے یہ چھ مہینے تک وہان مقیم رہے لیکن کسی نے اسلام قبول نہین کیا - پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو اس قبیلہ مین اشاعت اسلام کے لیے مامور فرمایا ، انکے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن مین مسلمان ہو گیا - حضرت علیؑ کا خط اطلاعی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین آیا تو آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا - اور زبان مبارک سے تین بار کہا - السلام علی ہمدان

السلام علی ہمدان یہ وفد انھیں لوگون کا تھا جو حضرت علی کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے۔ ور اب دیدار نبوی ؐ سے مشرف ہونے آئے تھے۔
رحمتہ ص ۱۸۷

وفد طارق بن عبد اللہ

طارق بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ مین مکہ مین سوق المجاز مین کھڑا تھا۔ اتنے مین وہان ایک شخص تھا جو پکار پکار کر کہتا تھا قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا لوگو۔ لا الہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤگے۔ ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے آیا جو اسے کنکریان مارتا تھا اور کہتا تھا یا ایھا الناس لا تصدقوا فانہ کذاب لوگو اسے سچا نہ جانو یہ تو جھوٹا شخص ہے مین نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہین۔ لوگون نے کہا یہ بنی ہاشم مین سے ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اس کا چچا عبد العزی (ابو لہب) ہے طارق کا بیان ہے کہ اس واقعہ کو برسون گزر گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ مین ہجرت فرما گئے پھر ایک مدت کے بعد ہماری قوم کے چند لوگ جن مین مین بھی تھا مدینہ گئے تاکہ وہان کی کھجورین مول لائین جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہونچے تو ہم اس لئے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر مین داخل ہون۔ اتنے مین ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادرین تھین۔ اس نے سلام کر کے پوچھا کدھر سے آئے۔ کدھر جاؤگے۔ ہم نے کہا ربذہ سے آئے ہین اور یہین تک کا قصد ہے۔ پوچھا مدعا کیا ہے ہم نے کہا کھجورین خریدنے آئے ہین۔ اس شخص نے کہا اونٹ بیچتے ہو۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا جس کی مہار ڈالی ہوئی تھی ہم نے کہا ہان۔ اسقدر کھجورون کے عوض ہم اونٹ دیدین گے۔ یہ سن کر اس شخص نے قیمت گھٹانے کی نسبت بھی کچھ نہین کہا اور مہار شتر تھام کر شہر مین چلا گیا۔ جب وہ شہر مین پہونچ گیا تو ہمارے ہمراہی آپس مین کہنے لگے یہ ہم نے کیا کیا۔ ایک ایسے شخص کو اونٹ دیدیا۔ جس سے ہم واقف تک بھی نہین اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام نہین کیا۔ ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین تھی (سردار قوم کی عورت تھی) وہ بولی کہ مین نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھوین رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔ اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو مین ادا کرون گی ہم یہ باتین کر ہی رہے تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا اور کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھیجا ہے اور قیمت شتر کی کھجورین بھیجی ہین۔ اور تمھاری ضیافت کی الگ کھجورین بھیجی ہین۔ کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجورون کو وزن کر لو جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے تو شہر مین داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کہہ رہا ہے ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ وعظ آپ کی زبان سے سنے۔

تصدقوا فان الصدقۃ خیر لکم الید العلیا   لوگو خیرات دیا کرو خیرات کا دینا تمھارے لئے بہتر ہے۔

خیر من الید السفلی ۔ امک و اباک و اخاک و اقرباک و ادناک ۔

اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے ۔ ماں کو ۔ باپ کو ۔ بہن کو قریبی رشتہ اور دور والے رشتہ مندوں کو رحمۃ العالمین

وفد بنو حرث بن کعب سنہ ۹ ہجری

یہ نجران کا ایک معزز خاندان تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کو ان کے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا ۔ یہ لوگ نہایت خلوص کے ساتھ اسلام لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو مدینہ میں بلا بھیجا چنانچہ قیس بن الحصین اور یزید بن عبد المدان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ اکثر معرکوں میں قبائل عرب پر وہ غالب رہے تھے ۔ آپؐ نے اُن سے پوچھا کہ تمھارے غلبہ کے کیا اسباب تھے ۔ بولے کہ ہم ہمیشہ متفق ہو کر لڑتے تھے اور کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے ۔ آپؐ نے قیس کو اُن کا رئیس مقرر کر دیا ۔ سیرۃ النبی

وفد بنو اسد سنہ ۹ ہجری

یہ وہ قبیلہ ہے جو لڑائیوں میں قریش کا دست و بازو تھا طلیحہ بن خویلد جس نے حضرت ابوبکر کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا ۔ اسی قبیلہ سے تھا ۔ سنہ ۹ ہجری میں یہ لوگ بھی ایمان لائے ۔ اور سفارت بھیجی لیکن ابتک اُن کے دماغ میں فخر کا نشہ تھا سفرا دربار رسالت میں آئے تو احسان کے لہجہ میں کہا کہ آپ نے ہمارے پاس کوئی مہم نہیں بھیجی بلکہ ہم نے خود اسلام قبول کیا اس پر آیت اُتری ۔

یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صادقین

یہ لوگ تمپر احسان رکھتے ہیں کہ ہم اسلام لائے ۔ کہدو کہ مجھپر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو ۔ بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو اسلام کی ہدایت کی ۔ اگر تم سچے ہو ۔

وفد بنی فزارہ

یہ نہایت سرکش اور زور آور قبیلہ تھا عیینہ بن حصین اسی قبیلہ سے تھے ۔ اس قبیلہ نے رمضان سنہ ۹ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک سے واپس آئے اپنا وفد بھیجا اور اسلام قبول کیا

وفد بنو عامر بن صعصعہ سنہ ۹ھ

بنو عامر کا قبیلہ عرب کے مشہور قبیلہ قیس بن غیلان کی شاخ تھا ۔ بنو عامر اُسوقت میں رئیس تھے ۔ عامر بن طفیل ۔ اربد بن قیس اور جبار بن سلمی ۔ عامر اور اربد صرف حصول جاہ کے خواہاں تھے ۔ یہ عامر وہی شخص تھا جو اس سے پہلے متعدد فتنوں کا باعث ہو چکا تھا اور اُسوقت بھی شر کی نیت سے آیا تھا ۔ جبار اور قبیلہ کے عام لوگ خلوص نیت سے صداقت کے طالب تھے عامر مدینہ پہونچکر خاندان سلول کی ایک خاتون کا مہمان ہوا ۔ جبار اور مشہور صحابی کعب ابن مالک

مین پہلے سے مراسم تھے - اس لیے وہ تیرہ آدمیون کے ساتھ انھین کے گھر مہمان ہوا - اور اسی تقریب سے کعب انکو لیکر خدمت اقدس مین حاضر ہوئے - بنو عامر نے سلسلۂ کلام مین آنحضرت صلعم سے مخاطب ہو کے کہا انت سیّدنا آپ ہمارے آقا ہین - آپ نے فرمایا السید اللہ خدا سب کا آقا ہے - انھون نے پھر عرض کی - حضور ہم مین سب سے افضل اور فیاض ہین - ارشاد ہوا - بات بولو تو اس کا لحاظ رکھو کہ شیطان تمھین بہکا نہ لیجائے - یعنی یہ تکلف اور تملق بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے - عامر بن طفیل نے کہا محمدؐ - باتین تین ہین - تم اہل بادیہ پر حکومت کرو - اور شہر میرے قبضہ مین رہین - اگر یہ دونون نہین تو پھر تم اپنے بعد مجھے جانشین بنا جاؤ - اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو مین غطفان کو لیکر تم پر چڑھ آؤن گا - عامر نے اربد کو سمجھا دیا تھا کہ مین محمدؐ کو ادھر باتون مین لگاؤنگا - اُدھر تم اُن کا کام تمام کر دینا - اب عامر نے دیکھا تو اربد مین جنبش تک نہین تھی - نبوت کے غیر مرئی جلال نے اُن کی آنکھین خیرہ کر دی تھین - دونون اٹھکر چلے آئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ - خدایا ان کے شر سے بچانا - عامر کو طاعون ہو گیا عرب مین صاحب فراش ہونا شرم کی بات تھی - عامر نے کہا مجھے گھوڑے پر بٹھاؤ گھوڑے پر بٹھا دیا گیا اور اُسی پر اُس نے دم توڑا - جبار اور قوم کے عام اشخاص ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر دار الاسلام سے واپس آئے کر

وفد حمیر | حمیری سلطنت نہین رہی تھی - سلاطین حمیر کی اولاد نے چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم کر لی تھین اور برائے نام بادشاہ کہلاتے تھے - عرب مین اُن کا لقب قیل تھا - یہ لوگ خود تو نہین آئے لیکن قاصد بھیجے کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے - سیرۃ النبیؐ ۳۰ - ۲۹ جلد ۲

وفد کندہ | آغاز سال ۱۰ھ | حضرموت - یمن کے اضلاع مین ایک شہر ہے - یہان کندہ خاندان کی سلطنت تھی اس زمانہ مین اس خاندان کے حاکم اشعث بن قیس تھے - یہ سنہ ہجری مین اسّی سوارون کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ - حیرہ کی چادرین - جن کے سنجاف حریر کے تھے - کاندھون پہ ڈالے بارگاہ نبوی مین حاضر ہوئے - یہ پہلے اسلام قبول کر چکے تھے - آنحضرت صلعم نے انھین دیکھکر فرمایا کیا تم اسلام نہین لا چکے ہو بولے ہان - آپ نے فرمایا پھر یہ حریر کیسا ؟ ان لوگون نے فوراً چادرین پھاڑ کر زمین پر ڈالدین - حضرت ابو بکرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین اپنی بہن ام فروہ سے ان کی شادی کر دی تھی نکاح ہو چکا تو فوراً اُٹھکر اونٹون کے بازار مین پہونچے اور جو اونٹ سامنے آیا - تلوار سے اُس کی کونچین اڑا دین - تھوڑی دیر مین بیسون اونٹ زمین پر ڈھیر تھے - لوگون کو حیرت ہوئی انھون نے کہا اگر ہم دار الریاست مین ہوتے تو اور ہی سامان ہوتا یہ کھکر اونٹون کے دام دیدیے اور

لوگون سے کہا یہ آپ کی دعوت ہے - یہ جنگ قادسیہ اور یرموک مین شریک تھے - اور صفین مین حضرت علیؓ کے شریک تھے

شبلی صاحب - اپنے مطلب کی لکھ مارتے ہین اور غیر کے مطلب کی ہضم کرجاتے ہین - اتنا اور لکھدیا ہوتا - صفین مین سب سے پہلے خلیفہ وقت کو چھوڑ کر رافضی یا خارجی بھی ہوگئے - اور ان کے صاحبزادے محمد بن اشعث حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلون مین شمار ہوئے ؎

نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوئے

وفد بنی عبد القیس

یہ قبیلہ بحرین کا رہنے والا تھا - یہان اسلام کا اثر پہونچ چکا تھا - سب سے پہلے اس قبیلہ کے تیرہ آدمی ۵ھ مین یا اُس کے آگے پیچھے حاضر خدمت نبوی ہوئے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کون لوگ ہو - عرض کی یارسول اللہ ص - ہم لوگ خاندان ربیعہ سے ہین حبا لاخزایا ولاندامی ان لوگون نے عرض کی - ہمارا ملک (بحرین) بہت دور ہے - اور بیچ مین کفار مضر کی آبادیان ہین - ہم اشہر حرم کے سوا اور مہینون مین نہین آسکتے چند باتین ایسی تلقین فرمائی جائین جن پر ہم ہمیشہ عمل کرین اور اپنے اہل وطن کو بھی اُن کی تعلیم دین - ارشاد ہوا کہ مین تمھین چار باتون کا حکم دیتا ہون - نماز پڑھو - روزہ رکھو - حج کرو خمس دو - اور چار چیزون سے تم کو منع کرتا ہون دبّا - حنتم - نقیر - مزفت دُبّا - حنتم - نقیر اور مزفت - عرب مین چار قسم کے برتن ہوتے ہین - جن مین رکھکر شراب بنائی جاتی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت شریف جاری تھی کہ جس قبیلہ مین جو عیوب ہوتے تھے اُن کی پند و موعظت مین اُنھین کی خصوصیت کے ساتھ ذکر فرماتے تھے - لوگون کو تعجب تھا کہ حضور نے ان ظروف کا مخصوص طور پر کیون ذکر فرمایا - چنانچہ اُنھون نے پوچھا کہ یارسول اللہ ص نقیر کے متعلق آپ کو کیا معلوم ہے - ارشاد فرمایا ہان کھجور کی موٹی لکڑی کو اندر سے کھود کر تم اُس مین پانی ڈالتے ہو - جب اُبال کم ہوجاتا ہے تو تم اُسکو پی کر اپنے بھائیون پر تلوار چلاتے ہو - اتفاق یہ کہ اس وفد مین ایک صاحب ایسے تھے جن پر یہی واقعہ گزرا تھا - اُن کی پیشانی پر تلوار کا داغ تھا اور اُسکو وہ شرم سے چھپائے تھے -

بعض روایتون مین ہے کہ عبد القیس نے خود پوچھا تھا کہ ہم کو کیا پینا نہ چاہیے - اسکے جواب مین آپ نے ان چار چیزون کا ذکر فرمایا - بخاری اور مسلم اور دیگر کتب صحاح مین عبد القیس کے اس وفد کا ذکر کیا ہے - ابن مندہ اور دولابی وغیرہ مین اس قبیلہ کے اور وفدون کا ذکر کیا گیا ہے جس مین

۱۰ آدمی شریک تھے۔ اس بنا پر علامہ قسطلانی نے اس قبیلہ کے دو وفد قرار دیے ہین۔ پہلا تقریباً سنہ ہجری مین اور دوسرا سنہ ہجری مین حافظ ابن حجر کی کتاب المغازی مین بعینہ یہی تحقیق ہے۔

وفد تجیب قبیلہ تجیب کے تیرہ آدمی حاضر ہوئے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے مال مویشی کی زکوٰۃ لیکر آئے تھے۔ ابوبکر صدیق نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ان سے بہتر کوئی وفد اسوقت تک نہین آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہدایت خدائے عزوجل کے ہاتھ مین ہے۔ خدا جس کی بہبودی چاہتا ہے اُس کے سینے کو کھولدیتا ہے۔ ان لوگون نے رسول اللہ صلعم سے چند باتون کا سوال کیا۔ آنحضرت صلعم نے اُن کے جوابات لکھوا دیے۔ یہ لوگ قرآن اور سنن ہدیٰ سیکھنے کے بہت ہی شائق تھے اسلیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو ان کی تواضع کے لیے خاص طور پر معین کیا تھا یہ لوگ واپسی کے لیے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے اور بار بار خدمت نبوی سے اجازت طلب کرتے تھے۔ صحابہ نے پوچھا تم لوگ یہان سے جانے کے لیے کیون اسقدر گھبراتے ہو۔ کہا دل مین یہ خوشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیے آپ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے جو فوائد اور برکات ایمان یہان آکر ہم کو حاصل ہوئے اُن سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد از جلد پہونچا دین۔ آنحضرت صلعم نے اُن کو عطیات سے سرفراز فرمایا اور رخصت کیا تو پوچھا کہ کوئی شخص تم مین سے باقی تو نہین رہ گیا ہے۔ اُنھون نے کہا ہان۔ ایک جوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس چھوڑ آئے ہین۔ فرمایا اُسے بھیجدینا۔ وہ حاضر ہوا۔ تو اُس نے کہا یا رسول اللہ میرا مدعا میری قوم کے مدعا سے الگ ہے۔ اگرچہ مین جانتا ہون کہ وہ یہان محبت اسلام سے آئے تھے۔ اور صدقات کا مال بھی لائے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ تم کیا چاہتے ہو یہ بھی تو کہو۔ کہا۔ مین تو اپنے گھر سے صرف اس لیے آیا تھا کہ حضور میرے لیے دعا فرمائین کہ خدا مجھے بخشدے مجھپر رحم کرے۔ اور میرے دل کو غنی کردے۔ نبی صلعم نے اُسکے لیے دعا فرمائی۔

حجۃ الوداع (سنہ ھ) مین یہ لوگ پھر آپ سے ملے نبی صلعم نے پوچھا کہو اُس نوجوان کی کیا خبر ہے۔ لوگون نے کہا یا رسول اللہ اُس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی مین نہین آیا اور اُس جیسا قانع شخص سنا ہی نہین گیا۔ اگر دنیا بھر کی دولت اُسکے سامنے تقسیم ہورہی ہو تو وہ نظر اُٹھا کر بھی نہین دیکھتا۔

بحوالہ زاد المعاد۔ ترجمہ صفحہ جلد ا

وفد بنو سعد ہذیم یہ قبیلہ بنو قضاعہ کی ایک شاخ تھا۔ جس وقت مسجد نبوی مین پہونچے تو دیکھا نبی صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم ایک جنازے کی نماز پڑھا رہے ہین - انھون نے آپس مین یہ طے کرلیا تھا کہ بیعت سے پہلے ہمکو کوئی کام نہین کرنا چاہیے - اسلیے یہ لوگ ایک طرف ہوکر بیٹھے رہے جب آنحضرت صلعم اُدھر سے فارغ ہوئے اُن کو بلایا پوچھا تم کیا مسلمان ہو - اُنھون نے کہا - ہان - فرمایا تم اپنے بھائی کے لیے دعا مین کیون نہ شریک ہوئے - عرض کی ہم سمجھے تھے کہ بیعت رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہم کسی کام کے مجاز نہین فرمایا جس وقت تم نے اسلام قبول کیا - تم مسلمان ہوگئے اس اثنا مین وہ لڑکا آگیا جسے یہ لوگ اپنی سواریون کے پاس بٹھلا آئے تھے - وفد نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ ہم سے چھوٹا ہے اسلیے ہمارا خادم ہے فرمایا ہان اصغر القوم خادمھم چھوٹا اپنے بزرگون کا خادم ہوتا ہے - خدا اسے برکت دے اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآن مجید کا سب سے اچھا جاننے والا ہوگیا - جب یہ وفد لوٹکر گھر گیا تو تمام قبیلہ مین اسلام پھیل گیا -

وفد بہراء یہ لوگ مدینہ مین آئے حضرت مقداد رضی کے گھر کے سامنے اُنھون نے اپنے اونٹ باندھ دیے مقداد نے گھر والون سے کہا کہ ان کے لیے کچھ تیار کرو اور خود ان کے پاس گئے اور خوش آمدید کہکر اپنے گھر لیگئے - ان کے سامنے حیس (ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستو ملاکر گھی مین تیار کیا جاتا ہے اور کبھی گھی کی جگہ چربی بھی ڈالدیا کرتے ہین) رکھا گیا) اس کھانے مین سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیلیے بھی مقداد نے بھیجا - نبی صلعم نے اُس مین سے کچھ کھایا اور برتن واپس دیا - اب مقداد دونون وقت وہی پیالہ ان مہمانون کے سامنے رکھدیتے وہ مزے سے لیکر کھایا کرتے - خوب کھایا کرتے - مگر کھانا کم نہ ہوتا - ان لوگون کو یہ دیکھکر بڑی حیرت ہوئی - آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا کہ مقداد - ہم نے تو سنا تھا کہ مدینہ والون کی خوراک ستو جو وغیرہ ہین - تم تو ہمین ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے ہان بہت ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے اور جو ہر روز ہمکو میسر بھی نہین ہوتا - اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہین تھا - مقداد نے کہا صاحبو - یہ سب کچھ آنحضرت صلعم کی برکت ہے کیونکہ اس مین انگشت مبارک لگ چکی ہے - یہ سنتے ہی سب نے بالاتفاق کہا کہ وہ بیشک رسول برحق ہین اور اپنا ایمان تازہ کیا - یہ لوگ کچھ عرصہ تک مدینہ مین رہے - قرآن اور احکام اسلام سیکھے اور اپنے گھر واپس چلے گئے -

وفد خولان سنہ ہجری یہ دس شخص تھے جو ماہ شعبان سنہ ہجری آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے - اُنھون نے آکر عرض کی کہ ہم اپنے باقی ماندگان قوم کی طرف سے

وکیل ہو کر آئے ہیں - خدا اور رسول پر ہمارا ایمان ہے - ہم حضور کی خدمت میں لمبا سفر طے کرکے آئے ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدا اور رسول ؐ کا ہم پر احسان ہے - ہم یہاں محض زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من زارنی بالمدینۃ کان فی جواری یوم القیٰمۃ جس نے مدینہ میں آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا پھر آنحضرت صلعم نے پوچھا عم انس ایش کا کیا حال ہوا (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا بت تھا) وفد نے عرض کی - ہزار شکر ہے کہ خدا نے حضور کی تعلیم کو ہمارے لیے اس کا بدل بنا دیا ہے اب بعض بعض بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں جو اس کی پوجا کیے جاتی ہیں - انشاءاللہ ہم اسے جا کر گرا دیں گے - ہم مدتوں اس دھوکے اور فتنہ میں مبتلا رہے - رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کسی دن کا ذکر سناؤ تو - وفد نے عرض کی - یا رسول اللہ ؐ - ایک دفعہ ہم نے سو نرگاؤ (بیل) جمع کیے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیے قربانی کیے گئے - اور درندوں کے لیے چھوڑ دیے گئے - حالانکہ ہمکو گوشت اور جانوروں کی بہت ضرورت تھی انھوں نے یہ بھی عرض کی کہ چوپاؤں اور زراعت میں سے برابر عم انس کا حصہ نکالا جاتا تھا - جب کوئی زراعت کرتا تو اس کا وسطی حصہ عم انس کے لیے مقرر کرتا اور ایک کنارہ خدا کے نام پر مقرر کرتا - اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں عقائد اسلام سکھلائے - فرائض دین بتلائے اور خصوصیت سے مفصلہ ذیل باتوں کی نصیحت فرمائی -

(۱) اپنے عہد کو پورا کرنا (۲) امانت کو ادا کرنا (۳) ہمسایہ لوگوں سے اچھے برتاؤ کرنا (۴) کسی شخص پر ظلم نہ کرنا (۵) یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی کی صورت نظر آئے گا -

وفد محارب

یہ دس شخص تھے جو قوم کے وکیل بنکر سنہ ۱۰ ہجری میں آئے - بلال انکی خدمت کیلیے مامور تھے - صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے - ایک دن ظہر سے لیکر عصر تک کا پورا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کو دیا - ان میں سے ایک شخص کو پہچان کر کہا کہ میں نے تمکو کہیں دیکھا ہے - یہ شخص بولا - ہاں - خدا کی قسم حضور نے مجھے دیکھا بھی تھا - مجھسے بات بھی کی تھی اور میں نے بدترین کلام سے حضور کو جواب بھی دیا تھا اور بہت بری طرح حضور کے کلام کا رد کیا تھا - یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے - جہاں حضور لوگوں کو موعظت فرماتے تھے - آنحضرت صلعم نے فرمایا - ہاں ٹھیک ہے -

اُس شخص نے کہا - یا رسول اللہؐ اُس روز میرے دوستون مین مجھ سے بڑھکر کوئی بھی حضور کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دُور دُور رہنے والا نہین تھا - وہ سب تو اپنے آبائی مذہب پر مرگئے - مگر خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے آج تک باقی رکھا اور حضور پر مجھے ایمان لانا نصیب ہوا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا سب کے دل خدائے عزوجل کے ہاتھ مین ہین - اُس شخص نے کہا میری پہلی حالت کی معافی کے لیے دعا فرمائیے - آپ نے فرمایا - اسلام اُن سب باتون کو مٹا دیتا ہے جو کفر مین ہوئی ہین -

وفد غسان قبیلہ غسان کے تین آدمی سنہ ہجری مین نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین آئے تھے اسلام لانے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کرکے واپس گئے تھے - معلوم ہوتا ہے کہ انکو اشاعت اسلام مین کامیابی نہین ہوئی اُن مین سے دو وفات پاچکے تھے اور ایک اُس وقت زندہ تھا جبکہ ابو عبیدہ جرّاح نے شام کو فتح کیا -

وفد بنی عیش یہ لوگ مسلمان ہوکر آئے تھے - انھون نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ہم نے منادیان اسلام سے سنا ہے کہ حضور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ جس نے ہجرت نہین کی اُس کا اسلام نہین - ہمارے پاس زر و مال بھی ہے اور مویشی بھی - جن پر ہماری گزران ہے - پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہین - مال و متاع ہمارے کیا کام آئینگے - اور مویشی ہمین کیا فائدہ دین گے - بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کرکے سب کے سب خدمت عالی مین حاضر ہوجائین نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اتقوا اللہ حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیئا تم جہان آباد ہو وہین رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو تمھارے اعمال مین ذرا بھی کمی نہین آئے گی -

وفد بنی عائذ یہ وفد سنہ ہجری مین آیا - اس مین دس آدمی تھے - یہ مدینہ سے باہر اُترے ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین حاضر آئے - نبی صلعم نے پوچھا تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ آئے ہو - لوگون نے کہا ایک لڑکے کو - فرمایا تمھارے بعد وہ سو گیا - ایک شخص آیا خرجی چرا لے گیا - ایک شخص بولا - یا رسول اللہؐ وہ خرجی تو میری تھی - فرمایا ہان - گھبراؤ نہین - وہ لڑکا اُٹھا چور کے پیچھے دوڑا - اُسکو جا پکڑا سب اسباب صحیح و سالم مل گیا - یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت سے واپس ہوئے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی طرح ماجرا ہوا تھا - یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہوگئے - نبی صلعم نے ابی بن کعب کو مقرر فرمایا کہ اُنھین قرآن یاد کرائین اور شرائع اسلام

سکھلائیں۔ جب وہ گھرون کو واپس جانے لگے تو انھین شرائع اسلام ایک کاغذ مین لکھوا کر دیدیے گئے۔

بحوالہ زاد المعاد صفحہ ۵۱۲ رحمتہ ۱۹۷

وفد سلامان یہ سترہ شخص تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین شوال سنہ ہجری مین حاضر ہوئے اسلام سے مشرف ہوئے۔ ان مین حبیب بن عمر بھی تھا۔ اس نے سوال کیا سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ وقت پہ نماز پڑھنا۔ ان لوگون نے عرض کی کہ ہمارے یہان بارش نہین ہوئی۔ دعا فرمائیے۔ آنحضرت صلعم نے زبان مبارک سے فرمایا اللھم اسقھم الغیث فی دارھم پروردگار ان کے گھرون مین پانی برسا۔ حبیب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم ان مبارک ہاتھون کو بھی اٹھا کر دعا فرمائیے۔ آنحضرت صلعم مسکرا دیے اور دعا مین ہاتھ اٹھا دیے۔ جب وفد اپنے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلعم نے دعا فرمائی تھی۔

وفد بنی حنیفہ سنہ ہجری بنی حنیفہ کا وفد نبی صلعم کی خدمت مین سنہ ہجری مین حاضر ہوا۔ ثمامہ ابن آثال کی کوشش سے اس اطراف مین اسلام کی اشاعت ہوئی۔ یہ وفد مدینہ مین آکر مسلمان نہین ہوا تھا اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ وہ مدینہ مین آکر لوگون سے کہنے لگا کہ اگر محمد صاحب یہ اقرار کرین کہ اُن کا جانشین مجھے بنایا جاویگا تو مین بیعت کرون گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو حضور کے ہاتھ مین کھجور کی ایک چھڑی تھی فرمایا مین تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہین چاہتا۔ مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعوی کیا تھا مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا۔ اس سے مدعا اُس کا غالبًا یہ تھا کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہون۔ سنہ ہجری مین مسیلمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین یہ خط وکتابت ہوئی تھی۔

مسیلمہ کا خط آنحضرت صلعم کے نام من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اما بعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفھا ولکن قریش لا ینصفون والسلام۔

خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد صلعم کے نام واضح ہو کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہین کرتے۔ والسلام۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب مین یہ تحریر فرمایا۔

آنحضرت صلعم کا جواب مبارک بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور بڑا رحم والا ہے۔

من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذاب اما بعد

خدا کے نبی محمد صلعم کی طرف سے مسیلمہ دروغگو کے نام

فان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین والسلام علی من اتبع الہدیٰ ۔	واضح ہو کہ زمین خدا کی ہے اور وہ اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت خدا ترس لوگوں کے لیے ہے سلام اُن پر ہو جو سیدھی راہ پر چلتے ہیں ۔ محررہ ابی بن کعب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خط لیکر حبیب ابن زید بن عاصم گئے تھے مسیلمہ کذاب نے اُن کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹوا ڈالے ۔ رحمۃ ۱۸۳

وفد ازد

سات شخصوں کا یہ وفد تھا ۔ نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان لوگوں کی وضع و قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ۔ پوچھا تم کون ہو ۔ انھوں نے جواب دیا ہم مومن ہیں آپ نے ارشاد کیا ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے بتلاؤ کہ تمھارے قول اور ایمان کی کیا حقیقت ہے انھوں نے عرض کی ہم پندرہ خصلتیں رکھتے ہیں ۔ پانچ وہ ہیں جن پر اعتقاد رکھنے کا اور پانچ وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپ کے مبلغین نے ہم کو دیا ہے اور پانچ وہ چیزیں ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں پانچ چیزیں جن پر حضور کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے یہ ہیں خدا پر فرشتوں پر خدا کی کتابوں پر خدا کے رسولوں پر مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لانا ۔ پانچ چیزیں عمل کرنے کی بتلائی گئیں ہیں لا الٰہ الا اللہ کہنا پانچ وقتوں کی نماز پڑھنا ۔ زکوٰۃ دینا ۔ روزے رکھنا ۔ بیت الحرام کا حج کرنا جسے راہ کی استطاعت ہو پانچ چیزیں جو ہمکو پہلے سے معلوم تھیں ۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا ۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا ۔ قضاء الٰہی پر رضامند رہنا ۔ امتحان کے مقامات میں راستبازی پر قائم رہنا ۔ اعدا کی بھی شماتت نہ کرنا ۔ یہ سن کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ جنھوں نے تمھیں ان باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے ۔ اور اُن کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیاء تھے ۔ پانچ چیزیں اور تمھیں بتائے دیتا ہوں ۔ تاکہ تم میں پوری پوری بیس خصلتیں جمع ہو جائیں ۔ (۱) وہ چیز جمع نہ کرو ۔ جسے کھانا نہ ہو (۲) وہ مکان نہ بناؤ جس میں رہنا نہ ہو (۳) ایسی باتوں کے لیے مقابلہ نہ کرو ۔ جنھیں کل چھوڑ دینا ہو (۴) خدا سے تقویٰ کرو جسکی طرف لوٹ جانا اور جسکے سامنے پیش ہونا ہے (۵) اُن چیزوں کی طرف رغبت کرو جو آخرت میں تمھارے کام آئیں ۔ اس لیے کہ تمھیں وہیں ہمیشہ رہنا ہے ۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا ۔ رحمۃ ۱۸۵

تبلیغ اسلام اور تاسیس نظام مقبوضات اسلام

(آغاز سال دہم ہجرت)

تبلیغ اسلام اور تاسیس نظام مقبوضات اسلام

فتح مکہ سے لیکر احکام عشرہ کے اعلان تک یعنی کامل دو برس (از شمہ و سمہ) مین علاقہ حجاز مین اسلام کا پورا تسلّط ہوگیا۔ اور تمام صوبہ کے گوشہ گوشہ مین امن و امان قائم ہوگیا۔ عرب کے تمام قبائل و اقوام نے اسلام کی متابعت اختیار کرلی۔ اسلام کے یہ فیوض علاقہ حجاز ہی تک محدود نہین رہے۔ بلکہ علاقہ جات یمن حضرموت سے ایک طرف بڑھتے ہوئے دوسری طرف حدود شام اور علاقہ بحرین تک پہونچ گئے۔ ان علاقون مین قبولیت اسلام کے دو باعث قرار پائے ہین۔ ایک تو وہی جو تمہید مین بیان ہوچکا ہے کہ عرب کے قبائل و اقوام سالہاسال کے تصادم و تحارب سے یقین کرچکے تھے کہ اسلام کے زیر حمایت آئے بغیر اُن کے دینی اور دنیاوی مطالب و مقاصد پُرامن طریقہ سے حاصل نہین ہوسکتے۔ اس لیے وہ بطیب خاطر بارگاہ نبوت مین آکر مشرف باسلام ہوتے گئے باقی رہے وہ لوگ جو فاصلہ و مسافت کی وجہ سے حاضری سے مجبور تھے۔ اُن کے پاس مبلغین بھیجے گئے۔ اور وہ اُن کی پند و موعظت سے اثر پذیر ہوکر دعوت اسلام سے مشرف ہوئے ان علاقون مین سب سے بڑا علاقہ یمن کا تھا۔

علاقۂ یمن مین اشاعت اسلام

علاقۂ یمن باعتبار رقبہ۔ آبادی۔ پیداوار۔ تمدن۔ معاشرت۔ تہذیب تجارت صنعت و حرفت غرض تمام ملکی اور مالی اوصاف و اصناف مین عرب کے تمام علاقون سے بڑھا ہوا تھا۔ شبلی صاحب نے تفصیل سے اس علاقہ کے اسلام لانے کے حالات قلمبند فرمائے ہین ہم اُسی کی نقل اپنے مدعا کے لیے کافی سمجھتے ہین۔

یمن ملک عرب کے تمام صوبون مین سب سے زیادہ زرخیز ہے اور نہایت قدیم زمانہ سے تمدن و تجارت کا مرکز ہے۔ سبا اور حمیر کی عظیم الشان حکومتین یہین قائم ہوئی تھین۔ ولادت نبوی سے تقریباً پچاس برس پہلے سنہ ۵۲۵ع حبشی عیسائیون نے یمن پر قبضہ کرلیا تھا اور ولادت نبوی کے چند سال بعد اہل ایران یہان کے مالک بن گئے تھے۔ اُن کی طرف سے یہان ایک گورنر ہوتا تھا جو یمن پر حکومت کرتا تھا۔ یمن مین اسلام کی تحریک کے لیے متعدد عوائق موجود تھے۔ مثلاً اختلاف جنسیت

لے بقیل لفظ سیرت ۱۳

کہ یمن قحطانی تھے اہل داعی اسلام اسمٰعیل - اہل یمن کو اپنے قدیم جاہ وجلال اور حکومت وتمدن پر ناز تھا اور تمام عرب خاص طور پر اُنکی پیشروی کو تسلیم کرتا تھا اور تمام عرب مین وہی حکومت کے مستحق تسلیم کیے جاتے تھے - ملک یمن مین جہان کوئی باقاعدہ حکومت تھی وہ اصلاً اسی خاندان مین شمار ہوتی تھی چنانچہ جب یمن سے قبیلہ کندہ کا وفد آیا ہے جو یمن کا ملکی خاندان تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عرب کا فرمانروا سمجھکر رئیس وفد نے پوچھا کہ یارسول اللہ آپ اور ہم - ہم خاندان نہین ہین؟ آپ نے فرمایا ہم کنانہ بن نضر کے خاندان سے ہین نہ اپنی مان پر تہمت رکھ سکتے ہین اور نہ اپنے باپ سے انکار کر سکتے ہین - یمن مین سب سے بڑا عائق یہ ہو سکتا تھا کہ وہ پولٹیکل حیثیت سے ایرانیون کے ماتحت تھا - اور باشندے مذہبًا علی العموم یہودی تھے یا عیسائی تھے - لیکن قبول حق کے لیے کوئی چیز ان مین سے مانع نہ آئی - یمن مین اسلام کی دعوت ہجرت سے بہت پہلے پہونچ چکی تھی یمن مین دوس کا ایک ممتاز قبیلہ تھا - اس قبیلہ کا رئیس طفیل ابن عمر اتفاق سے مکہ آیا اور مسلمان ہو گیا اسی زمانہ مین کندہ کا قبیلہ حج کے لیے مکہ آیا تھا - آنحضرت صلعم نے اُن کو دعوت دی - لیکن اُنھون نے انکار کیا - ۷ سنہ ہجری مین آنحضرت صلعم خیبر مین تشریف فرما تھے - دوس کا قبیلہ مسلمان ہو کر دارالاسلام مین منتقل ہو گیا - یمن کا ایک اور مشہور قبیلہ اشعر تھا - وہ بھی مہاجرین حبشہ کی معیت مین اُس زمانہ مین بلا تحریک خود بخود اسلام لایا اور آستانۂ نبوت پر حاضر ہوا - ابوہریرہ دوسی اور ابوموسیٰ الاشعری انھین قبائل کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے -

یمن مین ہمدان سب سے بڑا کثیر التعداد اور صاحب اثر خاندان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنہ ہجری مین اُن کو دعوت اسلام دینے کے لیے خالد ابن ولید کو بھیجا - خالد چھ مہینے تک اُنکو دعوت دیتے رہے لیکن ان لوگون نے قبول نہین کیا بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد کو بلا بھیجا - حضرت علی نے ان لوگون کو جمع کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامۂ مبارک پڑھکر سُنایا اور ساتھ ہی سارے کا سارا قبیلہ مسلمان تھا - حضرت علی نے جب اس واقعہ کی اطلاع بارگاہ رسالت مین پہونچا دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا اور سر اُٹھا کر دو دفعہ فرمایا - السلام علی الهمدان - السلام علی الهمدان - بحوالہ زرقانی

حضرت علیؓ اور یمن مین دوسری بار ماموری

بعض روایتون مین ہے کہ ہمدان نے جب اسلام کا غلغلہ سنا تو عامر بن شہر کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین روانہ کیا کہ یہ مذہب اگر تم کو پسند آئے تو ہم سب اسی مذہب کے

قبول کرنے پر تیار ہیں اور اگر نا پسند ہو تب بھی ہم تمہارے ساتھ ہیں عامر بن شہر جب دربار رسالت سے واپس آیا تو اُس کا دل نور اسلام سے معمور تھا اور ساتھ ہی ساتھ سارا قبیلہ بھی مسلمان تھا ممکن ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہوں اور دونوں میں کامیابی ہوئی ہو

شبلی صاحب کی دلی کوشش تو یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کی کوئی خصوصیت بے داغ چھوٹنے نہ پائے اس کوشش میں کیسے ہی مجہول۔ غیر معروف موضوع اور مصنوع کسی قسم کا کوئی واقعہ آپ کو ملنا چاہیے۔ وہ فوراً درج کتاب ہے۔ اس وقت آپ کو اصول روایت کی تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ خود اپنے سیاق عبارت درست کرنے کی احتیاج۔ دیکھیے قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کا واقعہ جو مشہور۔ متواتر اور متفقہ جمہور ہے وہ زرقانی کے حوالہ سے کم وبیش اسی طرح آپ لکھ چکے جس طرح چھوٹی بڑی تمام اسلامی کتابوں میں تحریر ہیں۔ اب اس کے بعد بلا سند وحوالہ یہ لکھنا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے اپنے تحریر کردہ واقعہ کے مخالف واقعہ۔ جو غالباً حالات وفود میں۔ کسی کتاب میں آپ نے دیکھا ہو لکھ دینا۔ خصوصاً اس متفقہ اور مسلمہ واقعہ کے مقابل کسقدر مضحکہ انگیز ہے۔ اور جس کی وجہ سوائے استخفاف خصوصیت حضرت علی کے اور کوئی دوسری وجہ نہیں ہو سکتی۔ خلاف تدیّن مولفانہ آپ نہ روایت کا حوالہ دیتے ہیں اور نہ راوی کا نام بتلاتے ہیں اور نہ کتاب کا نام ونشان لکھتے ہیں۔

اسکے آگے شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

یمن میں لوگ حضرت علی سے مانوس ہو گئے تھے۔ ربیع الاول سنہ ۱۰ ہجری میں تین سو سواروں کی حفاظت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ان کو یمن کے قبیلہ مذحج میں تبلیغ اسلام کیلیے بھیجا اور ساتھ ہی تاکید فرما دی کہ جبتک وہ حملہ آور نہ ہوں پیشدستی نہ کرنا۔ حضرت علی جب مذحج کی سرزمین میں پہونچے تو مال غنیمت وصول کرنے کے لیے ادھر اُدھر لوگوں کو متعین کیا۔ اس اثنا میں قبیلہ مذحج کی ایک جمعیت نظر آئی حضرت علی نے اُن کے سامنے دعوت پیش کی لیکن اُدھر سے اس احسان کا جواب تیر اور پتھروں سے ملا یہ دیکھکر حضرت علی نے بھی اپنے ساتھیوں کی صف آرائی کی۔ مذحج اپنے بیس آدمی مقتول چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا کہ اُن کا مقصود صرف مدافعت تھا۔ اس کے بعد رؤسائے قبائل خود حاضر ہوئے اور اُنھوں نے اسلام قبول کیا۔ اور دوسروں کی طرف سے بھی نیابتاً اسلام کا اعلان کیا۔ ہم ان واقعات کی تفصیل عنقریب لکھیں گے۔

یمن میں فارس کے جو امرا قیام پذیر ہو گئے تھے انکو ابناء کہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

سنہ ۹ھ میں وبر بن یحنس کو ان کے پاس دعوت اسلام کے لیے بھیجا - وہ نعمان بن بزرج (بزرگ) کے گھر انکے بیٹوں کے مہمان ہوئے اور فیروز دیلمی - مرکبود - وہب بن منبہ کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے - سب نے اسلام قبول کیا - صنعاء میں جس نے پہلے اسلام قبول کیا وہ مرکبود کے صاحبزادے عطار اور وہب بن منبہ تھے عام یمن میں تبلیغ اسلام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ الاشعری کو نامزد کیا - دونوں صاحب یمن کے ایک ایک ضلع میں بھیجے گئے - چلتے وقت آپ نے ان لوگوں کو جو باتیں تعلیم فرمائیں وہ درحقیقت تبلیغ اسلام کے اصول ہیں - آپ نے فرمایا (۱) سہولت سے کام لینا (۲) سخت گیری نہ کرنا - (۳) لوگوں کو خوشخبری سنانا (۴) نفرت نہ دلانا (۵) اور دونوں ملکر کام کرنا - تمکو ایسے لوگ ملینگے جو پہلے سے کوئی مذہب رکھتے ہیں - وہاں پہونچنا تو پہلے ان کو توحید و رسالت کی تعلیم و دعوت دینا جب وہ اسے تسلیم کرلیں تو کہنا خدا نے تمپر روز و شب میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے جب یہ بھی مان لیں تو ان کو سمجھانا کہ تم پر زکوٰۃ بھی واجب ہے - تم میں جو امیر ہوں ان سے لیکر جو غریب ہیں ان کو دیدی جائیگی - دیکھو جب وہ زکوٰۃ دینا قبول کرلیں تو چن کر انکی اچھی چیزیں نہ لینا مظلوموں کی دعا سے بہت ڈرتے رہنا - کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں حضرت ابو موسیٰ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ - ہمارے ملک میں (یمن میں) جو اور شہد کی شراب بنتی ہے کیا یہ بھی حرام ہے ؟ آپ نے فرمایا ہر شے جو نشہ پیدا کرے حرام ہے -

نجران میں اشاعت اسلام

یمن کے پاس ہی نجران کا ضلع ہے - نجران عرب میں عیسائیت کا خاص مرکز تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغیرہ بن شعبہ کو جو صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ میں چلے آئے تھے - اہل نجران کے نام دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا - جس میں تحریر تھا کہ اگر اسلام قبول نہ ہو تو اسلام کی سیاسی اطاعت قبول کرو اور جزیہ دو - اہل نجران نے راہبوں - اور مذہبی پیشواؤں کی ایک جماعت کو دریافت حال کی غرض سے مدینہ میں بھیجا - اس وفد کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے -

نصاریٰ کے علاوہ نجران میں مشرکین کی بھی آبادی تھی - ان میں ایک قبیلہ تھا جو بنو حرث بن کعب کے نام سے مشہور تھا وہ مدان نامی ایک بت کو پوجتا تھا اور اسلیے عبد المدان کہلاتا تھا ربیع الآخر سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرت صلعم نے خالد بن ولید کو وہاں دعوت اسلام کے لیے بھیجا - حضرت خالد وہاں پہونچے تو تین دن میں سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا - حضرت خالد نے تھوڑے دن یہاں قیام کیا اور قرآن و احکام اسلام کی تعلیم دی - اہل یمن کا بغیر کسی ترغیب و ترہیب کے خلوص دل سے قبول اسلام کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا

جو خاص رحمت الٰہی کا مستوجب نہو۔ جب اشعریون کی آمد کی خبر ہوئی تو آنحضرت صلعم نے مسلمانون کو بشارت
دی کہ کل اہل یمن آتے ہین جو رقیق القلب اور نرم دل ہین جب ہمدان مسلمان ہوا تو آپنے سجدۂ شکر
ادا کیا اور اُن کو غائبانہ سلامتی کی دعا دی۔ حمیر اور تمیم کا وفد آیا تو آپ نے سب سے پہلے تمیم کی طرف خطاب
کیا۔ تمیم۔ بشارت قبول کرو۔ بنو تمیم نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے بشارت تو قبول کی کچھ
عطا بھی فرمائیے۔ آپ نے منھ پھیر لیا کہ بشارت سے بڑھکر کون چیز ہو سکتی ہے۔ پھر اہل یمن (حمیر) کی طرف
رُخ کر کے کہا۔ بشارت قبول کرو۔ بنو تمیم نے قبول نہ کی۔ تم قبول کرلو۔ اہل یمن بے اختیار بول اُٹھے اے
خدا کے رسولؐ ہم نے قبول کی۔ پھر آپ نے عام طور سے فرمایا۔ ایمان یمن کا ایمان ہے اور دانائی یمن کی
دانائی ہے۔ مبلغین یمن حضرت علیؓ اور معاذ ابن جبل اور ابو موسیٰ الاشعری حجۃ الوداع کے موقع پر
یمن سے واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ چنانچہ یمن کے بہت سے
نو مسلم بھی حج و زیارت کو آئے تھے۔

بحرین مین اسلام بحرین ایران کے حدود حکومت مین داخل تھا۔ عرب کے قبائل وادیون مین آباد تھے جن مین
مشہور اور با اثر خاندان عبد القیس۔ بنی بکر بن وائل اور تمیم تھے۔ ان مین سے
عبد القیس کے قبیلہ مین منقذ بن حبان تجارت کے لیے نکلے۔ راہ مین مدینہ پڑتا تھا۔ وہان ٹھہرے
آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ اُنھون نے اسلام
قبول کیا۔ اور سورۂ فاتحہ و اقرا سیکھا آنحضرت صلعم نے اُن کو ایک فرمان عنایت کیا۔ وہ سفر سے واپس
گئے تو چند روز تک کسی سے اس کا اظہار نہ کیا۔ لیکن اُن کی بیوی نے اُنھین نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے باپ
منذر بن عائذ سے شکایت کی اُنھون سے منقذ سے دریافت کیا بحث و مباحثہ کے بعد منذر بھی
مسلمان ہو گیا۔ اور آنحضرت صلعم کا نامۂ مبارک اُن کو دکھایا۔ سب نے اسلام قبول کر لیا۔ صحیح بخاری
کتاب الجمعہ مین روایت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جس مسجد مین ادا کیا گیا وہ بحرین
کی مسجد تھی۔ جو جواثی مین واقع ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بحرین مین ابتدائی زمانہ مین اسلام
کی اشاعت ہو چکی تھی اسلام قبول کرنے کے بعد ان لوگون نے چودہ اشخاص کی ایک سفارت آنحضرت
صلعم کی خدمت مین بھیجی۔ جس کے افسر منذر بن الحرث تھے۔ ان کا قافلہ کاشانۂ نبوت کے قریب آیا تو
یہ لوگ اسقدر بیتاب ہوئے کہ سواریون سے کود پڑے اور آنحضرت صلعم کے ہاتھ چومے۔ لیکن منذر کو
پاس ادب ملحوظ تھا۔ اُنھون نے قیام گاہ پر جا کر کپڑے بدلے۔ پھر خدمت مین حاضر ہو کر دست بوسی کی

سنہ ۸ ہجری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علاء حضرمی کو تبلیغ اسلامی کے لیے بھیجا - بحرین مین اُن دنون ایران کی طرف سے منذر بن ساوی گورنر تھا - اس نے اسلام قبول کیا - اور اسکے ساتھ تمام عرب اور کچھ عجم جو مقیم تھے مسلمان ہوگئے - بحرین کے علاقہ مین ہجر ایک مقام ہے یہان ایران کی طرف سے سیبخت حاکم تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُس کے نام بھی خط بھیجا اور وہ بھی مسلمان ہوگیا عمان - اس شہر پر آزد کا قبضہ تھا - اور عبید و جعفر یہان کے رئیس تھے - سنہ ۸ ہجری مین آنحضرت صلعم نے ابوزید انصاری کو جو حافظ قرآن تھے اور عمرو بن عاص کو دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا - دونون رئیسون نے اسلام قبول کیا اور اُن کے بعد وہان کے تمام عرب اُن کی ترغیب سے اسلام لائے -

عرب شام مین اشاعت اسلام

شام کے اطراف مین جو عرب آباد تھے - اُن مین متعدد ریاستین تھین - انھین سے معان اور اُس کے اضلاع فروہ بن عمر کے زیر فرمان تھے - لیکن خود فروہ رومی سلطنت کی طرف سے گویا گورنر تھا - اس نے اسلام کی طرف سے واقفیت پیدا کی تو مسلمان ہوگیا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین اظہار اسلام کے ساتھ ایک خچر ہدیہ کے طور پر بھیجا - عیسائی رومیون کو ان کے اسلام لانے کا حال معلوم ہوا تو اُن کو گرفتار کر کے سولی دیدی - اُسوقت یہ شعر اُن کی زبان پر تھا ؎

بلغ سراۃ المسلمین بانی　　　سلم لربی اعظمی و مقامی

مسلمان سردارون کو میرا پیغام پہونچا دو - 　　　کہ میرا جسم اور میری عزت سب پروردگار کے نام پر نثار ہے -

شام اور عرب کے درمیان عذرہ - بلی - اور جذام وغیرہ قبائل آباد تھے - قبیلہ بلی مین عمرو عاص کا ننہال تھا - اس لیے یہ ایک جماعت کے ساتھ اُن اطراف مین بھیجے گئے جب وہ جذام کے تالاب پر پہونچے تو اُن کو حملہ کا خوف ہوا - دربار نبوت مین اطلاع کی - وہان سے حضرت ابو عبیدہ کی ماتحتی مین بغرض حمایت کچھ فوج بھیجی گئی - اسکو اہل السیر کی اصطلاح مین غزوات ذات السلاسل کہتے ہین -

مرقومہ بالا عبارات سے مفصل طور پر اسلامی توسیعات کے حالات معلوم ہوگئے - اور ثابت ہوگیا کہ صرف دو ہی تین برسون کی مدت مین اسلام نے اپنی تبلیغ و تعلیم کے فیوض پہونچا کر قریب قریب تمام جزیرہ نماے عرب کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیا ان توسیعات اسلامی کے واقعات و حالات مین جو بہت بڑی خوبی قابل غور و لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ سواے علاقہ حجاز اور وہان کے خاص قوم و قبائل قریش و یہود کے - تمام عرب کے اتنے متعدد اور مختلف قبائل و اقوام مین کسی ایک کے ساتھ بھی اسلام کو دست بقبضہ ہونے کی نوبت نہین آئی - قریش اور یہود کے ساتھ جو معرکے پیش آئے وہ بالکل دفاعی تھے

اُن میں اسلام نے حفاظت خود اختیاری اور استحکام امن عامہ کے طریقے اختیار کیے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

اسلام نے جب حجاز کے ایسے سرکش علاقہ کو زیر کر لیا تھا تو اُسکو علاقۂ یمن پر فوج لیکر چڑھ جانے اور اُسکو مطیع بنانے میں کون سی دشواری حائل تھی۔ اسلام کا مدعا اگر صرف فتوحات ملکی ہوتا یا اسکی تبلیغ و تعلیم صرف سیاسی نقطۂ نظر پر منحصر ہوتی۔ تو فتح مکہ کے بعد۔ دارالاسلام مدینہ میں فتح یمن کے انتظام کیے جاتے۔ اسی طرح فتح یمن کے بعد بحرین۔ ہجر اور عمان پر فوجوں کی چڑھائی ہوتی۔ اور یہی طرح یہ تمام علاقے بالتدریج نوک شمشیر سے مطیع و منقاد بنا لیے جاتے۔ لیکن اسلام کا مدعا۔ اُس کی تبلیغ و تعلیم کا منشا ان تمام آلائشوں سے پاک و صاف تھا۔ اُس کا اصلی مقصد دینیات کی تعلیم تھی۔ اور اس ضرورت سے ملک و قوم میں امن و امان کی تعیین۔ جاہل قریش نے اور اُن کے دیکھا دیکھی ظالم یہود اُسکی تعلیم و تبلیغ کے راستے میں سدراہ ہوئے اور اُسکے استیصال کی فکروں میں خون کے دریا بہا دیے لیکن اتنی کاوش و کوشش کے بعد جب وہ اُس کے اصلی محاسن کو سمجھے تو سارا حجاز اسلام سے بہرہ اندوز تھا۔ بخلاف حجاز کے۔ علاقہ یمن اور دیگر مقامات مرقومہ بالا علاقجات میں اسلام کے تبلیغی فیوض قبل سے پہونچ گئے تھے۔ وہاں کے اکثر سنجیدہ لوگوں نے اس کی خوبیوں کو ذہن نشین کر لیا تھا اور خود مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اکثر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر احکام قرآن اور واجبات اسلام کو سنکر اور سیکھ کر مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ جیسا کہ وفود کے حالات سے معلوم ہو چکا ہے۔ اس بنا پر ان علاقوں کے تمام لوگوں نے اہلاً و سہلاً کہکر دعوت اسلام کو قبول کر لیا۔ اور اس صورت و واقفیت کے متعلق آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی جو عدی بن حاتم الطائی سے خاص طور پر ارشاد فرمائی گئی تھی کہ عنقریب ہی تم دیکھ لوگے کہ ترکستان سے ایک عورت تن تنہا حج کے لیے روانہ ہوگی اور اپنا فرض ادا کر کے بیخوف و خطرہ اپنے وطن کو واپس جائیگی" ہر طریقہ سے پوری ہو گئی۔ عیسائی معترضین اور یورپ کے سیاسی مدبرین آنکھیں کھول کر ان واقعات کو پڑھیں اور اسلام (دی ہسٹری آف اسلام ۔ ۔ ۔) (اسلام بالصمصام) کے غلط الزام کو شرم و غیرت کی نگاہوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

یمن میں حضرت علیؑ کی تبلیغی خدمات

شبلی صاحب نے اپنی قدیم عادت و مجبوری کی وجہ سے اس واقعہ کو احذافات استخفافات اور اختصارات کے خاص انداز سے تحریر فرمایا ہے، عادت و مجبوری بھی وہی؟ فضائل علیؑ کے اظہار کا خوف دامنگیر ہے۔ حالانکہ اسی واقعہ کی حقیقت جب حدیث و تاریخ کے

ماخذوں میں تلاش کی جاتی ہے تو آپ کے مرقومات سے بالکل مخالف پائی جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بہت سی اُن مفید تفصیلات و توجیہات کی نقل کو اپنے مدعا کے خلاف سمجھکر قلم زد فرما دیا ہے۔ ہم آپکے ان قلمی مصنوعات کی حقیقت کا انکشاف محدث شیرازی کی حسب ذیل عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

و دریں سال سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجہت علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لوائے عقد فرمودہ و دستار بدست مبارک خود بروے پیچید و گویند آن دستار سہ پیچ بود و علامت گزاشت یکے از جانب پیش و دیگرے از جانب قفا و سہ صد سوار ہمراہ وے گردانیدہ بجانب یمن فرستاد و گفت یا علیؑ برو تا بساحت ایشان و باید کہ مقابلہ نکنی تا ایشان با تو مقابلہ نکنند۔ پس علی علیہ السلام بموجب فرمودۂ نبی صلعم روان شد۔ و در روایتے آنکہ آن اول خیلے بود از اہل اسلام کہ در آن بلاد آمدند و در روایتے آنکہ علیؑ گفت مرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجانب یمن فرستاد گفتم یا رسول اللہ مرا بدیار جماعتے از اہل کتاب میفرستی و حالانکہ من جوانم و علم قضایا نیکو نمیدانم حضرت دست مبارک بر سینۂ من نہاد و فرمود اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ و در روایتے آن کہ فرمود کہ زود باشد کہ اللہ تعالیٰ ترا ہدایت بخشد و زبان ترا بر راستی ثابت گرداند و فرمود اے علیؑ چون دو خصم بنزد تو آیند و مدعی دعویٰ کند میان ایشان حکم مکن تا زمانیکہ سخن آن خصم دیگر نشنوی کہ این طریقہ سزاوار تر است تا آنکہ بر تو روشن گردد کہ حکم چیست۔ علیؑ گوید کہ بعد ازین دیگر ہرگز

اس سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے لئے ایک علم ترتیب دیا اور اون کے سر پر اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا عمامہ تین پیچ کا تھا اُسکے سرے آگے پیچھے چھوٹے ہوئے تھے اور آپ کی ہمراہی میں تین سو سوار دیکے یمن کی طرف روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ جاؤ اور جب اون کی زمین میں پہونچو تو اون کے ساتھ مقابلہ نہ کرنا جب تک کہ وہ تم سے خود مقابلہ نہ کریں حضرت علیؑ حسب الحکم روانہ ہوئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ پہلی جماعت تھی جو یمن کی طرف روانہ فرمائی گئی اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے خدمت نبوی میں گذارش کی کہ آپ مجھ نوجوان شخص کو اون لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں حالانکہ مجھے حکم قضایا اچھی طرح معلوم نہیں حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ یہ سنکر جناب رسول خدا صلعم نے اپنا دست مطہر میرے سینہ پر رکھدیا اور فرمایا "خدایا تو اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے قلب کو ہدایت فرما۔" اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ بہت جلد خدائے تعالیٰ تم کو کمال ہدایت عنایت فرمائیگا اور تمہاری زبان کو مستقل اور ثابت بصداقت رکھے گا اور یہ بھی فرمایا کہ یا علیؑ جب دو دعویدار اپنے تصفیہ کے لئے تمہارے پاس آئیں تو تم اُن کے بارے میں کوئی حکم نہ کرنا جب تک دونوں کا بیان نہ سُن لینا تاکہ حقیقت حال تم پر ظاہر ہو جائے۔ اور یہی طریقہ اجرائے احکام کا بہترین ہے۔

در ہیچ قضیہ مرا شک واقع نشد لاجرم در علم قضایا چنان ماہر گشت کہ زبان معجز بیان محمدی در وصف او فرمود اَقضَاکُمْ عَلِیًّا [1] ـ علی قاضی ترین امت اسلام است ‌ روضۃ الاحباب صفحہ ۵۲۹

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر کسی امر کے تصفیہ میں مجھکو کبھی تامل نہیں ہوا اور بالآخر آپ کی قوت فیصلہ کی شہرت اتنی مشہور ہوئی کہ زبان رسالت نے بھی آپکے فیصلون کی تعریف مین فرمایا کہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہین"

سا۵ یمن مین جو متنازع فیہ مسئلات کے فیصلے حضرت علیؑ نے صادر فرمائے وہ ہر طریقہ اور اعتبار سے ایسے ہی کامل تھے کہ زبان رسالت نے اون کی تنہا تصدیق ہی نہین بلکہ بیحد تعریف بھی فرمائی ہم نے سراج المبین جلد دوم مین آپکے ان تمام فیصلون کو پوری تفصیل سے نقل کردیا ہے مناسبت مقام کی ضرورت سے ان مین سے کل دو فیصلے جو یمن کے خاص زمانہ قیام مین نافذ فرماے گئے تھے نمونہ کے طور پر نقل ہوتے این جن سے ثابت ہوجاتا ہے کہ زبان رسالت سے اقضاکم علیا کی تصدیق محبت یا قرابت پر مبنی نہین تھی بلکہ حقیقت اور واقعیت کے معیار پر۔ امام احمد بن حنبل مسند مین لکھتے ہین۔

عن علی ان رسول الله صلعم بعثہ الی الیمن فوجد اربعۃ وقعوا فی حفرۃ لیصطاد فیہ الاسد سقط اولا فتعلق باخر وتعلق الاخر باخر حتی تساقط الاربعۃ فجرحھم الاسد وماتوا من جراحتہ فتنازع اولیاءھم حتی کادوا یقتتلون فقال علی انا اقضی بینکم فان رضیتم فھو القضاء والا حجزت بعضکم عن بعض حتی تاتوا رسول الله صلی الله علیہ والہ وسلم لیقضی بینکم قال اجمعوا من قبائل الذین حفروا البیر ربع الدیۃ والثلث ونصفھا ودیۃ کاملۃ فللاول ربع دیۃ لانہ اھلک من فوقہ وللثانی ثلثھا لانہ اھلک من فوقہ وللثالث النصف لانہ اھلک من فوقہ وللرابع دیۃ کاملۃ

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُن کو یمن کی طرف بھیجا وہان پر چار آدمی ایک گڑھے مین گر پڑے تھے۔ جو شیر کے شکار کرنے کے واسطے کھودا گیا تھا اور پہلے سے اس مین شیر گرا ہوا تھا جب ایک آدمی اس مین گرنے لگا تو اوس نے دوسرے کو پکڑ لیا جب دوسرا اسمین گرنے لگا تو اوسنے تیسرے کو پکڑ لیا اور تیسرے نے چوتھے کو اسیطرح چارون اسمین گر گئے شیر نے ان چارون کو زخمی کرکے مارڈالا۔ اُنکے وارثون مین تنازع پیدا ہوا قریب تھا کہ آپس مین جنگ کی نوبت پہونچ جاے جناب امیرؑ نے فرمایا مین اس قضیہ کو فیصل کئے دیتا ہون اگر تم راضی ہوجاؤ ورنہ چند آدمی تم مین سے آنحضرت کی خدمت مین چلے جاؤ حضرت آپ تمہارا جھگڑا فیصل کردینگے جناب امیرؑ نے فرمایا جن لوگون نے یہ گڑھا کھودا ہے ان سے دیت اس طرح وصول کرلو کہ ایک چوتھا حصہ دیت کا ہو ایک تیسرا حصہ اور ایک نصف حصہ اور ایک پوری دیت ہو پہلے آدمی کی چوتھائی ہے۔ دوسرے کی تہائی تیسرے کی نصف اور چوتھے کے لئے پوری دیت ہے

حقیقت یہ ہے کہ یمن میں حضرت علی دو بار بھیجے گئے تھے۔ ایک بار تبلیغ کی ضرورت سے اور دوسری بار خالد بن ولید سے رقم خمس وصول کرنے کے لیے۔ لیکن اکثر محدثین و مورخین نے آپ کی دونوں خدمتوں کو ایک ہی تفصیل میں بیان کر دیا ہے۔ لیکن ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں اس کی تفریق کر دی ہے اور محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب صفحہ ۵۲۲ میں تصریح فرما دی ہے۔

قبیلہ ہمدان میں تبلیغ کا تو وہی واقعہ ہے جو شبلی صاحب نے اوپر نقل کیا ہے لیکن طبری کی عبارت سے اُس میں اتنے اضافہ کی ضرورت ہے کہ یمن میں جو جماعت اسلامی خدمات تبلیغی کے لیے بھیجی گئی تھی۔ اُس میں متفرق لوگ مختلف قبائل یمن میں تبلیغ کے لئے مامور ہوئے تھے۔ چنانچہ خالد بن ولید پہلے قبیلہ ہمدان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لیکن وہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ جب اس کی خبر بارگاہ نبوت میں پہونچی تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو قبیلہ ہمدان کی طرف بھیجا۔ تاریخ طبری کی عبارت یہ ہے۔

فی هذه السنة بعث رسول الله صلعم علیا الی الیمن وقد کان ارسل قبل خالد۔

اس سال جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو یمن کی طرف روانہ کیا۔ اور ان سے پہلے خالد بن ولید کو روانہ کر چکے تھے

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۴۔ فابوا ان یرضوا فاتوا رسول الله صلعم فلقوه عند مقام ابراهیم فقصوا علیه القصة فقال رجل قضا بیننا علی فلما قصوا علیه القصة اجازه۔

ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور راضی نہ ہوئے۔ آنحضرت کی خدمت میں آئے۔ آپ مقام ابراہیم میں ملے انھوں نے تمام قصہ بیان کیا ایک آدمی نے کہا کہ علیؑ نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے پھر وہ فیصلہ سنا دیا آپ نے اوسی فیصلہ کو بحال رکھا۔

عن زید بن ارقم قال کنت عند النبی صلعم اذ جاء کتاب من علی فیه ان ثلثة نفر اتوا یختصمون فی غلام وطئوا امه فی الجاهلیة فی طهر واحد کلهم یدعیه انه ابنه فقضیت بینهم ان اقرعت بینهم وجعلته للقارع منهم علی ان یغرم للآخرین ثلثی الدیة فضحك

۵ زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ میں جناب سرور عالم کی خدمت میں حاضر تھا کہ یمن سے علیؑ کا خط آیا اوس میں لکھا تھا کہ میرے پاس تین شخص ایک لڑکے کی نسبت اپنا جھگڑا لیکر آئے تھے کہ زمانہ جاہلیت میں اوس لڑکے کی ماں کے ساتھ ان تینوں نے ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا ان تینوں میں سے ہر ایک شخص اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتا ہے میں نے اسکے فیصلہ کیلئے قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا میں نے اوس لڑکے کو اوسی کا فرزند قرار دیکر یہ شرط کر دی کہ یہ شخص باقی دو شخصوں کو دیت کی

بن ولید الیہم یدعوہم الی الاسلام	کہ اہل یمن کو اسلام کی دعوت دیں لیکن اُن لوگوں نے اسلام
فلم یجیبوہ وارسل علیاً وامرہ ان یعزل	نہیں قبول کیا تو آپنے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور اون کے
خالدا ومن شاء من اصحابہ ۔	ساتھیوں میں جس کو چاہیں معزول کردیں ۔

شبلی صاحب نے تبلیغ سورۂ برارت میں حضرت ابو بکر کے عزل رسالت کی طرح اس واقعہ میں بھی خالد بن ولید کے معزولی کو مرفوع القلم فرمادیا ہے ۔ کیونکہ دونوں حضرات ایک خانوادہ کے چشم وچراغ تھے اور آپ کو دونوں بزرگوں سے عقیدت کا شرف خاص حاصل تھا ۔ ترک ادب سے ترک قلم بہتر سمجھا گیا ۔

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت علی جمعیت اسلامی کے امیر بالاختیار بنا کر بھیجے گئے تھے ۔ خالد جس طبیعت کے آدمی تھے وہ ظاہر ہے ۔ اُن کو حضرت علی کی یہ ترجیح وتفضیل سخت ناگوار گزری ۔ لیکن بارگاہ نبوت کا حکم تھا چپ رہ گئے ۔ مگر مخفی طور پر اکثر اہالیان لشکر کو حضرت علیؑ کے طرز عمل پر خواہ مخواہ شکایت پر برانگیختہ کرنے لگے ۔ اہل اسلام میں بریدہ اپنی سادہ لوحی سے خالد کے اس حیلہ میں آگئے ۔ اور کنیز والے مشہور ومعروف واقعہ کی شکایت آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کی ۔ امام بخاری نے صرف خالد کی حمایت میں اس واقعہ کو جس مبہم طریقہ سے بیان کیا ہے اُس کی تصریح وتنقید ہم جلد اول میں پوری تفصیل سے کرچکے ہیں ۔ ہم ذیل میں پھر اس واقعہ کو امام نسائی اور امام احمد بن حنبل کی عبارت سے نقل کرتے ہیں ۔

عن عبد اللہ بن بریدۃ قال حدثنی	عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے لوگوں میں
ابی قال لم یکن من الناس ابغض الی من علیؑ	سے کسی کا اتنا بغض نہیں تھا جسقدر کہ جناب امیرؑ کا یہاں تک کہ
حتی احببت رجلا ولا احببتہ الا علی بغض علی	میں ایک آدمی کو اس وجہ سے عزیز رکھتا تھا کہ وہ جناب امیرؑ سے
فبعث ذلک الرجل علی خیل فصحبتہ وما	بغض رکھتا تھا وہ آدمی ایک گروہ کے ساتھ بھیجا گیا میں نے جناب
صحبتہ الا علی بغض علی فاصاب سبیا فکتب	امیرؑ کے بغض کی وجہ سے اوس کی رفاقت اختیار کی ۔ اس نے آکر
الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یبعث	اوس گروہ کو گرفتار کرلیا ۔ اور حضرت صلعم کی خدمت میں لکھ بھیجا
الیہ من یخمسہ فبعث الینا علیا وفی السبی	کہ کوئی آدمی بھیجا جاوے تاکہ خمس کا مال اوس کے حوالہ کیا
وصیفۃ افضل من السبی	جاوے حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو خمس لینے کے لئے بھیجا ۔ قیدیوں میں

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵۵ ۔ النبی صلعم	دو تہائیاں ادا کردے ۔ سرور دنیا ودین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سنکر ہنس
حتی بدت نواجذہ	پڑے یہاں تک کہ آپکے دندان مبارک نظر آنے لگے پھر آپنے فرمایا کہ علی کے
	فیصلے کے سوا میں اس کا کوئی دوسرا فیصلہ معلوم نہیں ارجح المطالب ۱۶۴

حسناء من خمس صارت في الخمس ثم صارت
في اهل بيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم
ثم صارت في آل علي فاتانا ورأسه يقطر
فقلنا ما هذا فقال الم تروا الى الوصيفة صارت
في الخمس ثم صارت في اهل بيت النبي صلعم
مصدقا ثم صارت في آل علي فوقعت عليها
فكتب وبعثني مصدقا فالكتاب الى النبي صلعم
مصدقا لما قال في علي فلما اتيت النبي
صلى الله عليه وآله وسلم وقرء كتابه
فجعلت اقول عليه صدق فامسك بيدي
وقال اتبغض عليا فقلت نعم فقال لي لا
تبغضه وان كنت تحبه فازدد له حبا فوالذي
نفسي بيده لنصيب آل علي في الخمس افضل
من وصيفة فما كان بعد رسول الله صلى الله
عليه وآله وسلم احب الي من علي قال عبد الله
هو ابن بريدة والله ما كان في الحديث
بيني وبين النبي صلعم غير ابي

(اخرجه احمد والنسائي)

ایک کنیز تھی۔ جو سب قیدیوں میں افضل تھی۔ جب پانچواں
حصہ چھانٹا گیا تو وہ کنیز خمس میں آگئی اور خمس سے اہلبیت نبوی
کے حصہ میں آگئی۔ اور اہلبیت کے حصہ سے علی کی آل کے حصہ
میں آگئی۔ ایک روز جناب امیرؑ ہمارے پاس تشریف
لائے۔ ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے
تھے ہم نے پوچھا آپ کے غسل فرمانے کی کیا وجہ ہے فرمانے لگے
تم نے نہیں دیکھا وہ کنیز خمس میں آگئی۔ اور خمس سے اہلبیت
کے حصہ میں آئی اور اہل بیت کے حصہ سے علیؑ کی آل کے
حصہ میں آئی۔ میں نے اوس سے صحبت کی ہے پس اُس شخص
نے یہ تمام واقعہ لکھکر مجھے تصدیق کرنے کے لئے حضرت کے پاس
بھیجا۔ جب میں حضرت کے پاس پہونچا اور خط حضور کو دیا
اور آپ نے اوس خط کو پڑھا۔ میں نے لفظاً لفظاً اوسکی تصدیق
کی آپنے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کیا تو علیؑ سے بغض رکھتا ہے میں نے
کہا ہاں۔ فرمایا اوس سے بغض مت رکھو۔ بلکہ اگر تو دوست رکھتا ہے تو اب
اور زیادہ دوست رکھو قسم ہے اوس ذات کی جس کے قبضہ قدرت
میں میری جان ہے کہ خمس میں علی کی آل کا حصہ کنیز سے بدرجہا افضل
ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جناب رسول اللہ
صلعم کے بعد مجھے جناب امیرؑ سے کوئی زیادہ عزیز نہیں تھا عبداللہ
بن بریدہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں میرے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے درمیان بجز میرے والد کے اور کوئی دوسرا واسطہ نہیں تھا

یہ واقعات ہیں شبلی صاحب نے اپنی مصلحت خاص سے ناقابل ذکر سمجھکر مرفوع القلم فرمادیے ہیں لیکن
آپ سے پہلے تمام چھوٹے بڑے مولفین نے اپنے اپنے تالیفات میں بلا تامل مندرج فرمائے ہیں۔ لیکن آپ ان مجبوریوں
سے کہ ان واقعات سے آپ کے حضرت خالد کی حضرت علی مرتضیٰ سے خواہ مخواہ بغض و عداوت۔ اغراض و غرضیات
اور حضرت علی مرتضیٰ کے فضائل و مراتب ظاہر ہوتے تھے اس لیے یمن کے واقعات میں ایسے مشہور و معروف

واقعہ کو۔ جو تنہا مورخین ہی کا نہیں بلکہ تمام محدثین متقدمین کا مختار قرار پاچکا ہے۔ مرفوع القلم فرمادیا۔

شبلی صاحب کی نئی ترتیب تالیف

شبلی صاحب نے ان مضامین کو لکھکر ترتیب تالیف کو بدل دیا ہے۔ اور واقعہ نگاری اور سانحہ نویسی کے تسلسل سے بالکل الگ ہوکر عملیات رسالت کے محاسن کی تفصیل شروع کردی ہے اور قریب قریب تین چار جزو مین تبلیغ تعلیم دینیات اور تدوین و تنظیم ملک و اقوام کے تمام حالات و واقعات گزشتہ و موجودہ بلا خیال سنین و سال جمع کردیے ہین۔ ان تمام واقعات و حالات کی نقل و تحریر تفصیل و تصریح کے بعد۔ پھر پلٹ کر تاریخ نویسی کی چھوڑی ہوئی راہ پر آگئے ہین اور حجۃ الوداع سنہ ھجری سے سیرۃ النبی صلعم کے واقعات کا پھر سلسلہ اُٹھایا گیا ہے اور وفات سلہ ہجری کے حالات تک پہونچا کر ختم فرمایا گیا ہے۔

دنیا بھر کی سیرۃ و تاریخ کے اصول تالیف سے علیحدہ ہوکر۔ یہ گاہے چنین گاہے چنان کا خاص طرز تحریر اور انداز بیان اختیار فرمایا گیا ہے۔ یہ آخر کیون؟ صرف اس لیے کہ تنظیم و سیاسیات کے بیانات سے خلافت کا سنگ بنیاد رکھنا ہے اور سیاسیات رسالت کے رنگ خلافت آیندہ کے خاکے مین بھرنا ہے جب ہی تو اس باب خاص کا عنوان ان الفاظ مین قائم کیا گیا ہے۔ "تاسیس حکومت الٰہی اور استخلاف فی الارض" اور اس عنوان کے نیچے آیہ استخلاف کو نقل کیا ہے۔

اگر شبلی صاحب کا مدعا یہ ہے کہ حکومت الٰہی اور استخلاف فی الارض جس کی بشارت سورۂ نور جزو ۱۸ مین موجود ہین۔ جیسا آپ کے سیاق تحریر اور ترکیب ترتیب سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ زمانہ رسالت ہی مین تمام ہوگئی۔ تو ہمکو آپ سے پورا اتفاق ہے۔ اور اگر آپ اس کو کھینچ تان کر خلافت راشدہ تک لیجاتے ہین اور فتوحات شام۔ مصر اور فارس وغیرہ کو اس کا مفہوم اصلی بتلاتے ہین تو جناب والا۔ خلفاے امویہ و بنی عباسیہ نے کیا قصور کیا ہے۔ ان کی فتوحات و توسیعات ملکی کو بھی اسی کے اندر کیون نہین لاتے۔ اسلیے کہ وہ بھی تو خلفاے رسول اللہ تھے اور امیر المومنین کے جاتے تھے۔ سعدی شیرازی نے آخر خلیفہ عباسیہ مستعصم باللہ کا جو مرثیہ لکھا ہے اُس مین برابر امیر المومنین کے لقب مخصوص سے اُسکو یاد کیا ہے۔ کیا اس امیر المومنین اور خلافت راشدہ کے امیر المومنین مین آپ کوئی فرق بتلا سکتے ہین۔

ابھی اور آگے چلیے۔ اسی سلسلۂ خلفاے رسول مین۔ بنی فاطمیین۔ خلفاے مصر۔ انکے بعد خلفاے سلسلۂ ایوبیہ فاتحین شام و بیت المقدس۔ پھر اُن کے بعد خلفاے سلسلۂ عثمانیہ قسطنطنیہ بھی۔ جو قریب قریب چار سو برس تک مسند نشین خلافت رہے۔ اور ابھی چند سال پیشتر تک تمام ملکی و قومی اور مذہبی جرائد و صحائف مین اُنکے خلیفۃ المسلمین مطلق اور امیر المومنین برحق ہونے پر بڑی بڑی معرکۃ الآرا انجمنین گئین

بڑی بڑی پر زور تحریرین لکھی گئین - اسی تعریف و توصیف مین کیون نہ داخل کیے جائین گے۔ تو گویا اس وقت اس بشارت ایزدی کا سلسلہ پورا ہونا تسلیم کرنا ہوگا اور اس بشارت کے سلسلہ مین ہر خلیفہ مسند نشین کے بعد۔" باقی دارد "کی یاددہانی کا اضافہ کرنا ہوگا۔ خیریت ہوگئی کہ مصطفٰے کمال پاشا غازی نے اس سلسلہ کو تمام کردیا اور خلافت کے نام ہی کو جریدہ سیاست سے محو کردیا۔ اب نہ کہین خلافت رہی اور نہ کوئی خلیفہ۔ نہین معلوم کہ خاتمۂ خلافت کے ساتھ یہ بشارت بھی تمام ہوگئی یا نہین - العلم عند اللہ۔

بہر حال یہ تحریر تو شبلی صاحب کی تمہید حفظ ما تقدم کے جواب مین ایک مختصر سا جملہ معترضہ تھا جو ضرورتاً حائل ہوگیا۔ اس کا منقدانہ انکشاف حال کرکے پھر شبلی صاحب کی اس ترتیب خاص کے انداز نو ایجاد کو دکھلاتے ہین - ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ تمام سیر و تاریخ کی ترتیب سے علیحدہ آپ نے اپنی کتاب مین یہ ترتیب اختیار فرمائی ہے۔ جتنی اسلامی تاریخ و سیرت کی کتابین میرے پیش نظر ہین۔ کم و بیش یا قریب قریب اُتنی ہی کتابین آپ کے مطالعہ و ملاحظہ مین بھی آئی ہون گی۔ کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ اُن تمام کتابون مین سے کسی ایک مین بھی یہ ترتیب اختیار کی گئی ہے۔ علم تاریخ کے بیان مین آپ نے تاریخ ابن خلدون کا مقدمہ تو ضرور پڑھا ہوگا مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے اپنی کسی تالیف مین اُس کی بڑی تعریف کی ہے - اُس مقدمہ کو بار دگر مطالعہ فرمایا جاوے تو معلوم ہوجائے گا کہ موجدین علم تاریخ اور کاملین فن سیرت نے تدوین واقعات تاریخ و سوانحات سیرت کے کیا اصول مدوّن فرمائے ہین۔ شاید ابن خلدون کا کوئی نسخہ (جیسا کہ مین خود دیکھ آیا ہون) آپ کے کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ مین نہین ہے - اسی وجہ و مجبوری سے سیرۃ النبیؐ کے مجلدات مین اُسکے حوالے کم پائے جاتے ہین۔ بہتر وہ نہین تو صرف خاوند شاہ ہروی سمرقندی کی تاریخ روضۃ الصفا کا مقدمہ یا دیباچہ بھی آپ کی اطلاع کے لیے کافی ہوگا - اُسی کو ملاحظہ کیا جائیگا تو معلوم ہوجائے گا کہ تدوین مضامین تاریخ و سیرت کے یہ خاص اصول مقرر کیے گئے ہین کہ پہلے صاحب کتاب (ہیرو) کے تمام و کمال حالات و واقعات و سوانحات حیات جو مدعائے تاریخ و سیرت کی تعریف خاص کے اندر آتے ہون ولادت کے روز سے لیکر وفات کے دن تک مفصل اور مسلسل طریقہ سے قلمبند کیے جاتے ہین۔ ان کے بعد اُس کے عملیات جن مین دینیات۔ سیاسیات۔ اخلاقیات۔ غرض تمام محاسنات شامل ہین مفصل اور مسلسل طریقہ سے یکے بادیگرے سلسلۂ تحریر مین بیان کیے جاتے ہین۔ یہی جمہور مؤرخین اور ارباب سیرت کا طریقہ تالیف ہے۔ جسپر متقدمین سے لیکر متاخرین تک کا برابر عملدرآمد ثابت ہے۔ شبلی صاحب نے یورپین مصنفین کی تقلید مین اور اپنی سیرت کو فلسفہ تاریخ کی صورت مین لانے کی تمنائے شدید میں اس ترتیب و ترکیب خاص کا

نسخہ تیار کیا ہے - نتیجہ یہ ہوا ہے کہ بہت سے واقعات قبل از وقوع قلمبند ہو گئے اور بہت سے ایسے حالات جو پہلے بیان ہونے چاہیے تھے - سب سے پیچھے بیان کیے گئے ہین - مثلاً وہ احکام حلال وحرام جو حجۃ الوداع مین نازل ہوئے ہین وہ ابھی سے احکام دینیات مین مندرج فرما دیے گئے ہین حالانکہ واقعیت کے اعتبار سے - سلسلۂ بیان مین حجۃ الوداع کا ابھی نام ونشان بھی نہین ہے تکمیل الاسلام اور اتمام نعمت ایمان کی کل بشارتین بیان فرمادی گئی ہین - حالانکہ اُن کا موقع نزول ابھی آگے آنے والا ہے -

اسی طرح سے بہت سے احکام دینی اور نظام قومی جو بہت قبل نفاذ پا چکے تھے اُن کے بیان سے اصل موقع اور مقام تو خالی چھوڑ دیے گئے ہین اور اُن سب کو بلا لحاظ وخیال ایام وسال اسی تفصیل مین اکٹھا کر دیا گیا ہے - مثلاً حرمت خمر کا بالتدریج حکم نزول جسکی ابتدا غزوہ احد ۳ھ ہجری سے بتلائی گئی ہو اور فتح مکہ سے قبل اُس کی قطعی ممانعت بتلائی گئی ہے - ۳ھ ہجری سے لیکر ۸ھ ہجری تک اُسکی بالتدریج حرمت و امتناع کی اصل کتاب مین کہین کوئی تفصیل موجود نہین ہے - یہ مواد جلد دوم کی اس تفصیل مین خلط مبحث بنا کر اکٹھا کر دیا گیا ہے گویا ۳ھ ہجری کے واقعہ حرمت خمر کو ۹ھ ہجری سے بعد کے واقعات کی تفصیل مین بیان کیا گیا ہے -

اسی تفصیل مین حضرت علیؑ کی شراب خواری والی ناپاک روایت بھی ہے - جس کو ابوداؤد کی گندہ دماغی نے اپنے پراگندہ سلسلہ سے لکھا ہے اور آپ کے نجس قلم نے اُس کو نقل بھی کر دیا ہے - اس بنا پر ۳ھ یا ۲ھ ہجری کے واقعہ کو ۹ھ ہجری کے ما بعد کے سلسلہ حالات مین بیان کیا ہے - ہمارا موجودہ سلسلۂ تنقید تو اس ناپاک روایت کی تردید و تکذیب کے لیے اسی وقت اور موقع پر مصر تھا لیکن ہم اُس کو دو وجہون سے آیندہ مضامین کی تفصیل تک اُٹھا رکھتے ہین - اور تو وہی کہ پھر سر سے ترتیب واقعات مین بھی آپ ہی کے ایسی بے ترتیبی اور بے ربطی پیدا ہو جائے گی - کیونکہ یہ واقعات احکام دینیات کے ذیل مین عملیات سے تعلق رکھتے ہین اور عملیات کا بیان جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین سوانحات کے بیانات کے بعد ہوتا ہے - اس بنا پر وفات کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ سلسلۂ بیان مین اس کے تنقیدی انکشافات مندرج کیے جائین گے -

دوسری وجہ یہ ہے کہ شبلی صاحب کی کتاب چھپتے ہی اس جھوٹی اور فتنہ انگیز روایت کی ملک و قوم مین اتنی دھجیان اڑ چکی ہین کہ اُس کی موضوعیت و مصنوعیت کا بال تک باقی نہین چھوڑا گیا - فتنۂ شبلی کی دو تیار جلدین ملک و قوم کے ہاتھون ہاتھ پہنچ چکی ہین - اس لیے اُس کی تنقید و تردید کی اتنی

عجلت ضروری بھی نہیں تھی آپ کی انھیں بدترتیبیوں کو مد نظر کرکے ہم اپنے سلسلۂ بیان مین اُس ترکیبِ تفصیل سے علٰحدہ ہونا کسی طرح پسند نہیں کرتے جس کو ہم چالیس برسون سے اپنے سوانحات کی ترتیبِ تالیف مین قائم رکھ چکے ہین اس لیے کہ ہم نے سیرت کو منطق اور تاریخ کو فلسفہ بنانے کی اُلٹی منطق نہیں پڑھی ہے

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

شبلی صاحب اس کی تفصیلی کیفیت حسب ذیل قلمبند فرماتے ہین

سالِ آخر حجۃ الوداع ۔ اختتام فرضِ نبوت ۔ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری مطابق فروری ۶۳۲ع

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم	اللہ کے نام سے شروع کرتا ہون جو مہربان اور رحیم ہے
اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس	جب خدا کی فتح آگئی اور مکہ فتح ہوچکا اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا
یدخلون فی دین اللہ افواجًا فسبح	کے دین مین فوج کی فوج داخل ہو رہے ہین تو خدا کی تسبیح پڑھ
بحمد ربک واستغفرہ انّہٗ کان توّابًا	اور استغفار کر۔ خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے ۔

بظاہر خیال ہوتا ہے کہ نصرت و فتح کے مقابلہ مین شکر کی ہدایت ہونی چاہیے ۔تسبیح و استغفار سے فتح کو کیا مناسبت ہے ۔ اس بنا پر ایک صحبت مین حضرت عمرؔ نے صحابہ سے اس آیت کے معنی پوچھے تو لوگون نے مختلف معنی بتلائے ۔ حضرت عمرؔ نے عبداللہؔ بن عباس کی طرف دیکھا وہ کمسن تھے ۔ جواب دیتے جھجکتے تھے جب حضرت عمرؔ نے ڈھارس بندھائی ۔ تو اُنھون نے کہا کہ یہ آیت آنحضرتؔ صلعم کی قربت وفات کا اعلان ہے کہ استغفار کے لیے مخصوص ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی توجیہ اور آپ کی تفصیل کے تسلیم کرلینے مین ہمین کوئی عذر نہین ہے مگر تاہم اتنا انکشافِ حقیقت ضروری ہے کہ آیا حقیقتًا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لیے استغفار کی ضرورت تھی یا نہین اس لیے کہ آپ اسلام کے عقائدِ مسلمہ کے موافق معصوم تھے ۔ پھر جب ارتکاب معصیت آپ سے ممکن نہین تو استغفار کی کیا ضرورت تھی ۔شبلیؔ صاحب نے توجیہ بھی لکھدی ۔ تفصیل بھی کردی ۔ مگر مسئلہ کے اس پہلو پر نظر نہ ڈالی معلوم ہوتا ہے کہ عصمت رسول کے متعلق آپ اُس گروہ کے ہمخیال ہین جو رسولؐ کو جائز الخطا قرار دیتا ہے ۔ غالبًا اس کے انکشاف حقیقت سے آپ کا سکوت اسی خیال خاص پر مبنی ہے ۔ اس لیے ہم کو اس کی نسبت یہ لکھکر بتلادینا ضروری ہے کہ اگر حقیقتًا آپ کا ایسا خیال ہے تو اسلام کے عقیدۂ مسلّمہ کے سراسر خلاف ہے ۔

اس آیہ وافی ہدایہ میں حکم استغفار بغرض تمثیل تعمیم اور بطریق تمیل تعلیم آیا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح

انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ سورۂ فتح جز ۲۶ — ہم نے تجھ کو (اے پیغمبر) کھلی کھلی فتح عنایت کی تیرے قبل و آخر کے تمام گناہوں کو بخشدیا۔

ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدور معصیت قطعی ممنوع ہے۔ان آیات میں جو ذکر استغفار ہے وہ محض عام لوگوں کی تعلیم و تلقین کی خاص ضرورت سے بتلایا گیا ہو کہ باوجود معصوم ہونے کے بھی تم خود طریقہ استغفار دکھلا کر اور یہ بتلا کر گنہگاران امت کو آمرزش معاصی کے لیے بارگاہ ایزدی سے طلب استغفار کی تعلیم کرو کہ اُن کے یہ طرز عمل اور ترکیب توبہ و انابت تمہارے ارشاد و ہدایت کے مطابق اُن کی نجات اور عفو جرائم کا ذریعہ و وسیلہ قائم ہوں۔انھیں دو مقامات پر منحصر نہیں۔قرآن مجید میں جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم استغفار آیا ہے اُس سے یہی مراد ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرے معنی نہیں۔فافہم فتدبر۔

اس کے بعد شبلی صاحب اپنے سلسلۂ بیان میں لکھتے ہیں۔

اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رحلت کا زمانہ قریب آگیا اس لیے اب ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام اصول سیاسی کا مجمع عام میں اعلان کر دیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے زمانہ سے اب تک فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ایک مدت تک تو قریش سدراہ رہے۔صلح حدیبیہ کے بعد موقع ملا۔لیکن مصالح ملکی اس کے مقتضی تھے کہ یہ فرض سب سے آخر میں ادا کیا جائے۔بہرحال۔ذیقعدہ میں اعلان ہوا کہ آنحضرت صلعم بارادۂ حج مکہ تشریف لیے جا رہے ہیں۔یہ خبر دفعتہً پھیل گئی اور شرف ہمرکابی کے لیے تمام عرب اُمنڈ آیا۔سنیچر کے دن ذیقعدہ کی ۲۶۔ تاریخ کو آپ نے غسل فرمایا اور چادر۔تہمد باندھی۔نماز ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے تمام ازواج مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔اور مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر۔ذوالحلیفہ ایک مقام ہے جو مدینہ کی مضافات سے ہے یہاں پہونچکر شب بھر اقامت فرمائی۔دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا۔حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کے جسم مبارک میں عطر لگایا۔اس کے بعد آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر ناقۂ قصوا پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے یہ الفاظ کہے۔

لبیک لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک — اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔تیرا کوئی شریک نہیں ہم حاضر ہیں

ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لا شریک لک — تعریف و نعمت سب تیری ہے۔ملک و سلطنت تیری ہے کوئی تیرا شریک نہیں

حضرت جابرؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں اُن کا بیان ہے کہ مین نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے
دائین بائین جہان تک نظر کام کرتی تھی آدمی کا جنگل نظر آتا تھا۔ آنحضرت صلعم لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے
صداے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی اور تمام دشت وجبل گونج اُٹھتے تھے۔
فتح مکہ مین آپ نے جن منازل مین نماز ادا کی تھی۔ وہان برکت کے خیال سے لوگون نے مسجدین بنائی
تھین۔ آنحضرت صلعم اُن مساجد مین نماز ادا کرتے جاتے تھے۔ سَرِف مین پہونچکر غسل فرمایا۔ دوسرے دن۔ اتوار
کے روز ذی الحجہ کی ۴ تاریخ کو۔ صبح کے وقت مکہ معظمہ مین داخل ہوئے۔ مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر۔ نو دن
مین طے ہوا خاندان ہاشم کے لڑکون نے آمد آمد کی خبر سُنی تو خوشی سے باہر نکل آئے۔ آپ نے فرط محبت سے
اونٹ پر کسی کو آگے کسی کو پیچھے بٹھالیا۔ کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ اے خدا اس گھر کو اور عزت و شرف دے۔ پھر کعبہ کا
طواف کیا طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم مین دوگانہ ادا کیا اور یہ آیت پڑھی۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک	خدا کے سوا کوئی معبود نہین۔ اوس کا کوئی شریک نہین۔ اُسی کے لئے
ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شئ قدیر	سلطنت ملک اور حمد ہے اور وہ تمام چیزون پر قادر ہے۔ کوئی خدا
لا الہ الا اللہ وحدہ وانجز وعدہ ونصر	نہین۔ مگر وہ اکیلا خدا ہے اوسنے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور

لہ ۔ حاشیہ مین حدیث جابرؓ کی نسبت مرقوم ہے۔ ابوداؤد اور مسلم مین حجۃ الوداع کا واقعہ نہایت تفصیل سے مذکور ہے۔ جس کا (کی) شان نزول یہ ہے کہ حضرت امام باقرؑ نے حضرت جابرؓ سے جب وہ نابینا ہوگئے تھے۔ آنحضرت صلعم کے حج آخر کا حال پوچھا۔ حضرت جابر نے آل رسولؐ کی محبت سے امام باقر کے گریبان کے تکمے کھولے اور اونکے سینہ پر محبت سے ہاتھ رکھکر کہا۔ بھتیجے پوچھ تو کیا پوچھتا ہے؟ پھر نہایت تفصیل سے حج نبوی کے تمام حالات بیان کئے۔

حافظ ابن حجر نے امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبداللہ انصاری سے ملاقات کی یہ تفصیلی کیفیت لکھی ہے عن جابر انہ قال
لہ وھو صغیر رسول اللہ صلعم یسلم علیک فقیل لہ وکیف ذلک قال وکنت جالسا وعندہ الحسین
فی حجرہ وہو یلاعبہ فقال یا جابر یولد لہ مولود اسمہ علی اذا کان یوم القیامۃ نادی منادی لیقم سید العابدین
فیقوم ولدہ ثم یولد لہ ولد اسمہ محمد فان ادرکتہ یا جابر فاقرأہ منی السلام جابر رضی اللہ عنہ امام باقر علیہ السلام سے کہنے لگے درآنحالیکہ
وہ بھی نہایت صغیر السن تھے کہ جناب سرور عالم صلعم نے آپ کو سلام کہا ہے۔ حاضرین نے پوچھا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جابر بولے کہ
مین ایک روز آپکی خدمت مین بیٹھا تھا اور امام حسینؑ علیہ السلام آپکی گود مین کھیل رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ حسینؑ کے ایک لڑکا
ہوگا جس کا نام علی رکھا جائے گا قیامت کے دن منادی ندا کرے گا کہ سید العابدین اُٹھین اوس وقت امام حسینؑ کا یہ بیٹا اُٹھے گا پھر اُس کا ایک بیٹا ہوگا جس کا
نام محمد ہوگا۔ اے جابرؓ اگر تم اوس وقت تک زندہ رہو تو اوس سے میرا سلام کہنا ۱۲۰ مولف عفی عنہ

عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ ۔ اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی ۔

صفا سے اُتر کر مروہ پر تشریف لائے ۔ یہاں بھی دعا و تہلیل کی ۔ اہل عرب ایام حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہو کر آپ نے اُن لوگوں کو جنکے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے عمرہ تمام کرکے احرام اُتار دینے کا حکم دیدیا ۔ بعض صحابہ نے گزشتہ رسوم مالوفہ کی بنا پر اس حکم کی بجا آوری میں معذرت کی ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا ۔

حضرت علی حجۃ الوداع سے کچھ پہلے بھیجے گئے تھے ۔ اُسیوقت وہ یمنی حاجیوں کا قافلہ لیکر مکہ میں وارد ہوئے چونکہ اُن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لیے اُنھوں نے احرام نہیں اُتارا ۔

مرقومہ بالا عبارت سے حضرت علیؑ کے ذکر تک تو آپ نے حدیث و تاریخ کے ماخذوں کا صحیح نقل و ترجمہ کیا حضرت علیؑ کا ذکر آیا ۔ اور آپ کا قلم حقیقت نگاری سے گھوم گیا ۔ آپ کے یہ الفاظ کہ "چونکہ ان کے (حضرت علیؑ کے) ساتھ قربانی کے جانور تھے ۔ اس لیے اُنھوں نے احرام نہیں اُتارا" بالکل ۔ واقعیت ۔ اصلیت حقیقت کے خلاف ہے حالانکہ حضرت علیؑ کا اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لانا کسی حدیث و تاریخ میں نہیں ہے اور نہ آپنے اپنی اس عبارت پر کسی حوالہ کا نشان دیا ہے ۔ نسائی اور ابوداؤد کے دونوں حوالے جو حاشیہ میں درج ہیں وہ اوپر کی عبارتوں کے متعلق ہیں ۔ اس سے کوئی واسطہ نہیں ۔ یہ امور صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ فقرہ آپکی مخترعات سے ہے جو آپ نے اپنی قدیم عادت استخفاف خصائص و فضائل علی کی خاص ضرورت سے لکھا ہے ۔ اب اسکے خلاف پہلے تاریخ ابن ہشام کی عبارت میں اسکی حقیقت ملاحظہ ہو ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کان بعث علیا الی نجران فلقیہ بمکۃ وقد احرم فدخل علی فاطمۃ فوجدھا قد حلت وتھیأت فقال مالک یابنت رسول اللہ صلعم قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان نحل بعمرۃ فحللنا قال ثم اتی رسول اللہ فلما فرغ من الخبر عن سفرہ قال لہ رسول اللہ انطلق فطف بالبیت وحل کما حل اصحابک قال یا رسول اللہ انی قلت حین احرمت اللھم انی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو نجران (یمن) کی طرف بھیجا تھا جب وہ وہاں سے لوٹ کر آئے تو احرام باندھے ہوئے حضرت سے مکہ میں ملاقات کی اور جناب سیدہ کو دیکھا کہ احرام سے نکلنے کی تیاری کر رہی ہیں جناب امیر نے کہا اے رسول اللہ کی بیٹی تم نے کیوں احرام کھول دیا ہے ۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ ہمکو حضرت نے عمرہ کے احرام کے کھولنے کا حکم دیا ہے اسلئے ہم نے احرام کھولدیا ہے جناب امیر حضرت صلعم کے پاس گئے جب سفر کی حالت حضرت سے عرض کر چکے تو حضرت نے فرمایا جاؤ طواف کرکے اپنے دوستوں کیطرح تم بھی احرام کھولڈالو جناب امیر نے گذارش کی کہ ہم نے احرام باندھنے کے وقت

احل بما احل بہ نبیک وعبدک ورسولک قال فہل معک من ھدی قال لا فاشرکہ رسول اللہ ص فی ھدیہ وثبت علی احرامہ مع رسول اللہ ص حتی فرغ من الحج ونحر رسول اللہ صلعم عنہ۔

دعا کی تھی کہ اے پروردگار جس طرح تیرا نبیؐ۔ تیرا بندہ اور تیرا رسولؐ احرام کھولیگا اُسیطرح مین بھی اپنا احرام کھولونگا آنحضرت صلعم نے پوچھا تمھارے پاس قربانی کی کوئی چیز ہے۔ کہا نہین پس حضرتؐ نے جناب امیر کو بھی اپنی قربانی مین شریک کر لیا۔ اور جناب امیرؑ بدستور سابق جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے احرام باندھے رہے یہانتک کہ آنحضرت صلعم نے حج سے فارغ ہو کر جناب امیرؑ کی طرف سے بھی قربانی کی۔

مرقومۂ بالا شاہد تاریخی سے جناب علی مرتضیٰؑ کا قربانی کے اونٹ اپنے ہمراہ نہ لانا پورے طور سے ثابت ہو گیا قیامت انگیز تعجب تو یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ تو بذات خاص جناب رسولخدا صلعم کے سامنے انکار فرماتے ہین کہ میرے پاس قربانی کے لیے کوئی چیز نہین لیکن شبلی صاحب اقرار کرتے ہین اور چودہ سو برس کے بعد بتلاتے ہین کہ قربانی کی اشیاء یعنی اونٹ وہ اپنے ہمراہ لائے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ یہ ہے شبلی صاحب کی حقیقت نویسی۔

مرقومۂ بالا عبارت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت علی مرتضیٰؑ کو اپنی قربانی کرائے اونٹون مین شریک کر لیا۔ اب اس مشارکت کی تفصیل بھی صحیح مسلم کی حسب ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔

عن جابر قال نحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثلاثا وستین بدنۃ واعطا علیا المنحر فنحر ما غبر منہا واشرکہ فی ھدیہ ثم امر من کل بدنۃ ببضعۃ فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمہا وشربا من مرقہا۔

جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ترسٹھ اونٹ قربانی کئے۔ انکے علاوہ جسقدر کہ قربانی کے لئے اونٹ رہ گئے تھے اون کی قربانی کے لیے حکم دیا اور برچھا دیا اور انکو اپنی قربانی مین شریک کیا۔ پھر ہر ایک اونٹ مین سے تھوڑا سا گوشت کاٹ لینے کا حکم دیا۔ پس وہ ایک ہنڈیا مین پکوا کر دونو صاحبون نے کھایا اور اوس کا شوربا پیا

پھر اُسی صحیح مسلم مین ایک دوسری حدیث یہ ہے۔

عن علیؑ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اصدق بلحمہا وجلودھا وان لا اعطی الجزار منہا شیئًا۔

جناب امیر علیہ السلام کہتے ہین کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے اونٹ کی قربانی کیلئے حکم دیا اور فرمایا کہ اس کا تمام گوشت اور پوست خیرات کر دو اور قصاب کو اس مین سے کوئی چیز نہ دی جائے جناب امیرؑ فرماتے ہین کہ ہم قصاب کو اپنی طرف سے دیتے ہین۔

اب کتاب کے ناظرین کو عموماً اور معتقدین شبلی صاحب کو خصوصاً یہ بھی دکھلا دینا چاہتے ہین کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس استحسان کی یاد کو اپنی تمام عمر تک زندہ اور قائم رکھا۔ مسند امام احمد بن حنبل اور صحیح ترمذی مین ہے۔

عن علی امرنی رسول اللہ صلعم ان اضحی عنہ ابدا فکان یضحی عنہ الی ان استشہد بکبشین املحین۔ — حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ مجھے جناب رسول اکرم صلعم نے اپنی طرف سے ہمیشہ قربانی کرنے کا حکم دیا تھا پس جناب امیر اپنی شہادت تک آنحضرت صلعم کی طرف سے دو چتلے مینڈھے ہمیشہ قربانی کیا کرتے تھے۔

یہ نکتہ بھی ضرور ملحوظ خاطر رہے۔ اس حدیث کے تحت مین محمد ابن شہاب الزہری جنھون نے سب سے اول بحکم عمر بن عبد العزیز حدیث کو مدون کیا ہے لکھتے ہین۔

انما خص علیا بذلک دون اقاربہ واھلہ لقربتہ فکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فعل بنفسہ۔ — جناب رسول خدا صلعم نے اپنے تمام اقارب و ازواج کے سوا جناب علیؑ مرتضیٰ کو اس قربانی کیلئے بوجہ انکی قرابت قریبہ کے مخصوص فرمایا ہے اسلئے کہ جناب امیر کا قربانی کرنا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قربانی فرمانا تھا۔

یہ سب تفصیل کتاب ارجح المطالب سطر ۱۳۔ صفحہ ۵۳۳ مین مندرج ہے کبھی ممکن تھا کہ شبلی صاحب ایسی مرویات حدیث و تاریخ کی تصریح فرماتے جس سے حضرت علیؑ کے فضائل مخصوص معلوم ہوتے ان ھذا لمن ابعد الابعاد آپ نے تو اپنی تحریر مین واقعیت ہی کو بالکل معکوس فرما دیا تھا۔ مگر ہم پھر وہی عرض کرینگے۔ وہی حقیقت تھی جو نہ چھپ سکی۔ اور آخر ظاہر ہو گئی۔

اس کے آگے شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

جمعرات کے روز آٹھوین تاریخ کو آپ نے تمام مسلمانون کے ساتھ منیٰ مین قیام فرمایا دوسرے دن نوین ذی الحجہ جمعہ کے روز نماز پڑھکر منیٰ سے روانہ ہوئے۔ قریش کا معمول تھا کہ جب مکہ سے حج کے لیے نکلتے تھے تو عرفات کے بدلے مزدلفہ مین مقام کرتے تھے جو حرم کے حدود مین تھا۔ ان کا خیال تھا کہ قریش نے اگر حرم کے سوا کسی اور مقام مین مناسک حج ادا کیے تو اُن کی شان یکتائی مین فرق آجائے گا۔ لیکن اسلام کو جو مساوات تمام قائم کرنی تھی۔ اُس کے لحاظ سے یہ تخصیص روا نہین رکھی جا سکتی تھی۔ اس لیے خدا نے حکم دیا۔

ثم افیضوا من حیث افاض الناس، آپ بھی عام مسلمانون کی طرح عرفات مین آئے اور یہ اعلان کر دیا۔

قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراھیم۔ — اپنے مقدس مقامات مین ٹھہرے رہو کہ تم اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر ہو۔

یعنی عرفات میں حاجیوں کا قیام حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے اور انھیں نے اس مقام کو اس غرض خاص کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ عرفات میں ایک مقام نمرہ ہے۔ وہاں آپ نے ایک کمل کے خیمہ میں قیام فرمایا دوپہر ڈھل گئی تو ناقہ پر (جس کا نام قصوا تھا) سوار ہو کر میدان میں آئے اور ناقہ کے اوپر ہی سے خطبہ دیا۔ آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوا اور جاہلیت کے تمام بیہودہ مراسم کو مٹا دیا اسلیے آپ نے فرمایا۔

الا کل شیٔ من امر الجاھلیۃ تحت قدمیّ موضوع — ہاں، آج جاہلیت کے تمام دستور میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم و ابوداؤد باب الاشہر الحرام و حجۃ النبی

تکمیل انسان کی منزل میں سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب تھا۔ جو دنیا کی قوموں نے تمام مذاہب نے تمام ممالک نے مختلف صورتوں میں قائم رکھا تھا۔ سلاطین سایہ یزدانی تھے جن کے آگے کسی کو چون چرا کی مجال نہیں تھی۔ اور مذہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا۔ شرفا رذیلوں سے ایک بالاتر مخلوق تھی۔ غلام آقا کے ہمسر نہیں ہو سکتے تھے۔ آج یہ تمام تفرقے۔ تمام امتیازات۔ یہ تمام حدبندیاں دفعۃً ٹوٹ گئیں۔

لیس للعربی فضل علی العجمی ولا للعجمی فضل علی العربی کلکم ابناء آدم وآدم من تراب (عقد الفرید خطبہ نبوی) — عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ اور آدم خاک سے بنے ہیں۔

ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوۃ ارقائکم ارقائکم اطعموھم مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون (ابن ہشام) — مسلمان مسلمان بھائی ہیں (طبری و ابن اسحاق) تمھارے غلام تمھارے غلام ہیں جو خود کھاؤ وہ انھیں کھلاؤ جو خود پہنو انھیں پہناؤ

خون جاہلیت کی معافی

عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تھا تو اس کا انتقام لینا خاندانی فرض ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی یہ فرض باقی رہتا تھا۔ اور اس بنا پر لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ قائم ہو جاتا تھا۔ اور عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی۔ یہ سب سے قدیم رسم عرب کا مقدم فخر خاندان کا پرفخر مشغلہ برباد کیا جاتا ہے اور اس کے لیے نبوت کا منادی سب سے پہلے اپنا نمونہ آپ پیش کرتا ہے۔

ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضعہ من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحرث (بخاری و مسلم و ابوداؤد) — جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کر دیے گئے۔ اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حرث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں

۱؎ ربیعہ ابن حارث ابن عبد المطلب کا ایک بیٹا ایاس نامی تھا وہ قبیلہ بنی سعد میں پرورش پا رہا تھا کہ ہذیل نے اس کو قتل کر ڈالا (صحیح مسلم بخاری و ابو داؤد)

سود کی قطعی ممانعت عرب میں سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا جس سے غربا کا ریشہ ریشہ جکڑا تھا۔ اور ہمیشہ کے لیے وہ اپنے قرضخواہوں کے غلام بن گئے تھے۔ آج وہ دن ہے کہ اس کا تار تار الگ کر دیا گیا۔

اس فرض کی تکمیل کے لیے بھی معلم برحق سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کو پیش کرتا ہے۔

وربا الجاھلیۃ موضوع واول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب۔ (مسلم وابوداؤد)

جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے۔ اور میں سب سے پہلے اپنے خاندان میں عباس ابن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

حقوق نسوانی کی مراعات آج تک عورتیں مردوں کی جائداد منقولہ تھیں جو قمار بازیوں میں داؤں پر چڑھا دی جا سکتی تھیں۔ آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہ مظلوم۔ یہ صنف لطیف اور یہ جوہر نازک قدردانی کا تاج پہنتا ہے۔

فاتقوا اللہ فی النساء (مسلم وبخاری) ان لکم نساءکم حقا ولھن علیکم حقا (طبری وابن ہشام)

عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

قتل وخونریزی کی ممانعت عرب میں جان ومال کی کچھ حقیقت نہیں تھی۔ اور نہ کوئی قیمت۔ جو شخص جس کو چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا۔ آج امن وسلامتی کا بادشاہ تمام دنیا کو صلح کا پیغام سناتا ہے۔

ان دماءکم واموالکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا الی یوم تلقون ربکم (بخاری مسلم وابوداؤد)

آج سے تمہارے خون اور اموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہوئے جس طرح آج کے دن کی حرمت اور وہ لقائے خدا کے وقت تک حرام رہیں گے۔

اسلام سے پہلے بڑے بڑے مذہب دنیا میں پیدا ہوئے۔ لیکن اُن کی بنیاد خود صاحب شریعت کے تحریری اصول پر نہ تھی۔ اُن کو خدا کی طرف سے جو ہدایتیں ملی تھیں۔ بندوں کی ہوس پرستیوں نے اُن کی حقیقت گم کر دی تھی۔ ابدی مذہب کا پیغمبر اپنی زندگی کے بعد آیات ربانی کا مجموعہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی امت کو سپرد کرتا ہے اور تاکید کرتا ہے۔

وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ۔ (صحاح)

میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں اگر تم نے اوس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز کیا ہے۔ کتاب اللہ۔

اس کے بعد آپ نے چند اصولی احکام کا اعلان فرمایا۔

ان اللہ عزوجل قد اعطی کل ذی حق حقہ خدا نے ہر حقدار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دے دیا۔

فلا وصیۃ لوارث[۱] — اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

الولد للفراش وللعاھر الحجر وحسابھم علی اللہ — لڑکا اوسی کا ہے جسکے بستر پر پیدا ہو۔ زنا کار کے لئے پتھر ہے اور اون کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔

من ادعی الی غیر ابیہ وانتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ — جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونیکا دعوی کرتا ہو اور جو غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اوس پر خدا کی لعنت ہے

الا لایحل لامراۃ ان تعطی من مال زوجھا شیئا الا باذنہ — ہان عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اوسکی اجازت بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔

الدین مقضی والعاریۃ مؤداۃ والمنحۃ مردودۃ والزعیم غارم — قرض ادا کیا جائے۔ عاریت واپس کی جائے۔ عطیہ لوٹا دیا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔

یہ فرماکر آپ نے مجمع کی طرف خطاب کیا۔

انتم مسئولون عنی فما انتم قائلون (مسلم وابوداؤد) — تم سے خدا کے یہان میری نسبت پوچھا جائیگا تم کیا جواب دو گے

صحابہ نے عرض کی۔ ہم کہیں گے آپ نے خدا کا پیغام پہونچایا۔ اپنا فرض ادا فرمایا۔ (یہ سنکر) آپ نے آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھائی اور تین بار فرمایا۔

اللھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد (مسلم وابوداؤد) — خدایا تو گواہ رہنا۔ خدایا تو گواہ رہنا۔ خدایا تو گواہ رہنا۔

عین اُس وقت جب آپ یہ فرض نبوت ادا کر رہے تھے۔ یہ آیت اُتری —

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا — (بخاری مسلم وابوداؤد) — آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو انتخاب کر لیا۔

شبلی صاحب۔ آپ بخاری۔ مسلم اور ابو داؤد کے حوالہ سے نزول آیہ اکملت لکم کا یہ موقع بتلاتے ہیں لیکن حافظ ابو نعیم۔ امام سیوطی۔ ابن مردویہ۔ دیلمی۔ حموینی۔ ابن مغازلی۔ نطنزی۔ صالحانی وغیرہم اس کا کوئی اور موقع بتلاتے ہیں جو عنقریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ ابھی ہم آپکی عبارت کے سلسلہ نقل کو منتشر کرنا نہیں چاہتے۔ اس سے آگے تحریر ہوتا ہے —

---

[۱] نعوذ باللہ رسول اللہ صلعم کا یہ حکم فاطمہؑ کی وراثت کے لئے نہیں تھا۔ اور نحن معاشر الانبیاء والی حدیث، جسکے سننے والے اور بیان کرنیوالے اکیلے حضرت ابوبکر تھے شاید اس حکم سے مستثنیٰ تھی۔ فافہم فتدبر۔ مولف عفی عنہ

نہایت عبرت انگیز اور حسرت خیز یہ منظر تھا کہ شہنشاہ عالم جس وقت لاکھون آدمیون کے مجمع مین فرمان ربانی کا اعلان کر رہا تھا اوس کے تخت شاہی کی مسند وقالین (کجاوہ اور عرقگیر) ایک روپیہ کی قیمت سے زیادہ کا نہین تھا خطبہ سے فارغ ہوکر آپ نے حضرت بلال رضؓ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔ پھر سوار ہوکر موقف مین تشریف لائے اور وہان کھڑے ہوکر دیر تک قبلہ رو دعامین مصروف ہوئے جب آفتاب ڈوبنے لگا تو آپ نے وہان سے چلنے کی تیاری کی حضرت اُسامہ بن زید کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔ آپ ناقہ کی زمام کھینچے ہوئے تھے۔ یہانتک کہ اُسکی گردن کجاوے مین آکر لگتی تھی لوگون کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہوگیا تھا۔ لوگون کو دست راست سے اور بخاری مین ہے کہ کوڑے سے آپ اشارہ کرتے جاتے تھے کہ آہستہ آہستہ۔

السکینۃ ایہا الناس السکینۃ ایہا الناس — لوگو آہستہ۔ لوگو آہستہ (بخاری ومسلم وابوداؤد)

اثناء راہ مین ایک جگہ اُتر کر طہارت کی۔ اُسامہ نے کہا۔ یارسول اللہ ص نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ فرمایا نماز کا موقع آگے آتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ تمام قافلہ کے ساتھ مزدلفہ پہونچے۔ یہان پہلے مغرب کی نماز پڑھی اسکے بعد لوگون نے اپنے اپنے پڑاؤ پر جاکر سواریون کو بٹھایا ابھی سامان کھولنے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً نماز عشا کی تکبیر ہوئی۔ نماز سے فارغ ہوکر آپ لیٹ گئے اور صبح تک آپ نے آرام فرمایا۔ بیچ مین روزانہ دستور کے خلاف عبادت شبانہ کیلیے بیدار نہوئے محدثین نے لکھا ہے کہ یہی ایک شب ہے جس مین آپ نے تہجد کی نماز ادا نہین کی۔ کفار قریش مزدلفہ سے اُس وقت کوچ کرتے تھے جب آفتاب پورا نکل آتا تھا اور آس پاس کے پہاڑون کی چوٹیون پر دھوپ چمکنے لگتی تھی اُس وقت یاد از ابلند کہتے تھے۔ کوہ ثبیر دھوپ سے چمک جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسم کے ابطال کے لیے سورج نکلنے سے پہلے ہی یہان سے کوچ کردیا یہ ذی حجہ کی دسوین تاریخ اور سنیچر کا دن تھا فضل ابن عباس آپکے برادر عم زاد آپکے ساتھ ناقہ پر سوار تھے اہل حاجت داہنے بائین حج کے مسائل دریافت کرنے کے لیے آرہے تھے۔ آپ جواب دیتے جاتے تھے۔ اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے

وادی محسر کے راستہ سے آپ جمرہ کے پاس آئے ابن عباس سے جو اُس وقت تک کمسن تھے فرمایا مجھے کنکریان چُنکر دو۔ آپنے کنکریان پھینکین اور لوگون کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا۔	مسائل واحکام متفرقہ کی تعلیم

ایاکم والغلو فی الدین فانما اھلک — مذہب مین غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تمسے پہلی قومین اسی سے برباد ہوگئین

اسی اثنا مین آپ یہ بھی فرماتے جاتے تھے —

لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری — حج کے مسائل سیکھ لو مین نہین جانتا شاید کہ اس کے بعد مجھے دوسرے

لعلی لا احج بعد حجتی ھذا۔ — حج کی بھی نوبت آئے (مسلم وابوداؤد)

یہان سے فارغ ہوکر منیٰ کے میدان مین تشریف لائے۔ داہنے بائین آگے پیچھے تقریبًا ایک لاکھ مسلمانون کا مجمع تھا مہاجرین داہنے انصار بائین اور بیچ مین عام مسلمانون کی صفین تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ پر سوار تھے۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھ مین ناقہ کی مہار تھی۔ حضرت اسامہ بن زید پیچھے بیٹھے تھے۔ اور کپڑا تان کر سایہ کیے ہوئے تھے۔ آپ نے نظر اُٹھا کر اس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو فرائض نبوت کے ۲۳ سالہ نتائج نگاہون کے سامنے تھے۔ زمین سے آسمان تک قبول و اعتراف حق کا نور ضو فشان تھا۔ دیوان قضا مین انبیاء سابقین کے فرائض تبلیغ کے کارنامون پر ختم رسالت کی مہر ثبت ہو رہی تھی اور دنیا اپنی تحقیق کے لاکھون برس کے بعد دین فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی زبان سے سن رہی تھی۔ عین اسی عالم مین زبان حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام و دہن مین زمزمہ پرداز ہوئی۔ اب ایک نئی شریعت ایک نئے نظام اور ایک نئے عالم کا آغاز تھا۔ اس بنا پر ارشاد فرمایا۔

ان الزمن قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض ـ (بروایت ابوبکرہ)	ابتدا مین خدا نے جب زمین و آسمان کو پیدا کر دیا زمانہ پھر پھرا کر اوسی نقطہ پر آگیا۔

ابراہیم خلیل اللہ کا طریق عبادت (حج کا موسم) اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ مین کسی قسم کی خونریزی جائز نہین تھی۔ اس لیے عربون کے خون آشام جذبات حیلہ جنگ کے لیے اسکو کبھی گھٹا کبھی بڑھا دیتے تھے آج وہ دن آیا کہ اس اجتماع عظیم کے لیے اشہر حرم کی تعیین کر دی جائے۔ آپ نے فرمایا۔

السنۃ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم	سال کے بارہ مہینے ہین جن مین چار مہینے قابل احترام ہین تین تو
ثلاثۃ متوالیات ذوالقعدۃ وذوالحجۃ ومحرم	متواتر مہینے ہین۔ ذیقعدہ ذی الحجہ محرم اور چوتھا رجب مضر کا مہینہ
ورجب مضر الذی بین جمادی وشعبان	جو جمادی اور شعبان کے بیچ مین ہے۔

آپس کی خونریزی سے اجتناب کا حکم

دنیا مین عدل و انصاف اور جور و ستم کا محور صرف تین چیزین ہین۔ جان۔ مال اور آبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل خطبہ مین۔ گو ان کے متعلق ارشاد فرما چکے تھے لیکن عرب کے صدیون کے زنگ دور کرنے کے لیے مکرر تاکید کی ضرورت تھی۔ آج آپ نے اسکے لیے عجیب انداز بلیغ اختیار کیا۔ لوگون سے پوچھا آج کون سا دن ہے۔ لوگون نے عرض کی خدا اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ دیر تک چپ رہے۔ لوگ سمجھے کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور نام لین گے۔ دیر تک سکوت فرمانے کے بعد فرمایا۔ آج قربانی کا دن نہین ہے۔ لوگون نے کہا۔ ہان بیشک ہے۔ پھر پوچھا یہ کون مہینا ہے؟ تو لوگون نے پھر وہی جواب دیا۔ آپ نے اسی طرح دیر تک سکوت فرمایا پھر کہا ذی الحجہ نہین ہے؟ لوگون نے عرض کی ہان بیشک ہے

پھر پوچھا یہ کون شہر ہے؟ لوگوں نے بدستور جواب دیا آپ نے اُسی طرح دیر تک سکوت کے بعد فرمایا کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہاں بیشک ہے - جب سامعین کے دل میں یہ خیال پورے طور سے جاگزین ہو چکا کہ آج کا دن بھی - مہینہ بھی اور خود شہر بھی محترم ہے یعنی اس دن اس مہینہ اور اس مقام میں جنگ اور خونریزی جائز نہیں تو فرمایا -

فان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام — تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو تا قیامت ایسی محترم ہے
کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا وفی بلدکم ھذا — جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر محترم ہے (بروایت ابوبکرہ)

قوموں کی بربادی ہمیشہ آپس کی جنگ وجدال اور باہمی خونریزیوں کا نتیجہ رہی ہے وہ پیغمبر جو ایک لازوال قومیت کا بانی بنکر آیا ہے اُس نے اپنے پیروؤں سے بآواز بلند کہا -

الا لا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب بعضکم — ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو
رقاب بعض فستلقون ربکم فیسئلکم عن — تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمہارے
اعمالکم (بروایت ابوبکرہ) — اعمال کی بازپرس کرے گا -

ظلم و ستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس خاندان کا ہر شخص اُس جرم کا مجرم قانونی . . . سمجھا جاتا تھا اور اکثر اصلی مجرم کے روپوش یا فرار ہو جانے کی صورت میں بادشاہ کا اُس خاندان سے جس پر قابو چلتا تھا اُس کو سزا دیتا تھا - باپ کے جرم کے بدلے بیٹے کو سولی دی جاتی تھی اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اُٹھانا پڑتا تھا یہ سخت ظالمانہ قانون تھا - جو مدت سے دنیا پر حکمران تھا اگرچہ قرآن مجید نے

لا تزر وازرۃ وزر اخری — ایک دوسرے کے بار کا ذمہ دار نہیں ہے

کے وسیع قانون کے رو سے اُس ظلم کی ہمیشہ کے لیے بیخکنی کر دی تھی لیکن اسوقت جب دنیا کا آخری پیغمبر ایک نیا نظم سیاست ترتیب دے رہا تھا - اس اصول کو فراموش نہیں کر سکتا تھا - آپ نے فرمایا -

الا لا یجنی جان الا علی نفسہ لا یجنی جان — ہاں مجرم صرف اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے - ہاں باپ کے جرم کا بیٹا
علی ولدہ ولا مولود علی والدہ - (ابن ماجہ و ترمذی) — ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا جوابدہ باپ نہیں ہے -

عرب کی بدامنی اور نظام ملکی کی بدترتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ہر شخص اپنی خداوندی کا آپ مدعی تھا اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لیے ننگ و عار جانتا تھا ارشاد ہوا -

ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقودکم بکتاب اللہ — اگر کوئی حبشی بینی بریدہ (نکٹا) غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب

فاسمعوا له واطیعوا۔ (مسلم) کے مطابق سے چلے تو اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ اسوقت اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا اور خانہ کعبہ ہمیشہ کے لیے ملت ابراہیمی کا مرکز بن چکا تھا اور فتنہ پرداز قومیں پامال ہو چکی تھیں۔ اس بنا پر آپ نے ارشاد فرمایا۔

الا ان الشیطان قد ایس ان یعبد فی بلدکم — ان شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمھارے شہر میں اسکی
ھذا ابدا ولکن ستکون له طاعة فیما تحتقرون — پرستش نہیں کی جائیگی۔ لیکن البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں تم
من اعمالکم فسیرضی به۔ (ابن ماجہ و ترمذی) — اسکی پیروی کروگے۔

سب سے آخر میں آپ نے اسلام کے فرض اولین یاد دلائے۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا — اپنے پروردگار کو پوجو۔ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھو۔ مہینہ بھر
شھرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا — کا روزہ رکھو اور میرے احکام کی متابعت کرو خدا کی جنت میں
جنة ربکم (زاد المعاد) — داخل ہو جاؤگے۔

مکہ معظمہ سے روانگی

۱۳ ذی الحجہ شنبہ کے دن زوال کے بعد آپ نے یہاں سے نکلکر وادی محصب میں قیام کیا اور یہی مقام پر آرام فرمایا پچھلے پہر اٹھکر مکہ معظمہ تشریف لیگئے اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کرکے وہیں صبح کی نماز ادا کی اس کے بعد قافلہ اسیوقت اپنے اپنے مقام کو روانہ ہو گیا اور آپ نے مہاجرین و انصار کیساتھ کی طرف مراجعت فرمائی۔

مقام خم (غدیر) میں قیام۔

شبلی صاحب کی سریع القلمی کا یہ خاص الخاص مقام ہے۔ غدیر خم کا خاص موقع اور اس موقع خاص کا معرکۃ الآرا واقعہ اور اس کا ذکر و مذکور اشارۃً و کنایتًا بھی بالکل نامطبوع خاطر ہے کیا ہوا کیسے ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔ گویا یہ نہ کوئی موقع تھا اور نہ یہ کوئی واقعہ تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی غرض و غایت کے لیے اس کی تفصیل بجید مضر۔ اس بنا پر شبلی صاحب نے اس خاردار وادی کو بڑی پھرتی سے طے کر دیا ہے اور اس موقع کے اُن تمام واقعات کو جن پر آیات قرآنی۔ کہ بخصوص شاہد ہیں اپنی خود غرضی کی رو اروی میں مرفوع القلم فرماتے چلے گئے ہیں۔ کوتہ قلمی اور استخفاف رقمی اتنی اختیار کی گئی ہے کہ خم غدیر کے قیام کو علیحدہ نہیں لکھا سلسلہ کے معمولی واقعات کے ساتھ مخلوط و مستور کر دیا ہے اور یوں اس واقعہ خاص کی اہمیت اور عظمت مخصوصہ پر اپنی تحریری تعمیم کی چادر ڈالدی ہے کہ حقیقت حال نہ ظاہر ہونے پائے۔ لیکن پھر وہی سوال پیش ہوتا ہے کہ کیا حقیقت چھپ سکتی ہے۔ لا واللہ خود شبلی صاحب نے اس سے قبل کثیر التعداد موقعوں پر ایسی کوشش کی۔ لیکن کیا ہوا۔ تمام کوششیں بیکار گئیں

تدبیرین ضائع ہوئین اور جو حقیقت حال تھی دنیا پر کھل گئی اس عظیم الشان واقعہ مین جس قدر اسقاط و تحریفات واقعات سے کام لیا گیا ہے اور تفصیلات و تصریحات مین جتنی اور جیسی جیسی کوتہ رقمی اور قصیر القلمی اختیار کی گئی ہے وہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگی۔ ہم اپنی تنقیدی عبارت سے پہلے شبلی صاحب کی اُسی عبارت کو ذیل مین نقل کرتے ہین جو مختلف اقسام کی قلمکاریون کے ساتھ آپ نے اس واقعہ کے متعلق تحریر فرمائی ہے

شبلی صاحب کا واقعہ غدیر خم

راہ مین ایک مقام خم پڑا جو جحفہ سے تین میل پر ہے۔ یہان ایک تالاب ہے۔ عربی مین تالاب کو غدیر کہتے ہین اور اس لیے اس مقام کا نام عام روایتون مین غدیر خُم آتا ہے۔ آپنے یہان تمام صحابہ کو جمع کرکے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔

اما بعد الا ایہا الناس فانّما انا بشر یوشك ان یاتی رسول ربی فاجیب و انا تارك فیكم الثقلین اوّلهما كتاب اللّٰه فیه الهدیٰ و النور فخذوا كتاب اللّٰه واستمسكوا به واهل بیتی اذكركم اللّٰه فی اهل بیتی۔

حمد و ثنا کے بعد۔ اے لوگو۔ مین بھی بشر ہون ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی موت) مین تمھارے درمیان دو بھاری چیزین چھوڑتا ہون اون مین پہلے خدا کی کتاب ہے جس مین ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور دوسری چیز میرے اہلبیت ہین۔ مین اپنے اہلبیت کے بارے مین تمھین خدا کو یاد دلاتا ہون۔

آخری جملہ کو آپ نے تین بار مکرر فرمایا (مسلم) یہ صحیح مسلم (مناقب حضرت علی) کی روایت ہے۔ نسائی مسند امام احمد بن حنبل ترمذی طبرانی طبری اور حاکم وغیرہ مین کچھ اور فقرے بھی ہین۔ جن مین حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتون مین ایک فقرہ اکثر مشترک ہے۔

من كنت مولاه فعلیّ مولاه اللّٰهمّ وال من والاه وعاد من عاداه۔

جسکا مین محبوب ہون اوسکا علی محبوب ہونا چاہیے۔ الٰہی جو علی سے محبت رکھے اُس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت کر

سلہ سبحان اللہ شمس العلما مولوی شبلی صاحب! ہم بھی آپکی اس شان تجاہل عارفانہ اور تساہل خود ستر حنانہ کی داد دیتے ہین آپکو عربی کی لغت مین سوائے محبوب کے جو مفہوم مجاز کی اشارت و رعایت بتلاتا ہے۔ مولا کے اور کوئی معنی نہین ملے۔ نہ السید المطاع کے معنون پر نظر پڑی اور نہ اَولیٰ بالتصرف پر نظر گئی۔ اور نہ حاکم۔ آقا اور مولا کے معنی دکھلائی دیئے۔ فرمایئے یہ متدینانہ ترجمہ ہوا۔ پھر ہونا چاہیئے۔ یہ کس صیغہ کا ترجمہ ہے۔ وہان تو حرف رابطہ کا نام ہی نہین فائے اتصالی جو اشتراک عینی کا فائدہ دیتی ہے۔ موجود ہے۔ پھر ترجمہ مین مماثلت عینی کو صورت استقبالیہ اور شکل اختیاریہ مین بدل دینا کس دیانتدار مترجم اور مولف کا کام ہو سکتا ہے ۱۲ المولف عفی عنہ

احادیث مین یہ خاص تصریح نہین کہ ان الفاظ کے کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ بخاری مین ہے کہ اُس زمانہ مین حضرت علیؑ یمن بھیجے گئے تھے جہان سے واپس آکر وہ حج مین شامل ہوئے تھے۔ یمن مین اُنھون نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جسکو ان کے بعض ہمراہیون نے پسند نہین کیا تھا۔ ان مین سے ایک صاحب نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا علی کو اس سے زیادہ کا حق تھا۔ عجیب نہین کہ اسی قسم کے شکوک، رفع کرنے کے لیے اس موقع پر یہ الفاظ فرمائے گئے۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول

غدیر خم کے ایسے عظیم الشان اور معرکۃ الآرا واقعہ کو شبلی صاحب نے کل گیارہ سطرون مین لکھکر تمام کر دیا یہ فن مختصر معانی مین آپ کے کمال کا بین ثبوت ہے۔ بہت ہی غنیمت ہے کہ آپ نے غدیر خم کے نام سے تاریخ اسلام مین ایک واقعہ کا وجود تو تسلیم کیا۔ ورنہ اگر سرے سے اسکا انکار ہی کر دیا ہوتا تو کوئی آپ کا کیا کر لیتا۔

آپ تحریر فرماتے ہین کہ یہان تمام صحابہ کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا۔ شبلی صاحب۔ یہ مختصر سا خطبہ نہین ہے بلکہ نہایت ہی طویل و پُر تفصیل ارشاد ہدایت بنیاد ہے جسے آپ بھی خود جانتے ہین اور عنقریب میرے سلسلۂ بیان سے بھی جان لین گے۔ بہر حال آپ نے جو عبارت خطبہ خم غدیر کے نام سے عام مسلمانون کی مغالطہ دہی کی غرض خاص سے لکھی ہے اُسکو تو سوائے آپ کے کوئی پڑھا لکھا آدمی خطبہ نہین کہہ سکتا کیونکہ اُس مین نہ کلام ارشاد و ہدایت ہین اور نہ احکام شریعت۔ بظاہر تو وہ ایک معمولی روایت ہے یا حدیث وصیت۔ جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے وفات فرمانے کا یقین کر کے قرآن کی اتباع و اہلبیت کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اگرچہ آپ نے بڑی جانکاہی سے۔ بڑی دیدہ ریزی اور بکمال دماغ سوزی سے۔ بڑے حفظ تقدم کے ساتھ۔ حدیث ثقلین کی روایات کثیرہ مین سے مسلم کی یہ دُم بریدہ روایت چُن لی ہے۔ جس مین قرآن کے اتباع کے ساتھ اہلبیت کے اتباع کی مساوات نہ قائم ہوسکے۔ اور اسی روایت مین فاستمسکوا (قرآن کے لیے) اور اذکروا (اہلبیت کے لیے) کے فرق ما بہ الامتیاز کو دکھا کر گویا مسلمانون کو یہ سمجھانا چاہا ہے کہ تمسک کا حکم صرف قرآن کے لیے آیا ہے۔ اہلبیت کے ساتھ صرف ذکر کرنے کی شرط ہے یعنی انھین بھی یاد کر لیا کرو۔ گویا حضرت عمر کے قول حسبنا کتاب اللہ کی تصدیق کا مقدمہ قائم کیا گیا ہے۔

مگر دیکھیے شبلی صاحب۔ ہم آپ کو یہین پر توجہ کر کے بتلائے دیتے ہین کہ آخر حقیقت نہ چھپ سکی ظاہر ہو ہی گئی۔ وہ اس طرح کہ آپ یا ہوا یا آپ کے امام مسلم صاحب۔ دونون نے اس روایت سے قرآن کے ساتھ اہلبیت کی مساوات فی المنزلت کو چھپانا چاہا تھا۔ وہ نہ چھپی۔ آپ نے مسلم کی جو حدیث لکھی ہے اُس مین خود مسلم صاحب کر یا جناب رسول خدا صلعم کے یہ خاص الفاظ انی تارک فیکم الثقلین۔ مین تم مین دو بھاری چیزین چھوڑتا ہون۔

لکھ چکے ہین - جو ان دونون کے باہم مساوی و مقابل ہونے پر دال ہین - کیونکہ تثنیہ کے صیغہ مین آیا ہے - کوئی ان کا تیسرا مقابل نہین ہو سکتا جب سوا ے ان دو اشیاے عظیم کے کوئی تیسرا ان کا مقابل نہین تو عقلاً اور نقلاً یہ دونون اشیا باہمی مقابل و مماثل اور مساوی و مرادف ضرور ہونگے - اس بنا پر آپ ہی کے نقل و اعتراف سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبانی ان کا باہمی تقابل مساوات اور ترادف تو ضرور ثابت ہو گیا - اب الفاظ تفضیلی مین آپ اور آپ کے رواۃ اپنے استحفاظ عقائد اور تقلید اسلاف کی خود غرضیون سے جو افراط و تفریط اور اختلاف و تفریق نہ پیدا کرین وہ آپ کا کام ہے - نعوذ باللہ - رسول اللہ صلعم کا کلام خاص نہین -

اس کے بعد آپ کی آیندہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث مسلم کی نقل کے وقت آپکو تنقید کا خوف لگا ہوا تھا اس بنا پر اسکے بعد فوراً ہی لکھدیا گیا کہ نسائی - مسند امام ابن حنبل - ترمذی - طبرانی - طبری اور حاکم وغیرہم مین کچھ اور فقرے بھی ہین جن مین حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے -

شبلی صاحب - ایمان سے کہیے کہ اتنے اکابر علما و محدثین کی مرویات حدیث کے ہوتے ہوے - جن مین دو بزرگوار تو - اصحاب صحاح ہونیکی حیثیت سے - مسلم کے ہم وزن و ہمپایہ ہین - آپ نے پھر مسلم کی روایت کو کیون ترجیح دی اور صرف اُنھین کی روایت کو کیون لکھا؟ اس سوال کا آپ صرف یہی جواب دینگے کہ طائفہ محدثین مین مسلم کا اعتبار اور لوگون سے بڑھا ہے جسکی تصریح دیباچہ مین ہو چکی ہے - ہم جواباً عرض کرتے ہین کہ آپکا یہ جواب نہ حقیقت پر مبنی ہے اور نہ اصلیت کا مقتضی یہ ترجیح و تفضیل آپکی اور آپکے علما کی پیش بندیان ہین جو انھین واقعات کے استخفاف و احذاف کی غرض خاص سے ایجاد کی گئی ہین جس کا متعدد انکشاف آپ کے دیباچہ کے تبصرہ مین ہم کامل طور سے کر چکے ہین - یہ بالکل سچ ہے کہ انھین مقامات اور واقعات خاص کے چھپانے گھٹانے اور مٹانے کے لیے - ارباب صحاح مین بخاری و مسلم کی ترجیح کا مسئلہ ایجاد کیا گیا ہے کیونکہ ان حضرات کو ان واقعات کے استخفاف و احذاف مین بڑی دستگاہ حاصل تھی - مگر کیا ہو وہی حقیقت تھی - سچی اور اصلی - بالآخر نہ چھپ سکی - امام حاکم کو مستدرک مین اس کا ادراک ہوا - تو جھلّا کر لکھدیا -

هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ۔ یہ حدیث شرط مسلم کے رو سے صحیح ہے اگرچہ مسلم و بخاری نے اسکو نہین لکھا ہے

کہیے - مسلم و بخاری کے استخفاف حقیقت سے کیا ہوا - اتنے علما نے اصل عبارت و حقیقت لکھکر صحیحین بخاری و مسلم کی قلمکاریون کے چھلکے اتار دیے - ہم آپکے مؤلفانہ تدین کی اُسوقت تعریف کرتے جب مسلم کی صرف مرقومہ بالا حدیث کی نقل پر اکتفا نہ فرمائی گئی ہوتی - اُسکے ساتھ ہی ما سِوَرہ محدثین کی حدیثین بھی لکھدی گئی ہوتین اور اسی کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اُن فقرات کو بھی لکھدیا ہوتا - جو مسلم کی روایت سے ان روایتون مین زیادہ تھے - اور جن سے

بقول آپ کے حضرت علیؑ کی منقبت ظاہر ہوتی تھی نہین معلوم کہ مولفانہ تدینؐ کے خلاف آپنے محدثین کی نقل مرویات سے کیون احتیاط فرمائی۔ سوائے دو وجہون کے تیسری کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی۔ ایک تو یہ کہ اتنے اقوال متواترہ سے مسلم کے قول منفردہ کی تردید و تکذیب لازم آجائے گی۔ دوسری وجہ آپکی وہی قدیم عادت اور عظیم مجبوری ہے کہ حضرت علی کی منقبت ظاہر ہوجائیگی۔ بہرحال آپ مجبور تھے بحمداللہ ہم تو مجبور نہین۔ اُن تمام علماء کے قول ہم ایک ایک کرکے (واقعہ غدیر مین حدیث ثقلین کے تفصیلی الفاظ کے ساتھ) ہم ذیل مین لکھے دیتے ہین۔

غدیر خم مین حدیث ثقلین

سب سے پہلے آپ نسائی کا نام لکھتے ہین۔ نسائی لکھتے ہین۔

عن زید بن ارقم قال لمّا حج رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حجۃ الوداع وعاد قاصداً المدینۃ قام بغدیر خم وھو ما بین مکۃ و مدینۃ وذلک فی الیوم الثالث عشر من ذی الحجّۃ فقال یا ایّھا النّاس انّی مسئول وانتم مسئولون ھل بلغت قالوا اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و انّک رسول اللّٰہ وقال وانا اشھد مثل ما شھدتم ثم قال ایّھا النّاس قد خلفت علیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ واھل بیتی وان اللّطیف الخبیر اخبرنی انّھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وسعۃ حوضی ما بین بصرۃ وصنعا عدد آنیتہ عدد النجوم ان اللّٰہ اسئلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللّٰہ واھل بیتی الی آخر الحدیث۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے بقصد مدینہ منورہ واپس ہوئے تو غدیر خم پر مقام کیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ اس روز ماہ ذی الحجہ کی تیرھوین تاریخ تھی۔ لوگون سے حضرت نے فرمایا اے لوگو مجھ سے پوچھا جائے گا اور تم سے بھی پوچھا جائیگا کہ آیا مین نے تمکو خدا کا پیغام پہونچا دیا ہے۔ تمام لوگون نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ آپنے خدا کا پیغام پہونچا دیا ہے اور نصیحت کرنیکا حق ادا فرما دیا ہے۔ اور ہم گواہی دیتے ہین کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہین ہے اور آپ خدا کے رسول برحق ہین حضرت نے فرمایا مین تمھاری گواہی پر گواہی دیتا ہون پھر فرمایا اے لوگو مین تم مین اپنے پیچھے دو چیزین چھوڑتا ہون اگر تم نے ان دونون سے تمسک کیا تو تم میرے بعد ہرگز گمراہ نہوگے وہ خدا کی کتاب اور میرے اہلبیت ہین خدائے مہربان خبر دینے والے نے مجھے خبر دی ہے کہ جبتک وہ دونون حوض پر وارد نہون ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہونگے میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی بصرہ سے صنعاء (یمن) تک اس کے پیالے ستارون کی گنتی کے برابر ہین تحقیق کہ خدا تم سے پوچھنے والا ہے کہ تم نے میرے بعد میری کتاب اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

اگرچہ مسلم کی حدیث سے بھی قرآن واہلبیت کی مساوات ثابت ہوتی تھی مگر چونکہ تمسکو یعنی اتباع کا حکم صرف قرآن کے ساتھ تھا اور اہلبیتؑ کے ساتھ واذکروا کا لفظ آیا تھا اس بنا پر مذبذبین اور مشکوکین فی العقائد کا بہانہ تھا

اتباع کے اتحاد مین شک کرنیکی کسیقدر گنجایش رہ جاتی تھی۔ چنانچہ اسی خیال سے آپ نے بھی اس سے بیجا فائدہ اُٹھانا چاہا ہی کہ حقیقت جہانتک چھپی رہے اور مناقب علیؑ و اہلبیتؑ کے الفاظ جہانتک کم رہین وہین تک بہتر ہے۔

اب مرقومہ بالا عبارت امام نسائی کی پیش نظر کر دی گئی ہے۔ اسکے الفاظ صاف بتلاتے ہین کہ جسطرح قرآن و اہلبیت منزلت مین برابر ہین اُسی طرح شرط اتباع و متابعت مین بھی مساوی ہین اور تمسکوا کا تنہا لفظ دونوں کے تمسک کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ بھی بتلاتا ہی کہ ان کا یہ اتحاد و اتصال باہمی بھی ابدی ہے اور دائمی۔ یہ ایک دوسرے سے تا یوم الورود علی الحوض یعنی قیامت تک جدا نہین ہو سکتے۔ ان کا عدم تمسک اور انکار متابعت ضلالت کا یقینی باعث ہے پھر اپنی اسی آخری موعظت علی الامت مین بطور وصیت ذات رسالت علیہ و آلہ السلام و التحیۃ نے اس تمسک کی عظمت و اہمیت کو ان الفاظ مین تاکید و تہدید دونوں طریقوں سے بتلا دیا ہے کہ " اسمین تمھاری آزمایش کیجائیگی اور دیکھا جائیگا کہ تم ان دونوں اشیاے عظیم کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہو۔

اب محققین خود دیکھ لینگے کہ مسلم کی حدیث کے الفاظ مساوات و اتباع اہلبیت بالقرآن کی نسبت کیسے مبہم اور اس حدیث نسائی کی عبارت کسقدر صاف اور مفصل ہے شبلی صاحب سے ہم کیا پوچھین ہ خدا پوچھے یا وہ جسکی کتاب لکھی گئی ہے (صلعم علیہ و آلہ) کہ ایسی صاف اور روشن حدیث کے ہوتے ہوئے۔ ویسی ہی مبہم اور گنجلک روایت کیون لکھی گئی۔ ہمین خوف ہے کہ کہین شبلی صاحب عادتاً وہان بھی جواب مین یہ نہ فرما دین کہ نسائی جھوٹا تھا اور مسلم سچا تو اور بن جائے۔ فافہم فتدبر۔

نسائی کے بعد شبلی صاحب نے اپنی ترتیب مین امام ابن حنبل کا نام لکھا ہے مسند امام احمد بن حنبل مین بھی بعینہ و بلفظہ یہی الفاظ حدیث درج ہین جو نسائی کی حدیث مین ہے۔ اس لیے اُس کا نقل کرنا بیکار ہے۔

احمد بن حنبل کے بعد آپ نے ترمذی شریف کا حوالہ دیا ہے۔ اُن کی عبارت ملاحظہ ہو۔

عن حذیفۃ عن ابن اسید الغفاری ان رسول اللہ صلعم قال انی اسئلکم حین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیھما الثقل الاکبر کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ بید اللہ و طرفہ بایدیکم واستمسکوا بہ لا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی واھلبیتی وانہ قد نبانی اللطیف	حذیفہ ابن اسید غفاری سے روایت کرتے ہین کہ تحقیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم سے دو بھاری چیزوں کی نسبت پوچھنے والا ہون دیکھون تم میرے بعد اُن دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ پہلی بڑی چیز تو خدا تعالی کی کتاب ہے جس کی رسّی کا ایک سرا تمھارے خدا کے ہاتھ مین ہے اور دوسرا تمھارے ہاتھون مین ہے تم اس کو مضبوط پکڑ لو تو گمراہ نہ ہوگے۔ اور نہ تم بدلوگے۔ اور یہ میری عترت اہلبیت ہین مجھے خداے لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ وہ

الخبیر انھما لن ینقضیاحتی یردا علی الحوض ۔　　دونوں جب تک کہ میرے پاس حوض پر وارد نہوں ایک دوسرے سے علحدہ نہین ہوسکتے ۔

اس کے بعد آپ نے طبرانی اور طبری کی مرویات کا حوالہ دیا ہے ۔ اُن دونون کتابون مین یہ روایت نسائی کے الفاظ روایت کے ساتھ مرقوم ہے ۔ تفصیل کے لیے ارجح المطالب مطبوعۂ لاہور از صفحہ ۹۴ تا ۱۰۷ ملاحظہ ہو۔

حدیث ثقلین کی نسبت جو شبلی صاحب نے تلخیص کی تھی اور قطع و برید فرمائی تھی ۔ صرف اُسی کی تنقید کی گئی ہے اور آپ کے اقرار واعتراف کے موافق صحیح مسلم کی حدیث سے ان مین جو فقرے زائد تھے ۔ اور آپ نے ضرورتاً اُن کو نہین لکھا تھا ۔ وہ ایک ایک کرکے اُن تمام محدثین نے لکھدیے ہین اور بتلادیے ہین ۔ وہ فقرات یہ ہین ۔

(۱)　ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی　　اگر تم ان سے تمسک کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہوگے ۔

(۲)　انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ۔　　اور تا وقتیکہ دونوں لوٹ کر میرے پاس حوض کوثر پر نہ آئین ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتے ۔

(۳)　ان اللہ لسئلکم کیف خلفتمونی فی کتاب اللہ واھلبیتی ۔　　اور تحقیق کہ خدا تعالیٰ تم سے پوچھے گا کہ تم لوگوں نے میرے بعد کتاب خدا اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا سلوک کیے ۔

ان فقرات حدیث سے اہلبیت علیہم السلام کی قرآن مجید کے ساتھ ۔ مطابقت ۔ مقابلت اور مرادفت پورے طور سے ثابت ہے اور انھین مرافقت و موافقت کے ساتھ اتباع باہمی بھی متحد ہے یعنی وجوب اتباع مین قرآن مجید کا بھی وہی مرتبہ ہے جو اہلبیت کا ۔ اور اہلبیت رسول اللہؐ بھی ویسی ہی مطاع المومنین ہین جیسے کلام اللہ ۔

مسلم والی حدیث مین جسکو شبلی صاحب نے چنکر قلمبند فرمایا ہے ۔ اہلبیت علیہم السلام کے یہ خصوصیات ایک بھی مذکور نہین ۔ صرف لفظ ثقلین کا بصیغہ تثنیہ ہونا اُن کی مرادفت بالقرآن کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسا کہ تمہید مین بیان ہوچکا ہے ۔ مسلم صاحب کا اندراج اور آپ کا تمام حدیثون مین سے اسی حدیث کا خاص انتخاب صرف اہلبیت رسول علیہم السلام کے استخفاف عظمت و منزلت کی ضرورت کی غرض سے تھا اور آپ کی تمام تالیفات مین یہ موضوع خاص طور پر آپ کو مطبوع ہے ۔ چنانچہ آپ کی ان کوتہ قلمیوں کے تمام مقامات مین ہم اپنے منقدانہ انکشافات سے حقیقت حال دکھلاتے آئے ہین آپ اپنی ضرورت اور عادت سے مجبور تھے ۔ اس مقام پر بھی آپ نے ضرورتاً وہی طریقہ اختیار کیا جو تمام ایسے مقام پر اختیار فرما چکے تھے ۔ مگر کیا آپ کی ان کوششون سے بھی حقیقت حال چھپ سکی ؟ اور کیا قرآن اور اہلبیت اپنی باہمی مساوات منزلت اور حکم متابعت مین ایک

دوسرے سے علیحدہ ثابت ہو گئے - مرزا اوج مرحوم ؎

قرآن مٹے کسی کے مٹائے تو ہم مٹین

حدیث من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ

حدیث ثقلین کے متعلق ہم اپنے منقدانہ انکشافات کو لکھکر حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ (جس کا مین مولا ہون اُس کا علی مولا ہے) کی تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے ہین - مگر چونکہ آپنے تنہا یہ فقرہ لکھدیا ہے - اور وہ حدیث نہین لکھی جس مین یہ فقرہ داخل ہے جس سے ایسے متواتر مشہور اور معرکۃ الآرا واقعہ کی تفصیلی حقیقت کے کسی پہلو پر کوئی روشنی نہین پڑتی اور آپ بھی اسکی حقیقت حال پر اسطرح روشنی ڈالنا نہین چاہتے - اس لیے کہ یہی ایک حقیقت نگاری خلافت کی تمام مصنوعی قلمکاریون کو بیکار و مستاصل کردیتی - اگرچہ چودہ سو برسون کے بعد خلافت کا زائد از ہزار سالہ طلسم مصطفےٰ کمال پاشا کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا - اور اب اس خلافت مصنوعی کا دنیائے اسلام مین کہین نام و نشان نہین - یہان تک تو نوبت پہونچ گئی کہ دنیاوی سلطنتون اور ملکی حکومتون کے معمولی اور عام اسلامی سلاطین بھی اپنے نام کے ساتھ اس لقب کا اختیار کرنا پسند نہین کرتے - اسکی مصنوعی عظمت اور موضوعی اہمیت کا پردہ ایسا فاش ہو چکا ہے کہ اب اس موضوع پر قلم اُٹھانا ہی بیکار ہے - حقیقتاً ابتدا ہی سے اس واقعہ خاص کی حقیقت چھپائی گئی - اور پھر اس شد و مد اس زور و شور اور اس نظم و اہتمام کے ساتھ کہ اس کے اسقاط و استخفاف کی ضرورتون کے آگے نہ نص الٰہی مانی گئی اور نہ احادیث رسالت پناہی - صرف اپنے مصنوعات منفردہ اور موضوعات غیر مفیدہ کے جال در جال تمام دنیا مین حکومت کی شمشیر اور حکمت عملی کی تدبیر و تزویر سے پھیلائے گئے - حالانکہ حقیقت حال اور صورت واقعہ تمام کتابون مین موجود تھی - اصلیت اور واقعیت تمامتر مرویات مین مرقوم تھی - واقعیت خود اُنکے علم و یقین مین محفوظ تھی - لیکن وہی خود غرضی - حفظ عقائد - تقلید اسلاف اور تعصب نہ حق کہنے دیتا تھا اور نہ حق سننے دیتا تھا اور نہ حق بتلانے دیتا تھا - لطف تو یہ ہے کہ خلافت تو رخصت ہو گئی - لیکن اُس کی مصنوعی حقیقت اور جعلی ترکیب حیثیت پر ابتک اصرار باقی ہے ؎

نکل کے سانپ گیا ہے لکیر پیٹا کر

چونکہ شبلی صاحب نے اپنی خود غرضی سے اس اتنے بڑے مشہور و معروف اور عظیم الشان تاریخی واقعہ کو اپنے سلسلہ بیان سے قلمزد فرما دیا ہے بلکہ اسکے متعلق تمام نصوص قرآنی اور احادیث و احکام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھپایا ہے اور اتنے بڑے واقعہ تاریخی اور خطبۂ نبوی کو بالکل نسیًا منسیًا کر دیا ہے اس لیے ہم کو ایک تاریخ نویس اور سیرت نگار ہونے کے اعتبار سے اس کی حقیقت حال کو پوری تفصیل سے لکھکر دکھلا دینا نہایت

ضروری ہے۔

حدیث من کنت مولاہ اور خطبہ غدیر خم

شبلی صاحب۔ غنیمت ہے کہ حدیث من کنت مولاہ کو نسائی۔ ابن حنبل۔ ترمذی۔ طبرانی طبری اور حاکم وغیرہم۔ اتنے محدثین و مورخین کی مرویات کا کلمہ مشترک بتاتے ہین۔ اور متفق لکھنے سے احتیاط فرماتے ہین۔ آپ سے مشترک اور متفق کی تفریق و مساوات پر کون اُلجھے۔ شبلی صاحب آپ جس کو فقرہ مشترک بتلاتے ہین وہ بہت بڑی طولانی۔ بہت بڑی مستند معتبر اور متواتر حدیث غدیر ہے۔ جس کے معتبر مستند اور متواتر ہونے پر۔ آپ اپنے علمائے محدثین کے پہلے حسب ذیل اقوال ملاحظہ فرمالین اس کے بعد اس کے اسباب وقوع اور مفصل حقیقت واقعیت کو ملاحظہ فرمائین گے۔

علامہ جزری اسنی المطالب مین لکھتے ہین۔

قال شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب الحصن الحصین فی اسنی المطالب فی ذکر حدیث الغدیر ولا عبرۃ بمن حاول تضعیفہ ممن لا اطلاع لہ فی ھذا العلم۔

شمس الدین محمد بن محمد الجزری صاحب کتاب حصن الحصین اپنی کتاب اسنی المطالب مین بذیل ذکر حدیث غدیر لکھتے ہین کہ اس حدیث کے تضعیف کرنے والے کا اعتبار نہین ہے۔ کیونکہ اوس کو اس علم حدیث مین کچھ خبر نہین۔

(۲) مرزا محمد معتمد خان بدخشی۔ نزل الابرار مین لکھتے ہین۔

ھذا حدیث صحیح مشہور لم یتکلم فی صحتہ الا متعصب جاحد لا اعتبار بقولہ۔

یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ہے۔ اسکی صحت مین منکر متعصب کے سوا اور کسی نے عذر و کلام نہین کیا۔ اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہین۔

(۳) امام ذہبی تحریر فرماتے ہین۔

واما حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلہ طرق جیدۃ وقد افردت ذلک ایضا۔

حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے بہت سے طریقے عمدہ ہین میں نے ایک مستقل رسالہ مین اس کی تفرید کی ہے۔

ذہبی کی یہ عبارت بذیل ترجمہ عبد اللہ الحاکم صاحب مستدرک۔ تذکرۃ الحفاظ مین موجود ہے۔

(۴) ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین۔

ان ھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواترا۔

بیشک یہ حدیث صحیح ہے جس مین کسی طرح کا شبہ نہین ہے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اوسکو متواترات مین شمار کیا ہے۔

(۵) محدث شیرازی کتاب اربعین مین لکھتے ہین۔

هذا الحديث متواتر عن النبي صلعم رواه جم غفير من النبي صلعم

یہ حدیث آنحضرت صلعم سے متواتر روایت ہوئی ہے ایک جماعت کثیر اور بڑے گروہ نے اوسکو روایت کیا ہے۔

(۶) علامہ مقبلی تحریر کرتے ہیں۔

قال العلامة ضياء الدين صالح ابن مهدي المقبلي في كتابه المسمى بابحاث المسددة في فنون المتعددة ومن شواهد ذلك ما ورد في حق علي في الخبر وهو على حديث متواتر معنى واشهر رواية حديث من كنت مولاه فعلي مولاه۔

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی کتاب ابحاث مسددہ فی فنون المتعددہ میں لکھتے ہیں کہ انھیں اقسام حدیث میں سے وہ حدیثیں ہیں جو حضرت علیؑ کے قطعی جنتی ہونے کی نسبت وارد ہوئی ہیں۔ جو اپنی حدیں بمعنی متواتر ہیں اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ انھیں احادیث میں سے ہے۔

(۷) امام عبد الرؤف مناوی کتاب تیسیر میں لکھتے ہیں۔

من كنت مولاه فعلي مولاه اخرجه احمد وغيره رجال لثقات بل قال المولف حديث متواتر وهذا ذكره علي بن احمد نور الدين محمد بن ابراهيم العزيزي في سراج المنير شرح جامع الصغير۔

عبد الرؤف مناوی کتاب التیسیر شرح جامع صغیر سیوطی میں لکھتے ہیں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے اور امام احمد کے تمام راوی ثقہ ہیں مولف جامع صغیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اور علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم العزیزی نے بھی سراج المنیر شرح جامع صغیر میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۸) علامہ ابراہیم عزیزی لکھتے ہیں۔

وهذا الحديث اخرجه السيوطي في الفوائد المتكاثرة في الاخبار المتواترة وفي الازهار المتناثرة في الاخبار المتواترة وعلي المتقي في مختصر قطف الازهار۔

اس حدیث کو حافظ جلال الدین سیوطی نے فوائد متکاثرہ اور ازہار متناثرہ میں لکھا ہے اور علی متقی نے مختصر قطف الازہار میں لکھا ہے اور ان کتابوں میں ان دونوں صاحبوں نے احادیث متواترہ کے جمع کرنے کا التزام کیا ہے۔

(۹) علامہ حلبی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون میں لکھتے ہیں۔

هذا حديث صحيح ورد باسانيد صحاح وحسان ولا التفات عن قدح في صحته كابي داود

یہ حدیث صحیح ہے اور اسانید صحیحہ وحسن سے مروی ہے ابو داؤد اور ابو حاتم رازی کے اقوال۔ جنھوں نے اس حدیث

وابی حاتم الرازی ۔

مین قدح کی ہے ۔ التفات کے قابل نہین ۔

(۱۰) امام عاصمی زین الفتی مین لکھتے ہین ۔

هذا الحدیث تلقته الامّة بالقبول وهو موافق الاصول ۔

اس حدیث کو اُمت نے قبول کیا ہے اور یہ حدیث بالکل مطابق اصول کے ہے ۔

(۱۱) حافظ محمود بن محمد بن علی الشیخانی کتاب صراط السوی مین لکھتے ہین ۔

قال الذهبی هذا حدیث حسن اتفق علی ما ذکرنا جمهور اهل السنّة والجماعة ۔

حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اس پر جمہور اہلسنت والجماعت کا اتفاق ہے ۔

(۱۲) فقیہ ابن المغازلی کتاب مناقب مین لکھتے ہین ۔

قال الحافظ ابو القاسم الفضل بن محمد هذا حدیث صحیح عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقد روی عنه نحو مائة نفس منهم العشرة وهو ثابت لا اعرف له علة تفرّد علی رضی الله عنه بهذه الفضیلة لم یشرکه احد ۔

ابو القاسم فضل بن محمدؒ کہتے ہین کہ یہ حدیث آنحضرت صلعم سے نہایت صحت کے ساتھ روایت ہوئی ہے اور سو آدمیون نے اس حدیث کو حضور سے روایت کیا ہے ۔ مین کوئی سقم اس حدیث مین نہین پاتا ۔ حضرت علیؑ اس فضیلت مین یکتا ہین کوئی صحابی آپ کا اس مین شریک نہین ہے ۔

(۱۳) حافظ ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین ۔

قال الحافظ ابن حجر حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه اخرجه الترمذی والنسائی وهو کثیر الطرق جدا وقد استوعبها ابن عقدة فی کتاب مفرد وکثیر من اسانیدها صحاح وحسان ۔

خاتم المحدثین ابن حجر صواعق محرقہ مین لکھتے ہین کہ حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ کو ترمذی اور نسائی نے لکھا ہے اور اس حدیث کے طریقے کثرت سے ہین ۔ ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب مین انکو جمع کیا ہے اور اس کی اکثر سندین صحیح اور حسن ہین ۔

(۱۴) شاہ عبدالحق صاحب لمعات شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین ۔

قال الشیخ عبد الحق فی اللمعات شرح مشکوٰة هذا حدیث صحیح لا مریّة فیه وقد اخرجه جماعة کالترمذی والنسائی واحمد وطرقه کثیرة جدّا رواه ستة عشر صحابیا و فی روایة احمد انه سمعه من النبی

شیخ عبدالحق محدث لمعات شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین یہ حدیث صحیح ہے اسمین کسی طرح کا شبہ نہین ہے ۔ محدثین کی ایک جماعت نے مثل ترمذی ۔ نسائی ۔ اور امام احمد بن حنبل کے اسکی تخریج کی اور اس حدیث کے بہت سے طریقے ہین ۔ سولہ صحابیون نے اس کو روایت کیا ہے امام احمد بن حنبل کی ایک روایت مین ہے کہ اس

صلعم ثلثون صحابیا وشهدوا به لعلی لمّا نوزع فی ایّام خلافته وکثیر من اسانیده صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحته۔

حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیس صحابیوں نے سنا ہے اور جب کہ اپنے ایام خلافت میں حضرت علیؑ نے تنازع کیا تو انھوں نے گواہی دی۔ اور اس کی اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں اور جس شخص نے کہ اس کی صحت میں کلام کیا ہے اوس کے قول کا اعتبار نہیں۔

(۱۵) علامہ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی کتاب روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں ۔

قال محمّد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی فی کتاب روضۃ النّدیہ و حدیث غدیر متواتر عند اکثر الائمۃ۔

محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی کتاب روضۃ الندیہ میں لکھتے ہیں کہ حدیث غدیر اکثر ائمہ حدیث کے آگے متواترات سے ہے۔

(۱۶) حافظ محمد صدر عالم کتاب معارج العلی میں لکھتے ہیں ۔

ثمّ اعلم ان حدیث الموالاۃ متواتر عند السیوطی کما ذکرہ فی قطف الازهار فاردت ان اسوق طرقه لیتضح المتواتر فاقول اخرجه احمد و الحاکم عن ابن عبّاس وابن ابی شیبة واحمد عنه وعن بریدۃ واحمد وابن ماجة عن البراء والطبرانی وابن جریر وابو نعیم عن جندب الانصاری وابن قانع عن حبشی بن جنادۃ والترمذی عنه وقال حسن غریب والنسائی والطبرانی والضیاء المقدسی عن ابی الطفیل وعن زید بن ارقم وحذیفة بن اسید الغفاری وابن ابی شیبة والطبرانی عن ابی ایوب وابن ابی شیبة و ابن ابی عاصم والضیاء عن سعد بن ابی وقاص والشیرازی فی الالقاب عن عمر بن الخطاب

آگاہ ہو کہ حدیث موالاۃ حافظ سیوطی کے نزدیک متواترات سے ہے جیسا کہ حافظ موصوف قطف الازہار میں لکھتے ہیں میں اس حدیث کے طریقوں کو شمار کرکے دکھاتا ہوں تاکہ اس کا متواتر ہونا واضح ہو جائے پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد اور حاکم نے ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد نے بریدہ سے اور احمد اور ابن ماجہ نے براء بن عازب سے اور طبرانی ابن جریر اور ابونعیم نے جندب الانصاری سے اور ابن قانع نے حبشی بن جنادہ سے اور ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غریب میں سے ہے اور نسائی اور طبرانی اور ضیاء مقدسی ابوالطفیل سے اور زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد ان سے اور بریدہ سے اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی ابوایوب سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی العاصم اور ضیاء سعد بن ابی وقاص سے اور شیرازی القاب میں عمر بن الخطاب سے

والطبرانی عن مالک بن الحویرث وابونعیم فی
فضائل الصحابۃ عن یحیی بن جعدہ وعن
زید بن ارقم وابن عقدہ فی کتاب الموالاۃ عن
حبیب بن بدیل بن ورقاء وقیس بن ثابت
وزید بن شراحیل الانصاری احمد عن علی و
ثلثۃ عشر رجلا وابن ابی شیبۃ عن جابر
قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

اور طبرانی مالک ابن الحویرث سے اور ابونعیم فضائل
الصحابہ مین یحییٰ بن جعدہ سے اور وہ زید بن ارقم
سے اور ابن عقدہ کتاب الموالات حبیب
بن بدیل بن ورقا اور قیس بن ثابت سے اور
زید بن شراحیل انصاری سے اور احمد حضرت علی
مرتضیٰؑ اور دیگر تیرہ اصحابیون سے اور ابن ابی شیبہ
جابرؓ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد
فرمایا کہ جسکا مین مولا ہون اوسکا علیؑ مولا ہے۔

(۱۷) قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف مسلول مین لکھتے ہین۔

این حدیث (غدیر) بدرجہ تواتر رسیدہ واز سی کس
از اصحاب از انہا علیؑ وابوایوب وزید بن ارقم و
براء بن عازب وعمار بن مرہ وابوہریرہ وابن عباس
وعمارہ بن بریدہ وسعد بن ابی وقاص وابن عمر و
انس وجریر ابن عبداللہ البجلی ومالک بن الحویرث
وابوسعید الخدری وطلحہ وابوالطفیل وحذیفہ بن اسید
وغیرہ مروی گشتہ وجمہور محدثین این حدیث را
در صحاح وسنن ومسانید روایت کردہ اند۔

یہ حدیث (غدیر) درجہ تواتر تک پہونچی ہوئی ہے اور
صحابہ مین سے تیس آدمیون نے جن مین حضرت علیؑ۔
ابوایوب زید بن ارقم براء بن عازب عمر بن مرہ ابوہریرہ
ابن عباس عمارہ بن بریدہ سعد بن ابی وقاص ابن
عمر انس جریر بن عبداللہ البجلی۔ مالک ابن الحویرث ابوسعید
الخدری۔ طلحہ وابوالطفیل۔ حذیفہ بن اسید وغیرہ
داخل ہین مروی ہے اور جمہور محدثین نے اسکو اپنی
صحاح اور سنن اور مسانید مین لکھا ہے۔

(۱۸) عبیداللہ بن عبداللہ الحسکانی المتوفی [illegible] نے اس حدیث کی اسناد کو بارہ جزو کے رسالہ مین
جمع کرکے اسکا نام دعاۃ الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ رکھا ہے۔

(۱۹) علامہ ابوسعید مسعود بن ناصر السجزی السجستانی المتوفی [illegible] نے اس حدیث کو ایک سو بیس (۱۲۰)
صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرکے سترہ جزو کا رسالہ لکھا ہے اور اسکا نام درایۃ حدیث الولا رکھا ہے

(۲۰) ان علمائے محدثین سے بڑھکر بعض المحدثین نے اس حدیث کے طریقون کے جمع کرنے مین
اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر شامی۔ علامہ ابوالمعالی جوینی سے نقل کرتے ہین۔

انہ کان یتعجب ویقول شاہدت مجلدا ابوالمعالی جوینی تعجب کیا کرتے تھے کہ مین نے بغداد

ببغداد فی ید صحاف فیہ روایات ھذا الخبر مکتوباً علیہ المجلدۃ الثامنۃ والعشرون من طرق من کنت مولاہ فعلی مولاہ ویتلوہ المجلد التاسع العشرون -	مین ایک صحاف کے پاس اس حدیث کی روایتون کے متعلق ایک ضخیم جلد دیکھی اُسپر لکھا ہوا تھا کہ من کنت مولاہ کے طریقون کے متعلق یہ اٹھائیسوین جلد ہے اسکے بعد انتیسوین ۲۹ جلد لکھی جائیگی -

(یہ تمام تفصیل کتاب ارجح المطالب بحث حدیث غدیر مطبوعہ لاہور سے نقل کی گئی ہے فمن شاء فلیرجع الیہ)

اب شبلی صاحب بنظر چشم عبرت ملاحظہ فرمالین کہ آپنے جس حدیث کو چند فقرے بتلا کر عام مسلمانون کو فقرہ دیا ہے - وہ کتنی بڑی مہتم بالشان طویل البیان معتبر مستند اور متواتر حدیث ثابت ہوتی ہے - جسکو قرن اولی سے لیکر اسوقت تک ہر زمانہ اور ہر وقت کے علما و محدثین نے برابر نقل ماخوذ کیا ہے آپکی کیا ہستی اور کیا مقدار ہے جو آپ اسکی حقیقت کو چھپا سکین لیکن آپ تحفظ عقائد تقلید اسلاف اور تعلیم اخلاف کی ضرورتون سے مجبور ہین -

بہر حال اب اسکے اسباب ارشاد کے واقعات اور شاہدات بھی حسب ذیل ملاحظہ ہون -

خم غدیر مین نزول آیہ بلغ

آپنے حجۃ الوداع کے خطبات کو جستہ جستہ کرکے لکھا ہے اور کسی ایک خطبہ کو پورا نہین لکھا ہے اور حواشی مین اون کی بے ربطی - اختلاف بیانات اور عدم ترتیب کی معذرت تحریر فرمائی ہے مگر باوجود ان عذرات کے اگر آپ چاہتے تو اون خطبات کو مفصل و مسلسل طور پر مختلف ماخذون سے جمع کرکے مرتب کرسکتے تھے لیکن آپنے اسکی طرف توجہ نہین فرمائی اسلئے کہ آپ کو تو خطبہ غدیر کو بھی اسی قطع و برید بے ربطی اور بے ترتیبی کے ساتھ لکھنا مقصود تھا کہ اسکی تفصیلی حقیقت پر کسی طرح روشنی نہ پڑنے پائے - اگر وہ خطبات کسی ربط و ترتیب سے لکھے جاتے تو خطبہ غدیر بھی سلسلہ بیان مین وہی تفصیل و ترتیب چاہتا - بہر حال جس انداز و عنوان سے آپ چاہین بیان کرین آپ کو اختیار ہے - جو حقیقت ہے اور اصلیت - وہ تو نہ کہین اور نہ کبھی چھپی ہے اور نہ چھپ سکتی ہے - آپ کی عبرت اور غیرت کے لئے اتنی ہی تمہید کافی ہے -

غدیر خم مین بقول آپکے موکب رسالت مسلمانون کی اتنی کثیر جمعیت کے ساتھ خیمہ زن ہوا تھا - وہ حقیقتاً کوئی مشہور و معروف مقام نہین تھا - نہ عرب کی وہ منزل گاہ تھا اور نہ وہان کوئی آبادی تھی نہ منڈی - اور نہ سیر و تفریحگاہ - ایک چٹیل میدان تھا اور کوسون کا بے گیاہ ریگستان - اس بنا پر وہان ایک خاص اہتمام کرکے ایسے عظیم الشان خطبہ اور واجب التعمیل ارشاد و ہدایت کی کیا ضرورت شہنشاہ

رسالت کو واقع ہوئی ہو تعلیم و ہدایت کے متعلق جتنے احکام اصولی و فروعی ۔ دین و دنیا کی ضرورت کے لیئے مفید اور ضروری سمجھے گئے ۔ وہ ایک ایک کرکے بقول آپکے حجۃ الوداع کے دوران قیام اور مکہ سے لیکر منیٰ جحفہ تک کے میدان میں اور مختلف مقامات میں متعدد خطبات وارشادات کی صورتوں میں تعلیم کردیے گئے ۔ سنا دیے گئے اور بتلا دیے گئے ۔ پھر اب وہ کونسا ضروری امر اور ناقابل تاخیر حکم تھا جو سلطان رسالت کو یکایک اس غیر معروف مقام میں پیش آیا ۔ جسکے لیئے اتنے وسیع پیمانہ پر انتظام فرمایا گیا ۔ وہ یکایک آیہ مبارکہ ۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہونچا دو اسکو امت پر ، جو تم پر نازل کیا گیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اگر تم نے نہیں کیا پس تم نے رسالت ہی نہیں پہونچائی اور خدا تمکو لوگون کے شر سے بچانیوالا ہے

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ یہان کوئی منزل نہیں تھی لیکن اس سفر مین جناب رسالتمآب صلعم درگاہ احدیت کا یہ حکم تاکیدی اور یہ فرمان تہدیدی سنکر اتر پڑے اور اسکی تعمیل و تبلیغ مین نہایت بلیغ کوشش فرمائی جس پہلو سے غور کیا جائے اور جس قرینہ سے دیکھا جائے یہ آیہ وافی ہدایہ ایک ایسے ہی ضروری امر کی تعمیل کو مبنی تھا ۔ جس پر تکمیل اسلام کے ایسا سخت اور ضروری مسئلہ رکا ہوا تھا ۔

ہمنے اس آیہ کو ایک سخت تاکیدی حکم لکھا ہے ۔ چنانچہ یہ امر غور طلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروع رسالت سے کر شعب ابی طالب مین بھی محصور رہے ۔ مکہ سے مدینہ کو بھی ہجرت فرمائی ۔ غزوات بدر و احد اور خندق وغیرہ جو قبل فتح مکہ واقع ہوئے اور جو خوف و اندیشے ۔ قتلین اور مشکلین ان مقامات پر پیش آئین ۔ وہ سب کے پیش نظر ہین ۔ لیکن ایسی سختی سے حکم کرنیوالی اور پھر خوف سے اطمینان دلانے والی آیت ابتک نازل نہیں ہوئی تھی ۔ جب ہم اس آیت کے ہر جملہ پر نظر ڈالتے ہین ۔ تو ما انزل الیک سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو کسی امر خاص کی تعمیل کا پہلے سے حکم ہوچکا تھا ۔ اور یہ الفاظ وان لم تفعل بتلا رہے ہین کہ وہ حکم کسی واقعہ اندرونی سے متعلق ہو ۔ اور فما بلغت رسالتہ سے ثابت ہے کہ وہ حکم ایسا ہی واجب التعمیل تھا کہ اس پر رسالت کی جملہ تبلیغ منحصر و موقوف تھی ۔ سب سے آخر فقرہ واللہ یعصمک من الناس اس بات کا شاہد ہے کہ اس کام کے کرنے مین آنحضرت صلعم کو ضرور کوئی اندیشہ یا کھٹکا تھا اور یہی ابتک تاخیر کا باعث تھا وہ خوف و اندیشہ بھی گردوپیش کی اندرونی مخالفت تھی اور اندرونی مخالفت ہمیشہ سخت امر اور نازک معاملہ ہوا کرتی ہو ۔

اتنا تمہیداً عرض کر کے ہم شبلی صاحب کے علمائے محدثین و مفسرین کے اقوال سے اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول کو مفصلۂ ذیل عبارتوں میں علیحدہ علیحدہ لکھکر اپنے بیان کردہ دعویٰ کا کامل ثبوت پہونچاتے ہیں -

امام واحدی اسباب النزول میں حافظ محمد بن یوسف کفایۃ الطالب میں امام نووی اپنی شرح میں امام ابی حاتم رازی اور حافظ ابونعیم کتاب ما نزل من القرآن فی علیؑ میں لکھتے ہیں -

عن ابی سعید الخدری قال نزلت ہذہ الآیۃ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یوم غدیر -

ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کہ اے رسولؐ پہونچادے اوس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تجھپر تیرے رب کی طرف سے غدیر خم کے روز نازل ہوئی ہے -

حافظ ابوعبداللہ محمد یوسف الگنجی الشافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں

ھکذا ذکرہ شیخ محی الدین النووی فقال ابوبکر النقاش انہا نزلت فی بیان ولایۃ علیؑ

ایسے ہی شیخ محی الدین نووی نے لکھا ہے اور ابوبکر نقاش کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی ولایت میں نازل ہوئی ہے -

(۲) امام واحدی تفسیر میں امام رازی تفسیر کبیر میں - نظام اعرج تفسیر نیشاپوری میں حافظ ابن کثیر شامی اپنی تفسیر میں - حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیا میں - علامہ عینی شرح صحیح البخاری میں - ابن مردویہ مناقب میں اور امام سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں -

عن عبداللہ بن مسعود قال کنا نقرء علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس -

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ اے رسولؐ پہونچادے اس چیز کو کہ تیرے رب کیطرف سے تیری طرف اتاری گئی یہ کہ علیؑ مومنین کا مولا ہے اگر تو نے نہیں کیا تو میری رسالت ہی کو نہیں پہونچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے رکھیگا -

(۳) امام واحدی تفسیر اسباب النزول میں اور امام ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں -

عن البراء بن عازب قال فی قولہ تعالی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ای بلغ من فضائل علی نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلعم ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

براء بن عازب سے آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک کے متعلق روایت ہے کہ اے رسولؐ علیؑ کے فضائل کو پہونچادے جب یہ غدیر خم کے روز نازل ہوئی تو حضرت صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس کا میں مولا ہوں اسکا علیؑ مولا ہے حضرت عمر کہنے لگے مبارک ہو

فقال عمر بخ بخ لک یا علی اصبحت مولائی و مولی کل مومن و مومنۃ

مبارک ہو تمہیں اے علی تم آج سے میرے اور کل مومن اور مومنہ کے مولا بنائے گئے ہو۔

(۴) امام شوکانی فتح القدیر مین تحریر کرتے ہین۔

نزلت ھذہ الایۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول اللہ یوم غدیر خم فی علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ

یہ آیہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک روز غدیر خم جناب رسول خدا صلعم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مین نازل ہوا ہے۔

(۵) علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین۔

معناہ بلغ ما انزل الیک فی فضل علی ابن ابیطالب فلما نزلت ھذہ الایۃ اخذ بید علی و قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ

آیہ یا ایہا الناس بلغ ما انزل الیک کے یہ معنی مذکور ہین کہ اے رسول اُس حکم کو پہونچا دو جو تمہارے رب نے علی ابن ابی طالب کی فضیلت مین نازل کیا ہے پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا جسکا مین مولا ہون اُسکا علی مولا ہے

(۶) علامہ نیشاپوری تفسیر غرائب القرآن مین لکھتے ہین۔

ان ھذہ الایۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک نزلت فی فضل علی بن ابیطالب یوم غدیر خم فاخذ رسول اللہ صلعم بیدہ و قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ

ابو سعید کہتے ہین کہ جب آیہ یا ایہا الرسول نازل ہوا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا جسکا مین مولا ہون اُس کا علی مولا ہے الٰہی تو اُسکو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اُسکو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے۔

(۷) مسند امام احمد بن حنبل مین ہے۔

عن البراء بن عازب قال کنا مع رسول اللہ فی سفر فنزلنا بغدیر خم فنادی منادی الصلوۃ جامعۃ و کسح لرسول اللہ صلعم تحت شجرتین فصلی الظھر واخذ بید علی رضی اللہ تعالی عنہ فقال الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی

براء بن عازب سے مروی ہے کہ ہم لوگ جناب رسول خدا صلعم کے ہمراہ سفر مین تھے جب غدیر خم مین وارد ہوئے تو منادی نے ندا کی کہ الصلوۃ جامعۃ اور پیغمبر صاحب کے لیے درختون کے نیچے زمین صاف کی گئی پس آنحضرت صلعم نے بعد نماز ظہر علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر لوگون سے ارشاد کیا ایہا الناس کیا تم نہین جانتے کہ مین مومنون کیلئے انکے نفوس سے اولی ہون سب نے کہا بیشک

اولی لکل مومن من نفسه قالوا بلی فقال من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه قال فلقیه عمر بن الخطاب بعد ذلك فقال له هنیئاً لك یا ابن ابی طالب اصبحت و امسیت مولی کل مومن و مومنة ۔

پھر آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کیلئے اسکے نفس سے اولی ہوں سب نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ہر مومن کے لئے اسکے نفس سے اولی ہیں تب آپ نے ارشاد کیا ۔ کہ جس کا میں مولا ہوں اسکا علیؑ مولا ہے ۔ الٰہی دوست رکھ اسکو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے اسکے بعد حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے ملکر کہا کہ مبارک ہو تمکو اے فرزند ابی طالبؑ کہ آج تم ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے ۔

حضرت علیؑ کے سر پر دستار امامت

اس واقعہ کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے سر پر دستار امامت ، باندھی ۔ اصابہ میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ۔

اخرج البغوی وقال فی کنز العمال اخرج ابن ابی شیبة وابی داؤد الطیالسی والبیهقی عن علی قال عممنی رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم یوم غدیر خم بعمامة سوداء اطرف طرفیها علی منکبی ۔

ابن حجر اصابہ میں بروایت بغوی اور کنز العمال میں بروایت ابن ابی شیبہ و ابو داؤد طیالسی و بیہقی حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بروز غدیر خم میرے سر پر ایک عمامہ سیاہ باندھا اور اسکے دونوں کنارے میرے کاندھوں پر ڈالدیے ۔

خطیب بغدادی ۔ علامہ دیلمی ۔ ابو داؤد طیالسی ۔ ملا علی متقی ۔ ابن ابی شیبہ ۔ محب الطبری اور ابن صباغ مالکی پھر اس روایت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ۔

عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه واٰله وسلم ان الله عزوجل امدنی یوم بدر و یوم حنین بملئکة متعممین هذه العمامة والعمامة حاجزة بین المسلمین والمشرکین قال له علی لما عممه یوم غدیر خم و سدل طرفیها علی منکبه

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بدر و حنین کے روز ہماری مدد رب العزت نے ایسے فرشتوں کی جو عمامہ پوش تھے اور عمامہ مسلمین و مشرکین کے درمیان فرق بتانیوالا ہے ۔ یہ حدیث آنحضرت صلعم نے مجھسے غدیر خم کے روز ارشاد فرمائی جبکہ آنحضرت صلعم نے میرے سر پر اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا اور اسکے دونوں سرے میرے کندھے پر لٹکا دیے ۔

اس دستار مبارک کی عظمت

اب یہ بھی ملاحظہ فرمالیا جاوے کہ یہ عمامہ مبارک کون تھا اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو کسقدر عزیز رکھتے تھے ۔ علامہ علی بن برہان الدین شافعی لسان العیون

فی سیرۃ الامین والمامون مین لکھتے ہین ۔

وکان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامۃ تسمی السحاب کساھا علی بن ابیطالب بغدیر خم وکان ربما اطلع علیہ علی فیقول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتاکم علی فی السحاب یعنی عمامۃ التی وھب لہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا حضرت صلعم نے وہ عمامہ بروز غدیر خم جناب امیر علیہ السلام کے سر پر باندھا تھا جب کبھی جناب امیرؑ اس عمامہ کو باندھے ہوئے حضرت کے حضور مین حاضر ہوتے تھے تو سرور عالم لوگون سے ارشاد فرماتے تھے کہ دیکھو علیؑ سحاب مین تمہارے پاس آ رہے ہین یعنی اُسی عمامہ کو باندھے ہوئے جو انھین خلعت ہوا تھا۔

منقول از ارجح المطالب جلد دوم مطبوعہ لاہور (صفحہ ۲۲۵)

خطبہ خم غدیر

اب ہم اس خطبہ کو اپنے سلسلہ بیان مین تحریر کرتے ہین جو خم غدیر کے موقع پر زبان رسالت سے ارشاد فرمایا گیا تھا اور جسکے جستہ جستہ فقرات آپکے علما نے اپنی اپنی مرویات مین مندرج کیے ہین لیکن اسکی پوری نقل کرنے کی کسی کو بھی توفیق نہین ہوئی ۔

علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی مشہور کتاب توضیح الدلائل مین اس خطبہ کو تمام وکمال لکھا ہے ہم اُسی کتاب سے اُسکو ذیل مین نقل کرتے ہین ۔

الحمد للہ علی آلائہ فی نفسی وبلائہ فی عترتی و اھلبیتی استعینہ علی نکبات الدنیا وموبقات الآخرۃ واشھد ان لا الہ الا اللہ الواحد الاحد الفرد الصمد لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ولا شریکا ولا عضدا وانی عبد من عبیدہ ارسلنی برسالتہ الی جمیع خلقہ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ واصطفانی علی العالمین من الاولین والآخرین واعطانی مفاتیح خزائنہ وکذا اعلی بعزائمہ واستودعنی سرہ وامدنی فادبصرت لہ فانا الفاتح وانا الخاتم ولا قوۃ الا باللہ اتقوا اللہ

مین خدا کی حمد ان نعمتون کیلئے ادا کرتا ہون جو میری ذات مین اُسکی طرف سے ودیعت ہوئی ہین اور ان امتحان وبلا کیلئے بھی منت گذار ہون جو میری عترت اور اہلبیت پر نازل ہونیوالی ہین۔ اور دنیا کی ناگوار مصیبتون اور روز آخرت کی مہلک زحمتون پر اس سے مدد مانگتا ہون پھر مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے خدائے واحد واحد کے اور کوئی خدا نہین ہے وہ بالکل یکتا ہے اور بڑی عظمت والا ہے اسنے اپنے لئے کوئی زوجہ یا فرزند یا مددگار نہین قرار دیا ہے اور اس کے بندون مین سے بھی ایک بندہ ہون لیکن اُس نے اپنی پیغمبری کے لیے مجکو تمام خلق کے اوپر بھیجا ہے تاکہ وہ لوگ جو ہلاک ہونیوالی ہین وہ ایک حجت کے ساتھ ہلاک ہون اور جو نجات پانیوالے ہین وہ ایک حجت کے ساتھ نجات پائین مجھے خدا نے تمام عالم مین کہ جنین اولین وآخرین بھی شامل ہین

ایہا الناس حق تقاتہ ولا تموتن
الا وانتم مسلمون واعلموا ان اللہ
بکل شئی محیط وانہ ستکون
من بعدی اقوام یکذبون علی
فیقبل منہم ومعاذ اللہ ان
اقول علی اللہ الا الحق او انطق
بامرہ الا بالصدق وما امرکم
الا ما امرنی بہ ولا ادعوکم الا
الی اللہ وسیعلمون الذین ظلموا
ای منقلب ینقلبون فقام الیہ
عبادۃ بن الصامت فقال و
متی ذالک یا رسول اللہ ومن
ہؤلاء عرفناہم لنحذرہم
قال اقوام قد استعدوا لنا من
یومہم وسیظہرون لکم اذا بلغت
النفس منی ہہنا و اشار صلی اللہ
علیہ والہ وسلم الی حلقہ فقال
عبادۃ اذا کان ذلک فالی من
فقال رسول اللہ صلعم علیکم بالسمع و
الطاعۃ السابقین من عترتی والاخذین
من نبوتی فانہم یصدونکم عن الغی و
یدعونکم الی الخیر وہم
اہل الحق ومعادن الصدق
یحیون فیکم الکتاب والسنۃ ویجنبونکم

مین برگزیدہ فرمایا ہو اور کنجیاں خدا نے کی مجھے عطا فرمائی ہین اور
جو عہد کہ مجھسے فرمائے ہین اُن کا مجھسے استحکام فرمایا ہے اور
اپنا راز میرے سپرد فرمایا ہے اور میری امداد کی ہے اسوجہ سے
مجھے اسکی بصیرت حاصل ہوئی ہے پس مین آغاز کرنیوالا ہون
اور مین ہی انتہا پر پہونچانیوالا ہون سوائے ذات اقدس الٰہی
کے اور کسی ذریعہ سے قوت حاصل نہین ہوسکتی اے لوگو۔
خدا سے اتنا ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے اور نہ جنگ کرو مگر
دین اسلام پر اور یاد رکھو خدا تمام چیزون پر احاطہ کئے ہوئے
ہے قریب ہے کہ میرے بعد کچھ قومین ہونگی وہ مجھپر تہمتین باندھینگی
اور لوگ انکے جھوٹ کو قبول کرینگے۔ مگر خدا کی پناہ اگر مین
خدا کی طرف سے سوائے امر حق کے اور کچھ زبان سے نکالون
اور سوائے سچ کے اسکے حکم سے خلاف کچھ اور بات کرون
اور سوائے اس حکم کے جو خدا نے مجھے دیا ہے مین تمہین
کوئی اور حکم کرون اور سوائے اللہ کے اور چیزون کیطرف
تمہاری دعوت کرون اور جو لوگ کہ ظالم ہین وہ بہت
جلد جان لینگے کہ کیسی بازگشت انکی ہونے والی ہے۔
(خطبہ کے اس مقام تک آپ پہونچے تھے کہ عبادۃ بن صامت
کھڑے ہوگئے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یہ کب ہوگا اور وہ کون لوگ ہین ہمیں بتا دیجئے اور پہچنوا دیجئے
تاکہ ہم ان سے پرہیز کرین آنحضرتؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ
ہین جو ابتدا سے ہماری دشمنی کیلئے آمادہ ہین اور جب میری
جان یہان تک (حلق مبارک کی طرف اشارہ کرکے) پہونچیگی
اسوقت ظاہر ہونگے عبادہ نے کہا پھر ہم ایسے وقت مین
کس کی طرف رجوع کرین۔ فرمایا کہ تم ان لوگون کی پیروی

الالحاد والبدعۃ ویقمعون
بالحق اهل الباطل لایمیلون
مع الجاهل ایها الناس خلقنی و
خلق اهلبیتی من طینۃ لم یخلق
منها غیرها کنا اول من ابتدأ
من خلقه فلما خلقنا نور بنورنا
کل ظلمۃ واحیی بنا کل طینۃ
ثم قال صلی الله علیه و آله وسلم
هؤلاء خیار امتی وحملۃ علمی و
خزانۃ سری وسادۃ اهل
الارض الداعون الی الحق المخبرون
بالصدق غیر شاکین ولا مرتابین
ولا ناکصین ولا ناکثین
هؤلاء الهداۃ المهتدون
والائمۃ الراشدون المهتدی
من جاءنی بطاعتهم و ولایتهم
والضال من
عدل منهم وجاءنی بعداوتهم
حبهم ایمان وبغضهم نفاق
هم الائمۃ الهادیۃ
وعری الاحکام الوثقۃ
بهم یتم الاعمال الصالحۃ
وهم وصیۃ الله فی الاولین
والآخرین والارحام التی

اور اطاعت کرو جو میری عترت میں سب سے زیادہ پیش قدم ہیں
میری پیغمبری کے علم کے لینے والے ہیں۔ وہی تمکو گمراہی سے باز
رکھینگے اور نیکی کی طرف دعوت کرینگے یہی اہلبیت اہل حق
ہیں۔ صدق و راستی کے معدن ہیں۔ کتاب وسنت کو تم
لوگوں میں زندہ رکھینگے اور الحاد و بدعت سے تمکو بچائینگے۔
حق کے ذریعہ سے باطل کو پست کرینگے اور کسی جاہل کی طرف
میلان نہ کرینگے۔ اے لوگو۔ خدا نے مجھے اور میرے اہلبیت
کو ایک مٹی سے بنایا اور اس سے سوائے میرے اور میرے
اہلبیت کے کسی اور کو نہیں بنایا ہم اوّل وہ لوگ ہیں کہ
جنکی سب سے اوّل خلقت ہوئی اور جب خدا ہمکو پیدا کر چکا تو
ہمارے نور سے تاریکی کو روشن کر دیا اور پھر ایک طینت کو
ہمارے سبب سے زندہ کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ بہترین امت
ہیں۔ میرے علم کے حامل ہیں۔ میرے اسرار کے خازن ہیں
سرداران اہل زمین اور حق کی طرف دعوت کرنیوالے
ہیں اور راستی کے ساتھ خبر دینے والے ہیں۔ ان کو کبھی
شک نہیں ہوتا۔ کوئی ریب انکو عارض نہیں ہوتا۔ یہ کبھی راہ
خدا سے پیچھے ہٹنے کے نہیں کبھی خدا کے عہد کو توڑتے
نہیں۔ یہ وہ ہادی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ ائمہ راشدین
ہیں۔ جو انکی ولایت و اطاعت کو لیئے میرے پاس آئے
وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو انکی عداوت لیکر آئے وہی گمراہ ہو
ان کی محبت ایمان ہے۔ ان کا بغض نفاق ہے یہی ائمہ ہدایت
کرنیوالے اور احکام خدا کی مضبوط رسیاں ہیں۔ انھیں کے
ذریعہ سے اعمال صالح تمام ہوتے ہیں اور انھیں کی محبت
کا ہمیشہ اولین اور آخرین سے عہد لیا گیا ہے اور یہی وہ ارحام ہیں

اقسمکم الله بها اذ یقول واتقوا الله الذی تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیباً ثم یدعوکم بحبهم فقال قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ هم الذین اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا الصادقون اذا نطقوا والعالمون اذا سئلوا الحافظون لما استودعوا جمعت فیهم الخصال العشر لا تجتمع الا فی عترتی واهلبیتی الحلم والعلم والنبوة والنیل والسماحة والشجاعة والصدق والطهارة والعفاف والحکم فهم کلمة التقویٰ ووسیلة الهدیٰ والحجة العظمیٰ والعروة الوثقیٰ هم اولیاءکم عن قول ربکم وعن قول ربی ما امرتکم الا من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله اوحیٰ الیَّ ربی فیه ثلثا انه سید المسلمین وامام الخیرة المتقین وقائد الغر المحجلین وقد بلغت عن ربی ما امرت واستودعهم الله فیکم واستغفر الله لی ولکم۔

جنکی قسم خدا نے اپنے کلام مجید میں یاد دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ ڈرو اس خدا سے جسکے متعلق تم سے سوال کیا جائیگا اور ارحام خدا تمہارا نگہبان ہے پھر دعوت دی تمکو انکی محبت کی طرف اور فرمایا کہ اے محمدؐ میں تم سے اجر رسالت سوائے اسکے کچھ اور نہیں چاہتا کہ میرے اقربا سے محبت کرو یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا نے ہر عیب و نجاست کو دور کرکے طیب و طاہر کیا ہے یہی لوگ ہیں جب گویا ہوتے ہیں تب بہت راستگو ہوتے ہیں اور جب اُن سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے اُس وقت بڑے جاننے والے ثابت ہوتے ہیں اور جو چیز انکے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے اُسکی حفاظت کرتے ہیں اور میرے اہلبیت میں دس خصلتیں ایسی ہیں کہ سوائے اُنکے اور کسی میں وہ جمع نہیں ہوسکتیں حلم علم نبوت بزرگی شجاعت راستگوئی۔ پاکیزگی عفت یہی لوگ کلمۂ تقویٰ ہیں یہی وسیلہ ہدایت ہیں حجت عظمیٰ ہیں عروۃ الوثقیٰ مضبوط ریسمان ہیں یہ لوگ بموجب ارشاد خدا تمہارے سید و سردار ہیں اور جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں وہ میرے خدا کا حکم ہے۔ حاضرین آگاہ ہو حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ جسکا میں مولا ہوں اُسکا علیؑ مولا ہے خدایا دوست رکھ اسکو جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو اسے دشمن رکھے اور مدد کر اسکی جو مدد کرے اسکی اور ذلیل کر اسکو جو ذلیل کرے اسکو حاضرین علیؑ کے بارے میں خدا نے وحی فرمائی ہے کہ وہ سید المسلمین ہے پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا امام ہے اور ان لوگوں کا پیشوا ہے جنکی پیشانیاں نورانی ہیں۔ جو کچھ خدا سبحانہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا تھا وہ میں نے تمہیں پہونچا دیا اب میں علیؑ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں اور اپنے لیئے اور تمہارے لئے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

یہ خطبہ کتب صحاح میں بضرورت خاص مفصل اور مسلسل طریقہ سے درج نہیں ہے مگر اسکے تمام فقرات

کو جو متعدد احادیث مندرجہ صحاح ستہ کے مختلف اور متفرق مقامات مین پائے جاتے ہین ان سبکو مرحوم سید العلما جناب سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنے ایک رسالۂ خاص مین کتب صحاح سے چنکر جمع کیا ہے۔ اسی خطبہ کے بعض بعض مقامات کا ترجمہ مسٹر جان ڈیونپورٹ Mr. Jhon Davenport نے اپنی کتاب اپالوجیز آف محمد اینڈ ہز قرآن Appoligys of Mohammad and his Quran مین بھی کیا ہے۔

تکمیل اسلام اور نزول آیۂ اکملت لکم دینکم

اس خطبہ کے ارشاد اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے اعلان عام کے بعد ہی تکمیل اسلام اور تحصیل نعمت اسلام اور تنزیل رضائے خدائے انام کی بشارت بیکبار آیۂ وافی ہدایہ اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا کے الفاظ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسی وقت پہونچائی گئی چنانچہ فقیہ ابن المغازلی مناقب مین علامہ ابراہیم النطنزی کتاب خصائص العلویہ مین علامہ صالحانی اپنی کتاب المناقب مین اور علامہ شہاب الدین احمد توضیح الدلائل مین مجاہد کے اسناد سے لکھتے ہین۔

عن مجاهد عن ابی هریرة قال من صام ثمانیة عشر من ذی الحجة کتب له صیام ستین شهرا وهو یوم غدیر خم لما اخذ النبی صلے الله علیه وآله وسلم بید علی ابن ابی طالب فقال الست اولی بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلی یارسول الله قال من کنت مولاه فعلی مولاه فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لك یا ابن ابیطالب اصبحت مولای ومولی کل مومن ومومنة فانزل الله تعالے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

مجاہد ابوہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص اٹھارہوین ذی الحجہ کو روزہ رکھے اسکے نامۂ اعمال مین ساٹھ مہینون کے روزون کا ثواب لکھا جائیگا۔ وہ غدیر خم کا دن ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا کیا مین مومنون کے لئے انکے نفسون سے اولی نہین ہون حاضرین نے عرض کی یارسول اللہ آپ بیشک اولی ہین ہمارے نفسون سے آپنے ارشاد کیا جسکا مین مولا ہون اسکے علیؑ مولا ہین عمر ابن الخطاب کہنے لگے مبارک ہو تمکو اے علی ابن ابی طالبؑ تم آج سے میرے اور کل مومنین و مومنات کے آقا قرار دیئے گئے پس خدا نے یہ آیت نازل فرمائی آج کے دن مین نے تمھارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمتون کو تم پر تمام کردیا اور تمھارے دین اسلام سے راضی وخوشنود ہوا۔

علامہ ابن واضح اپنی تاریخ یعقوبی مین تحریر فرماتے ہین۔

قد قیل انه اٰخر ما نزل علیه الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی وھی الروایۃ الصحیحۃ الثابتۃ الصریحۃ وکان نزولھا بغدیر خم۔

بروایت صحیحہ ثابتہ وصریحہ آیہ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی قرآن مجید کی آخری آیہ ہے اور اس کا نزول غدیر خم میں ہوا تھا۔

ان محدثین کے علاوہ حافظ ابو نعیم۔ امام سیوطی۔ ابن مردویہ۔ دیلمی اور حموینی وغیر امثالہم نے بالاتفاق نزول آیہ اکملت لکم دینکم کو خاص خم غدیر کے موقع پر بتلایا ہے۔ اب غریب شبلی صاحب اس وقت کہاں ہیں جن سے استفسار کیا جائے کہ ان اسناد متواترہ اور کثرہ کے مقابلہ میں اس آیہ کے موقع تنزیل میں خواہ مخواہ آپ کا ان خود غرضانہ تحریف وتبدیل سے کیا فائدہ ہوا محققین وناظرین کتاب نے دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ آپ کو نصوص الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کے موقع اور شان نزول وغیرہ کے بدل دینے اور ادھر سے ادھر کر دینے میں ذرا بھی خوف نہیں ہوتا۔

بہر حال تاریخ وحدیث کے تمام ماخذوں سے ثابت ہو گیا کہ آیہ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کے حکم تنزیل کی حسن تعمیل حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی صورت میں واقع ہوئی اور اس حکم خداوندی کی ادا کاری کے صلہ میں خدائے سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ سے تکمیل دین۔ اتمام نعمت اور قبولیت مذہب اسلام کی بشارت آیہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے الفاظ مقدسہ میں نازل فرمائی گئی ہم اس واقعہ کے متعلق جو اہتمام خاص کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے کیا گیا تھا اوپر بیان کر چکے ہیں اور حضرت عمر کی ادائے تہنیت تک کے حالات لکھ چکے ہیں۔ ملا معین لاہوری معارج النبوۃ میں لکھتے ہیں۔

تہنیت امہات مومنین

گویند کہ بیشتر اصحاب حتی کہ امہات مومنین امیر المومنین علی بن ابی طالب را تہنیت بجا آوردند۔

کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب یہاں تک کہ امہات مومنین نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت میں مبارکباد عرض کی۔

حسان بن ثابت کا قصیدۂ غدیر

جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اس تقریب لیعہدی کے موقع پر دربار رسالت کے ملک الشعراء حضرت حسان بن ثابت نے ذیل کا قصیدہ انشاء فرمایا۔

جسکو امام ابوبکر ابن مردویہ نے مناقب میں۔ حافظ ابو نعیم نے ما نزل فی القرآن فی علی میں خطیب خوارزمی نے مناقب میں سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں۔ امام سیوطی نے اپنی کتاب الازہار فیما عقدہ الشعراء من الاشعار میں اور محمد بن یوسف الگنجی الشافعی نے کفایۃ الطالب میں۔ امام حموینی نے فرائد السمطین میں اور علامہ ابراہیم المظفری نے خصائص العلویہ میں تحریر فرمایا ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال لما قال رسول اللہ صلعم من کنت مولاہ فعلی مولاہ بغدیر خم قال حسان بن ثابت اتاذن یا رسول اللہ صلعم ان اقول ابیاتا فقال رسول اللہ صلعم قل علی برکۃ اللہ فقال حسان یا معشر القریش اسمعوا شہادۃ رسول اللہ صلعم فقال ؎

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے مقام میں ارشاد کیا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے حضرت حسان بن ثابت عرض کرنے لگے یا رسول اللہ مجھے چند اشعار کے پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی برکت سے بیان کرو۔ حسان بن ثابت نے کہا کہ اے قریش کے لوگو جناب رسول خدا صلعم کی گواہی کو سن رکھو۔ پھر یہ اشعار پڑھے

ینادیھم یوم الغدیر نبیھم — غدیر خم کے دن ان کے پیغمبر نے خم کے مقام پر پکارا

بخم واسمع بالرسول منادیا — اور جناب رسول خدا صلعم نے کیا اچھی منادی کی

وقال فمن مولاکم و ولیکم — ارشاد فرمایا کہ تمہارا کون مولا اور ولی ہے

فقالوا ولم یبدوا ھناک التعامیا — ان لوگوں نے جو اس مقام پر سرکشی نہیں کرتے تھے عرض کیا

الھک مولانا وانت ولینا — تیرا خدا ہمارا مولی ہے اور تو ہمارا ولی ہے

ولن تجدن فی ذلک الیوم عاصیا — اور آج کے روز سے تو ہمیں نافرمان نہیں پائے گا

فقال لہ قم یا علی فاننی — پس حضرت نے فرمایا اے علیؑ اٹھ کھڑا ہو

رضیتک من بعدی اماما وھادیا — بے شبہ میں نے تجھکو اپنے بعد امام و رہادی پسند کیا

فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ — پس جس کا کہ میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے

فکونوا لہ انصار صدق موالیا — تم لوگ اس کے سچے مددگار بن جاؤ

ھناک دعا اللھم وال ولیہ — وہیں آپ نے دعا کی کہ بارالہا علیؑ کے دوست کو دوست رکھ

وکن للذی عادی علیا معادیا — اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ

فخص بھا دون البریۃ کلھا — تمام لوگوں میں علیؑ کو اس خصوصیت کے ساتھ مخصوص کیا

وسماہ وزیرا لمواخیا — اور ان کا نام وزیر اور بھائی رکھا۔

ارجح المطالب جلد اول ص ۲۰۶ مطبوعہ لاہور

اسباب نزول آیہ سأل سائل بعذاب واقع

جس حسن انتظام اور اہتمام خاص سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم خداوندی کی تعمیل فرمائی اور اہل اسلام کے اتنے بڑے مجمع کثیر میں کہ شاید ہی

دنیائے اسلام مین اتنے بڑے کثیر مجمع کی کسی موقع پر کوئی مثال یا نظیر بتلائی جاسکے۔ ولایت و امامت حضرت علیؑ کا اعلان عام فرمایا گیا اور تمام حاضرین مجتمعین نے اسکا جناب رسولخدا صلعم کے سامنے اقرار و اعتراف کیا۔ وہ مرقومۂ بالا تاریخ و احادیث کے مشاہدات متواترات سے بالتفصیل بیان ہوچکا ہے اس موقع پر اہل اسلام کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے لیکر ایک لاکھ چالیس ہزار تک بتلائی گئی ہے علامہ ابن اثیر تاریخ کامل مین ایک لاکھ چالیس ہزار کی تعداد پر اپنا مختار قائم کرتے ہین خصائص مین امام نسائی لکھتے ہین۔

عن سعد بن ابی وقاص قال کنا مع رسول الله صلعم بطریق مکة فلما بلغ غدیر خم وقف للناس ثم رد من تبعه ولحق من تخلف

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ہم لوگ جناب رسولخدا صلعم کے ساتھ ہمسفر تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غدیر خم مین پہونچے تو آپنے لوگون کو ٹھہرنے کا حکم دیا پھر جو لوگ آگے نکل گئے تھے واپس آئے جو پیچھے رہگئے تھے ملحق ہوگئے

یہ مہتم بالشان واقعہ من احسن الوجوہ تمام ہوگیا۔ تو بالکل خلاف توقع۔ باوجودیکہ اسکی قبولیت اسکا اعتراف و اقرار اہل اسلام کے اتنے بڑے مجمع مین ہوچکا تھا۔ اسکی مخالفت بھی ہوگئی۔ اور بارگاہ ایزدی سے مخالف کو فوراً۔ ببرکت دعائے رسالت عاد من عاداہ سزا و عقوبت بھی مل گئی جسطرح ابتدا ہی سے اس واقعہ کے ہر شعبہ کی خبر نص قرآنی سے دی گئی ہے اسی طرح اسکے اس شعبۂ آخر کی بھی نص قرآنی سے خبر پہونچائی گئی۔

ہم اسکی پوری تفصیل علامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرہ خواص الامۃ۔ علامہ محمد بن یوسف الزرندی کی کتاب معارج الوصول۔ ملک العلمائے دولت آبادی کی مناقب السادات۔ علامہ سمہودی کی جواہر العقدین محدث شیرازی کی روضۃ الاحباب۔ علامہ عبد الرؤف مناوی کی فیض القدیر۔ اور علامہ محمود بن محمد القادری کی صراط السوی۔ اور حلبی کی انسان العیون۔ علامہ احمد بن فضل بن محمد کثیر کی وسیلۃ الآمال اور علامہ محمد بن اسمعیل الامیر کی روضۃ الندیہ اور حافظ محمد بن یوسف الگنجی کی کفایۃ الطالب اور امام ابو اسحاق ثعلبی کی تفسیر سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

قال الامام ابو اسحاق الثعلبی رحمة الله علیه فی تفسیره ان سفیان بن عیینة سئل عن قوله تعالی سأل سائل بعذاب واقع فیمن نزلت فقال للسائل لقد سئلتنی عن مسئلة ما سئلنی احد عنها

امام ابو اسحاق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مین نقل کرتے ہین کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آیہ سال سائل بعذاب واقع کس کے حق مین نازل ہوا ہے سفیان بن عیینہ سائل سے کہنے لگے تو مجھ سے ایک ایسا مسئلہ پوچھتا ہے

قبلك حدثني ابو جعفر محمد
عن آبائه عليهم السلام ان رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم لما كان
بغدير خم نادى الناس فاجتمعوا فاخذ
بيد علي وقال من كنت مولاه فعلي مولاه
فشاع ذلك فطار في البلاد وبلغ ذلك
الحارث بن النعمان الفهري اتى رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم على
ناقة له فاناخ راحلته ونزل عنها و
قال يا محمد امرتنا ان نشهد
ان لا اله الا الله وانك رسول الله
فقبلناه منك وامرتنا ان نصلي
خمسا فقبلناه منك وامرتنا
بالزكوة فقبلناه منك وامرتنا
بالصوم فقبلناه وامرتنا بالحج
فقبلناه منك ثم لم ترض
بهذا حتى رفعت بضبعي ابن
عمك تفضله علينا فقلت
من كنت مولاه فعلي مولاه
فهذا شيء منك ام من الله
عز وجل فقال النبي صلعم
والذي لا اله الا هو ان هذا من
عند الله فتولى الحارث يريد
راحلته وهو يقول اللهم ان كان ما يقول

کہ تجھ سے پہلے مجھ سے کسی نے بھی نہین پوچھا تھا۔ مجھ سے
جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے روایتاً اپنے آبائے کرام سے
بیان فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم
کے مقام پر پہونچے تو لوگون کو جمع کرکے سب کے سامنے جناب
امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس کا مین مولا ہون۔ اسکا علیؑ مولا
ہے اور یہ بات اور لوگون مین تمام جگہ مشہور ہوگئی تو خبر نعمان
ابن حارث فہری کو بھی معلوم ہوئی تو وہ اپنے ناقہ پر سوار ہوکر
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین
حاضر ہوا اور اپنے ناقہ کو بٹھا کر اور اس سے اُتر کر آپکے
قریب پہونچا اور کہنے لگا یا محمدؐ آپنے ہمکو حکم دیا کہ ہم اس بات کی
گواہی دین کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہین ہے اور بیشک
آپ اسکے رسول برحق ہین ہم نے آپکا یہ حکم مان لیا پھر آپنے
ہمکو پانچ وقتون کی نماز پڑھنے کا حکم دیا وہ بھی ہمنے قبول کرلیا پھر
آپنے ہم کو زکوۃ دینے کا حکم دیا۔ ہمنے وہ بھی قبول کرلیا۔
پھر آپ نے ہم کو روزہ رکھنے کے لئے کہا ہم نے وہ بھی
قبول کرلیا۔ پھر آپ نے ہمکو حج کرنے کے لئے حکم دیا ہم نے
وہ بھی قبول کرلیا پھر اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے
اور اپنے ابن عم کا بازو تھام کر اٹھایا
اور ان کو ہم لوگون پر فضیلت دی اور فرمایا جس کا
مین مولا ہون اسکا علیؑ مولا ہے۔ یہ بات حضور اپنی طرف سے
فرماتے ہین یا خدا کی طرف سے حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا
قسم اس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین ہے
یہ بات خدا کی طرف سے ہے۔ پس حارث یہ کہتا ہوا اپنے
ناقہ کی طرف لوٹا کہ اے خدا اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد احقا فامطر علینا حجارة من السماء وائتنا بعذاب الیم فلما وصل راحلته حتی رماه الله عز وجل الحجر سقط علی هامته فخرج من دبره فقتله فانزل الله تعالیٰ عز وجل سال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس له دافع من الله ذی المعارج

جو کچھ بیان فرماتے ہین اگر سچ ہے تو معاذ اللہ ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمین عذاب دردناک مین مبتلا فرما۔ جب وہ اپنے ناقہ کی طرف لوٹا اور ابھی اس تک پہونچا بھی نہین تھا کہ خدائے تعالیٰ نے اس پر پتھر پھینکا جو اسکے سر پر گرا اور پشت سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو کہ کافرون کے لئے ہونیوالا ہے۔ عذاب اللہ کیطرف سے ہوگا اسے سیڑھیون کا" ارجح المطالب مطبوعہ لاہور جلد دوم صفحہ ۳۰۵

استخفاف واقعات غدیر اور اسکے انکشافات

شبلی صاحب نے جب اس واقعہ کو اتنے اختصار و استخفاف کے طریقہ سے لکھنا شروع کیا ہے تو وہ اسکی تفصیلات کو لکھنا کب گوارا کر سکتے ہین اور کیسے لکھ سکتے ہین جب یہ تفصیلات و تصریحات ابتدا ہی سے شبلی صاحب کو استحفاظ عقائد اور تقلید اسلاف و تعلیم اخلاف کے استقرار کے مقابلہ مین نہ آیات قرآنی پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی حدیث کے خبر رکھنے کی حاجت ہے۔ عام اس سے کہ نصوص الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے اس واقعہ کی نسبت کیسی ہی تفصیل و تصریح نہ ثابت ہوتی ہو۔ کوئی پرواہ نہین ہے آپکے نزدیک سب کے سب مرفوع القلم ہین اور ایک بھی قابل الذکر نہین۔ دیکھئے اس واقعہ کی نسبت ایک نہین تین تین نصوص قرآنی ہم آپکے متعدد علمائے معتبرین کے اقوال و مختار سے باسناد متواترہ لکھ آئے ہین۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ ان مین سے ایک قول بھی شبلی صاحب کے ملاحظہ سے نہ گذرا ہو۔ لیکن ان مین سے ایک کو بھی آپنے نہ لکھا اور لکھنا کیسا اشارتًا اسکا ذکر بھی نہین کیا ممکن تھا کہ ذکر و نقل کے بعد اپنے مفید مطلب کوئی تاویل ہی فرما دی جاتی جیسا کہ اکثر مقامات پر تاویلات زبانی سے کام لیا گیا ہے لیکن شبلی صاحب بہت ہی ہوشیار اور محتاط ہین وہ خوب جانتے ہین کہ سیرۃ النبی صلعم مین یہی ایک واقعہ اُن کے قلم کے لئے سب سے بڑا دشوار اور اہم ہے۔ اس بنا پر اسکے لفظ لفظ پر آپکو اپنا قلم روک روک کر اور سنبھل سنبھل کر نہایت احتیاط سے اٹھانا پڑا ہے۔ چونکہ ان واقعات صحیحہ اور مشاہدات صریحہ کے لئے آپ سے کوئی تاویل ممکن نہین ہوئی۔ اس ضرورت سے آپنے ان تمام نصوص الٰہی اور احادیث حضرت رسالت پناہی سے قطعی انکار ہی کو مفید کار سمجھا۔

اور عام اس سے کہ نصوص الٰہی ہون یا احادیث نبوی سب کو یکقلم نسیاً منسیاً فرما دیا۔ این کا راز تو آید و مردان چنین کنند لیکن اگر اسکے ساتھ آپنے اپنے تمام قدیم ماخذون کو بھی نذر آتش کردیا ہوتا تو گویا ہمیشہ کے لئے یہ قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ نہ وہ قدیم ماخذ باقی رہتے۔ نہ آپ کی تحریر کے خلاف شہود و ثبوت پیش کئے جاتے مگر جبتک یہ ماخذ دنیائے اسلام مین قائم ہین آپ کی سیرۃ النبیؐ کی نقل و تحریر پر برابر تنقید و تردید ہوتی رہے گی اور کوئی پڑھا لکھا عقل و تمیز والا مسلمان آپکی اس یک طرفہ قلمکاریون پر اعتبار نہ کریگا۔

حقیقت مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس سوانح مین کوئی واقعہ اس شہرت و اعلان اور تفصیل و بیان کے ساتھ وقوع پذیر نہین ہوا اور غالباً جناب رسولخدا صلعم کے زمانہ مین کسی واقعہ کے متعلق اتنے نصوص متواترہ کا نزول بھی نہین ہوا۔ کوئی مفسر کوئی محدث اور کوئی مورخ دنیائے اسلام مین ایسا نہین پایا جاتا جو ان نصوص و احادیث کے اسباب نزول کو اس واقعہ کے سوا کسی دوسرے واقعہ کے متعلق بتلاتا ہو۔ جیسا کہ آیہ بلّغ سے لیکر آیہ سال سائلؐ تک اور حدیث ثقلین سے لیکر حدیث من کنت مولاہ کے ارشاد تک اقوال معتبرہ و متواترہ سے اوپر ثابت کردیا گیا ہے۔ اب اتنے شہود و ثبوت کے مقابلہ مین شبلی صاحب کا سکوت کیسا مہمل اور مضحکہ خیز ہے۔ سکوت سے تو بدرجہا یہ بہتر تھا کہ آپ ان اقوال و اخبار کو لکھکر ان کا سبب نزول اور باعث ارشاد واقعہ غدیر کے سوا اور کسی دوسرے واقعہ کے متعلق ثابت فرماتے یا کم سے کم لکھکر بتلا ہی دیتے تو یہ واقعہ اختلافی تو ہو جاتا۔ یون تو ویسا کا ویسا ہی ثابت رہ گیا لیکن چونکہ اس واقعہ پر اتنے شواہد متواتر و متکاثر جمع تھے اور ایک سے لیکر ایک لاکھ چالیس ہزار تک اسکے دیکھنے والے اور اقرار کرنے والے موجود تھے کہ آپ اس مین کسی تبدیل و تاویل پر جرأت نہ کرسکے۔

لیکن اس واقعہ کی مرقومۂ بالا تمام خصوصیات کے ساتھ اسکی اس خصوصیت کا بھی ذکر کردینا نہایت ضروری ہے کہ اسکے وقوع اور اعلان عام کے کل دو ہی برس بعد جب طمع دنیاوی اور حرص مال و دولت کی ضرورت سامنے آگئی تو پھر جس طرح اس عظیم الشان واقعہ کی نقل و یاد بھلائی گئی۔ اور اسکی حقیقت۔ صلیت اور واقعیت چھپائی گئی۔ گھٹائی گئی اور دنیائے اسلام سے مٹائی گئی اور اسکے خلاف خلافت کی چار دیواری بنائی گئی۔ ویسی کسی واقعہ اسلامی کی نہین۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی سے ضبط نہو سکا تو انھون نے اپنی کتاب سر العالمین مین اہل اسلام کے اس کتمان حقیقت پر عبرت و حسرت کے آنسو بہاکر حسب ذیل عبارت لکھدی۔

اجمعت الجماهير علی متن الحديث فی يوم غدير	جمہور نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کرلیا ہے اور سب کا
باتفاق الجميع وهو يقول من كنت مولاه	اس پر اتفاق ہو کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ جسکا مین مولا ہون

فعلی مولاه فقال عمر بن الخطاب
بخ بخ لك يا ابا الحسن اصبحت
مولائی ومولی كل مومن ومومنة
فهذا تسليم ورضی وتحكيم ثم
بعد ذلك غلب الهوی بحب
الرياسة وحمل عمود الخلافة
وعقود البنود وخفقان الهواء
فی قعقعة الرايات و
اشتباك وازدحام الخيول
وفتح الامصار وسقاهم
كاس الهوی فحملهم الی
الخلافة فعادوا الی الخلاف
الاول فنبذوه وراء ظهورهم
واشتروا به ثمنا قليلا
فبئس ما يشترون۔

اسکا علیؐ مولا ہے پس عمر بن خطاب نے کہا مبارک ہو مبارک ہو تمکو
اے ابوالحسن در آنحالیکہ آپکو صبح ہوئی اور آپ ہمارے اور کل مومن
و مومنہ کے مولا ہوئے بعد اسکے امام غزالی کہتے ہین کہ ایسا کہنا
حضرت عمر کا خلافت علیؑ کو تسلیم کر لیتا ہے اور ان کے استخلاف
پر راضی ہو جاتا ہے اور حضرت علیؑ کو حاکم سمجھ لینا ہی۔ مگر بعد اس
سمجھنے کے خواہش نفسانی نے واسطے حاصل کرنے ریاست اور
حکومت فانی کے غلبہ کیا۔ ایک ریاست عظیمہ کا ہاتھ آنا اور خلافت
کے نشان کا ہر دیار و امصار مین گڑ جانا اور علم کے پھریرون کا ہوا
مین اوڑنا اور ہوا کا پھریرون سے لپٹنا اور سوارون کا دونون طرف
جلوس مین چلنا اور گھوڑون کی ٹاپون کا مثل جال کے معلوم ہونا
اور ملکون اور شہرون کا فتح ہونا ان سب خیالات نے اُن لوگون
کو خواہش نفسانی کا جام پلا کر مخمور کر دیا اور اسی مدہوشی نے انکو
خلیفہ کر دیا اور جیسے اسلام کے قبل تھے پھر ویسے کے ویسے ہی
ہو گئے۔ اور اُس عہد کو انھون نے پیچھے ڈال دیا اور اس عہد شکنی
کے ساتھ ادنی چیز کو خرید کر لیا لیکن کیا بری چیز ان لوگون نے خرید کی۔

امام غزالی کے اس قول کو خلاصہ کر کے علاّمہ سبط ابن جوزی نے بھی تذکرہ خواص الامۃ مین لکھا ہی۔
اس واقعہ کے نزول بشارت اور حصول قبولیت کے ساتھ ہی مخالفت اور معارضت شروع ہو گئی ۔ اور
حارث بن نعمان فہری کی کافرانہ تعریض پر عذاب الیم کی جبارانہ تنزیل نے اسی وقت اس کی حقانیت
کے مشاہدات امت اسلام کی نگاہون کے سامنے پیش کر دیے۔ گویا اسکا جوہر حقیقت یعلم الاشیاء بامندادہا
کے اصول مسلمہ کے معیار کے اوپر کامل اُتر گیا اور اسکی صداقت وصحت مدارج آزمائش اور معارج امتحان مین
پوری ثابت ہو گئی ؎ خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان × تا سیہ روے شود ہر چہ در وغش باشد۔
اسکی تصدیق و توثیق کا سلسلہ کچھ زمانہ رسول اللہ صلعم ہی تک محدود و موقوف نہین رہا بلکہ خلافت کے
نظم جدید کے وقت حضرت علی مرتضیٰ نے بطور احتجاج امت اسلام کے سامنے استدلالاً پیش کیا ہے۔ لیکن
بقول امام غزالی حب خود غرضی۔ نفسانیت حصول سلطنت و ریاست جمع مال و دولت کے غیر متحمل اشتیاق و

تمنائیں سامنے آگئیں تو پھر خدا کی کون سنتا ہے اور رسول کی کون مانتا ہے۔ چنانچہ ابتدائے اجماع اور آغاز انعقاد خلافت اور تعیین خلیفہ کے وقت خود جناب صدیقہ کبریٰ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السّلام نے اپنے طولانی خطبہ میں بطور استدلال احتجاجیہ اس واقعہ کی بشارتوں کو پیش کرکے حضرت علیؑ مرتضیٰ کی حقیت خلافت ثابت فرمائی تھی۔ چنانچہ علاّمہ جزری صاحب حصن حصین اسنی المطالب میں اور حافظ عبداللہ بن احمد بن ابراہیم بن احمد المقدسی الصالحی الحنبلی مناقب میں لکھتے ہیں۔

عن بکر بن احمد القصری قال حدثنا فاطمۃ بنت علی بن موسی الرضا قالت حدثتنی فاطمۃ وزینب و ام کلثوم بنات موسی بن جعفر الکاظم قلن حدثتنا فاطمۃ بنت جعفر بن محمد الصادق قالت حدثتنی فاطمۃ بنت علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ قالت حدثتنی فاطمۃ وسکینۃ ابنتا الحسینؑ بن علی عن ام کلثوم بنت فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلعم ورضی اللہ عنہا قال انسیتم قول رسول اللہ صلعم یوم غدیر من کنت مولاہ اخرجہ الحافظ ابو موسی المدینی فی کتابہ المسلسل بالاسماء و قال ھذا الحدیث المسلسل من وجھہ وھو ان کل واحدۃ من الفواطم تروی عن عمۃ لھا فھو روایۃ خمس بنات اخ کل واحدۃ منھن عن عمتھا۔

بکر بن احمد قصری ناقل ہیں کہ ہم سے فاطمہ بنت علی بن موسی الرضا نے بیان کیا کہ مجھ سے میری پھوپھیوں۔ فاطمہ، زینب اور ام کلثوم موسی بن جعفر الکاظم کی صاحبزادیوں نے بیان کیا کہ ان سے فاطمہ بنت جعفر بن محمد الصادقؑ ذکر کرتی تھیں کہ ان سے ان کی پھوپھی فاطمہ بنت علی بن الحسینؑ زین العابدین فرماتی تھیں کہ مجھ سے میری پھوپھی فاطمہ اور سکینہ جناب امام حسین علیہ السّلام کی صاحبزادیاں ارشاد کرتی تھیں کہ ان سے ان کی پھوپھی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ میری والدہ ماجدہ جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ نے لوگوں کو مخاطب کرکے ارشاد کیا کہ کیا تم لوگ جناب رسول خدا صلعم کے اس ارشاد کو بھول گئے جو غدیر خم میں فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ حافظ ابو موسی المدینی نے اس حدیث کو اپنی کتاب مسلسل الاسماء میں روایت کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ایک جہت سے یہ حدیث خود بھی مسلسل ہے کیونکہ ہر ایک فاطمہ نام رکھنے والی مخدومہ نے اس حدیث کو اپنی پھوپھی سے روایت کیا ہے اور یہ ایسی پانچ بھتیجیوں کی روایت ہے کہ ہر ایک اپنی پھوپھی سے روایت کرتی ہے۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں امام حاکم مستدرک میں اور ملاّ علی متقی کنز العمال میں لکھتے ہیں۔

عن رفاعۃ بن ایاس الضبی عن ابیہ عن جدہ

رفاعہ بن ایاس الضبی اپنے والد سے اور وہ اسکے دادا سے

قال کنت مع علی فی الجمل
فبعث الی طلحة ان القنی
فلقتیه فقال. انشدك
الله اسمعت رسول اللهؐ یقول
من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اللھم وال من والاہ وعاد
من عاداہ قال نعم
فقال فلم تقاتلنی قال فانصرف
طلحة بن عبید الله ارجح المطالب ص۳۰۵ جلد۲

ناقل میں کہ میں جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے ہمراہیوں میں تھا
جناب امیرؑ نے طلحہ کو بلا بھیجا کہ مجھ سے ملاقات کریں طلحہ آپکے
پاس حاضر ہوئے جناب امیر علیہ السّلام نے ان سے فرمایا کہ میں
تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے جناب رسالتمآب صلعم کو
یہ کہتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ جسکا میں مولا ہوں اس کا علیؑ
مولا ہے اے میرے پروردگار اُسکو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست
رکھے اور تو اسکو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے. طلحہ نے
کہا ہاں سنا ہے جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا پھر تم کیوں میرے
ساتھ جنگ کرتے ہو طلحہ اسی وقت جنگ کرنے سے لوٹ گئے.

علامہ ابن عقدہ - حافظ محمد بن حبان البستی - علامہ محب الدین طبری - ابن عساکر اور امام سمہودی جواہر
العقدین میں لکھتے ہیں -

عن ابی الطفیل ان علیا قام فحمد الله ثم
قال انشد بالله من شهد یوم غدیر
ان یقوم ولا یقم رجل یقول نبئت او بلغنی
الا رجل سمعت اذناہ ووعاہ قلبه فقام
سبعة عشر رجلاً منهم خزیمة بن ثابت
وسهل بن سعد وعدی بن حاتم وعقبة
بن عامر وابو ایوب الانصاری و
ابو لیلی والهیثم بن التیهان وابو سعید الخدری وشریح الخزاعی
وابو قدامة الانصاری ورجال من قریش فقال علی هاتوا
ما سمعتم فقالوا نشهد انا اقبلنا مع رسول الله
صلی الله علیه وآله وسلم من حجة الوداع حتی اذا
کان الظهر خرج رسول الله صلعم فامر بشجرات
فشذبن والقی علیهن ثوبة ثم نادی بالصلوٰة

ابو الطفیل سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام نے خطبہ میں خدا کی حمد
کے بعد فرمایا ہے خدا کی قسم دیکر اس شخص کو جو غدیر خم کے روز حاضر ہوا
ہے کھڑا ہو جائے اور وہ شخص کھڑا ہو جو یہ کہے کہ مجھے خبر لگی ہے
یا خبر دی گئی ہے بلکہ وہ شخص بیان کرے کہ جسکے کانوں نے سنا ہو اور
دل نے یاد رکھا ہو پس سترہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے. اُن میں خزیمہ
بن ثابت سہل بن سعد - عدی بن حاتم عقبہ بن عامر ابو ایوب
انصاری - ابو لیلی - ابو الہیثم بن تیہان - ابو سعید خدری -
شریح - ابو قدامۃ الانصاری رضی اللہ عنہم اور نیز قریش کے اور
آدمی موجود تھے - جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا - بیان کرو تم نے
کیا سنا ہے وہ کہنے لگے ہم حجۃ الوداع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی رکاب باسعادت میں مکہ سے واپس آرہے تھے کہ ظہر کے
وقت حضرت باہر تشریف لائے اور درختوں کی کانٹ چھانٹ
کا حکم دیا اور اُن پر کپڑا ڈال دیا گیا پھر نماز کے لئے منادی کرائی گئی

فنزلنا وصلينا ثم قام فحمد الله واثنى عليه ثم قال ايها الناس ما انتم قائلون قالوا قد بلغت قال اللهم اشهد ثلاث مرات فقال انی اوشك ان ادعى فاجيب انی مسئول وانتم مسئولون ثم قال الا ان دمائكم واموالكم حرام كحرمة يومكم هذا وحرمة شهركم هذا اوصيكم بالنساء واوصيكم بالجار واوصيكم بالمماليك واوصيكم بالعدل والاحسان ثم قال ايها الناس انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتی اهلبيتی فانهما لن يفترقا حتی يردا علی الحوض نبأنی بذلك اللطيف الخبير ثم اخذ بيد علی فقال من كنت مولاه فعلی مولاه فقال علی صدقتم وانا علی ذلك من الشاهدين

ہلوگ اپنے اپنے خیموں سے نماز کے لئے باہر نکلے۔ آنحضرت صلعم نے کھڑے ہو کر خطبہ میں خدا کی صفت و ثنا کے بعد بیان کیا اے لوگو تم کیا کہتے ہو حاضرین نے عرض کی آنحضرت نے خدا کا پیغام پہونچا دیا اس بات کو تین مرتبہ فرما کر آپ نے کہا اے خدا گواہ رہیو پھر ارشاد کیا میرا گمان ہے کہ میں بلایا جاؤں گا اور تم بھی پوچھے جاؤ گے بے شبہ تمہارا خون تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہو گیا ہے جیسا کہ یہ تمہارا آج کا دن اور یہ تمہارا مہینہ حرمت والا ہے تمکو وصیت کرتا ہوں تمہاری عورتوں کے لیے تمہارے ہمسایوں کیلئے اور تمہارے لونڈی غلاموں کیلئے اور تمکو وصیت کرتا ہوں عدل و احسان کی پھر فرمایا ایہا الناس میں تم میں دو چیزیں بزرگ چھوڑے جاتا ہوں خدا کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلبیت یہ دونو جدا نہ ہونگے یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں یہ مجھے خبر دی ہے خدائے لطیف و خبیر نے پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جسکا میں مولا ہوں پس یہ علیؑ اسکے مولی ہیں پس حضرت علیؑ نے فرمایا تم لوگ سچ کہتے ہو اور میں بھی اسکی گواہی دیتا ہوں ۔

اس مناشدہ مقدسہ کی فوری حقانیت کے ثبوت بھی مفصلہ ذیل عبارات احادیث میں ملاحظہ فرمائے جائیں ۔

صحابہ اور رجالات غدیر کی شہادت سے خاموشی اسکی پاداش

امام ابو الحسن احمد بن یحیی البلاذری - کتاب انساب الاشراف میں تحریر فرماتے ہیں -

عن عمير بن سعد قال قال علی على منبر انشد رجلا سمع رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم يوم غدير خم من كنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه ان يقوم ويشهد وتحت المنبر انس بن مالك وبراء بن عازب وجرير بن عبد الله البجلی فاعادها فلم يجبه احد فقال اللهم من كتم هذه الشهادة وهو يعرفها فلا تخرجه من الدنيا حتی تجعل به آية يعرف بها قال

عمیر بن سعد ناقل ہیں کہ حضرت علیؑ نے منبر پر چڑھکر لوگوں کو قسم دی کہ جس شخص نے غدیر خم کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو سنا ہو وہ کھڑا ہو کر بیان کر دے پس لوگوں نے گواہی دی اور منبر کے نیچے انس بن مالک، براء بن عازب اور جریر بن عبداللہ البجلی بھی بیٹھے ہوئے تھے جناب امیر نے لوگوں سے مکرر فرمایا مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی کچھ نہ کہا جناب امیر نے فرمایا بار الٰہا جس شخص نے اس شہادت کو چھپایا ہے باوجود اسکے کہ وہ جانتا ہے اس شخص کو اسوقت تک نہ اٹھا جب تک کہ تو اسکے لئے کوئی نشان نہ مقرر کر دے کہ وہ اسی دنیا میں

فبرص انس وعمی البراء و رجع جریر اعرابیاً بعد هجرته فاتی الشراة فمات فی بیت امه

پہچان لئے جاویں۔ عمیر بن سعد کہتے ہیں کہ انس تو مبروص ہو گئے براء بن عازب اندھے ہو گئے۔ اور جریر لوٹ کے ہو کر واپس آئے اور بکواس کرنے لگے یہانتک کہ اپنی ماں کے گھر میں (بند رہکر) دنیا سے انتقال کر گئے۔

اسی روایت کو حافظ ابو نعیم اور علامہ ابن مردویہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

عن طلحة بن عمر قال شهدت علیا علی المنبر ناشد اصحاب رسول الله صلعم و فیهم ابو سعید وابو هریرة وانس وهم حول المنبر وعلی علی المنبر وحوله اثنا عشر بدریاً من الانصار والمهاجرین فقال علی انشدکم هل سمعتم رسول الله یقول من کنت مولاه فعلی مولاه فقاموا کلهم و انس بن مالك فی القوم ما شهد فقال له امیر المومنین ما منعك یا انس ان تشهد وقد سمعت ما سمعوا قال یا امیر المومنین کبرت ونسیت فقال امیر المومنین اللهم ان کان کاذباً فاضربه ببیاض او بوضح لا تواریه العمامة فقال طلحة بن عمر فاشهد بالله لقد رایته بیضاً بین عینیه

طلحہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیر علیہ السّلام کو منبر پر دیکھا کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کے اصحاب کو قسم دیر ہے تھے۔ ان میں ابو سعید۔ ابو ہریرہ اور انس بن مالک بھی منبر کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور جناب امیرؑ منبر پر تشریف رکھتے تھے اور منبر کے اردگرد مہاجرین و انصار بیٹھے تھے جنمیں بارہ بزرگوار بدری تھے۔ جناب امیرؑ نے ان سے کہا کہ میں تمکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے ارشاد کو سنا ہے۔ پس جب سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ انس بن مالک بھی انلوگوں میں موجود تھے انھوں نے گواہی نہیں دی جناب امیرؑ نے ان سے فرمایا کہ تم کو شہادت دینے سے کس امر نے روکا ہے باوجودیکہ تمنے بھی سنا تھا جو کچھ کہ اُن لوگوں نے سنا ہے۔ انس کہنے لگے امیر المومنین میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے یہ بات بھول گئی۔ جناب امیرؑ نے دعا کی اے پروردگار اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اسے برص کے مرض میں مبتلا کر دے کہ اسے یہ اپنے عمامہ سے چھپا نسکے۔ طلحہ بن عمر کہتا ہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے انس بن مالک کی پیشانی پر وہ سفید دھبا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی المدعو بہ محدث شیرازی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں

عن زر بن حبیش قال خرج علی من القصر

زر بن حبیش ناقل ہیں کہ ایک روز جناب امیر علیہ السّلام قصر سے

فاستقبله ركبان متقلدى السيوف عليهم
العمائم حديثى عهد بسفر فقالوا السلام
عليك يا مولانا فقال على بعد ما رد السلام
عليهم من ههنا من اصحاب رسول الله
صلى الله عليه واله وسلم فقال اثنا عشر
رجلا منهم خالد بن زيد وابو ايوب الانصارى
وخزيمة بن ثابت ذو الشهادتين وثابت
بن قيس بن شماس وعمار بن ياسر وابو الهيثم
بن التيهان وهاشم بن عتبة وسعد بن
وقاص وحبيب بن بديل بن ورقاء فشهدوا
انهم سمعوا رسول الله صلى الله عليه واله
وسلم يوم غدير خم من كنت مولاه فعلى
مولاه فقال على لانس بن مالك والبراء
بن عازب ما منعكما ان تقوما فتشهدا فقد
سمعتما كما سمع القوم فقال اللهم ان كتماها
معاندة فابلهما فاما البراء فعمى وكان
يسئل عن منزله فيقول كيف يرشد من
ادركته الدعوة واما انس فقد برصت
قدماه وقيل لما استشهد
على قول النبى صلى الله عليه واله
وسلم من كنت مولاه فعلى مولاه اعتذر
بالنسيان فقال على اللهم
ان كان كاذبا فاضربه ببياض
لا تواريه العمامة فبرص وجهه

برآمد ہوئے انکے سامنے عمامہ پوش سوار تلواریں لٹکائے ہوئے آئے جنکے چہرون سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی سفر سے آئے ہیں انھون نے جناب امیرؑ سے کہا کہ السلام علیک یا مولانا۔ جناب امیرؑ نے انکو جواب سلام دیکر فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ مین سے کون کون اس مقام پر موجود ہین۔ بارہ آدمی حاضر تھے۔ جن مین خالد بن زید ابوایوب انصاری خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین ثابت بن قیس بن شماس۔ عمار بن یاسر۔ ابوالہیثم بن التیہان۔ ہاشم بن عتبہ۔ سعد بن وقاص و حبیب بن بدیل بن ورقار رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اٹھ کر گواہی دینے لگے کہ ہمنے جناب رسولخدا صلعم سے سُنا ہے کہ جسکا مین مولا ہون اس کا علیؑ مولا ہے جناب امیرؑ نے انس بن مالک اور برار بن عازب سے کہا تمھین اٹھکر گواہی دینے سے کس نے منع کیا ہے۔ تمنے بھی وہی سُنا تھا جو کچھ کہ لوگون نے سُنا تھا پس جناب امیر علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگارا اگر انھون نے گواہی کو عناد کی وجہ سے چھپایا ہے تو انکو ناگہانی بلا مین مبتلا کریں برار ابن عازب اندھے ہوگئے یہان تک کہ اپنے گھر کا راستہ پوچھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے بھلا وہ شخص کیونکر راستہ دیکھ سکتا ہے جسکو بد دعا لگ گئی ہو اور انس بن مالک کا یہ حال ہوا کہ انکے پاؤن پر برص پیدا ہوگیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ پر لوگون سے گواہی طلب کی۔ اسوقت انس بن مالک نے نسیان کا عذر پیش کیا جناب امیرؑ نے دعا کی کہ اگر یہ شخص جھوٹ کہتا ہے تو اسے برص کے مرض مین مبتلا کر جسے کہ عمامہ سے نہ چھپ سکے پس انس نے

فسدل بعد ذلك برقعا على وجهه

منھ کے برص کو برقع میں چھپائے رکھتے تھے ارجح المطالب ص۲۱۶

حافظ ابن کثیر شامی اور امام دارقطنی لکھتے ہیں ۔

عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی قال خطب علی فقال انشد الله امرا نشدة الاسلام سمع رسول الله صلعم یوم غدیر خم اخذ بید علیؑ یقول الست اولی بکم یا معشر المسلمین من انفسکم قالوا بلیٰ یا رسول الله قال من کنت مولاه فعلی مولاه اللّھم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله ان یقوم ویشهد فقام بضعة عشر رجلا فشهدوا وکتم قوم فما خرجوا من الدنیا حتی عموا او برصوا

عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں اس مرد خدا کو جس نے اسلام قبول کیا ہے قسم دیتا ہوں اور آنحضرت صلعم کے اس ارشاد سے کہ علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر غدیر خم کے روز کہا تھا پوچھتا ہوں کہ جس شخص نے آنحضرت صلعم سے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ کی حدیث کو سنا ہو وہ اٹھ کر اسکی شہادت بیان کرے پس دس آدمیوں سے چند زاید آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی اور ایک گروہ صحابہ نے اس شہادت کو چھپایا پس وہ لوگ اس وقت تک دنیا سے عالم آخرت کو نہیں گئے جب تک کہ وہ لوگ اندھے اور مبروص نہیں ہو گئے ۔

حافظ ابو موسیٰ اور علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں ۔

عن ابن اسحٰق قال حدثنی من لا احصی ان علیا نشد الناس فی الرحبة من سمع رسول الله من کنت مولاه فعلی مولاه اللّھم وال من والاه وعاد من عاداه فقام نفر فشهدوا انهم سمعوا ذلك من رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکتم قوم فما خرجوا من الدنیا حتی عموا او برصوا واصابتهم آفة منهم یزید بن ودیعة و عبد الرحمٰن بن مدلج

ابن اسحاق ناقل ہیں کہ مجھ سے بہت سے آدمیوں نے بیان کیا جن کا شمار مشکل ہے کہ جناب امیر نے رحبہ میں لوگوں کو قسم دیکر پوچھا کہ جس کسی نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّھم وال من والاہ و عاد من عاداہ کی حدیث کو آنحضرت صلعم سے سنا ہو بیان کرے پس چند آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ انھوں نے اس حدیث کو آنحضرت صلعم کی زبانی سنا ہے اور ایک گروہ نے اس حدیث کو چھپایا وہ لوگ جبتک کہ اندھے یا مبروص یا کسی اور بلا میں مبتلا نہ ہولئے دنیا سے آخرت کو نہ سدھارے چنانچہ یزید بن ودیعہ اور عبد الرحمٰن بن مدلج بھی انھیں میں تھے ۔

اتنے طول وطویل اور پر تفصیل مشاہدات ثبوت کے بعد بھی کیا کوئی صحیح الدماغ شخص کہہ سکتا ہے کہ اس واقعہ کی شہرت قبولیت اور تصدیق وتوثیق سے خیر القرون کا کوئی زمانہ خالی گذرا ہے خلفائے راشدین حضرات

عشرہ مبشرہ۔ اصحاب حل وعقد اور صحابہ سابقین کے ممتاز طبقات مین ممتازین ومعززین صحابہ نے اس واقعہ کا صاف صاف اقرار و اعتراف فرمایا ہے اور اسکی حقیقت کو حلفاً بیان کیا ہی۔ اور حارث بن نعمان فہری کی طرح ان مین سے انکار کرنیوالون نے عذاب ومصیبت کی سزا بھی پائی ہی۔ لیکن باایں ہمہ۔ پھر کیا ہوا؟ دنیا پرستی اور زر پرستی ایسی بڑی بلا ہے کہ وہ نہ خدا کی سننے دیتی ہے اور نہ رسولؐ کی۔ اسی پیش آنیوالے منظر کو مدنظر رکھکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متواتر تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا۔

لا ادری ما تحدثون بعدی نہین معلوم تم لوگ میرے بعد کیا احداث کروگے۔ (موطا مالک)

فرمود بلی شما اصحاب من اید لیکن ندانم کہ شما بعد از من چہ کنید۔ (مدارج النبوۃ محدث دہلوی) ارشاد ہوا تم میرے اصحاب تو ہو مگر مجھے معلوم نہین کہ میرے بعد تم لوگ کیا کیا کروگے۔

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا تھا۔

مجھکو تمھارے مشرک یا کافر ہوجانے کا اندیشہ نہین ہی۔ لیکن خوف ہے تو یہ کہ تم کہین دنیا مین نہ پھنس جاؤ"

وہی ہو کر رہا۔ صدقت یا رسول اللہ بابی انت وامی فداہ

اس واقعہ مین حکم خدا اور رسولؐ کے تفصیلی حالات وقت وقوع سے لیکر وفات رسول مقبولؐ تک اسناد صحیحہ ومتواترہ سے مستنبط کرکے لکھدیے گئے ہین۔ ان تمام واقعات کو ان حالات سے مقابل کیا جائے جو وفات رسولؐ کے بعد اس حکم الٰہی اور ارشاد حضرت رسالت پناہی کے خلاف عمل مین لائے گئے تو جناب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورۂ بالا پیشین گوئیون کی جو اسکی خلاف ورزی کے متعلق ارشاد فرمائی گئی تھین۔ پوری اور کامل تصدیق ہو جاتی ہی۔

جب دینداری دنیاداری سے بدل گئی اور اوامر واحکام دین ملکی آئین اور سیاسی قوانین کے محکوم اور زیر اثر آگئے تو استحفاظ حکم وحکومت اور استقرار خلیفہ وخلافت کی غرض وغایت سے ان احکام الٰہی کے مقاصد اور فرمان رسالت پناہی کے مطالب بدل دیے گئے۔ انکی حقیقت اور واقعیت کچھ سے کچھ کردی گئی۔ اصلی معانی ومطالب تو ذکر ونقل سے متروک وممنوع کردیے گئے۔ قیاسی اور موہوم تاویلات مہملہ اُن کی جگہون پر قائم کردی گئین۔

انھین ضرورتون کو مدنظر رکھکر آغاز خلافت سے لیکر آخر خلافت راشدہ تک جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے تمام صحابہ کبار سے متواتر موقعون اور مختلف مقامون پر اسکے اعتراف کرائے اور کھڑے کھڑے اقرار لیئے حالانکہ چالیس برسون سے اسکے خلاف مسلمانون کا عملدرآمد چلا آتا تھا لیکن جناب

علی مرتضیٰ علیہ السّلام کا استحقاق فی الخلافت کسی وقت و زمانہ مین مسلمانون کی خلاف ورزی سے یا سوءعملی اور بدعہدی سے زائل یا باطل ہونیوالا نہین تھا یہ وہ ابدی نعمت تھی اور ازلی دولت جو خدائے لازوال کی بارگاہ سے مخبر صادق علیہ السّلام کی معرفت آپ کو مرحمت ہوئی تھی۔ اور جسکو سقیفہ بنی ساعدہ کے بعد آپنے ان الفاظ مین تمام ارباب اسلام اور اصحاب حل وعقد کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔ علاّمہ ابن اثیر اسد الغابہ مین لکھتے ہین۔

عن علی قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انت بمنزلۃ الکعبۃ توتی ولا تاتی فان اتاک ہؤلاء القوم وسلموھا الیک یعنی الخلافۃ فاقبل منھم وان لم یاتوک فلا تاتھم حتی یاتوک	حضرت علی مرتضیٰؑ نے کہا کہ جناب رسولخدا صلعم نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اے علیؑ تو بمنزلہ کعبہ کے ہے کہ اسکے حضور مین سب حاضر ہوتے ہین اور وہ کسی کے پاس نہین جاتا۔ پس اگر یہ قوم تیرے پاس آکر بیعت خلافت کرے تو تم قبول کر لینا ورنہ تم خود اس غرض سے ان کے پاس نہ جانا۔ (ارجح المطالب ج ۲ ص ۲۱۵)

خلافت راشدہ تک اگرچہ اس حدیث پر عملدرآمد نہوا۔ مگر اسکی حقیقت اور واقعیت سے کسی کو انکار کی جرأت کبھی نہین ہوئی اور ہر مناشدہ و مستفسرہ کے موقع پر اسکی شہادت دی گئی اور اقرار کیا گیا اسلئے کہ بدیہیات سے انکار ناممکن تھا۔ اور اس وقت اسکے دیکھنے والے سیکڑون سے لیکر ہزارون اور لاکھون کی تعداد مین موجود تھے۔ اب رہا عملدرآمد۔ وہ حصول سلطنت۔ وصول مال و دولت کے سیاسی اصول اور ملکی ضرورتون پر مبنی تھا۔ اسی سے سمجھ لینا چاہئیے کہ منتظمین خلافت اور اہل حل وعقد نے خدا اور رسولؐ کے نصوص متعددہ و متواترہ کو اپنے احکام مجوزہ کے مقابلہ مین کالعدم کر دیا تھا خیر القرون یا خلافت راشدہ کے زمانہ تک تو یہ کیفیت رہی خلافت راشدہ کی مدت تمام ہونے کے بعد جب مملکت عضوضہ کا زمانہ آیا اور حکومت امویہ وعباسیہ کا دور شروع ہوا جس مین بقول شبلی صاحب سیکڑون ہزارون حدیثین امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل مین بن گئین۔ عباسیون کے زمانہ مین تو ایک ایک خلیفہ کی نام بنام پیشین گوئیان حدیثون مین داخل ہوئین (سیرۃ النبی ج اول ص ۴۹ دیباچہ) تو حدیث غدیر کے متعلق سلطنت کے محدثین وظیفہ خوار اور حکومت کے مفسرین فرمانبردار نے جب انکار کی صورت نہین دیکھی تو اس حدیث صحیح و متواترہ کے معنون مین نزاع لفظی پیدا کی اور لفظ مولا کے مختلف المعنی ہونیکی وجہ سے غیر موقع اور محض بیجا فائدہ اٹھانا چاہا

لفظ مولا پر نزاع لفظی

بعض نے ولایت جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام سے انکار کر کے بریدہ کی رفع شکایت اور حضرت علیؑ کے اظہار منقبت کو اس حدیث کے ارشاد کا باعث بتلایا۔ یہ دونون تاویلین جیسی مہمل ہین

وہ عقل سلیم اور شعور کامل رکھنے والے حضرات پر ظاہر ہین۔ اسی طرح مولا کے کسی معنی کی طرف رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہین۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف اور کھلے الفاظ مین پہلے اپنی نسبت من کنت مولاہ فرماکر۔ پھر حضرت علیؑ کی نسبت وہی الفاظ فعلی مولاہ بتلاکر مساوات ومماثلت بالمعنی خود دکھلادی ہے۔ اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ مولا کے جس معنی مین خود جناب رسول اللہ سمجھے جائین گے بعینہ اُسی معنی مین حضرت علی مرتضیٰ بھی۔ تو پھر اب اسکے معنی مین نزاع کیسی اور اختلاف کیا۔

بریدہ والی شکایت کی مہمل تاویل اور مولوی شبلی صاحب

اب رہا بریدہ والی شکایت کا معاملہ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

احادیث مین یہ تصریح نہین کہ ان الفاظ کے (من کنت مولاہ) کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ بخاری مین ہے کہ حضرت علی اس زمانہ مین یمن بھیجے گئے تھے۔ جہان سے واپس آکر وہ حج مین شامل ہوئے تھے۔ یمن مین اُنھون نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جسکو اسکے بعض ہمراہیون نے پسند نہین کیا۔ ان مین سے ایک صاحب نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ آپنے فرمایا علیؑ کو اس سے زیادہ حق تھا۔ عجب نہین کہ اسی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لئے اس موقع پر آپنے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۳۲

قاضی محمد سلیمان صاحب صاحب رحمۃ العلمین

صاحب رحمۃ العلمین بھی شبلی صاحب کے ہم آہنگ ہین۔ انکی عبارت حسب ذیل ہے

راہ مین بریدہ اسلمی نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سمع مبارک تک پہونچائی۔ شکایات کا تعلق حضرت علیؑ کے چند افعال سے تھا جو حکومت یمن مین جناب علیؑ مرتضیٰ سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے۔ درحقیقت شکایت کی بنیاد بُریدہ کے فہم کا قصور تھا۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا اور اسی خطبہ مین اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی شان منزلت کا اظہار فرمایا اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس کا مین مولا ہون اسکا علی مولا ہے۔ اسی خطبہ کے بعد حضرت عمر فاروق نے حضرت علیؑ مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی اور بریدہ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰ کی محبت ومتابعت کو پورا کیا بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل مین شہید ہوئے[۱]۔

رحمۃ مطبوعہ امرتسر صفحہ ۲۶۳

مولوی عبید اللہ صاحب صاحب ارجح المطالب

صاحب ارجح المطالب بھی انھین دونون صاحبون کے ہمرنگ ہین۔

---

[۱] جب جنگ جمل مین بریدہ کا فائز بدرجہ شہادت ہونا آپکو تسلیم ہے تو طرف مخالف کو انکے ناحق شہید کرنیکے جرم مین کیا فرمایا جائیگا فافہم وتدبر (المؤلف)

آپ مولیٰ کے معنی اولیٰ بالنفس قرار دیتے ہین اور اپنی استدلال کی طولانی بحث کے آخر مین تحریر فرماتے ہین۔
یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ اسکے بعد حضرت صلعم نے حج نہین کیا اس واقعہ کے بعد حضرت اسی یا نوے روز بقید حیات رہے۔ تمام اہل سیر متفق ہین کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت نے جناب امیرؑ کو ایک لشکر کا سردار بناکر یمن کی طرف روانہ کیا تھا اور خالد بن ولید کو بھی دوسرے لشکر کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا تھا اور وقت روانہ کرنے دونون لشکرون کے فرمادیا تھا کہ جناب امیر علیہ السلام ہی امیر سمجھے جائینگے اور خالد بن ولید آپکی ماتحتی مین کارروائی کرینگے۔ چنانچہ دونون لشکر یمن مین مقام زبید پر جا ملے اور بنی زبید سے لڑائی ہوئی اور لشکر اسلام ظفریاب ہوا۔ اور کفار کے زن و بچہ اسیر ہوئے۔ ان مین ایک لونڈی نہایت خوبصورت تھی۔ جناب امیرؑ اسکو اپنے تصرف مین لائے۔ یہ امر بعض لوگون کو شاق گذرا جب دونون لشکر حضرت کی خدمت مین پہونچے اور حجۃ الوداع مین شریک ہوئے۔ چند آدمیون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جناب امیرؑ کی شکایت کی۔ حضرت صلعم نے بعض لوگون کو اسی وقت جواب دیا کہ تم علیؑ کے پیچھے نہ پڑو علیؑ میرا ہے اور مین علیؑ کا ہون اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہے پھر جب حضرت حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مقام جحفہ مین پہونچے تو حضرت نے باقی لوگون کے شکوک رفع کرنے کے لئے خطبہ مین جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد کیا جسکا مین مولا ہون اسکا علیؑ مولا ہے یعنی تم لوگ جو اس کنیز مین تصرف کرنیکی نسبت شکایت کرتے ہو۔ وہ تو میری طرح مومنون کے ہر ایک امر مین اولی بالتصرف ہے کتب سیر و رجال اور تاریخ و احادیث مین اس واقعہ کی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کی ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ مین اس حدیث کے ارشاد کی یہی وجہ بتلائی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہین۔

فسبب ذلك كما نقله الحافظ	اس حدیث کے ارشاد ہونیکا سبب یہ ہے کہ جسکا ذکر حافظ
شمس الدين محمد بن محمد الجزری	شمس الدین محمد بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اسنی المطالب
عن ابن اسحق ان عليا تكلم فيه	مین سیرۃ ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگون نے جو جناب
بعض من كان معه فی اليمن فلما	امیر علیہ السلام کے ساتھ یمن مین گئے ہوئے تھے واپس آکر جناب
قضی صلی الله عليه و آله وسلم حجه	امیرؑ کی شکایت کی جب آنحضرت صلعم حج سے فارغ ہوکر واپس آئے تو لوگون کو
خطبها تنبيها علی قدره و ردا علی	جناب امیر علیہ السلام کی شان و منزلت پر مطلع کرنے کیلئے اور ان سب
من تكلم فيه كبريدة	کے رد کرنے کیلئے آپنے خطبہ ارشاد کیا۔ جو لوگ کہ شکایت کرتے تھے جیسے بریدہ وغیرہ

کما فی البخاری ان کان	جن کا ذکر امام بخاری نے بھی کیا ہے کہ بریدہ رضہ ابتدا
یبغضہ فسبب ذالک	مین جناب امیر سے بغض رکھا کرتے تھے اور بغض کی وجہ
ما صححہ الذھبی	یہ ہے کہ جسکی صحت حافظ ذہبی نے کی ہے کہ بریدہ رضہ
انہ خرج معہ الیمن	جناب امیرؑ کے ساتھ یمن کو گئے تھے۔ راہ مین باہم کچھ شکر رنجی
فرأی منہ جفوۃ	ہوگئی تھی اس وجہ سے بریدہ جناب رسولخدا صلعم کے حضور مین
فنقصہ للنبی صلی اللہ	جناب امیر علیہ السلام کی شکایت کرنے لگے
علیہ وآلہ وسلم فجعل	جناب رسالتآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
یتغیر وجہہ ویقول	چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا۔ اور آپنے
یا بریدۃ الست اولی	فرمایا۔ بریدہ کیا مین مومنون کے لئے انکی جان سے
بالمومنین من انفسھم	اولی نہین ہون۔ بریدہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم
قال بلی یا رسول اللہ صلعم	حضور بیشک اولی ہین۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قال من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ	نے فرمایا جس کا مین مولا ہون اس کا علیؑ مولا ہے۔

بعض محدثین نے اس حدیث کا سبب ارشاد یہ بیان کیا ہے۔

کان سبب ذلک ان اسامۃ بن زید قال	اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ اسامہ بن زید رضہ نے
لعلی لست مولائی انما مولائی رسول اللہ	جناب امیرؑ سے کہا تھا کہ آپ میرے مولا نہین ہین میرے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال رسول اللہ صلعم	مولا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین جب یہ بات
من کنت مولاہ فعلی مولاہ (نقلہ شمس الدین	آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ جسکا مین
مظفر الخلخالی فی المفاتیح شرح	مولا ہون اس کا علیؑ مولا ہے (اسکو شمس الدین مظفر
المصابیح)	الخلخالی نے مفاتیح شرح مصابیح مین نقل کیا ہے)

لیکن وجہ اوّل زیادہ تر صحیح معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد دو دفعہ کیا ہو ایک دفعہ اس ارشاد کے محرک اسامہ بن زید ہوے ہون اور دوبارہ بریدہ اسلمی رضہ کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد علی رؤس الاشہاد بیان کیا ہو۔

بہرحال یہ کہنا کہ حضرت امیر علیہ السلام حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے۔ یا یہ حدیث متواتر نہین ہے یا مولی کے معنی متعین کرنے مین چون وچرا کرنا بالکل سفسطہ اور خبط ہے جو اکثر تعصب کے بڑھ جانےسے

پیدا ہو جاتا ہے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض میں لفظ اولیٰ بغیر منؐ کے مستعمل ہوا ہے پس اس قسم کی تاویلات سے لوگوں کو فریفتہ کرکے راہ حق سے بے راہ کرنا نہ چاہیئے۔ ارجح المطالب جلد دوم ص۲۲۵

ہم نے زمانہ حال کے تینوں مصنفین کی جدا جدا رائیں لکھدی ہیں۔ ان تاویلات مہملات کے موجد اوّل وہی بخاری صاحب ہیں جن سے پہلے کسی کے دماغ میں اس تاویل دور از عقل کی تخئیل کا خیال بھی نہیں تھا۔ یہ تاویلات ایسی مہمل ہیں جو کسی طرح نہ معیار نقل کے موافق اترتی ہیں اور نہ شعار عقل کے مطابق۔

معیار نقل کے مخالف و معارض تو یوں ہیں کہ ان تینوں مصنفین میں سے کوئی صاحب، بریدہ کے واقعہ کو اسکے سبب ارشاد قرار دینے میں یقین کامل نہیں رکھتے۔ صرف احتمال ہی کی حد تک بتلاتے ہیں شبلی صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

عجب نہیں کہ اس قسم کی شکوک رفع کرنے کے لئے اس موقع پر آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے"۔

قاضی محمد سلیمان صاحب۔ صاحب رحمۃ العالمین کے بھی یہی الفاظ بیان ہیں۔

خواجہ عبید اللہ صاحب مصنف کتاب ارجح المطالب نے بریدہ کے ساتھ اسامہ بن زید کا واقعہ بھی لکھا ہے اور دونوں واقعات کو لکھکر تحریر فرمایا ہے۔

لیکن وجہ اوّل صحیح تر ہے۔ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد دو دفعہ کیا ہو۔ ایک دفعہ اس ارشاد کے محرک اسامہ بن زید ہوں۔ دوسری دفعہ بریدہ اسلمی کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ ارشاد علی رؤس الاشہاد فرمایا ہو۔

یہ بیان بھی مشکوک۔ ناستحکم اور بالکل مبہم ہے۔ ان دونوں توجیہوں میں وجہ اوّل صحیح تر بتلائی جاتی ہے لیکن وجہ دوم کی تردید و تکذیب پر جرأت بھی نہیں کی جاتی۔ اسلئے محض وہم و قیاس کی بنا پر دونوں روایتوں میں تجمیع کی ترکیب بھی داخل کی جاتی ہے۔ نقل و بیان کی یہ شان بالکل خلاف تحقیق ہے۔ مخالف نقل ہونے کی یہ صورت ہے۔ اب اسکی عقلی حیثیت ملاحظہ ہو۔ تو کوئی محدث۔ کوئی مفسر۔ کوئی مورخ۔ یہاں تک کہ خود بخاری صاحب بھی واقعہ غدیر اور اس ارشاد حدیث کی ذیل میں بریدہ اسلمی کے واقعہ شکایت کو یاد نہیں کرتے اور نہ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طولانی خطبہ سے جسکو ہم نے توضیح الدلائل سے نقل کیا ہے۔ یا ان تمام خطبہائے مبارک کے کسی لفظ و حصہ سے ہے جسکا شبلی صاحب نے حجۃ الوداع کے ذکر میں مکہ معظمہ کے مختلف مقامات میں ارشاد ہونا

نقل فرمایا ہے اور ان کو تمام کتب صحاح سے بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ چن چن کر لکھا ہے۔ ان میں بھی کہیں بریدہ والی شکایت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہم ان تمام خطبات کو انکے خاص خاص مقامات پر نقل کر چکے ہیں۔ ان سب میں زیادہ تر دینیات و اخلاقیات کے احکام ہیں۔ یا اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ محاسن سلوک قائم رکھنے کی تاکیدیں فرمائی ہیں۔ مکہ معظمہ سے لیکر جحفہ کے قیام تک حرمت خون مسلمین۔ احترام شہرہائے حرام عظمت بیت الحرام۔ ادائے حقوق نسوان وغیرہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ حدیث ثقلین۔ اوصیکم فی اھلبیتی۔ اذکروا فی اھلبیتی۔ فانظروا کیف تخلفونی فیہما کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی وغیرذالک الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں جن سے خاص طور پر جناب علی مرتضیٰ کی خاص منقبت کا نہ کوئی اعلان پایا جاتا ہے اور نہ بریدہ اسلمی والی شکایت کا کوئی نام و نشان۔

اب اتنے شواہد صحیحہ و صریحہ کے مخالف ایک بے سروپا اور محض خبر بے بنیاد کی تاویل کو اس ارشاد کا باعث بتلایا گیا ہے۔ جسکو نہ عین موقع پر ارشاد فرمانیوالے نے اپنے کسی خطبہ میں اشارتاً و کنایتاً بتلایا اور نہ ایک لاکھ چالیس ہزار سننے والوں میں سے کسی فرد واحد نے اسکی سماعت کا اظہار کیا۔ ہاں۔ وقت وقوع سے تقریباً سو دو سو برس بعد۔ جب بدقسمتی اسلام کے اخبار و آثار تمام تر سیاسی نقطہ نظر سے قلمبند اور مدون ہوتے اور بھی حکومت کی ضرورت استحکام کو مدنظر رکھکر مرتب ہونے لگے۔ اور احکام دینیات فرامین سیاسیات میں جذب کر لئے گئے اور علمائے متکلم پرور نے السنۃ قاضیۃ علی الکتاب سنت قرآن پر حاکم ہے کے اصول موضوعہ تمام معتقدات و مسلمات اسلامیہ میں قائم کرائے تو اس وقت ان تمام مشاہدات اسلامی کی حقیقت اور اصلیت بدل گئی۔ ان کے حقیقی مدعا و مقاصد پر انواع و اقسام کے موضوعات سے نقاب پوشی کی گئی اصل واقعات حقیقت مٹائے گئے گھٹائے گئے اور چھپائے گئے۔ اور جب یہ کوئی صورتیں ممکن نہ ہوسکیں تو ان کے مفہوم بدلے گئے۔ اصل مطالب کچھ سے کچھ کر دیئے گئے یہ بھی امکان سے باہر دیکھا گیا تو تاویلات رکیکہ سے کام لیا گیا۔ انھیں موضوعات کثیرہ میں سے بریدہ اسلمی کے واقعہ شکایت کو حدیث غدیر کے ارشاد کا باعث بتلانا بھی داخل ہے۔

ہم نے واقعات غدیر کی ابتدائی تفصیل میں پہلے قرآن مجید کی نص صریح کو معتمد محدثین و مفسرین کے اقوال متواترہ سے لکھدیا ہے اور بتلادیا ہے کہ ان نصوص و آیات مخصوصہ کا نزول خم غدیر کے خاص موقع پر ہوا ہے۔ پھر ہم نے ان احکامات الٰہیہ میں نصوص احادیث درج کئے ہیں۔ اس تفصیل و تصریح کے ساتھ کہ حکم خدا پاتے ہی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام خاص سے ایک لاکھ چالیس ہزار

مسلمانون کو جمع فرماکر آگے چلے جانے والون کو واپس بلواکر اور پیچھے رہ جانیوالون کے پہونچ جانے تک کا انتظار کرکے، ایک طولانی خطبہ مین حدیث غدیر ارشاد فرمائی۔ اسکے بعد محدثین مفسرین و مورخین کے متعدد اقوال و آثار سے اس واقعہ کا متواتر ہونا ثابت کردیا ہی۔ اور بتلادیا ہے کہ حکم قدرت کے مطابق شہنشاہ رسالت کے مین اہتمام انتظام کا مدعائے خاص جناب علی مرتضیٰ کی ولایت و امامت کا اعلان تھا۔

اب انصاف پسند اور حقیقت بین ناظرین ولایت و امامت کی اہمیت و ضرورت کو ایک طرف رکھیتن اور بریدہ اسلمی کی شکایت والے معمولی واقعہ کی مقدار حیثیت کو ایک طرف۔ دونون کے معائنہ کے بعد خود تجویز فرمالین اور تصفیہ کرلین کہ آنحضرت صلعم کا اتنا بڑا عظیم الشان اہتمام بمقام خم کے ایسے ویران ریگستان اور محض غیر معروف بیابان مین دفعۃ آپ کا قیام۔ ایک معمولی شخص کی رفع شکایت کی غرض و غایت کے ساتھ منطبق ہوتا ہی یا اپنے بعد اپنے مقرب ترین عزیز کو اپنا قائم مقام اور جانشین مقرر فرمانے کی ضرورت و اشاعت کے ساتھ موزون ہوتا ہی۔ پھر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی تصفیہ کرلین کہ حضرت عمر بن الخطاب کا خطاب تہنیت بخ بخ لک یا ابالحسن اصبحت مولائی و مولی کل مومن و مومنۃ بریدہ کے واقعہ شکایت کے ساتھ چسپان ہوتا ہے۔ یا جناب امیر علیہ السلام کی امامت و امارت کے ساتھ موزون ہوتا ہے۔

تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ تنہا اسی تاویل قیاسی پر اکتفا نہین کی گئی ہی بلکہ اس واقعہ کی حقیقت چھپانے اور مٹانے مین کوئی امکانی قوت اٹھا نہین رکھی گئی۔ بعض تہی مغزون نے سرے سے اس واقعہ کے وجود ہی سے یہ کہکر انکار کردیا ہے کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے۔ پھر امامت اور امارت کسکی؟ بعض نافہمون نے صورت واقعہ اور مقام وقوع ہی کو بدلدیا ہے۔ اور بریدہ اسلمی کے واقعات شکایت کی مقدار سے بھی گھٹاکر۔ اسامہ بن زید کی نزاع لفظی کو اسکا باعث ٹھہرایا ہی۔ بعض کج بحثون نے مولا کے معنی بتلانے مین ذہن و دماغ خالی کرکے عربی ادب کو بھی بدنام کردیا ہی۔ بعض کوتہ بینون نے من کنت مولاہ مین حرف من کے استعمال کو قرآن مجید کی ترکیب زبان کے خلاف ٹھہرایا ہے اور آیہ اولوالارحام بعضکم اولی ببعض کو استدلال مین پیش فرمایا ؎ تو کار زمین را نکو ساختی ٭ کہ بر آسمان نیز پرداختی۔

گویا۔ افصح العرب والعجم کے ادبی کمال کو ناقص بتلایا ہی۔ اعوذ باللہ من ہذہ الہفوات۔

لیکن خیریت تھی کہ صاحب ارجح المطالب نے خود ان تمام توہمات باطلہ کی ایسی تردید کردی ہے کہ مجھکو مزید تنقید کی ضرورت نہین رہی۔ ان کی عبارت حسب ذیل ہی۔

بہرحال یہ کہنا کہ جناب امیر علیہ السلام حجۃ الوداع مین شریک ہی نہین تھے یا یہ حدیث متواتر نہین ہی

یا مولیٰ کے معنی میں چون و چرا کرنا بالکل سفسطہ اور جنون ہے جو اکثر تعصب کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتا ہے یا اولوا الارحام بعضکم اولیٰ ببعض میں اولیٰ بغیر من کے استعمال ہو۔ ایسی تسویلات سے لوگوں کو فریفتہ کرکے راہ حق سے بے راہ نہ کرنا چاہیئے۔

کرگئے احمد غدیر خم میں حیدر کو امام
لوگ مانیں یا نہ مانیں بات ہے مانی ہوئی (مولف عفی عنہ)

وفات جناب سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوات

۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول سنہ ہجری

(آغاز سال یازدہم ہجری)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

(تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں صرف ذات اقدس ذوالجلال الاکرام باقی رہجانے والی ہے)

وفات جناب سرور کائنات ۲۸ صفر یا ۱۲ ربیع الاول سنہ

اسلام نے جس طرح ذات الٰہی کی توحید و تفرید کے شعبوں کو تمام داخلی اور خارجی آمیزشوں اور آلائشوں سے پاک وصاف کردیا تھا اسی طرح مسئلہ فنا وبقا کے متعلق بھی حدوث وقدم اور ازلیت وعارضیت کی حقیقت کا بھی انکشاف فرمادیا تھا اور بتلادیا تھا کہ قدم وازلیت ذات الوہیت کے ساتھ مخصوص ہیں اور حدوث وعارضیت نفوس مخلوقات کے ساتھ ضروری اور لازمی۔ اسی بنا پر انک میت وانھم میتون (تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی) کے حکم محکم۔ کل شیٔ ھالک الا وجھہ (سوائے ذات خدا کے سب ہلاک ہونیوالے ہیں) کے امر مسلم کل من علیھا فان (سب فانی ہونے والے ہیں) کے لازمی فرمان بطور عام بھیجکر حاکم قضا وقدر نے خاص طور پر بتلادیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس اور سراپا نورانی ہستی بھی ایک دن ضرور فانی ہونے والی ہے۔ وہ دن آگئے تھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ہی اس امر ناگزیر کی خبر ہوچکی تھی اسی امر کی تعمیل و بجاآوری کی غرض سے حجۃ الوداع کے بہتم بالشان انتظامات مرتب ومکمل فرمائے گئے تھے۔ اور اس حج کو خاص کر حج آخر بتلاکر اسکے تمام مناسکات میں دینیات واخلاقیات کی تفصیل وتصریح کے متعلق مختلف اور متعدد مقامات میں خطبات ارشاد فرمائے گئے تھے اور ان کے بیانات میں دنیا سے مفارقت فرمانے کی طرف کھلے الفاظ میں تلمیح واشارت فرمادی گئی تھی اور خم غدیر کے مشہور موقع تک پہونچکر دینیات

واخلاقیات کی تعلیمی ضروریات کو پورا فرما کر سیاسیات اور نظم بلاد و رعایائے اسلامی کی نسبت بھی وہ تمام لازم و مراسم بتلا دیے گئے اور خود عملی طور سے ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کے مجمع عام کی دونوں آنکھوں کے سامنے دکھلا دیے گئے۔ جو ایک ناشر شریعت اور حاکم حکومت اپنے بعد اپنے نظم و نسق ملکی کے آئندہ انتظام و قیام کی نسبت اختیار کرتا ہے۔ اعلان وفات کی ان ضرورتوں کے ساتھ بہت بڑا حقیقی اور اصلی مدعا اس امر کی تعلیم دینا اور اس بات کا یقین کرانا تھا کہ باوجود مرتبۂ رسالت کے۔ ذات نبوت بھی ایک فانی ہونے والی ہستی تھی۔ نہ عیسائیوں کے گمراہانہ اور کافرانہ یقین و اعتماد کی طرح الوہیت مین شامل اور ازلیت مین داخل ہونے والی۔

ان ضرورتون کے علاوہ فرائض منصبی جو قدرت کی طرف سے اس متمم رسالت کو خاص طور پر سپرد فرمائے گئے تھے وہ من احسن الوجوہ تعمیل و تکمیل پا چکے تھے۔ توحید خالص کی تعلیم کامل ہو چکی تھی۔ خداپرستی۔ خوف الٰہی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے دستور جاری ہو چکے تھے۔ اخلاق۔ تمدن اور معاشرت کی ترتیب و درستی۔ کردار و اطوار کی شائستگی کے احکام و قوانین مرتب ہو چکے تھے۔ ملک و قوم مین امن و امان اور آرام و اطمینان قائم ہو چکے تھے۔ ہر قرینہ اور ہر طریقہ سے اس آخر رسالت اور خاتم نبوت سے جو مدعائے قدرت تھا اور منشائے مشیت۔ وہ بھی پورا ہو چکا تھا۔ اب رضائے الٰہی کو زیادہ تکلیف دہی منظور نہین تھی۔ بلکہ اپنی محنت و ریاضت شاقہ کے بعد اپنے رسولؐ کو بار فرائض سے سبکدوش کر کے نعمہائے قدس سے بہرہ اندوز فرمانا مقصود تھا۔

سورۂ فتح مین اس تقدیر الٰہی کی طرف اشارت ہو چکی تھی اور فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ کے صاف الفاظ مین اسکا حکم صریح نازل ہو چکا تھا (بخاری باب التفسیر طبری۔ ابن خزیمہ۔ ابن مردویہ) اسی بنا پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر و عبادت معمول سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ ہر سال رمضان المبارک کے آخر عشرہ مین اعتکاف کیا جاتا تھا۔ امسال دس روز کی جگہ بیس روز تک مسجد مین اعتکاف فرمایا گیا۔ ہر سال ماہ صیام مین ایک بار پورا قرآن روح الامین کی زبانی سن لیا جاتا تھا۔ اس سال دو بار قرآن مجید کی سماعت روح القدس سے فرمائی گئی پھر آخر سال مین حجۃ الوداع کے موقع پر تو آنحضرت صلعم نے اس ارادۂ الٰہی کو۔ اپنے ان الفاظ مین صاف صاف بیان کر دیا کہ

مجھے امید نہین ہے کہ آئندہ سال بھر مین اس مقام پر تم لوگون سے مل سکون۔

بعض روایتون مین آپکے الفاظ اطلاعی یہ تھے۔

شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کرسکوں۔

زیارت شہدائے احد

حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ میں تشریف لائے۔ تو جنت البقیع میں شہدائے احد کے مزاروں پر تشریف لے گئے یہ مصیبت نصیب غریب وہی مظلوم تھے جو ابتک نماز جنازہ سے محروم تھے۔ اور اسلامی غزوات میں ایک ہی معرکۂ جنگ ایسا ثابت ہوتا ہے جس میں مسلمانوں نے بڑی مصیبت اور غربت سے اپنی جانیں خدا کی نذر کردی تھیں انکے رفقا و مددگار بھی اُسی بلا و مصیبت میں ایسے گرفتار تھے کہ ان کی اس آخری خدمتوں کو بھی انجام نہ دے سکے۔ اسکی یاد۔ اسکی حسرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل دردمند میں ہر وقت نشتر زن تھی۔ مدینہ میں آکر خاطر قدسی آثر میں یہ آیا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر تو قریب قریب تمام اہل اسلام کو آخری بار دیکھ لیا۔ اور الوداعی ملاقات کرلی۔ شہدائے احد وہاں کہاں تھے۔ کہ ان سے بھی لقائے ظاہری کئے جاتے لیکن چونکہ شہدائے احد بحکم بل ھم احیاء (لیکن وہ تو زندہ ہیں) زندہ جاوید ہیں اسلئے اون سے مل لینا بھی ضروری ہے۔ اس لقائے روحانی کے اشارے سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعیت صحابہ کے ساتھ جنت البقیع کا قصد فرمایا۔ شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

چنانچہ اسی زمانہ میں آپ اُن کی (شہدائے احد) قبر پر تشریف لے گئے۔ اور اُن کے لئے دعائے خیر فرمائی اور اس رقت انگیز طریقہ سے اون کو رخصت کیا جس طرح ایک مرنیوالا اپنے زندہ عزیزوں کو وداع کرتا ہے۔ اسکے بعد ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا۔ میں تم سے پہلے حوض پر جارہا ہوں۔ اُسکی وسعت اتنی ہے جتنی ایلہ سے جحفہ تک مجھکو تمام دنیا کے خزانوں کی کنجی دی گئی ہے۔ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کروگے۔ لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔ اور باہم آپس میں کشت و خون نہ کرو تو پھر اوسی طرح تم بھی ہلاک ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلے قومیں ہلاک ہوئیں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ آخری دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا ہے۔

سیرۃ النبی صفحہ ۱۳۴ جلد دوم

اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شہدائے احد کی یہ خدمت کچھ ایک ہی بار پر موقوف نہیں رکھی گئی بلکہ اس وقت سے لیکر زمانۂ وفات تک کئی بار جنت البقیع میں تشریف لیجا کر شہدائے احد کی یاد فرمائی اور عزت افزائی کی گئی۔

جیش اسامہ کا حکم اول

سنہ ۱۱ ہجری کا محرم تمام ہو کر صفر کا مہینہ بھی نصف سے زائد گذر چکا تھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اُن غداروں اور خونخوار عربوں کی سزادہی اور گوشمالی کا قصد فرمایا جنھوں نے زید بن حارثہ کو حدود شام میں محض بیقصور وبیگناہ قتل کر ڈالا تھا۔ فرامین ومکتوبات رسالت کے باب میں حدود شام کی سفارت اور زید کی شہادت کے تفصیلی حالات قلمبند ہو چکے ہین۔ شبلی صاحب اس موقع پر صرف اتنا ہی لکھتے ہین۔

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپنے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لیکر اہل شام کی طرف جائین اور ان شریروں سے اپنے باپ کا انتقام لین۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ مین آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لائے۔ وہان سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص۱۵۳

افسوس ہے کہ شبلی صاحب ایسا اختصار فرما دیتے ہین کہ ان کے اصلی موضوع تالیف مین ابہام پیدا ہو جاتا ہے ابھی ابھی شہدائے احد کے حالات مین اخلاق نبویہ کے مفصل بیان خود تحریر فرما چکے ہین اسی بنا پر ضرور تھا کہ مومنین مدفونین جنت البقیع کے لئے دعا ومناجات مین جو کلمات ارشاد فرمائے گئے تھے وہ لکھدیے جاتے کہ اون کے شرف ووقار خاص اور اون کے ساتھ آپکے اشفاق واخلاق مزید کا کامل اظہار ہو جاتا بہرحال ہم اسکی تفصیل کو محدث شیرازی کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

از عائشہ مرویست کہ گفت شبے از خواب برآمدم ورسول صلعم را در جامہ خواب نیافتم از عقب آن سرور بیرون رفتم دیدم کہ در بقیع درآمد وگفت السلام علیکم دار قوم مومنین انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد در روایتے آنکہ عائشہ گفت در اول شبے بود کہ آنحضرت صلعم از جامہ خواب برجست در روان شد گفتم پدر ومادرم فدائے تو باد بکجا می روی گفت مامور گشتیم باستغفار برائے اہل گورستان بقیع و

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک رات کو میری آنکھ کھلی تو مین نے جناب رسولخدا صلعم کو فرش خواب پر نہ پایا مین اٹھی اور آپکی تلاش مین باہر نکلی یہانتک کہ مین نے دیکھا کہ آپ جنت البقیع مین تشریف رکھتے ہین اور فرماتے ہین۔ سلام ہو تمپر مومنین کے گھروں تم اس وقت ہم سے جدا ہو لیکن ہم تم سے بہت جلد آکر ملنے والے ہین۔ پروردگارا تو ان کے ثوابوں سے ہمکو محروم نہ رکھنا۔ پروردگارا بقیع غرقد کے مدفونین کی آمرزش کرنا اور ایک روایت مین حضرت عائشہ بیان کرتی ہین کہ ایک رات کو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفعتہً فرش خواب اٹھکر باہر جانے لگے تو مین نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہون حضور اسوقت کہان تشریف لیئے جاتے ہین ارشاد ہوا کہ بقیع غرقد کے مدفونین کی طلب آمرزش کے لیئے خدا کی

ابو رافع و بروایتے ابو مویہبہ و بروایتے هر دو که آزاد کردہ وے بودند با خود ببرد۔ ابو مویہبہ گوید آمد به بقیع و بجہت اہل آن مقبرہ زمانے طویل استغفار نمود و چندان دعائے خیر کرد بر ایشان که آرزو کردم که کاشکے من ہم از اہل آن گورستان بودمے تا شرف آن دعا را یافتمے۔ آنگاہ فرمود گوارا باد تا آن نعیم که در آید۔ و دور آید از آن فتنہا که مردم در آنند۔ نجات دادہ است خداوند تعالیٰ شما را از آنکه روبمردم دارد و فتنہا ہمچون قطعہائے شب تاریک اند آخر آن باوّل ان متصل است۔ آخر آن فتنہا بدتر است از اول۔ بعد ازان روبمن کرد۔ و گفت اے ابو مویہبہ۔ خزائن دنیا را بر من عرض کردند و مرا مخیر ساختند میان آنکه در دنیا باقی باشم و بعد از آن بہشت را اختیار کنم میان لقائے پروردگار خود و بعد از ان بہ بہشت گفتم یا رسول اللہ پدر و مادرم فدائے تو باد خزائن دنیا و بقائے آن و بعد از ان بہشت را اختیار کن فرمود بتحقیق که لقائے پروردگار خویش و بہشت را اختیار کردم و چون از انجا باز گشت مریض شد۔ و منقولست از عطاء بن یسار که گفت رسول اللہ را شبے گفتند برو به بقیع و بجہت اہل آن مقبرہ

طرف سے مجھے حکم ہوا ہے اسکے بعد ایک روایت کے مطابق ابو رافع یا ابو مویہبہ اور دوسری روایت کے موافق دونوں کو جو آپکے غلام تھے آزاد کردہ ہمراہ لیکر بقیع کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو مویہبہ کا بیان ہے کہ آپ بقیع میں تشریف لاکر بڑی دیر تک وہان کے مدفونین کے لیے استغفار و طلب آمرزش فرماتے رہے اور انکے لیے اتنی دعاے خیر کرتے رہے کہ مجھکو بڑی حسرت آئی کہ کاش میں بھی ان مُردوں میں ہوتا تو اسوقت آپکی اس دعا و مناجات کی شرفیابی کا مستحق ہوتا۔ دعا کے بعد آپنے مدفونین جنت البقیع سے خطاب کرکے کہا خوشا حال تمھارا اگر تم لوگ خدا کی نعمتوں پر فائز ہو اور اُن تمام فتنہ و فساد سے دور اور علیحدہ ہو جس میں اہل دنیا مبتلا اور گرفتار ہیں تملوگ وہ ہو خدا انجات دیچکا ہے اور اب تمکو کسی سے امید لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا کے فتنہ و فساد رات کی تاریکی کی مثل ہیں اول حصہ آخر حصہ سے ملا ہوا ہے اور آخر حصہ ان کا اول سے بھی بدتر ہے ابو مویہبہ کا بیان ہے کہ یہ ارشاد فرما کر آنحضرت صلعم مجھ سے مخاطب ہوے اور فرمانے لگے اے ابو مویہبہ۔ خداوند عالم نے مجھے دولت دنیا پر فائز ہو کر داخل بہشت ہونے اور لقائے پروردگار پر فائز ہو کر داخل جنت ہونیکی حالتہائے مشروطہ میں اختیار دیا ہے اور استفسار کیا ہے کہ میں جس شرط کو چاہوں اختیار کروں ابو مویہبہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ آپ دولت دنیا پر فائز ہو کر داخل بہشت ہونے والی شرط کو اختیار فرمائیں آپنے فرمایا نہیں۔ میں تو حاضری بارگاہ الٰہی کی شرط کو قبول کرچکا اور عطاء بن یسار سے منقول ہو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو رات کے وقت حکم آیا کہ جنت البقیع کے مردوں کے لیے دعا کرو۔ چنانچہ آنحضرت صلعم وہاں تشریف لے گئے

استغفار کن ۔ حضرت رفت و استغفار نمود و بازگشت
و در خواب شد باز بادے گفتند برو برائے اہل بقیع
استغفار کن باز رفت و طلب آمرزش نمود و
بازگشت و باستراحت مشغول شد باز بادی گفتند
برو و برائے شہدائے احد دعائے خیر تقدیم رسان حضرت
صلعم بکوہ احد رفت و در شان شہدائے احد دعائے خیر تقدیم
رسانید و مراجعت حضرت را صداع گشتہ و سر خود را بعصابہ بربستہ بود

اور حسب حکم اُن کے لئے طلب آمرزش و دعائے استغفار فرمائی۔ اور واپس آکر
سو رہے پھر حکم آیا کہ بار دیگر جاؤ اور اہل بقیع کے لئے دعائے آمرزش کرو ۔
حسب حکم آپ فوراً اٹھے اور دعائے مغفرت کی اور واپس پہنچے اور استراحت فرمائی
پھر حکم آیا کہ جاؤ کوہ احد پر اور شہدائے احد کیلئے دعائے خیر کرو آپ پھر کوہ احد
پر تشریف لیگئے اور شہدائے احد کیلئے دعائے خیر اور طلب آمرزش فرما کر واپس آئے
اور آپ اسی وقت سے درد سر میں مبتلا ہوئے ۔ [1]

روضۃ الاحباب صفحہ ۵۴۵

ابتدائے مرض و حضرت عائشہ سے اظہار مرض

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اس دعا و مناجات سے مدعا کیا تھا ۔ وہی جو ہم اوپر بتلا آئے ہیں ۔ ان بزرگواروں کے احوال و محاسن خدمات پر مزید اشفاق و اخلاق کا اظہار ۔ ان کی قدر و عظمت کا اعلان ۔ اور بالکل زندوں کی طرح ان مردوں رضی اللہ عنہم سے سلام الوداع اور پیام الفراق ۔

تمام محدثین و مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہی سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا رات کو یہ واقعہ گذرا ۔ صبح کو اٹھے تو سر میں شدید درد تھا ۔ شدت درد سے آپنے رومال سے سر باندھ لیا ۔

چنانچہ حضرت عائشہ خود بیان فرماتی ہیں ۔

ابتدائے مرض آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در خانہ میمونہ
بود و در روز نوبت او از انجا بخانہ من آمد و از اتفاق
مرا نیز صداع طاری گشتہ بود و می
گفتم وا راساہ ۔ فرمود چہ ضرر بود
ترا اے حمیرا کہ پیش من از دنیا
بروی و من تجہیز و تکفین تو نمایم
و بر تو نماز گزارم عائشہ گوید از روئے غیرت

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے
مرض کی ابتدا میمونہ کے گھر سے ہوئی وہ انھیں کی باری کا دن
تھا حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آپ اس دن میمونہ کے گھر سے
ہو کر میرے گھر میں آئے ۔ اتفاق سے مجھے بھی اُس دن دردِ سر
تھا اور میں بھی سر پکڑے کھڑی تھی اور کہہ رہی تھی ہائے میرا سر آپ
بھی درد سر کی اسی حالت میں تشریف لائے بیٹھے اور مجھ سے
فرمانے لگے اے عائشہ ۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم میرے سامنے دنیا سے گذر جاتیں

---

[1] نجدی تو دور رہیں لیکن ہندوستان میں نجدیوں کے ہمنوا دہم ہوا ابھرے پڑے ہیں اس واقعہ میں جو تمام محدثین و مورخین کا مختار متفقہ ہے حکم خدا اور عمل جناب رسول خدا صلعم ملاحظہ فرمائیں وہی بقیع ہے اور وہی بقیع کے مظلومین مدفونین جنکی زیارت جنکے لئے دعائے آمرزش و طلب مغفرت کی غرض سے آنحضرتؐ بار بار جگائے جاتے ہیں ۔ اور اس مقبرے میں بھجوائے جاتے ہیں ۔ خدا کا سچا رسولؐ انکے فضائل و مناقب بیان کرتا ہے نجات و مغفرت کی بشارت دیتا ہے حکم خدا کے مطابق انکی آمرزش کی دعا کرتا ہے اور چلا آتا ہے چودہ سو برسوں کے بعد عرب کا اسلام نما خونخوار اس مقبرہ کو مسمار کرتا ہے اور اپنے مسلمانوں نے کام پھر تاہے فیقتہ ۲۱ مولف عفی عنہ

گفتم یا رسول اللہؐ تو این معنی را میخواہی و گمان من انیست کہ درہمان روز کہ از دفن من فارغ بشوی بازن دیگر درخانہ من عروسی کنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متبسم شد و فرمود بل انا وارا ساہ یعنی اے عائشہ درد سر تو بہ می شود ولکن درد سر من دردیست کہ خلاصی ازان مشکل است۔ ودر آن سخن اشارتے بود برآنکہ در آن مرض از عالم خواہد رفت۔

تو مین تمھاری تجہیز و تکفین کرکے تم پر نماز پڑھتا عائشہ کا بیان ہے کہ مین نے از راہ غیرت کہا کہ یا رسول اللہؐ شاید اس سے آپکی یہ خواہش ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ آپ مجھے دفن کرکے اسی روز ایک نئی عورت سے میرے ہی گھر مین بیاہ کر لینگے۔ یہ سنکر آپ متبسم ہوئے اور فرمایا لیکن افسوس ہی میرے سر کا درد وہ درد ہے جس سے نجات مشکل ہی۔ آپکے اس کلمہ مین صاف اشارہ تھا کہ آپ اسی مرض مین انتقال فرمائینگے۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۵۴۶

تاریخ ابوالفدا مین اس واقعہ کے یہ الفاظ ہین۔

عن عائشۃ قالت جاء رسول اللہ صلعم وبی صداع وانا اقول وارا ساہ و قال بل انا واللہ یا عائشہ ثم قال ما ضرک لو مت قبلی فقمت علیک و کفنتک وصلیت علیک ودفنتک فقلت کانی بک واللہ لو فعلت ذالک فرجعت الی بیتی فعرست ببعض نسائک

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ بعد ازان جناب رسولخدا صلعم میرے یہان تشریف لائے اسوقت مین دردسر کی شدت سے وا رأساہ کہکر کراہتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میری یہ حالت دیکھکر فرمایا واللہ اے عائشہ مین خود دردسر مین مبتلا ہون اسکے بعد حضرت نے فرمایا اے عائشہ اگر تم مجھ سے پہلے مرجاؤ تو تمکو کیا ضرر ہی مین تمھاری تجہیز و تکفین کا کفیل ہونگا کفن دیکر اور نماز پڑھکر تمکو دفن کردونگا۔ یہ سنکر مین نے کہا واللہ میرا گمان تو یہ ہی کہ میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہوتے ہی آپ میرے ہی گھر مین کسی دوسری بی بی سے ہم صحبت ہونگے۔ احمدی صفحہ ۹۲

بیماری اور حضرت عائشہ کے گھر تیمارداری

شبلی صاحب کی تحقیق مین۔ یہ صفر سنہ ۱۱ھ کی اونیسوین تاریخ تھی اور چہارشنبہ کا دن۔ مورخ ابوالفدا لکھتے ہین۔

وابتداء برسول اللہ صلعم مرضہ فی اواخر الصفر

جناب رسولخدا صلعم کے مرض کا آغاز صفر کی اخیر تاریخون مین ہوا۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

حضرت عائشہ سے مرقومہ بالا گفتگو ہونے کے بعد پھر آپ حضرت میمونہ کے گھر واپس گئے اسلیئے کہ وہ دن انھین کی باری کا تھا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین۔

آپ اسی حالت (مرض) میں بھی از راہ عدل و کرم باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔ دوشنبہ کے دن (۲۴ صفر) مرض میں شدت ہوئی۔ ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ حضرت عائشہ کے گھر میں قیام فرمائیں خلق عظیم کی بنا پر اجازت بھی صاف اور علانیہ نہیں تھی بلکہ پوچھا کہ کل میں کسکے گھر رہونگا۔ دوسرا دن دوشنبہ حضرت عائشہ کے یہاں قیام فرمانے کا تھا۔ ازواج مطہرات نے مرضی اقدس سمجھ کر عرض کی آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں ضعف اسقدر ہو گیا تھا کہ چلا نہیں جاتا تھا حضرت علیؑ اور عباس دونوں بازو تھامکر بمشکل حضرت عائشہ کے حجرہ میں لائے۔ سیرۃ النبی جلد دوم

شبلی صاحب کی بڑی مہربانی کہ آپنے آزادی سے اس واقعہ میں حضرت علی کا ذکر کر دیا ورنہ حضرت عائشہ تو اس واقعہ میں حضرت علی کا نام لینا بھی نہیں چاہتی تھیں۔ ملاحظہ ہوں طبری کے الفاظ۔

عن عبید اللہ بن عباس عن عائشہ قالت فخرج رسول اللہ صلعم بین رجلین من احدھما الفضل بن عباس و رجل آخر تخط قدماہ الارض عاصبا راسہ حتی دخل بیتی قال عبید اللہ حدثت ھذا الحدیث عبد اللہ ابن عباس فقال ھل تدری من الرجل قلت لا قال علی ابن ابی طالب ولکنھا لا تقدر علی ان تذکرہ بخیر

عبید اللہ بن عباس سے حضرت عائشہ کی زبانی مروی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم اسی حالت (مرض) میں فضل بن عباس اور ایک دوسرے مرد کے سہارے سے باین صورت میرے گھر میں تشریف لائے کہ سر مبارک رومال سے بندھا ہوا تھا اور چلتے میں دونوں پاؤں کی رگڑ کا نشان زمین پر پڑتا جاتا تھا عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر عبد اللہ بن عباس سے کیا تو انھوں نے کہا تم جانتے ہو وہ دوسرا مرد کون تھا جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا میں نے کہا نہیں۔ ابن عباس بولے کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے۔ لیکن عائشہ اسپر قادر نہیں تھیں کہ علیؑ کا ذکر خیر کے ساتھ کریں۔

بہر حال شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

آمد و رفت کی قوت جبتک رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے آخری نماز جو پڑھائی وہ مغرب کی تھی۔ ج ۲ ص ۱۳۶

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بے ربطی

یہاں سے شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بے ربطی پیدا ہو گئی ہے اسلیئے کہ آپ حضرت ابوبکر کی پیشنمازی کی تصدیق کی دھن میں اور اسکی تعیین وقت کے خیال میں ایسے وارفتہ ہو گئے ہیں کہ تقدیم و تاخیر واقعات کی بھی خبر نہیں۔ پیشنمازی کے بعد واقعہ قرطاس کو فوراً بیان کر دیا جو

اس عجلت کی غرض وغایت یہ ہے کہ جلدی سے رسالت ختم ہو جائے اور خلافت مل جائے۔ واقعہ
قرطاس کے لکھدینے سے دوسری غرض خاص یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت سے یہ جمعرات
کا واقعہ قرار پاتا ہے۔ اس طرح مدت پیشانی بھی بڑھ جاتی ہے جو آپ کا خاص مقصد ہے۔ اور محض بیکار
دیجا ہے۔ ان سے کام چلیگا اور نہ چلا ہے۔ یہ ترتیب آپ کی محض خودغرضانہ ہے اور غیر مستند یا نہ۔ نہ واقعات
اس سلسلہ وترتیب سے واقع ہوئے اور نہ آجتک کسی مورخ یا اہل سیر نے اس ترتیب سے اس کو لکھا۔ اس لئے مجھکو
شبلی صاحب کی تقلید خودغرضی کی ضرورت نہیں جو ترتیب وترکیب متقدمین اہل سیرت وتاریخ نے
قائم کی ہے۔ میں اسی کی نقل کو کافی سمجھتا ہوں۔

شدت مرض اور صبر وسکون آنحضرت صلعم

مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ابتک صرف اتنا ہی معلوم ہوا ہے
کہ آپ کو صرف دردسر کی شکایت پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ تپ شدید میں مبتدل ہو گئی
چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب حضرت ابن مسعود کی اسناد سے لکھتے ہیں۔

بہ ثبوت پیوستہ کہ عبد اللہ بن مسعودؓ گفت در آمدم
نزد آنحضرت صلعم را تپ شدید داشت دست
بردے مالیدم چنان گرم بود کہ دستم تحمل
آن حرارت نہ داشت واز ابوسعید خدری
منقول است کہ گفت در آمدم نزد آنحضرت
صلعم قطیفہ بر خود پوشیدہ بود حرارت
تپ وے از بالائے قطیفہ در می یافتم و دست تاب تحمل
آن نہ داشت کہ دست بے واسطہ بر بدن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر ساتم از رشے
تعجب سبحان اللہ فرمود ہیچ احدے را بلا سے
سخت تر از انبیا نیست وچندانکہ بلاے ایشان
مضاعف است اجر ایشان نیز مضاعف
است وبعضے از ایشان را حق تعالیٰ مبتلا ساختہ
بفقر و درویشی تا بحدے کہ از ملبوس قادر

بسند صحیح عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ میں ایام علالت میں
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کو گیا۔ دیکھا کہ
آپکو شدید بخار لاحق ہے۔ میں نے جسم مبارک پر ہاتھ رکھا تو اتنا
گرم پایا کہ مجھکو اُس حرارت کی برداشت کا تحمل نہیں رہا۔
ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں جب آپکی عیادت کو گیا
تو آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور بخار کی حرارت بالاپوش
کے اوپر سے محسوس ہوتی تھی اور اتنی شدید حرارت تھی کہ میں
بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر اپنا ہاتھ
نہیں رکھ سکتا تھا۔ میں نے یہ حال دیکھکر استعجاباً سبحان اللہ
کہا۔ فرمایا کہ بنی انسان میں کسی فرد واحد پر انبیاء سے زیادہ تکلیف
و بلا نہیں ہوتی یعنی انکی بلا ومصیبت زیادہ ہوتی ہے
اتنے ہی اسکے اجر وثواب بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ انبیا کے
گروہ میں بعض حضرات انبیا کو فقر وافلاس کی ایسی حالت میں
مبتلا فرمایا گیا ہے کہ تمام عمر انکے پاس سوائے ایک عبا کے

نبودے بجز یک عبا کہ شب و روز ہمان
پوشیدے و فرح بعضے از انبیا زیادہ بود
از فرح شما بعطا۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۵۴

دوسری عبا پہننے کے لیے میسر نہین تھی لیکن انبیا اس مصیبت
و بلا مین اس سے زیادہ مسرور الحال ہوتے ہین جیسا کہ تم
حصول عطا و نعمت کے وقت مسرور ہوتے ہو۔

اشتداد مرض اور اسکی ایذا و تکلیف کو آپ باعث اجر و ثواب ہمیشہ بتلاتے رہے اور درد و مصیبت مین صبر و سکون و رضا و تسلیم کی روحانی تعلیم و ہدایت فرماتے ہے چنانچہ روضۃ الاحباب مین حضرت عائشہ سے مروی ہے -

از عائشہ صدیقہ منقول است کہ گفت رسول اللہ
صلعم در مرض موت بسیار اضطراب می نمود و بر فرش خویش
منقلب می شد گفتم یا رسول اللہ اگر مثل این حالت از کدام
ما در وجود آید ہر آئینہ کہ بروے غضب نمائی
فرمود اے عائشہ مرض من بغایت صعب است
و بدرستی کہ خدائے تعالیٰ بلا بر مومنان و صالحان بسیار
صعب و شدید می فرستد و ہیچ مومن نباشد
کہ وے بلا و ایذا برسد حتی کہ خارے کہ در پائے وے برود الا آنکہ
حق تعالیٰ بآن سبب درجہ وے آن بلند گرداند و خطیئۃ و کم کند

حضرت عائشہ سے مروی ہو کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو مرض مین سخت بے چینی تھی اور شدت مرض سے فرش علالت پر آپ
برابر کروٹین بدلا کرتے تھے مین نے خدمت مبارک مین عرض کی کہ یہ
حالت اگر ہم لوگون پر طاری ہوتی اور ہم سے ایسی بے چینی جاری
ہوتی حضور ہم پر ضرور عتاب فرماتے ارشاد ہوا کہ خداوند عالم
بندگان مومنین و صالحین پر سخت مصیبتین نازل فرماتا ہے کوئی
بندۂ مومن ایسا نہین ہوتا کہ اسکو کوئی نہ کوئی ایذا نہ پہونچتی ہو۔
یہانتک کہ اگر ایک کانٹا بھی پاؤن مین گڑ جائے تو اسکے لیے بھی
اسکے مدارج مین اضافہ ہوگا اور خطا و گناہ مین ازالہ۔

انصار کے متعلق مہاجرین کو اور مہاجرین کی نسبت انصار کو اتحاد و سلوک کی وصیت

مرض مین شدت ہوتی اور تکلیف روز بروز بڑھتی گئی جسم مبارک کی طاقت گھٹتی گئی یہانتک کہ نشست و برخاست بھی مشکل ہوگئی لیکن اس ضعف و اضمحلال شدت مرض اور نقاہت جسم کی خاص حالتون مین بھی - وہ ہادی دو جہان - وہ رہبر عالم فرائض رسالت - لازم نبوت - ہدایت مومنین اور وصیت مسلمین کو نہ بھولا چہارشنبہ کا دن بھر مرض کی خاص شدت مین گذرا اور پنجشنبہ صبح تک اس مین کوئی کمی محسوس نہین ہوتی تھی یہ دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات مشکون سے غسل فرمایا غسل فرمانے سے حرارت مین کسیقدر کمی آئی - اور طبیعت مین قدرے سکون ہوا - تو آپ حضرت علی اور حضرت عباس کے سہارے سے مسجد مین تشریف لائے حافظ جمال الدین محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین -

جناب رسولخدا صلعم از خانہ بیرون آمد و با مردم نماز

جناب رسالتمآب صلعم قریب نصف النہار باہر تشریف لائے جماعت

گذارد و خطبہ خواند و بعد از حمد و ثنائے خداوند تعالیٰ
و استغفار برائے شہدائے احد فرمود. بدرستیکہ
انصار خاصۂ من و محل اسرار من اند با ایشان
ہجرت کردم و مرا جائے دادند نیکان ایشان
را گرامی دارید و از بد ایشان درگذرانید
مگر حدے از حدود اللہ در روایتے آنکہ فرمود اے
گروہ مردمان بدرستیکہ شما زیادہ می گردید
و انصار کم خواہند شد بآن خدائیکہ
نفس من بید قدرت اوست کہ من
ایشان را دوست میدارم آنچہ
بر ایشان بود بتقدیم رسانیدند و حق
مواساۃ و جوانمردی بجا آوردند و اکنون
آنچہ ایشان را بشماست باقی ماندہ پس
با نیکان ایشان نیکوئی بکنید و از بد ایشان
عفو نمائید و در روایتے آنکہ چون انصار
دیدند کہ مرض حضرت روز بروز زیادہ
میگردد در خانہ خویش صبر و آرام
نداشتند حیران و سراسیمہ گرد مسجد نبوی
می گشتند عباس بن عبد المطلب
درآمد و حضرت را از حال انصار اعلام
کرد و باز فضل بن عباس آمد و حال
انصار را بعرض رسانید پس علیؑ
بن ابی طالب بیامد و مثل آن
اعلام نمود و حضرت دست خود

کے ساتھ نماز پڑھی اور خطبہ ارشاد فرمایا حمد و ثنائے الٰہی کے
بعد شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت فرما کر ارشاد کیا کہ
انصار میرے نزدیک میرے مخصوصین میں ہیں اور میرے رازدار
ہیں میں نے اُن کے لیے ہجرت کی انھوں نے مجھے رہنے
کی جگہ دی۔ اُن کے نیک لوگوں کی قدر و منزلت کیا کرو
اور اُنکے بُرے لوگوں کو معاف کر دیا کرو سوائے ان قصوروں
کے جو خدا کے نزدیک واجب الحد قرار پاچکے ہیں اسکے بعد
ایک روایت میں یوں آیا ہے آپنے ارشاد فرمایا ایّہا الناس ایک
دن وہ آنیوالا ہے کہ تم لوگ زیادہ ہوجاؤ گے اور انصار کم
رہ جائینگے۔ اس خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے کہ میں انصار کو دوست رکھتا ہوں جو کچھ میرا
حق اُن پر تھا وہ ان لوگوں نے پورا کر دیا اور رفاقت دلیری
اور ہمت کی خدمات بجالائے۔ اور اب اُن لوگوں کے
حقوق تم لوگوں کے ذمہ باقی ہیں۔ اُنکے نیک لوگوں کے
ساتھ نیکی کرو اور ان کے بد لوگوں کو معاف کر دو اور ایک
دوسری روایت کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انصار
نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مرض روز بروز بڑھتا
جاتا ہے تو وہ لوگ فرط قلق و اضطراب سے بیقرار گھروں سے
نکل پڑے اور پریشان و حیران سراسیمہ و سرگردان مسجد
نبوی کے چاروں طرف پھرنے لگے حضرت عباس ابن
عبد المطلب نے ان کی یہ کیفیت خدمت رسالت میں عرض
کی پھر انکی یہی حالت فضل ابن عباس نے بھی گوش گذار
کی فضل کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب بھی باہر سے
آئے تو وہی انصار کی کیفیت دُہرانے لگے حضرت نے مفصّل

برداشت حضرت را مدد داد تا نشست
و فرمود انصار چہ گویند علیؑ گفت
می گویند می ترسیم کہ پیغمبر از دنیا نقل
بکند و نمیدانیم کہ حال ما بعد از وے
چہ خواہد شد پس سید عالم برخاست و دستے
بر دوش علی و دست دیگر بر دوش فضل انداخت
و پاہائے او بر زمین می کشید و عباس پیش آن
سرور می رفت تا بمسجد در آمد و بر پایہ اوّل از
منبر نشست و عصابہ بر سر مبارک بستہ
بود۔ مردم بروے جمع شدند و بعد از حمد و ثنائے
خداوند تعالیٰ فرمود اے گروہ مردم بمن رسیدہ
کہ شما از موت می ترسید گویا منکر موت اید و
بجہت انکار موت پیغمبر خود مینمائید۔ شمارا نہ خبر داد
کردہ اند از مرگ من و از مرگ شما۔ ہمانا این سخن اشارت
نمود بآیت کریمہ انک میت وانہم میتون و
فرمود کہ ہیچ پیغمبر در میان قوم خود جاوید
ماندہ تا من در میان شما جاوید بمانم۔ بدانید و آگاہ
باشید کہ بازگشت من و شما بخدا است وصیت میکنم
شمارا کہ با مہاجرین اوّلین نیکوئی بجا آرید و وصیت میکنم
مہاجرین را کہ بایکدیگر نیکی کنند حق تعالیٰ فرمود والعصر
ان الانسان لفی خسر تا آخر سورہ بخواند آنگاہ
فرمود جریان امور باذن خدا است باید کہ باعث
نشود دیر شدن امرے شمارا بر استعجال آن۔ زیرا کہ
خداوند تعالیٰ تعجیل نمیکند در ہیچ کارے برائے

کیفیت سنکر اور ہاتھ اٹھاکر اشارہ کیا کہ مجھے بٹھا دو حاضرین
موجود تھے انھین کے سہارے سے آپ اٹھکر فرش پر
بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے انصار کیا کہتے ہین حضرت علیؑ نے
عرض کی وہ کہتے ہین کہ ہمین خوف ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے بعد ہمارا کیا حال
ہوگا۔ یہ سنکر آپ اٹھے۔ اپنا ایک ہاتھ علیؑ کے دوش پر اور
دوسرا فضل کے دوش پر رکھا اور پائے اقدس کو زمین پر
کھینچتے ہوے مسجد تک تشریف لائے۔ لوگون کا ہجوم تھا حضرت
عباسؓ آگے آگے سے لوگون کو ہٹاتے جاتے تھے آپ مسجد مین تشریف
لاکر منبر کے اول زینہ پر بیٹھ گئے۔ سر اقدس پر رومال باندھے تھے
جب سب لوگ جمع ہوگئے تو خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا
ایہا الناس مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ میری موت سے ڈرتے
ہو گویا میری موت کا انکار کرتے ہو نہین معلوم تم کس وجہ سے
اپنے پیغمبر کی موت کا انکار کرتے ہو۔ تمکو تو میری اور تمھاری موت
کی خبر پہونچ چکی ہے اور اس کلمہ سے آنحضرت صلعم کی مراد اس
آیہ سے تھی کہ اے پیغمبر تم بھی مرنیوالے ہو اور یہ لوگ بھی پھر
آپنے ارشاد فرمایا کہ کوئی پیغمبر اپنی امت کے درمیان ہمیشہ
زندہ نہین رہا اور یہ سمجھ لو کہ ہماری اور تمھاری بازگشت خدا کی
طرف ہونیوالی ہے۔ مین تمھین وصیت کرتا ہون کہ مہاجرین
اولین کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ اسکے بعد آپنے سورۂ والعصر
آخر تک پڑھا اور فرمایا کہ جملہ امور کی اجرا خدا تعالیٰ کی طرف سے
ہوتی ہے اسلیئے تمکو چاہیئے کہ اپنے امور کے صدور مین اپنی
طرف سے جلدی نہ کرو۔ کیونکہ عادت الٰہی عجلت پسند نہین
ہے اور ہر آمر اور ایسا شخص جو کسی کام مین اسلیئے جلدی کرے
کہ حکم خدا پر غالب آجائیگا خراب ہوجائیگا اور وہ شخص حکم خدا سے

تعجیل حدے و ہر کس کہ درصدد آن درآید ناکام
قضاے حق غالب بشود و مغلوب بگردد و ہر کس کہ
باخداوند تعالی مخادعہ نماید خود فریفتہ و منکوب شود و این
آیت را بخواند ہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا
فی الارض وتقطعوا ارحامکم بعد ازان فرمود
اے گروہ مہاجران شما را وصیت می کنم درشان
انصار چہ ایشان کسانے اند کہ مستعد و آمادہ
داشتند براے ہجرت یعنی مدینہ را براے شما
وسبقت گرفتند با ایمان پیش از آنکہ شما ہجرت
با ایشان کنید و ثمار و میوہاے بستان خود
را با شما مناصفہ کردند و در منازل خود شما را
جا دادند و با وجود آنکہ خود محتاج بودند شما را
بر نفس خود ایثار کردند و ہر کس کہ از شما
بر ایشان حاکم شود باید کہ از محسن ایشان
قبول کند و از مسئ ایشان تجاوز نماید
و بر ایشان کسے اختیار نکند اے انصار
بعد از من جماعتے را بر شما ایثار خواہند
کرد و بر شما ترجیح خواہند نمود انصار گفتند
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با ایشان چہ
کنیم فرمود صبر کنید تا زمانیکہ در لب
حوض کوثر بمن برسید عباس گفت یا رسول
اللہ ؐ در شان قریش پسند مردم را
وصیت فرمائی. فرمود وصیت میکنم

[illegible] ہو کر رہیگا اور جو شخص کہ حکم خدا سے مخالفت و
[illegible] کریگا وہ ضرور ہی نادم و پشیمان ہوگا پھر آپ نے
[illegible] آیت تلاوت فرمائی جسکے معنی یہ ہین ۔ پھر کیا امکانات تم
خدا کی راہ سے منحرف ہوگئے اور تم نے دنیا مین فساد برپا
کئے اور اپنے قریبی لوگون سے صلہ رحم قطع کرڈالے یہ فرماکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین سے مخاطب ہوئے
اور ارشاد کیا کہ تین گروہ انصار کے حق مین تم سے وصیت
کرتا ہون اسلیے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ انھون نے ہجرت اور
غربت کے عالم مین خاص ہم لوگون کے لیے مکان تیار کر رکھے
اور قبول اسلام مین تم پر سبقت کی اور اپنے تمام نخلستان کے
میوے اور پھل تمکو آدھی طرف سے دیدئے اور ہجرت کے
زمانہ مین تم لوگون کو اپنے مکانون مین اتارا اور آرام دیا
اور باوجودیکہ وہ خود نادار تھے لیکن انھون نے اپنے
نفوس پر تمھارے نفوس کو ترجیح دیکر تم پر لطف و ایثار کیا
اس لیے جو شخص تم سے ان پر حکمران ہو جائے چاہیے کہ انکو اپنا
محسن قبول کرے اور ان کی فروگذاشتون کو معفو فرمائے
اور کسی کو ان پر ترجیح نہ دے یہ کہکر آپ انصار کی طرف
مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے گروہ انصار میرے بعد
ایک قوم تمپر غالب آجائیگی وہ تم پر دوسرون کو ترجیح دیگی
انصار نے عرض کی یا رسول اللہ ہم ایسے وقت مین کیا
کرین جواب مین ارشاد ہوا صبر کرنا یہان تک کہ مجھے
حوض کوثر پر آکر مل جانا ۔ اسی اثنا مین حضرت عباس ابن
عبد المطلب نے اٹھکر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلعم ۔ قریش کے[1] ۔

[1] قریش سے مقصود بنی ہاشم ہین کیونکہ مہاجرین وانصار کی نسبت وصیت ہو چکی تھی فافہم فتدبر ۔ المؤلف عفی عنہ ۔

باین امر یعنی خلافت مر قریش را زیرا کہ مردمان پیروان قریش اند نیکو کار ایشان تابع نیکو کار ایشان و بد کار ایشان تابع بد کار ایشان. اے قریش قبول کنید وصیت مرا در شان مردم بہ نیکوئی و با ایشان تا نیکی بجا آرید اے گروہ مردم بدرستیکہ گناہ سبب تغیر نعم و واسطہ تبدل قسم است چون مردم نیکو کار باشند حاکمان و والیان ایشان با ایشان نیکی بجا آرند و چون بد کار باشند با ایشان بدی کنند و حق تعالیٰ فرمود وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون و این طریق بعضے از ظالمین ظالمان دیگر را بر خود امسند گفت برائے آنکہ ایشان عمل نمودہ اند۔

حق مین بھی کچھ وصیت فرمایئے یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجمع کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمکو تمکو قریش کی نسبت وصیت کرتا ہون اور بتلا دیتا ہون کہ امارت و خلافت قریش مین ہے کیونکہ تمام لوگ قریش کے پیرو اور مطیع ہین۔ نیک لوگ قریش کے قریش کے نیک لوگون کے ساتھ اور بد لوگ قریش کے بد لوگون کے ساتھ ہین اور اے قوم قریش کے لوگو میری وصیت کو سنو اور اسکو قبول کرو اور وہ یہ ہے کہ تمام لوگون کے ساتھ بطریق مساوات نیکی کے ساتھ پیش آؤ اور نیکی کرو اور یاد رکھو کہ صرف گناہ کی وجہ سے تمام دولت و نعمت متغیر اور متبدل ہوجاتی ہے جب رعایا نیکوکار ہوگی تو ان کے حاکمان و والیان بھی انکے ساتھ نیکی کرینگے۔ اور جب وہ بدکردار ہونگے تو انکے حکام بھی بدکردار ہونگے کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ ان مین سے بعض بعض منحرف ہوکر ظالم ہوگئے اور اب وہ اسی کی جزا پائینگے۔ سلہ۔

خطبہ ہدایت عام اور ادائے مطالبات

اسکے بعد عصر کا وقت ہوگیا تو بقول محدث شیرازی ایک موعظت عام اور ہدایت اہل اسلام کا خاص اہتمام کیا گیا۔ بلال کو حکم ہوا۔ وہ مدینہ کی تمام گلی کوچون مین اعلان کر آسئے اور الصلوۃ جامعۃ کی ندائے آئے۔ نبوت ختم ہورہی تھی اور دنیا کی بدقسمتی سے خاتم النبیین خود ختم ہونے والا تھا۔ اگرچہ نبوت و رسالت کے فرائض تمام شعائب وصوائغ کے ساتھ تمام ہوچکے تھے۔ انکی تکمیل کی تصدیق و تعلیم کی بشارت بھی خدا کی طرف سے نازل ہوچکی تھی لیکن باینہمہ اتمام حجت بھی حضرت ختم المرسلین کی تبلیغ کا آخر تمہ تھا اسکی تبلیغ آخر بھی رسالت کے فرائضات مین داخل تھی۔ اس بنا پر بارگاہ رسالت سے اس کے نفاذ و اجرا کا خاص طور پر اہتمام فرمایا گیا۔ محدث شیرازی اسکی حسب ذیل تفصیل فرماتے ہین۔

سلہ مؤیدین خلافت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ان ہدایتون اور وصیتون کو خلافت کے طرز عمل سے ملاکر خود سمجھ لین کہ ان اخلاقی محاسن کے قائم رکھنے مین وصیت رسول صلعم کی کہانتک تعمیل و تقلید کی گئی ۱۲۔ المولف عفی عنہ۔

فضل بن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایکبار ایام مرض میں میرا ہاتھ پکڑ کر بیت الشرف سے باہر آئے اور منبر پر تشریف لیے گئے رومال سر مبارک پر باندھے تھے۔ بلالؓ کو پاس بلایا اور کہا تمام مدینہ میں منادی کردو کہ لوگ مسجد میں جمع ہوں اسلئے کہ خدا کا رسولؐ انھیں اپنی وصیت کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ حسب الحکم بلال نے اعلان عام کیا اور مدینہ کے تمام لوگ اپنے گھر کے دروازے اور دوکانیں کھلی چھوڑ کر فوراً مسجد نبوی میں جمع ہو گئے یہانتک کہ عورتیں اور ناکتخدا لڑکیاں بھی رسول مقبول صلعم کی آخری وصیت سننے کے لیے دوڑی آئیں مسجد نبوی میں اسقدر اژدہام ہو گیا کہ بیٹھنے کی گنجائش نہیں رہی۔ یہ کثرت دیکھ کر آپ فرماتے جاتے تھے۔ اپنے پیچھے آنیوالوں کے لئے جگہ کشادہ کردو۔

اسکے بعد آپنے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ارشاد کیا کہ اب تم لوگوں کے درمیان سے میرے جانے کا وقت قریب آگیا ہے جس شخص کو میں نے بے قصور مارا ہو وہ کھڑا ہو جائے اور مجھ سے قصاص لیلے اگر میں نے کسی کو برا کہا ہو یا اسکی ذات کے ساتھ کوئی قصور کیا ہو تو میری ذات اسکے سامنے حاضر ہے وہ مجھ سے معاوضہ لیلے۔ اگر میں نے بلا استحقاق کسی شخص کا مال لے لیا ہو تو میرا مال حاضر ہے مناسب ہے کہ اس میں سے اپنا حق لے لے اور اپنے دل میں ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ اگر تم معاوضہ لوگے تو رسول اللہ صلعم میرے ساتھ خلش اور عداوت پیدا کریں گے سمجھ رکھو کہ خلش اور عداوت میری طبیعت میں نہیں ہے اور میں ان سے بہت دور رہوں میں تمکو یقین دلاتا ہوں کہ تم میں سے میرے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو شخص اپنا حق مجھ سے لیلے یا مجھپر اسکو حلال کردے تاکہ میں پاک و پاکیزہ ہو کر قربت الٰہی کے شرف پر فائز ہوں میرا خیال ہے کہ میرا یہ ایکبار کہدینا تمھارے لیے کافی نہوگا۔ اسلئے میں بہ مکرر بیان کرونگا کہ جس حقدار کا حق میرے ذمہ رہگیا ہو وہ بطیب خاطر مجھ سے لیلے۔

فضل بن عباس بیان کرتے ہیں کہ اس اثنا میں نماز عصر کا وقت آگیا۔ آپ منبر سے نیچے تشریف لائے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر تشریف لائے اور انھیں کلمات کا اعادہ فرمایا۔ آپ کا ارشاد کرنا کہ ایک شخص مجمع سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ حضور کے اوپر میرے تین درہم باقی آتے ہیں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمھیں جھٹلاتا نہیں ہوں اور نہ میں تمھارے دعویٰ پر قسم دلوائے دیتا ہوں صرف اتنا پوچھتا ہوں کہ آیا تم مجھے بتلا سکتے ہو کہ میں نے یہ تین درہم تم سے کیوں لیے تھے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ایک روز ایک سائل مستحق حضور کے پاس آیا۔ میں حاضر خدمت تھا مجھ سے ارشاد ہوا کہ اسے تین درہم دیدو۔

مین سنے فوراً دیدئے۔ یہ سنکر آپنے فضل بن عباس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اسے تین درہم دیدو۔ انھون نے فوراً دیدیے۔

اسکے بعد آپنے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح میرا حق اگر کسی کے پاس رہ گیا ہو تو اسکے لیے بھی واجب ہے کہ وہ اپنی گردن کو اسکے بارسے ہلکا کرلے اور اپنے دلمین یہ وہم و گمان نہ کرے کہ ایسے اقرار سے بھرے مجمع مین میری فضیحت ہوگی کیونکہ سمجھ رکھو کہ دنیا کی فضیحت عقبی کی فضیحت سے کہین زیادہ آسان ہے دفعتاً ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ مین نے مال غنیمت سے تین درم کی خیانت کرلی ہے اور وہ آجتک میرے ذمہ باقی ہین۔ رحمت عالم نے پوچھا خیانت کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ اس نے عرض کی کہ اس دن مجھے تین درمون کی سخت ضرورت لاحق ہوئی تھی آپنے فضل بن عباس کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کہ ان سے تین درہم لے لو۔

امت کیلئے دعائے نیکی اخلاق و سیرت

پھر آپنے لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا کہ جس شخص مین کوئی بری عادت پڑگئی ہو اور وہ اسکی برائی اور رسوائی کا باعث ہوتی ہو تو کھڑا ہوجائے مجھ سے بیان کرے تو مین اسکے دفعیہ کے لیے خدا سے دعا کرون۔ یہ سنکر ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ مین جھوٹا ہون اور فحش بکتا ہون اور بہت سویا کرتا ہون۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے لیے یہ دعا فرمائی کہ پروردگار تو اسکو صدق زبانی عطا فرما۔ فحش سے اور جاگنے کی ضرورت کے وقت سونے سے اسکو محفوظ رکھ اسکے بعد ایک دوسرا شخص مجمع سے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ مین تو جھوٹا بھی ہون اور منافق بھی اور کوئی برائی ایسی نہین ہے جو مجھ سے وجود مین نہ آئی ہو۔ یہ سنکر حضرت عمر نے فرمایا تم تو عجیب آدمی ہو۔ بھرے مجمع مین خواہ مخواہ اپنے آپ کو رسوا و بدنام کررہے ہو۔ اجی چپ بھی رہو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی فضیحت عقبی کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے۔ پھر دست مبارک اٹھاکر اس شخص کے حق مین یہ دعا فرمائی۔ پروردگار تو اسکو ثبات ایمان عطا فرما۔ اسکے دل کو برائیون سے دور اور نیکی کی طرف مائل کردے۔

جناب سید المرسلین حضرت رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کی یہ ہدایتین اور وصیتین ایسی ہین جو امت اسلامیہ کے تمام موجودہ اور آئندہ دینی اور دنیوی فوائد پر شامل ہین اور ایسی جامع اور کامل ہین کہ پھر اسکے مقابل کسی معلم یا مبلغ کی ضرورت نہین۔ ان وصایا و ہدایات سے آنحضرت صلعم کے ان جذبات قلبی کا بھی پورا پتا مل جاتا ہے جو آپ کو امت اسلامیہ کی محبت و الفت سے متعلق ہمیشہ دلنشین رہے۔ گو یہ سلسلہ پند و موعظت حجۃ الوداع کے زمانہ ہی سے عموماً شروع تھا۔ لیکن یہ

مواعظ ونصائح بالخصوص عام مسلمانون کی بہی خواہی۔ فلاح دارین اور فوائد دین و دنیا پر حاوی ہین
اس ارشاد کے الفاظ ومضامین مین دینیات واخلاقیات کی اعلی تعلیم کے علاوہ مسلمانون کے آیندہ
ملکی قومی اور سیاسی مصالح اور منافع بھی مشتمل ہین جن سے انکی سبق آموزی اور عبرت پذیری مقصود تھی۔
باعتبار اسناد کے ان مواعظ ووصایا کو قریب قریب تمام تاریخ وسیر اور اصحاب حدیث نے سب کم وکاست
نقل کیا ہے۔ لیکن ہمارے شبلی صاحب کا قلم ان واقعات کو نظر سے کیے جاتا ہے۔

مرض مین بار دیگر شدت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتمام حجت کے مرقومہ بالا فرائض تمام کرکے بیت الشرف
مین تشریف لائے تو مرض پہلے سے زیادہ شدید ہوگیا یہ گویا چہارشنبہ کا دن تمام ہوکر پنجشنبہ کی رات
تھی معمول پسند اور ظاہر بین تو یہی کہینگے کہ خلاف معمول محنت کی گئی جسمانی اور دماغی قوت صرف کی گئی
یہی اضمحلال طبیعت اور غلبہ مرض کا باعث ہوا۔ لیکن حقیقت شناس درحقیقت مین خوب جانتے ہین کہ ایک
معلم ربانی۔ موسس عالم اور مجاہد فی سبیل اللہ اپنے فرائض منصبی کے مقابل جان ومال کی پروا نہین کرتا
مقدرات کا مطیع ومنقاد ہوتا ہے مرض کی شدت اور اسکی خاص حالت کی تصریح مین جو کچھ زبان مبارک
سے ارشاد فرمایا گیا تھا وہ اوپر حضرت عائشہ کی زبانی نقل ہوچکا ہے۔ اس طرح شدت مرض کے خاص عالم مین
بھی آپ ہمہ تن راضی برضائے الہی تھے۔ اور مقدرات پر متوکل۔ پھر اس استقلال واستحکام اور ثبات وقرار
سے کہ نہ مرض کی شکایت ہے اور نہ اسکی شدت کا کوئی شکوہ۔ نہ فکر علاج تھی نہ خیال دوا ہے

اگرم خلاص گوئی اگرم ہلاک خواہی سر بندگی بخدمت نہم کہ بادشاہی

ثبات علی مقدر رضا برضائے الہی

محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سکینہ
الہی کے متعلق تحریر فرماتے ہین۔

در صحاح احادیث آوردہ شدہ کہ عائشہ گفت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماران را تعویذ می کرد باین
کلمات اذهب الباس برب الناس اشف انت
الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما
در روایتے آمدہ کہ چون مریض شد سید خود تعویذ
کرد مر نفس خود را باین کلمات ودست
مبارک خویش بر بدن اطہر بمالید۔ چون

احادیث صحیحہ مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمارون کو ان الفاظ مین لکھکر تعویذ دیا
کرتے تھے۔ اے انسانون کے پروردگار خوف کو دور کر
شفا عنایت فرما۔ اسلیے کہ تو شفا دینے والا ہے۔ تیری ہی شفا
اصل شفا ہے۔ ایسی شفا عنایت فرما جو مرض کو بالکلیہ دور
کردے۔ اور جب کبھی آپ کا مزاج خود ناساز ہوتا تھا تو یہی دعا
پڑھکر دستہائے مبارک کو جسم اطہر پر پھیر لیتے تھے لیکن جب

مریض شد بمرض موت و ثقیل گشت من آن دعا خواندم
وخواستم کہ دست او را بر تنش بمالم دست
خود را برکشید از من وگفت رب اغفر لی
والحقنی بالرفیق الاعلیٰ و در روایتے آنکہ
فرمود اللھم اجعل جنۃ الخلد
در روایتے آنکہ فرمود این تعویذ پیش از این مرا نفع می
رسانید اکنون اینہا ہیچ سود نمی دہد شعر
فغان و نالہ زار و سرشک لعل چہ سود
چو دادنی ہمہ داد و بودنی ہمہ بود
ومروی است کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
در ہمہ مرضہائے خود از خداوند تعالیٰ عافیت
وشفا خواستے، مگر در مرض موت کہ دعائے شفا
نکردے وگفتے۔ اے نفس چہ بودہ است
ترا کہ پناہ بہر جا و ماوی جوئی ونیز از عائشہ
صدیقہ مروی ست کہ گفت در ایام صحت
از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدہ بودم
کہ ہیچ پیغمبر از دنیا نرود الا آنکہ قبل از ان مخیر
گردانند او را در میان دنیا و آخرت وچون
مریض شد بمرض موت او را سرفہ گرفت می
گفت۔ مع الذین انعمت علیہم
من النبیین والصدیقین و
الشہداء والصالحین و
حسن اولئک رفیقا آنگاہ فرمود
مع الرفیق الاعلیٰ۔

مرض الموت میں آپ مریض ہوئے اور صاحب فراش ہو گئے
آنحضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے یہی دعا پڑھکر چاہا کہ آپکا
دست مبارک آپکے جسم اطہر پر پھیردوں۔ تو آپنے اپنا ہاتھ فوراً کھینچ
لیا۔ اور مجھکو مخاطب کرکے یہ دعا پڑھی۔ پروردگار تو مجھے بخشدے
اور رفیق اعلیٰ سے ملادے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے
کہ حضرت عائشہ سے یہ بھی فرمایا کہ یہ تعویذ مجھے پہلے نفع کرتا تھا
لیکن اب اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ (شعر فارسی کا ترجمہ)
فغان ونالہ اور اشک خونیں سے اب کیا فائدہ
جو کچھ دینا تھا وہ دیدیا گیا اور جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا
ایک روایت میں منقول ہے کہ طبیع مبارک کی ناسازی کے
وقت آپ ہمیشہ خدا سے شفا وصحت کی دعا فرماتے تھے لیکن
جب مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو ایکدن بھی آپنے شافی
برحق اور حکیم مطلق سے حصول صحت کے لیئے دعا نہیں مانگی
بلکہ ارشاد فرمایا کہ اے نفس تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو ادھر ادھر
مامن اور جائے پناہ ڈھونڈھتا پھرتا ہے حضرت عائشہ بیان
کرتی ہیں کہ ایام صحت میں میں نے آنحضرت صلعم کی زبانی سنا
تھا کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں گذرا ہے جسے اسکی حیات
وممات اختیار کرنے کے لیے اس سے نہ استفسار فرمایا گیا ہو
اور اسکو دونوں میں سے ایک شے کے قبول کرنے کا اختیار
نہ دے دیا گیا ہو جب مرض الموت میں آپ مبتلا ہوئے تو
آپکو کھانسی آتی تھی تو آپ فرماتے تھے ان لوگوں کے ساتھ جنپر
تو نے اپنی نعمتیں نازل فرمائیں وہ انبیاء صدیق اور شہداء ہیں اور
بندگان نیکوکار ہیں۔ اور وہی رفیق ہیں یہ کہکر آپ فرماتے تھے
ان سب کے ساتھ اور بہ اسے رفیق کے ساتھ حضرت عائشہ

کہتی ہیں کہ یہ کلمات سنتے ہی مجھے یقین ہوگیا کہ آپ نے حیات پر
وفات کو اختیار فرما لیا ہے۔

ان روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنج و بلا درد و دوا کے موقع پر صبر و تحمل تسلیم و رضا و استقلال و استحکام بالقصی المرام ثابت ہوگیا اور اس میں کبھی کوئی کلام نہیں کہ سوائے فطرت صالحہ کے طبیعت عامہ سے انکا اظہار دشوار ہے اسلئے عام طبیعت والے انکو آزار سمجھتے ہیں اور فطرت صالحہ والے اسے مقربین بارگاہ ذوالاکرام امراض جسمانی ان کے آگے الطاف ربانی کا مرادف ہے جانتے ہیں کہ وہ امراض و آزار جسمانی کے تحمل و برداشت کو اپنے لیئے ذریعہ رضائے الٰہی اور ثواب ہائے لامتناہی کا حصول باعث قرار دیتے ہیں۔ اور بحکم محکم لا یشرک بعبادۃ ربہ احدا اپنے رب کی عبادت میں کسی فرد واحد کو بھی شریک نہ کر کے حالت مرض میں بھی کسی غیر کی خدمت اور ملازمت کے استحسان ظاہر کو بھی گوارا نہیں فرماتے۔ محدث شیرازی کی حسب ذیل عبارت سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

گویند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آمد و گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می خواہم کہ در ایام خستگی تیمارداری تو بجا آرم و شرف خدمت تقدیم رسانم۔ فرمود اے ابوبکر من در این تیمارداری و معالجہ خود را اگر بغیر دختران و زنان خویش بفرمایم مصیبت ایشان زیادہ عظیم گردد و تحقیق کہ اجر تو بر خدا تعالیٰ است۔ روضۃ ۵۴۶

حالت مرض میں حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے میری تمنا ہے کہ میں موجودہ علالت کی حالت میں آپکی خدمت میں حاضر رہکر خدمت تیمارداری بجا لاؤں آپ نے جواباً ارشاد فرمایا اے ابوبکر بات یہ ہے کہ اگر میں اپنی علالت میں اپنی لڑکیوں اور بیویوں سے تیمارداری کی خدمت نہ لوں اور کسی غیر کے حوالہ کر دوں تو اُن کی مصیبت اور زیادہ عظیم ہو جائے گی لیکن تمہارا ثواب خدا پر ہے۔

واقعہ قرطاس
پنجشنبہ سنہ ۱۱ھ

چہارشنبہ تک کی حالت اور مرض کی شدت اوپر بیان ہو چکی ہے پنجشنبہ کی صبح سے علالت اور زیادہ بڑھ گئی ضعف و نقاہت کا اسقدر غلبہ ہوا کہ فرش علالت سے نقل و حرکت دشوار ہوگئی ضعف و اضمحلال کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار غشی طاری ہونے لگی حرارت و یبوست اتنی بڑھ گئی کہ طشت میں پانی بھروا کر پاس رکھوا دیا گیا تھا پانی میں دونوں ہاتھ ڈال کر سر اور منہ پر بار بار چھڑکا جاتا تھا تاہم تسکین نہیں ہوتی تھی۔ وہ حجرہ قریب مسجد شدت مرض کی فکر میں تمام مستورات اہلبیت کا مجمع تھا۔ اہلبیت و ازواج مطہرات پردہ میں تھیں۔ تمام حجرہ علالت بھرا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہی حالت تھی۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن عبید اللہ بن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلون بعدہ فقال عمر ان رسول اللہ ص قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت فاختصموا منھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ کتابا لم تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند رسول اللہ قال رسول اللہ قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم ولغطھم

عبید اللہ بن عباس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت احتضار قریب ہوا تو دولت کدہ نبوت میں حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اصحاب مجتمع تھے رسول مقبول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لیے کچھ لکھ دوں کہ جسکی وجہ سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو حضرت عمر بولے کہ پیغمبر صاحب مرض کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں قرآن ہمارے لیے کافی ہے اس بات پر حضار جلسہ میں اختلاف ہوا بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ چاہیں ہمارے لیے تحریر فرما دیں اور بعض حضرت عمر کے ہمزبان تھے جب اس بات پر بہت شور و اختلاف ہونے لگا تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ چیز جو لوگوں کے شور و اختلاف کی وجہ سے رسول اللہ صلعم کے ارادہ کتابت میں حائل ہوئی اور جسکی وجہ سے آنحضرت صلعم کچھ نہ لکھ سکے۔

صحیح بخاری میں ہے -

تاریخ احمدی ۷۳

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد برسول اللہ صلعم وجعہ یوم الخمیس فقال ایتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا

بروایت سعید ابن جبیر حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ روز پنجشنبہ کیا دن تھا اور یہ کہکر ایسا روئے کہ جو سنگریزے اس جگہ پڑے ہوئے تھے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے بعد ازاں کہنے لگے کہ جب روز پنجشنبہ رسول اللہ صلعم پر مرض کی شدت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مجھے کتابت کا سامان دو تاکہ میں تمہارے لیے کچھ لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو

فٹ نوٹ ۔ تعلق واقعہ قرطاس - شبلی صاحب حاشیہ میں اس واقعہ کی نسبت لکھتے ہیں -

یہ روایت صحیح بخاری میں موقع وفات کی ہے - صحیح بخاری میں یہ حدیث مختلف ابواب میں مذکور ہے اور ہر جگہ الفاظ میں کچھ نہ کچھ -

فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ھجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و سلم۔

اس بات پر لوگوں میں نزاع و اختلاف ہوا اور کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہذیان پر مبنی ہے۔ حالانکہ نبی کریم کے حضور میں تنازع مناسب نہ تھا۔

علامہ طبرانی اس واقعہ کو مفصلہ ذیل الفاظ میں خاص حضرت عمر کی زبانی لکھتے ہیں۔

عن عمر قال لما مرض رسول اللہ صلعم قال ادعوا الی بصحیفۃ ودواۃ اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ ابدا فقال النسوۃ من وراء الستر الا تسمعوا ما یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقلت انکن صواحبات یوسف اذا مرض رسول اللہ صلعم عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہ صلعم دعوھن فانھن خیر منکم۔

حضرت عمر سے منقول ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مرض میں ارشاد کیا کہ کاغذ اور دوات وغیرہ سامان کتابت لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایسی تحریر لکھ دوں جسکی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ مخدرات عصمت نے پردہ کے اندر سے اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ صلعم کا ارشاد نہیں سنتے ہو حضرت عمر نے ان بیبیوں کو جواب دیا کہ تمھاری مثال حضرت یوسف کی بیبیوں کی سی ہے پیغمبر صاحب کی بیماری میں تو روتی ہو اور بوقت صحت انکی گردن پر سوار ہو جاتی ہو۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے فرمایا ان عورتوں سے تعرض نہ کرو۔ یہ تم سے بدرجہا بہتر ہیں۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۶ - اختلاف ہے۔ صحیح مسلم کتاب الوصیۃ میں یہ روایتیں یکجا ہیں جن صحابی نے قلم دوات لانے میں گفتگو کی بخاری میں انکا نام نہیں لیکن حدیث کی اور کتابوں میں مثلاً صحیح مسلم میں تصریح ہے حضرت عمر کا نام ہے انکے الفاظ یہ ہیں۔ قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن وحسبنا کتاب اللہ آپکو مرض کی شدت ہے۔ تمہارے پاس قرآن موجود ہے خدا کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم کی دوسری روایتوں کے یہ الفاظ ہیں فقالوا ان رسول اللہ یہجر لوگوں نے کہا رسول اللہ بدحواسی کی باتیں کرتے ہیں فقالوا اہجر استفہموہ لوگوں نے کہا کیا آپ بدحواسی کی باتیں کرتے ہیں آپ سے خود پوچھو۔ اس بنا پر شیعہ اور سنی کا یہ روایت بڑا معرکۃ الآرا میدان بن گئی ہے شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم حضرت علیؓ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے سنی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو وقتی تکلیف تھی اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں رہا خود قرآن مجید میں آیت اکملت نازل ہو گئی تھی اس لئے حضرت عمر آپکو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔ اگر کوئی ضروری حکم ہوتا تو آنحضرت صلعم کسی کے روکنے سے کیونکر رک سکتے تھے ہوتے نہ سہی بعد کو لکھوا دیا ہوتا۔ اور یہ کیونکر معلوم ہوا آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے بخاری میں ہے کہ آپ عبداللہ بن ابی بکر کو بلا کر حضرت

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم سیبل دموعہ حتی رایت علی خدیہ کانھا نظام اللؤلوء قال رسول اللہ صلعم ائتونی بالکتف والدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللہ صلعم یھجر۔

سعید ابن جبیر ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ ابن عباس نے کہا کہ روز پنجشنبہ کیا دن تھا۔ یہ کہکر اتنا روئے کہ موتیون کی لڑی کی طرح آنسو جاری ہوگئے۔ بعد ازان کہا پنجشنبہ وہ دن تھا کہ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ مجھے سامان کتابت لادو کہ مین تمھارے لیے ایک تحریر لکھدون کہ اسکے بعد تم گمراہ نہو۔ مگر افسوس لوگون نے کہدیا کہ آنحضرت صلعم ہذیان بک رہے ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۳ ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے پھر آپنے ضروری نہین سمجھا اور فرمایا کہ خود خدا اور اہل اسلام ابوبکر کے سوا کسی اور کو نہ پسند کرینگے اس اختلاف کے بعد آپنے لوگونکو زبانی وصیتین فرمائین۔ جو ضروریات آپ لکھوانا چاہتے تھے ممکن ہے وہ یہی ہون۔ یا وہ اگر ان کے علاوہ تھین تو آپ انکو ان عام وصیتونکے ساتھ زبانی بھی فرما سکتے تھے اسکے بعد مجمع عام مین جو خطبہ دیا اس مین بھی اسکا اظہار فرما سکتے تھے۔ (س) مجھکو احتیاط کرنا چاہیئے کہ کتاب تاریخ کی حیثیت سے نکلکر علم کلام کے دائرے مین نہ آجائے۔ تاہم جو میری تحقیق ہے مین الفاروق مین لکھ چکا ہون۔

جلد دوم سیرۃ النبی ۱۳۸

اول تو یہ عبارت صاف طور سے معلوم نہین ہوتی کہ شبلی صاحب مولف سیرۃ النبی کے قلم کی لکھی ہوئی ہے یا سید سلیمان صاحب ندوی جامع سیرۃ النبی کی تحریر کردہ ہے۔ مین اسکو ابتدا سے ندوی صاحب کی تحریر سمجھتا تھا اسلیئے کہ خاتمہ عبارت سے دو سطر پہلے۔ س، لکھکر اپنے نام کا اشارہ فرما دیا گیا ہے لیکن پھر آخر مین یہ لکھکر کہ جو میری ذاتی رائے ہے وہ مین الفاروق مین لکھ چکا ہون۔ دیکھکر مجھکو شبہہ ہوتا ہے کہ وہ عبارت بھی تو شبلی صاحب کی نہین، خیر کسی صاحب کی ہو مجھکو اسکی حقیقت کا انکشاف ضروری ہے۔

اس عبارت مین پہلے تو یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عمر کا نام چھپ جائے اور اس بنا پر لکھا گیا ہے کہ بخاری مین ان کا نام نہین لیکن پھر صحیح مسلم کی روایت سے تصریح انکا نام ہونا ثابت بھی کر دیا گیا ہے اور اعتراف تحریری بھی کر لیا گیا ہے تو پھر یہ کیسی مضحکہ خیز کوشش ثابت ہوتی ہے اور صرف اسی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر سے یہ ایسی خطائے فاحش عمل مین آئی ہے کہ بالآخران کے معتقدین و مخلصین کو بھی تحریری حیلون سے اسکو چھپانا پڑا۔ یہ یا شبلی صاحب کا یہ دعوی کہ حضرت عمر کا نام بخاری کی کسی حدیث مین نہین ہے صریح مغالطہ دہی ہے اور بالکل سفید جھوٹ ہے بخاری نے حدیث قرطاس

قدردانی عالم بالا معلوم شد۔ رسالت کی زبان صداقت ترجمان۔ اور ہذیان سبحانہ ما اعظم شانہ۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضرین کی خلوص وعقیدت کا پورا اندازہ ہوگیا۔ بالآخر جیسا کہ الفاظ مرویات بتلا رہے ہیں سب کو پاس سے ہٹوا دیا گیا اور سکوت اختیار فرما لیا گیا۔ باہمی تیر اندازی گستاخانہ شور وشغب کا اثر اسلام اور اسکے معاملات پر کیا پڑا وہ علامہ شہرستانی کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

قال الشهرستاني في الملل والنحل ول تنازع في مرضه عليه السلام فيما روى محمد بن اسمعيل البخاري باسناده عن عبد الله بن عباس قال لما اشتد برسول الله صلعم مرضه الذي

علامہ شہرستانی کتاب ملل ونحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا تنازع اور اختلاف جو رسول مقبول صلعم کے زمانہ مرض میں واقع ہوا وہ تھا کہ جسکو بخاری نے کتاب صحیح میں اپنے اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن عباس سے یوں روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں زیادتی ہوئی تو آنحضرت صلعم نے

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۳۸ کو اپنی صحیح کے سات مختلف مقامات پر لکھا ہے تفصیل یہ ہے کہ۔ (۱) کتاب العلم باب کتابۃ العلم میں (۲) کتاب الجہاد باب ہل یستشفع الی اہل الذمۃ ومعاملتہم وجوائز الوفد میں۔ (۳) کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب میں (۴) باب مرض النبی ووفاتہ (۵) باب ایضاً (۶) کتاب المرضی باب قول المریض قوموا عنی (۷) کتاب الاعتصام باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ وباب الکراہۃ الخلاف میں پہلی روایت کتاب العلم باب کتابۃ العلم کی ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں۔ حدثنا یحیی بن سلیمان قال حدثنی ابن وہب قال اخبرنی یونس عن شہاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ ابن عباس قال لما اشتد بالنبی وجعہ قال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلعم وبین کتابہ یحیی ابن سلیمان ابن وہب ابن وہب یونس سے۔ یونس شہاب سے۔ شہاب عبید اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم پر مرض اور اسکی تکلیف کی شدت ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قلم و کاغذ دو کہ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھدوں کہ تم پھر بعد گمراہ نہو حضرت عمر نے کہا کہ حضرت پر مرض کی شدت ہے ہمارے پاس خدا کی کتاب ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس امر پر اختلاف اور شور ہونے لگا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور میرے پاس اختلاف وتنازع نہ کرو پس سب لوگ اٹھکر چلے گئے حضرت ابن عباس فرماتے تھے سب بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو رسول اللہ صلعم اور آپکی کتابت کے درمیان حائل ہوئی۔ دوسری روایت کتاب المرضی باب قول المریض قوموا عنی میں ہے جسکے الفاظ یہ ہیں

مات فیہ قال ائتونی بدواۃ وقرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی فقال عمر ان رسول اللہ قد غلب الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فقال النبی صلعم قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع قال ابن عباسؓ الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بیننا وبین کتاب رسول اللہ صلعم۔

فرمایا مجھے سامان کتابت لادو تاکہ میں تمہارے لیئے کچھ لکھدوں جسکی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو۔ یہ سنکر حضرت عمر نے کہا کہ پیغمبر صاحب غلبہ مرض کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں ہمارے لیئے کتاب خدا کافی ہے چنانچہ اس بات پر شور و غل ہوا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ تم لوگوں کو لازم نہیں ہے کہ میرے سامنے تنازع اور اختلاف کرو۔ اسی پر عبداللہ بن عباسؓ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت اور عظیم مصیبت تھا وہ اختلاف جس نے ہمارے اور پیغمبر صاحب کی تحریر میں حائل ہو کر آنحضرت صلعم کو کتابت سراپا ہدایت سے باز رکھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ ۴۳۹۔ عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلعم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی قد غلب علیہ الوجع وعندکم القران حسبنا کتاب اللہ واختلف اھل البیت فاختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم النبی کتابا لن تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند النبی قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلعم وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم ولغطھم۔

عبید اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جناب رسولخدا صلعم پر حالت احتضار طاری ہوئی تو لوگ آپکے پاس گھر میں موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے۔ آپنے ارشاد فرمایا مجھے قلم دوات دو کہ میں تم لوگوں کو ایک تحریر لکھدوں کہ پھر تم لوگ میرے بعد گمراہ نہو حضرت عمر نے کہا کہ آپکے اوپر مرض کی شدت ہے اس وجہ سے ایسا کہتے ہیں ہم لوگوں کے پاس قرآن موجود ہے اور ہمارے لیئے خدا کی کتاب کافی ہے پس موجودہ لوگوں میں اختلاف ہوا بعض کہتے تھے کہ جناب رسولخدا صلعم کو سامان کتابت دیدیا جائے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے ایک تحریر لکھدیں کہ ہم لوگ گمراہ نہوں اور بعض وہی کہتے تھے جو حضرت عمر کہہ چکے تھے پس جب لوگوں میں شور اور اختلاف کثیر ہوا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ تم سب کے سب میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن عباس کہا کرتے تھے کہ سب سے بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو رسول اللہ صلعم کے کتابت لکھنے میں لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اور شور مچانے کے باعث سے حائل ہوئی تیسری

حضرت علیؑ کی طلبی

آنحضرت صلعم کے پاس سے سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ تخلیہ ہو گیا۔ تو آپنے سر اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ تاریخ طبری میں ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم ابعثوا الی علیا فادعوہ فقالت عائشۃ لو بعثت الی ابی بکر و قالت حفصۃ لو بعثت الی عمر فاجتمعوا عندہ جمیعا فقال رسول الله صلعم انصرفوا فان تک لی حاجۃ ابعث الیکم انصرفوا۔

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے اسی بیماری کی حالت میں ارشاد فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ حضرت عائشہ نے کہا کاش ابوبکر کو بلایا ہوتا حضرت حفصہ نے کہا کاش عمر کو بلایا ہوتا اتنے میں حضرات وہاں جمع ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ واپس جاؤ۔ اگر تمھاری ضرورت ہوگی تو میں خود تم لوگوں کو بلا لونگا۔ یہ سنکر وہ لوگ چلے گئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ ۱۴۳۔ روایت کتاب الاعتصام کے باب کراہۃ بالخلافۃ میں ہے اسکے الفاظ یہ ہیں عن ابن عباس قال حضر النبی صلعم و فی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب فقال ھلم اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ فقال عمر ان النبی صلعم غلبہ الوجع وعندکم القرآن فحسبنا کتاب الله ابن عباس سے منقول ہے کہ جب جناب رسولخدا صلعم پر حالت احتضار طاری ہوئی تو بہت سے لوگ آپکے پاس گھر میں حاضر تھے آپنے ارشاد فرمایا مجھے سامان کتابت لادو کہ میں تمھارے لیئے ایک تحریر لکھدوں کہ میرے بعد گمراہ نہو حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم پر مرض نے غلبہ کیا ہے ہم لوگوں کے پاس قرآن موجود ہے اور ہمارے لیے خدا کی کتاب کافی ہے۔ (ماخوذ از کتاب تشئید المطاعن جلد دوم ص ۴۶۳ مطبوعہ لودہیانہ)

اب شبلی صاحب بخاری کے ان الفاظ کو اپنے ان خاص الفاظ سے کہ بخاری میں انکار حضرت عمر کا نام نہیں ہے ملائیں اور سمجھ لیں کہ کھلی کھلی مغالطہ دہی صاف صاف سفید جھوٹ اور فریب دہی کیا کہلاتی ہے ناحق کوشی حق فراموشی اور حقیقت پوشی اسی کا نام ہے۔ انصاف پسند محققین جانتے ہیں کہ اصول استدلالیہ اور ثبوت کلامیہ کے مطابق جب عنوان استدلال ہی غلط ٹھہرا تو اس جرم و الزام سے حضرت عمر کی برارت کا وہم و خیال کب صحیح ٹھہر سکتا ہے یہ ناحق جنبہ داری کا نتیجہ ہے۔ تمہید استدلال تو یوں پامال ہوئی۔ اب آپکی آیندہ عبارت استدلالیہ یہ ہے۔

اس بنا پر یہ روایت شیعہ و سنی کا بڑا معرکۃ الآرا میدان بن گئی ہے شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم حضرت علیؑ کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے۔

اسلیئے کہ حجۃ الوداع کے واقعہ کی زبانی حکم و تاکید کا صحابہ کی موجودہ رفتار و کردار سے جو نتیجہ ہونیوالا تھا۔

حضرت علیؑ کو بلاکر اس موقع پر کیا ارشاد کیا گیا۔ اسکی تفصیل محدث شیرازی کے الفاظ مین حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

فرمود بخوانید برادر من علیؑ را۔ علیؑ بیامد و بر بالین
وے نشست حضرت سر خود را از بستر برداشت امیر
در شیب بغل وے در آمد و سر مبارکش را بازوے
خویش بنہاد۔ آن سرور فرمود اے علیؑ فلان یہودی پیش
من چندین مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ قرض
گرفتہ بودم زنہار کہ وے را از ذمہ من اداکنی و اے علیؑ
تو اول کسے خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر بمن رسی و بعد
از من بسیار امور مکروہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگدل نشوی و طریق مصابرت
پیش گیری و چون بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو باید کہ آخرت را اختیار کنی

فرمایا کہ میرے بھائی علی کو بلاؤ حضرت علیؑ آئے اور جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلعم نے اپنا
سر اٹھا کر انکے بازو پر رکھدیا اور حضرت امیرؑ کو اپنی بغل مین لے لیا
اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ فلان یہودی سے مین نے لشکر اسامہ کے
سامان کے لیے اسقدر قرض لیا ہے خبردار اسکو میری طرف سے
ادا کر دینا۔ اور اے علیؑ۔ تم وہ شخص ہو جو سب سے پہلے میرے
پاس حوض کوثر پر وارد ہوگے اور میرے بعد تمکو بہت سے مکروہات
امور پیش آئینگے۔ انکو بطریق صبر برداشت کرنا اور جب دیکھنا کہ
لوگون نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

بقیہ عبارت حاشیہ ۴۴۲۔ وہ آپکے پیش نظر تھا۔ اس بنا پر اس زبانی حکم کو تحریری فرمانین لانیکی ضرورت تھی۔ اسکے بعد کی عبارت یہ ہے۔

سنی کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعی تکلیف تھی اور یہ معلوم تھا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہین رہا خود قرآن مجید مین آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی اسلیے حضرت عمرؓ نے آپکو تکلیف دینا مناسب نہین سمجھا سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو لن تضلوا بعدہ فرماکر امت کے لیے ابتک ارشاد و ہدایت کی ضرورت سمجھین اور امت کے لوگ رسول اللہ سے بھی عقل و فہم اور ادراک و احساس مین بڑھ گئے کہ انکو اسکی ضرورت نہین معلوم ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جو معنی شبلی صاحب اسوقت بغرض تاویل لگاتے ہین وہ تو ناسمجھ سے ناسمجھ آدمی بھی سمجھ نہین سکتا۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد حضرت عمرؓ کے خود غرضانہ مقاصد و مطالب کے بالکل خلاف تھا اسلیے کہ اگر یہ کتابت لکھدی جاتی تو تیئیس[23] چوبیس[24] برسون کی لگی ہوئی تمناؤن کا خون ہو جاتا واقعات غدیر کی زبانی تاکیدین پتھر کی لکیر ہو جاتین پھر مٹائے نہ مٹتین اسی لیے رسول اللہ صلعم پر غلبہ مرض۔ ہذیان اور بد حواسی کی باتونکا مغالطہ دیکر تعمیل تحریر کو روکدیا نعوذ باللہ من ذلک۔ اگر معمولی مریضونکی طرح آپکی یہ بحرانی تقریر ہوتی تو آپ بھی اسکے بعد طبائع مرضا کے اصول عمل کے موافق خاموش یا پھر بیہوش ہو جاتے یا پھر اپنی بحرانی کیفیت مین کسی غیر مربوط سلسلہ سے تقریر فرماتے نہین صحابہ کے منکرانہ شور و غل کو سنکر آپنے فوراً ارشاد فرمایا قوموا عنی میرے پاس سے اٹھ جاؤ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم ابتدائے تقریر سے اسوقت تک صحیح ہوش و حواس اور سالم عقل و ادراک سے کام فرماتے

حضرت ابوبکر کی پیشنمازی کی مقدار حقیقت

جمعہ اور سنیچر کے دن بھی مرض کی اسی شدت میں گذر گئے۔ اشتداد مرض کے ساتھ ضعف و اضمحلال بھی زیادہ ہوتا جاتا تھا پے در پے بیہوشی درخاموشی طاری ہوتی جاتی تھی۔ اتوار کے دن تو صبح سے اس قیامت کی ناتوانی تھی کہ بستر سے سر اٹھانا اور پہلو بدلنا مشکل تھا۔ آپ اسی حالت میں تھے کہ بلال نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ نماز کا وقت ہے۔ سیرۃ الحلبیہ میں ہے۔

فقال علیہ السلام لا استطیع الصلوۃ خارجا ومر عمر بن الخطاب فلیصل بالناس فخرج بلال وھو یبکی فقال لہ المسلمون ماوراءک فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یستطیع الصلوۃ خارجا فبکوا وقال لعمر اخرج

بلال نے خدمت نبوی میں آ کر عرض کی یا رسول اللہ صلعم نماز کا وقت آگیا آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ اسوقت مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ نماز کے لیے باہر نکل سکوں۔ تم عمر ابن الخطاب کے پاس جا کر کہو وہ لوگوں کو جا کر نماز پڑھائیں۔ بلال روتے ہوئے باہر نکلے۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بلال نے کہا آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف نہیں لا سکتے یہ سنکر سب رونے لگے بلال نے جا کر حضرت عمر سے کہا کہ رسول

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۲ اور صحابہ کی رفتار و کردار کے جادۂ طریقہ کو پورے طور سے مفہوم فرما رہے تھے۔ تو پھر حضرت عمر کا غلبہ مرض کا حکم صریح اتہام تھا یا نہیں"

اب شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں رہا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ تبلیغ و تعلیم شریعت کے متعلق کوئی نکتہ باقی نہیں تھا لیکن شریعت میں احداثات و مخترعات کا شوشہ تو ضرور باقی رہ گیا تھا جسکی نسبت اکثر موقعوں پر فرمایا جاتا تھا لاتعلم ما احدثوا بعدی نہیں معلوم تم لوگ میرے بعد کیا احداث کرو گے۔ آیت اکملت لکم تکمیل شریعت کی بشارت تو ضرور ہے لیکن صحابہ تو ابھی سے اسکی شان نزول کے اصلی مقصود ہی کو غائب کرنا چاہتے ہیں اور اس تحریر میں اسی کے اصل مقصود کو لکھکر بتلا دینا منظور رسالت تھا۔ اسکے آگے لکھا جاتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد آپ چار دن تک زندہ رہے۔ اسوقت نہ سہی بعد کو لکھوا دیا ہوتا"

سیرۃ النبیؐ کے موضوع میں جلدوں کی جلدیں سیاہ کر ڈالی گئیں لیکن شبلی صاحب کو ابتک سیرت نبویؐ کی معرفت نہ ہوئی جس طرح حضرت عمر آنحضرت صلعم کے اصلی مقصود کو سمجھ گئے تھے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت عمر اور تمام صحابہ کے مقصود ذہنی کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔ اسلیئے اصرار بیکار تھا کیونکہ صحابہ کی خود غرضی اور دنیا پرستی سے جو نتیجہ نکلنے والا تھا وہ آپکے پیش نظر تھا۔ اس بنا پر اخلاق مصطفوی اور غیرت نبوی سے یہ کبھی ممکن نہیں تھا کہ مخاطب کے اقرار الیقینی کو ملاحظہ فرمانے کے بعد بھی اپنے ارشاد پر اصرار فرمائیں اسلیئے قوموا عنی کہکر مجمع کو برخاست کر دیا اور اب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یامرک ان تصلی بالناس فقال عمر رضی اللہ عنہ ما کنت لا تقدم بین یدی ابابکر ابدا فادخل علی نبی اللہ صلعم فاخبرہ ان ابابکر علی الباب فدخل علیہ صلعم بلال فاخبرہ بذلک فقال نعم ما رای عمر ابابکر فلیصل بالناس فخرج الی ابی بکر فامرہ ان یصلی بالناس فصلی بالناس۔

صلعم نے آپکو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے حضرت عمر بولے حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے مین ہرگز نماز نہین پڑھا سکتا تم جاکر رسول صلعم سے کہو کہ ابوبکر یہان موجود ہین بلال نے واپس آکر آنحضرت صلعم سے یہ حال بیان کیا۔ آنحضرت صلعم نے کہا کہ عمر کی رائے بہتر ہے۔ تم ابوبکر کے پاس جاکر کہو کہ لوگون کو نماز پڑھائین۔ بلال نے حضرت ابوبکر کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ آپکو نماز پڑھانے کا حکم ہوا ہے پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی

دوسری روایت روضۃ الاحباب مین ان الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے۔

عائشہ صدیقہ گفت چون مرض پیغمبر خدا صلعم سنگین شد یاران نماز خفتنی بود کہ در مسجد منتظر آن سرور بودند فرمود آیا مردم نماز گذاردند گفتم نے یا رسول اللہ صلعم

عائشہ صدیقہ کہتی ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض سنگین ہو گیا اور وہ وقت نماز عشا کا تھا لوگ مسجد مین بیٹھے ہوئے آنحضرت صلعم کا انتظار کر رہے تھے۔ آپنے پوچھا کیا لوگ

بقیہ عبارت حاشیہ ص۴۴۳ صحابہ کی طرف سے پورے طور سے مایوس ہو کر آپ حضرت علیؑ کو صبر وتحمل کی وصیت فرما گئے۔ جو اوپر نقل ہو چکی ہے۔ آپ کا یہ فقرہ کہ کسی کے روکنے سے آپ کب رک سکتے تھے عجیب مضحکہ انگیز ہے۔ جواباً عرض ہے کہ جسطرح رسول کسی دوسرے کے روکنے سے کب رک سکتے تھے بالکل ویسی طرح آپ اپنی خودغرضی کے سامنے رسولؐ کے کہنے سے کب مان سکتے تھے۔ حجۃ الوداع کا وہ حکم جو ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے سامنے بالاعلان نافذ فرمایا گیا تھا کب مانا گیا جو بستر علالت کی ہدایت پر اسوقت خیال کیا جاتا۔ ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر تحریر وصیت پر رسالت کا اصرار باقی رہتا تو ہم نہین کہہ سکتے ہین کہ صاحبان اخلاق وآداب آج اسکے کمال عقل وادراک پر کہان تک عیوب ونقائص کے الزام لگاتے۔ اسکے بعد لکھا گیا ہے۔

اور یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آپ کیا لکھوانا چاہتے تھے بخاری مین ہے کہ آپ عبداللہ بن ابوبکر سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا فرمان لکھوانا چاہتے تھے!! یہ لکھنا تو پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ اسکا جواب صرف یہی ہے کہ جسطرح آپکو اور آپکے امام بخاری کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن ابوبکر سے خلافت ابوبکر کی سند لکھوانا چاہتے تھے اسیطرح شیعونکو بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے آپ حضرت علیؑ کی خلافت وامامت کا فرمان تحریر کرانا چاہتے تھے۔ پھر اسمین استبعاد کیا ہے۔ لیکن گذارش یہ ہے کہ حضرت علی کی امارت وخلافت کے متعلق تو نصوص الٰہی اور احادیث رسالت پناہی کی متعدد اور متواتر اسناد کثیر موجود ہین لیکن خلافت حضرت ابوبکر کی تحریر کی نسبت تو سوائے اس روایت موضوعہ کے جسکے راوی خود انکے

انتظار تو می کشند گفت آبے برائے من در مخصب نمائید۔ چنان کردیم۔ آن سر در آن آب را برخود ریخت و بدن خود را بشست آنگاہ خواست کہ برخیزد۔ بیہوش شد۔ تا سہ نوبت آن صورت متحقق گشت و ہر بار کہ بہوش می آمدی پرسید کہ مردم نماز گذاردند می گفتیم نہ انتظار تو می کشند و در کرت سوم کسے را فرستاد بنزد ابوبکر کہ با مردم نماز گذارد و فرستادہ آنحضرت صلعم رفت و پیغام با ابوبکرؓ رسانید۔ ابوبکر مردے بود رقیق القلب گفت یا عمر تو با مردم نماز گذارد

نماز پڑھ چکے۔ عرض کی گئی نہین۔ سبلوگ آپکا انتظار کررہے ہین۔ آپنے فرمایا میرے لئے طشت مین پانی بھرد۔ چنانچہ پانی بھر اگیا آپنے جسم مطہر کو دھوکر چاہا کہ اٹھین مگر بیہوشی طاری ہوگئی جب ہوش آیا تو پوچھا لوگ نماز پڑھ چکے۔ عرض کی گئی نہین بلکہ سب آپ کا انتظار کررہے ہین فرمایا طشت مین پانی بھرد۔ پانی بھر اگیا۔ آپنے پھر تمام بدن پر پانی ڈالا اور جسم مطہر کو دھویا مگر پھر غش آگیا۔ تین بار پے در پے یہی صورت ہوئی۔ ہر بار جب ہوش آتا تھا تو آپ پوچھتے تھے نماز ہوگئی کہا جاتا تھا نہین سب آپ کا انتظار کررہے ہین تیسری بار آپنے کسی کو بھیجکر حضرت ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا کہ نماز پڑھادو۔ اس آدمی نے آکر حضرت ابوبکر کو آنحضرت صلعم کا حکم سنایا حضرت ابوبکر

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۴ صاحبزادے عبداللہ ہین۔ اور کوئی معلوم نہین ہوتی! اب نہین معلوم کہ اصول شہادت کے مطابق باپ کے لیے بیٹے کی گواہی یہان بھی قابل اعتنا سمجھی جائیگی یا نہین کیونکہ واقعہ فدک مین حضرت ابوبکر خود اسی اصول کی بنا پر حضرت فاطمہؑ کے حق مین حضرات حسنین علیہم السّلام کی شہادتین مسترد فرماچکے ہین جب حقیقت حال یہ ہے تو شبلی صاحب یا ان کے تلمیذ رشید سلیمان صاحب ندوی ایسی مجہول و رخلاف اصول سند والی روایت سے اپنا استدلال کیسے قائم کرسکتے ہین۔ اب آپ کا یہ لکھنا کہ۔

اس اختلاف کے بعد آپنے تین وصیتین فرمائین۔ جو ضروری بات آپ کاغذ پر لکھوانا چاہتے تھے ممکن ہے کہ یہی ہون۔ یا اگر وہ ان کے علاوہ تھین تو آپ اسکو ان عام وصیتون کے ساتھ بھی بیان فرماسکتے تھے اسکے بعد مجمع عام مین جو خطبہ دیا اس مین بھی اسکا اظہار فرماسکتے تھے۔　　(سیرۃ النبی جلد دوم صفحہ ۱۳۷ حاشیہ)

آپ کا یہ بیان بھی مغویانہ ہے۔ اوّل تو ان واقعات کے اوقات خاص طور پر کسی روایت مین متعین نہین ہین۔ سب نے قیاس ہی قیاس سے کام لیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسکی صحت۔ اسکا وقت اور موقع خاص بھی تسلیم کرلیا جائے تاہم ہم کہینگے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اخلاق وآداب اور حفظ مراتب کے خیال سے خاموش رہ گئے اور آزمودہ را آزمودن کے اصول اخلاق پر عمل پیرا ہوئے اور اسی وجہ سے آپنے اسکا ذکر نہ فرمایا۔ مگر آپنے اس روایت مین بھی تحریف صریح کی ہے۔ حالانکہ اصل الفاظ روایت مین ہے کہ اصل راوی حدیث کو تیسری وصیت

عمر با وے گفت تو احق از من درین امر۔ پس ابوبکر نماز با مردم بگذارد وبعد از آن پیغمبر خدا صلعم را خفتے از مرض حاصل شد روز دیگر ابوبکر با مردم نماز پیشین میگذارد کہ آن سرور درمیان دو مرد کہ یکے ازان عباس بود بیرون رفت و با ایشان گفت مرا بپہلوے ابوبکر بنشانید چنان کردند چون ابوبکر دانست کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمد خواست کہ متاخر بشود حضرت اشارت نمود کہ در مقام خویش باش آنسرور نشستہ نماز گذارد و ابوبکر مقتدی شد بوے و مردمان مقتدی بابوبکر بودند یعنی بواسطہ تکبیر نبے بر افعال و انتقالات پیغمبر وقوف می یافتند۔

چونکہ رقیق القلب بزرگ تھے حضرت عمر سے کہنے لگے آپ نماز پڑھا دین حضرت عمر بولے آپ اس امر کے لیئے مجھسے زیادہ مستحق ہین۔ دوسرے دن آنحضرت صلعم کے مرض مین کچھ تخفیف ہوئی۔ دوسرے دن حضرت ابوبکر نماز ظہر پڑھا رہے تھے کہ آنحضرت صلعم دو آدمیون کے سہارے جن مین ایک عباس تھے مسجد مین تشریف لائے اور ہمراہیون سے کہا کہ مجھکو ابوبکر کے پاس بٹھا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم آگئے تو انھون نے پیچھے ہو جانے کا قصد کیا آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر رہو۔ آپ نے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی۔ حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم کی اقتدا کی اور لوگون نے حضرت ابوبکر کی اقتدا کی۔ اس طرح کہ حضرت ابوبکر کی آواز تکبیر سنکر صحابہ آنحضرت صلعم کے ارکان وسکنات نماز سے واقف ومطلع ہوتے تھے۔

بقیہ عبارت حاشیہ ص۴۴۵ یاد ہی نہین رہی۔ صحیح مسلم مین حدیث قرطاس کے آخر حصہ مین ہی عن ابن عباس قال دعونی فالذی انا فیہ خیرا وصیکم بثلث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ماکنت اجیزھم قال وسکت عن الثالثۃ او قالہا فانسیتہا ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھ سے اُن وصیتون کو سن لو کہ تمھارے حق مین بہتر ہوگا وہ تین وصیتین یہ تھین۔ ایک تو مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو اور وفود جسطرح ہم بھیجا کرتے تھے اسیطرح تم بھی بھیجتے رہو۔ پھر تیسری وصیت کے متعلق آپ خموش ہوگئے۔ یا راوی کا بیان ہے کہ آپنے اسکو بھی کہا لیکن مین بھول گیا مشکوۃ شریف مین بھی یہ روایت باب الکرامات کے بعد باب مناقب الصحابہ مین بایک لفظ مندرج ہی (تشئید المطاعن ۳۶۹) اب اس راوی کے بیان سے ظاہر ہوا کہ وہ تیسری وصیت بھول گیا۔ اور وہ عجب نہین کہ وہ ولایت وخلافت علیؑ کے متعلق ہو جسے وہ حقیقتاً بھول گیا۔ یا مظالم خلافت کے خوف سے جسکی وجہ سے علیؑ کا نام لینا علیؑ کے نام پر نام رکھنا اور علیؑ کا ذکر کرنا۔ ناقابل عفو جرم تھا۔ راوی مذکور نہ بیان کرسکا ہو۔

آخر مین آپکی یہ تاویل کہ اسکے بعد جو خطبہ دیا اس مین اسکا اظہار فرماسکتے تھی صریح مغالطہ دہی ہی" ذرا الفاظ

اسی روضۃ الاحباب مین تیسری روایت یون مرقوم ہے۔

چون مؤذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را اعلام کرد از وقت نماز عصر عبداللہ بن زمعہ پیش آن سرور بود۔ باوے گفت بگو مردم را کہ نماز بگذارند عبداللہ بن زمعہ بیرون آمد و بعمر رسید و گفت با مردم نماز گذار عمر پیش رفت و نماز گذارد و قرأت بجہر کرد۔ سید عالم از حجرۂ خود آواز قرأت عمر شنید گفت آیا این آواز عمر نیست گفتند آرے۔ فرمود تابی اللہ ذلک والمؤمنون سر از دریچہ خانہ بیرون کرد و گفت نے نے باید کہ ابوبکر با مردم نماز بگذارد۔ عمر منصرف شد و با عبداللہ

جب مؤذن نے نماز کا اعلان کیا تو عبداللہ بن زمعہ اس وقت آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے۔ آپنے ان سے ارشاد کیا کہ جا کر لوگون سے کہدو کہ نماز پڑھ لین عبداللہ بن زمعہ باہر آئے تو انھین حضرت عمر مل گئے۔ عبداللہ نے کہا آپ لوگون کو نماز پڑھا دین حضرت عمر آگے کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھانے لگے اور نماز مین زور زور سے قرأت کرنے لگے جناب سرور کائنات نے اپنے حجرہ مین اُن کی آواز سنی تو پوچھا کیا عمر کی آواز نہین ہے۔ لوگون نے عرض کی جی ہان آپنے ارشاد فرمایا۔ نہ یہ خدا ہی کو پسند ہے اور نہ مومنین کو آپنے اپنا سر دریچہ سے باہر نکالا اور فرمایا نہین نہین۔ ابوبکر لوگون کو نماز پڑھائین چنانچہ عمر وہان سے چلے آئے اور عبداللہ بن زمعہ

بقیہ عبارت حاشیہ ص ۴۴۶ حدیث پر بھی نظر ہا کرے۔ اصل حدیث مین لفظ حضر آیا ہی جسکے معنی حالت احتضار کے ہین۔ توجب لفاظ حدیث اس بیان کے موقع کو حالت احتضار کے ساتھ مخصوص بتلاتے ہین تو پھر کون کوئی ہو گی عقل والا اور بگڑا ہوا دماغ والا ایسا ہوگا جو یقین کریگا کہ اس حالت احتضار کے بعد بھی آنحضرت صلعم نے مجمع عام مین کوئی خطبہ باع برین عقل و دانش بباید گریست

اب ہم ناظرین کے اطمینان اور اپنی حقیقت بیان کے ثبوت مین علامہ ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغۃ کے فارسی ترجمہ سے دو واقعات خاص حضرت عمر کی زبانی نقل کرتے ہین جن سے حضرت عمر کے مقصود دلی کا خود انکی زبان سے اظہار و اقرار ہو جاتا ہے وہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہین۔

از ابن عباس منقول است کہ گفت من در راہ شام با عمر بودم روزے دیدم کہ بر شتر خود سوار است و تنہا میرود من از پے او رفتم گفت اے پسر عباس من شکایت میکنم بتو از پسر عمت یعنی علیؑ۔ سوال کردم از او کہ با من بیاید قبول نکرد و ہمیشہ او را با خود غضبناک می یابم تو

ابن عباس سے منقول ہے کہ مین شام کی راہ مین حضرت عمر کے ہمراہ تھا ایکدن مین نے انکو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر اکیلے سوار ہین اور چلے جاتے ہین مین انکے پیچھے ہو لیا۔ مجھ سے کہنے لگے اے پسر عباس مین تم سے تمھارے ابن عم یعنی علی کی شکایت کرتا ہون۔ مین نے اُن سے درخواست کی کہ وہ میرے ہمراہ چلین مگر انھون نے قبول نہین کیا۔

بن زمعہ گفت حضرت ترا نگفتہ بود کہ با مردم نماز بگذار وعبداللہ جواب داد ہیچکس را معین نکردہ بود ولیکن چون ابوبکر را در میان مردم اصحاب ندیدم ترا گفتم کہ با مردم نماز گذار چہ نزد من کسے از حاضران اولے از تو نبود۔ عمر گفت من ندانستم کہ چنین است والّا امام مردم نمی شدم۔

سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے نہین کہدیا تھا کہ کون شخص نماز پڑھائیگا عبداللہ نے کہا مجھ سے تو کسی شخص خاص کا تعیّن نہین کیا تھا۔ لیکن چونکہ مین نے اُس وقت لوگون مین حضرت ابوبکر کو نہ پایا مین نے تمکو نماز پڑھانے کے لیئے کہا اسلیئے کہ حاضرین مین میرے نزدیک تم سے بہتر کوئی شخص اس وقت موجود نہین تھا حضرت عمر بولے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوجاتا تو مین کبھی لوگون کا امام نہ بنتا۔

اسی روایت کو امام عبدالبر نے استیعاب مین۔ بذیل ذکر مناقب ابوبکر ان الفاظ مین لکھا ہی۔

روی الزھری عن عبد الملک بن ابی بکر بن عبد الرحمن بن اُمیۃ عن ابیہ عن عبد اللہ بن زمعۃ بن الاسود قال کنت عند رسول اللہ وھو

زہری عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمن بن امیہ سے اور وہ اپنے باپ سے اور انکا باپ عبداللہ بن زمعہ بن اسود کی زبانی بیان کرتے ہین کہ عبداللہ بن زمعہ کا بیان ہی کہ مین جناب رسالتمآب صلعم

بقیہ عبارت حاشیہ ص ۴۴۷ چہ گمان داری غضبش ختم او از چیست گفتم تو ہم سببش را میدانی گمان می کنم کہ غضب او برائے فوت خلافت است از و گفت بیشتر ہمین است او چنین می داند کہ جناب رسول خدا صلعم خلافت را از برائے او میخواست ہرگاہ خدا نخواست کہ باو برسد خواستہ جناب پیغمبرؐ چہ فائدہ کرد۔ رسولؐ امرے خواست و خدا غیر آن خواست مگر ہر چہ پیغمبر میخواست می شد حضرت رسول خدا می خواست کہ عم او ابی طالب مسلمان بشود چون خدا نخواست نہ شد۔

اور مین تو ہمیشہ انکو اپنے اوپر غضبناک پاتا ہون تم کیا خیال کرتے ہو مجھسے انکے غضبناک رہنے کا کیا باعث ہی مین نے کہا اسکے سبب کو تو آپ بھی جانتے ہین۔ انکا عتاب خلافت نہ ملنے کی وجہ سے ہی۔ حضرت عمر بولے۔ ہان زیادہ یہی باعث ہے کیونکہ انکا خیال ہے کہ جناب رسول خدا صلعم اُنکے لیئے خلافت چاہتے تھے۔ جب خدا کی یہ خواہش نہین تھی کہ خلافت اُنکو پہونچے تو پیغمبرؐ کی خواہش سے کیا فائدہ ہوا۔ رسولؐ جو چاہین وہ ہوتا بھی نہین تھا کیونکہ رسول اللہ صلعم نے چاہا کہ انکے چچا ابوطالب مسلمان ہوجائین۔ مگر چونکہ خدا نہین چاہتا تھا وہ نہین ہوئے۔

دوسری نقل ابن ابی الحدید نے یہ لکھی ہے۔

در روایت دیگر چنین است کہ عمر گفت کہ حضرت رسول خدا صلعم خواست کہ در مرض موت خود از برائے خلافت او ذکر کند پس مانع شدم اورا از ترس فتنہ و از خوف آنکہ

دوسری روایت مین یون منقول ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے چاہا کہ اپنے مرض موت مین اُنکی خلافت کا ذکر کرین لیکن مین نے منع کیا اس خوف سے کہ فتنہ برپا ہوجائیگا اور اسلام

عليل فدعاه بلال الى الصلوٰة فقال
لما مروا من يصلي للناس فقال فخرجت
فاذا عمر في الناس وكان ابوبكر غائبا فقال
قم يا عمر فصل بالناس فقام عمر فلما كبر
سمع رسول الله صلعم صوته وكان مجهرا
فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
اين ابوبكر يابى الله ذلك والمسلمون فبعث
الى ابي بكر فجاء بعد ان صلى عمر تلك الصلوة
فصلى بالناس طول علته حتى قبض رسول
الله صلعم۔

کی خدمت میں آپکی علالت کے زمانہ میں حاضر تھا کہ بلال نے نماز کیلئے
اذان دی آپنے مجھسے ارشاد کیا کہ لوگوں سے کہدو کہ نماز پڑھ لیں
یہ سنکر میں باہر آیا اور میں نے حضرت عمر کو لوگوں میں پایا حضرت
ابوبکر اسوقت وہاں نہیں تھے میں نے حضرت عمر سے کہا آپ نماز
پڑھا دیں حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور تکبیر کہی آنحضرت صلعم نے انکی
تکبیر بلند کی آواز سنی تو پوچھا ابوبکر کہاں ہیں یہ خدا اور مسلمانوں کو
پسند نہیں ہے لوگ حضرت ابوبکر کو بلا لائے لیکن وہ اسوقت آئے
جب وہ نماز پڑھا چکے تھے پھر ابوبکر آپکی وفات کے وقت تک
نماز پڑھاتے رہے۔

(تشئید المطاعن صفحہ ۶۴۳-۶۴۴)

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۴۷ اسلام پراگندہ شود پس حضرت
رسولخدا دانست انچہ در نفس من بود و نگفت و خدا انچہ مقدر
کردہ بود شد۔ و نیز روایت کردہ اند از ابن عباس کہ گفت کہ من
داخل شدم بر عمر در اول خلافتش در پیش او یک صاع خرما
بر حصیرے ریختہ بود مرا بخوردن تکلیف کرد۔ یکدانہ
برداشتم ہمہ را خورد و سبوے آبے پیش او گذاشتہ
بود برداشت و بیاشامید و تکیہ کرد بر بالش و
حمد خدا بجا آورد و پس گفت از کجا می آئی اے
عبداللہ گفتم از مسجد گفت پسر عمت را بچہ
حال گذاشتی۔ گمان کردم کہ عبداللہ بن جعفر را می گوید
گفتم کہ با ہمسالان خود بازی میکند۔ گفت او را نمی گویم
بزرگ شما اہلبیت را میگویم گفتم او در بستان مشغول آب کشیدن بود و تلاوت
قرآن می نمود گفت اے عبداللہ ترا سوگند میدہم
کہ خونہاے شتر بر تو لازم باشد کہ کتمان کنی کہ آیا

پراگندہ ہو جائیگا۔ پس رسولخدا میرے نفس مطلب کو سمجھ گئے اور پھر اسکا
ذکر نہیں کیا۔ اور خدا جو کچھ مقدر کر چکا تھا وہی ہوا اور ایک دوسری
روایت میں ابن عباس سے یہی منقول ہے کہ میں عمر کی اوائل خلافت
میں انکے پاس گیا۔ انکے سامنے چٹائی پر ایک صاع (۳ سیر) خرمے
رکھے ہوئے تھے اور ان میں وہ کھاتے جاتے تھے مجھے بھی کھانے
کیلئے کہا میں نے صرف ایک دانہ کھایا تھا۔ اسی اثنا میں وہ سب کھجوریں
کھا گئے ایک پانی کا گھڑا رکھا تھا اسے اٹھا کر پی گئے پھر تکیہ لگا کر بیٹھ
گئے اور خدا کا حمد و شکر بجا لائے پھر مجھ سے پوچھنے لگے اے عبداللہ
اسوقت کہاں سے آتے ہو میں نے کہا مسجد سے۔ پوچھا اپنے ابن عم
کو کس حال میں چھوڑا میں سمجھا کہ عبداللہ بن جعفر کو پوچھتے ہیں جواب دیا
وہ اپنے ہمسنوں کے ساتھ کھیلتے ہیں کہا نہیں ہم تمہارے بزرگ
اہلبیت کو دریافت کرتے ہیں میں نے کہا کہ اپنے باغ کو سیراب کر رہے
ہیں اور قرآن کی تلاوت فرما رہے ہیں کہنے لگے اے عبداللہ میں
تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں اب بھی انکے دل میں خلافت کی

امامت حضرت ابوبکر کی نسبت اتنا اختلاف ہے جسکا تصفیہ دشوار ہے۔ ہمنے صرف تین روایتین مختلف بیانات کے ساتھ لکھدی ہین جن سے اُسکے اختلاف بیانات پر کافی روشنی پڑتی ہی شبلی صاحبنے اوّل روایت کو بیان کیا ہے اور باقی دو روایتون کا ذرا بھی ذکر نہین کیا ہی۔ حاشیہ کی عبارت مین کسیقدر ان اختلافات کا ذکر کیا ہی جو حسب ذیل نقل کیا جاتا ہے:-

کسی روایت مین یہ مذکور نہین ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپکی زندگی مین کے دن تک نماز پڑھائی ابن سعد نے واقدی سے دو روایتین نقل کی ہین۔ ایک یہ ہے کہ ۱۷۔ وقتونکی نماز پڑھائی دوسری یہ کہ تین دن تک امامت کی شب جمعہ کی عشا سے دوشنبہ کی صبح تک جبدن آپنے وفات پائی حساب لگایا جاوے تو ۱۷۔ نمازین ہوتی ہین اور جمعہ سنیچر۔ اتوار تین دن ہوتے ہین لیکن اصولاً یہ دونو روایتین نہایت کمزور ہین۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحبنے اس اختلاف کو بہت چھپا کر اور گھٹا کر دکھلایا ہی اور صرف تعداد نماز کے اختلاف پر روشنی ڈالی ہی۔ حالانکہ اسمین اور بھی کثیر اختلافات موجود ہین جنکو آپ بالکل مرفوع القلم فرماگئے ہین ہم انکو فتح الباری شرح صحیح بخاری سے مفصلہ ذیل الفاظ مین نقل کرتے ہین۔

بقیہ عبارت حاشیہ ۴۴۹۔ در نفس او از ادعائے خلافت چیزے ماندہ است گفتم بلے در یاد براین گویم از پدرم پرسیدند از انچہ او دعوی میکند پدرم گفت راست می گوید عمر گفت از حضرت رسولخدا صلعم شنیدم کہ در امر او گاہے سخنے چند صادر می شد کہ اثبات نمی کرد و قطع عذرے نمی نمود یعنی صریح نبود گاہے از جہت محبتے کہ با او داشت میخواست کہ میل از حق بسوے باطل در باب او بکند و در مرض موت خواست کہ تصریح باسم او بکند من منع کردم او را از این معنی از برائے شفقت بر امت و محبت اسلام و بحق خانہ کعبہ کہ قریش ہرگز بر او اتفاق نخواہند کرد و اگر خلافت را بگیرد قریش بر او در اطراف زمین شورش خواہند کرد پس رسولخدا دانست

کوئی ہوس باقی ہی۔ مین نے کہا ہان۔ بلکہ اس پر مین اتنا زیادہ کرتا ہون کہ لوگون نے انکے اس دعوی کی نسبت میرے باپ (عباس ابن عبد المطلب) سے پوچھا تو اونھون نے کہا کہ جو دعوی کرتے ہین سچ ہی حضرت عمر نے کہا کہ حضرت رسول صلعم سے اکثر اونکی نسبت ایسی باتین صادر ہوتی تھین جو ثبوت مین نہین ہوتی تھین اور تمام عذرون کی قاطع نہین تھین یعنی حکم صریح نہین تھین اور کبھی کبھی آپ اپنی غایت محبت و الفت کی وجہ سے جو آپکو انکے ساتھ تھی۔ چاہتے تھے کہ امر حق کو باطل کی طرف پھیر دین (نعوذ باللہ) چنانچہ اپنی بیماری مین آپنے چاہا کہ اسکے خاص نام کی تصریح فرمادین لیکن مین نے آپکو محبت اسلام اور شفقت امت یاد دلاکر منع کردیا۔ خانہ کعبہ کی قسم کہ قریش کبھی اون پر اتفاق نکرینگے اور اگر خلافت انھین مل بھی جاوے تو قریش چارونطرف ملک مین شورش پھیلا دینگے پس آنحضرت صلعم میرے مدعا کو سمجھ گئے

ورواية هذه وصلها البزار قال حدثنا
ابو موسى محمد بن المثنى حدثنا داؤد به
ولفظه كان رسول الله صلعم المقدم بين
يدي ابي بكر كذا رواه مختصرا وهو موافق
لقصة حديث الباب لكن رواه ابن خزيمة
في صحيحه من محمد بن بشار عن ابي داؤد بسنده
هذا عن عائشة قالت من الناس من يقول كان
ابو بكر المقدم بين يدي رسول الله من الصف
ومنهم من يقول كان النبي المقدم ورواه مسلم
بن ابراهيم عن شعبة بلفظ ان النبي صلى الله عليه وسلم
خلف ابي بكر اخرجه ابن المنذر وهذا عكس
رواية ابي موسى وهو اختلاف شديد و
وقع في رواية مسروق عنها ايضا اختلاف
فاخرجه ابن حبان من رواية عاصم عن
شقيق عنه بلفظ ان النبي صلى الله عليه وسلم۔

اس روایت کے متعلق بزار کی یہ روایت ہے کہ ابو موسیٰ محمد
بن مثنیٰ نے اور ان سے ابو داؤد نے ان الفاظ کے ساتھ
روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم حضرت ابو بکر سے مقدم
تھے۔ جیسا کہ مختصراً روایت ہوا اور یہ اس حدیث کے قصہ
مندرجہ باب کے موافق ہے لیکن ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں
محمد بن بشار سے۔ اس نے ابو داؤد سے حضرت عائشہ کے
اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صف نماز میں آنحضرت
صلعم سے مقدم تھے یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر سے مقدم تھے اور مسلم ابن ابراہیم نے
شعبہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی ابن منذر نے لکھا ہے اور
یہ روایت ابو موسیٰ کے برعکس ہے اور یہ اختلاف شدید ہے اور
مسروق کی روایت میں بھی جو حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
سخت اختلاف ہے اور ابن حبان نے عاصم بن شقیق کی اسناد سے
جو روایت لکھی ہے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ابو بکر آنحضرت

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۴۵۰ کہ من یا تم کہ آنچہ در خاطر داشت ساکت
شد و تصریح باسم او جاری نکرد و خدا جاری کرد آنچہ مقدر شدہ بود

کہ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اسکو یہ جان گئے۔ یہ سمجھ کر آپ خاموش
رہ گئے۔ اور خدا نے جو مقدر کیا تھا وہ ہوگیا

اب اس سے بڑھ کر حدیث قرطاس کے تمام جزئیات کی اور کیا انکشافات تنقیدی ہو سکتے ہیں۔ اب اس تفصیل پر بھی کسی کا

اطمینان نہ ہو تو پھر عیون لا یبصرون بہا وقلوب لا یفقہون بہا کی تلاوت کرنا چاہیے۔

ابن ابی الحدید نے ان واقعات کو تاریخ بغداد مصنفہ علامہ احمد بن ابی طاہر سے نقل کیا ہے انکی توثیق کشف الظنون
کی منصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

قیل اول من صنف لها (بغداد) تاریخا احمد بن ابی طاهر البغدادی وتلاه الامام الحافظ ابو بکر احمد
بن علی المعروف بالخطیب البغدادی المتوفی سنة ثلث وستین واربعمائة جلد اول مطبوعہ مصر باب الثانی صفحہ ۱۔

(ماخوذ از کتاب تشیید المطاعن ص ۴۹۳)

خلف ابی بکر وظاهر رواية محمد
بن بشار ان عائشة لم تشاهد
الهيئة المذكورة لكن تظاهرت
الروايات عنها بالجزم بما يدل
ان النبي كان هو الامام في
تلك الصلوة منها رواية موسى
ابن ابي عائشة التي اشرنا
اليها ففيها فجعل ابوبكر
يصلي بصلوة النبي والناس
بصلوة ابي بكر وهذا رواية
زائدة بن قدامة عن موسى
وخالفه شعبة ايضا فرواه
عن موسى بلفظ ان ابا بكر صلى
بالناس ورسول الله صلعم في
الصف خلفه ومن العلماء من
سلك الترجيح فقدم الرواية
التي فيها ان ابا بكر كان
ماموما للجزم بها ولان ابا
معاوية احفظ في حديث الاعمش
من غيره ومنهم من عكس ذلك
ورجح انه كان اماما وتمسك
بقول ابي بكر الآتي في باب من
دخل ليؤم الناس حيث قال ما كان لابن ابي
قحافة ان يتقدم بين يدي رسول الله صلى الله عليه وآله

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی اقتدا کرتے تھے اور ترمذی
نسائی اور ابن خزیمہ میں شعبہ عن نعیم بن ابی بکر عن تزید عن شقیق
کے سلسلے جو روایت لکھی ہے اسکے یہ لفظ ہیں کہ آنحضرت صلعم
نے ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی اور محمدؐ بن بشار کی روایت سے
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے اس واقعہ کو حقیقتاً
اپنی آنکھوں سے اس صورت میں نہیں دیکھا تھا لیکن ان تمام
روایات کی تتبع سے علی الظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز
میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام تھے جیسا کہ ہمنے
موسیٰ بن ابی عائشہ کی روایت لکھکر اشارہ کیا ہے اور اسمیں
یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی تقلید کرتے تھے اور
تمام لوگ حضرت ابوبکر کی تقلید کرتے تھے یہ اور وہ روایت ہے
جو زائدہ بن قدامہ نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے نقل
کی ہے اسکی مخالف شعبہ کی روایت ہے جس میں ان
الفاظ سے مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھاتے
تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف میں اُن کے
پیچھے تھے۔ اُن علماء سے جو ترجیح کے قائل ہیں انھوں نے ان روایا تکو
ترجیح دی ہے جسمیں تحقیق کے ساتھ یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر
ماموم تھے لیکن ابا معاویہ نے اعمش سے اسکی نسبت جو کچھ سنا ہے وہ اسکے
خلاف ہے اور بالکل برعکس۔ اس میں بیان مرجح ہے کہ حضرت
ابوبکر امام تھے اور اس کے ثبوت میں خود ابوبکر
کا قول نقل کیا ہے جو باب امامت بالناس میں مفصل
مذکور ہے اور اس وجہ سے وہ لکھتے ہیں کہ کون شخص ابن
ابو قحافہ کے برابر ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے
آگے کھڑے ہوئے تھے۔ (نعوذ باللہ)

یہ واقعہ پیش نمازی کی حالت ہے جسکے ہر ہر جزئیات مین اختلاف واقع ہے۔ اوقات نماز۔ تعداد نماز اذن نماز اور سب سے آخر مین امام نماز کی شخصیت کی نسبت بھی اختلافات کی وہی کثرت ہے۔ کوئی کہتا ہے رسول امام تھے کوئی کہتا ہے ابوبکر۔ اس پر جو طول وطویل بحثین علما مین ہوئین اور انھین اختلافات کی بنا پر ان علما مین جو فرقہ بندیان ہوئین اور جیسے جیسے موضوعات ومصنوعات مرویات اپنے اپنے استدلال کے استحکام مین طرفین سے پیش ہوئے وہ ابن حجر کے الفاظ سے ظاہر ہوئے۔ بڑا افسوس تو ان علمائے اسلام کی ذہانت اور قوت حافظہ پر یہ ہے کہ اسپنے اپنے ان اقوال وآرا کے استحکام مین ان لوگون نے اتنا شور وغل مچایا لیکن اپنے اس شور وشغف مین کسی کے منھ سے اتنی آواز نہ پھوٹی کہ رسولؐ۔ تبع اور امام ماموم اور فاضل مفضول ہوا جاتا ہے جو عقلاً اور نقلاً قطعاً محال ہے یہ صحابیت کی مجنونانہ وارفتگی کا نتیجہ ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

پیش نمازی سے خلافت کا خواب غلط ہے۔

انھین روایت موضوعہ کی بنا پر اسی امامت نماز سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا مضمون تراشا گیا ہے۔ اول تو اصول حدیث کے رو سے جب ان مرویات امامت نماز مین اتنے اختلافات کثیر واقع ہین تو اصولاً وہ ساقط از اعتبار اور ناقابل الاستناد ہین۔ دوسرے یہ کہ اگر اسکو استخلاف کی نص صریح مان بھی لی جائے تو حضرت عمر کی یہ متفقہ اور مسلمہ مفصلہ ذیل حدیث متواتر بالکل غلط اور جھوٹ ثابت ہو جائیگی صحیح بخاری ومسلم مین ہے۔

قال عمران لم استخلف فان رسول اللہ صلعم لم یستخلف وان استخلف فان ابابکر استخلف وھذا تصریح منہ بعدم استخلاف النبی صلعم

حضرت عمر نے کہا کہ اگر مین نے کسی کو اپنے بعد وصی نہین کیا تو رسول اللہ صلعم نے بھی کسیکو وصی نہین کیا اور اگر مین وصی مقرر کر جاؤن تو ابوبکر بھی وصی مقرر کر چکے ہین اور یہ آنحضرت صلعم کے کسیکو نہ وصی کرنے پر دلیل صریح ہے۔

قاضی عبدالجبار کتاب مغنی مین لکھتے ہین۔

ان ابابکر نص علی عمر وترک التاسی بالرسول لانہ لم یستخلف۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر پر نص کیا اور یہ اتباع وتقلید رسول صلعم کے بالکل خلاف تھا اسلیئے کہ رسولؐ نے کسیکو اپنا خلیفہ مقرر نہین کیا تھا

ابن حجر بھی صواعق محرقہ کے پہلے باب چوتھی فصل کی اسی بحث مین کہ خلافت کیلئے کسی پر نص نہین فرمائی گئی تحریر کرتے ہین۔

اخرجہ الشیخان عن عمرانہ قال حین طعن ان استخلف فقد استخلف من

شیخین بخاری ومسلم نے حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا ہے جب ان پر طعن کی گئی کہ مین نے اگر استخلاف کیا تو مجھسے پہلے وہ شخص استخلاف

هو خير مني يعني ابو بكر وان اترككم　　کرچکا ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابو بکر اور اگر مین نے ترک استخلاف
فقد ترككم من هو خير مني يعني رسول　　کیا تب بھی اس شخص نے ترک استخلاف کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی
الله صلعم۔　　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ تفضیل الشیخین مین حضرت عمرؓ کے ان اقوال کو لکھکر تحریر فرماتے ہین

فعرف الناس ان رسول الله صلى الله　　جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ
عليه وآله وسلم لم يستخلف احدا وكان عمر متهم على ابي بكر　　نہین مقرر کیا اسلیئے حضرت عمرؓ پر حضرت ابو بکر کی مخالفت کا الزام عاید ہین سکتا

یہان رسول اللہ صلعم کا اصل امر استخلاف ہی ثابت نہین ہوتا تو پیشنمازی کو دلیل استخلاف بناکر پیش کرنا کسقدر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالون پر عتاب

پیش نمازی کی بحث تنقیدی کو تمام کرکے ہم پھر اپنے گذشتہ سلسلہ بیان پر آجاتے ہین اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آغاز علالت سے ایک دن پہلے جیش اسامہ کی تیاری اور تمام صحابہ کو باستثنائے حضرت علی مرتضیٰ ہمراہی لشکر کا حکم دیدیا گیا تھا شبلی صاحب بھی اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھ چکے ہین۔

آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپنے اسامہ بن زید کو حکم دیا کہ وہ فوج لیکر جائین اور ان شریرون سے جنھون نے انکے باپ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام مین قتل کرڈالا تھا اپنے باپ کا انتقام لین۔ صحابہ مین اسکے متعلق چہ میگوئیان ہوتی رہین۔

اور انھین چہ میگوئیون مین تقریبًا ایک ہفتہ گذر گیا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی اطلاع ہوئی تو حالت علالت مین اور ملالت خاطر بڑھ گئی شبلی صاحب پھر لکھتے ہین۔

اوپر گذرچکا ہے کہ رومیون کی طرف جس فوج کا بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز کیا تھا اسکی سرداری اسامہ بن زید کو تفویض فرمائی تھی اسپر بعض لوگون نے (ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ وہ منافقین تھے۔ شکایت کی کہ بڑون کے ہوتے ہوئے نوجوانون کو یہ منصب کیون عطا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کی نسبت ارشاد کیا کہ اگر اسکی یعنی اسامہ کی سرداری پر تمھین اعتراض ہے تو اسکے باپ زید کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا۔ اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اسکے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔

شبلی صاحب تو ایسے ایسے موقع پر واقعات کو لیس و پیش تک کھینچنگے یہانتک انکے مفید مطلب ہوگا اسکے بعد چاہے وہ کیسا ہی نامکمل غیر مفصل مبہم اور مہمل ہی کیون نہ ہو جائے پھر اسکا ایک حرف نہین لکھنے کے۔ اگرچہ

آپنے اپنے ان مختصرات کو بڑے حزم و احتیاط کے ساتھ لکھا ہے اور جب کچھ نہین چلی ہے تو صحابہ کی تعریف خاص ابن سعد کی سند منفردہ سے منافقین کے سر باندھی ہے لیکن باایں ہمہ بیان ویسا ہی کا ویسا مبہم اور ریتدا ویسا ہی کا ویسا بے خبر رکھا گیا ہے۔ یہ کچھ نہین معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلعم کی اس تاکید و تہدید کے بعد صحابہ کرام لشکر اسامہ کے ساتھ گئے بھی یا نہین۔ اگر گئے تو کوئی عذر و کلام نہین۔ نہین گئے تو پھر کیا ہوا؟ شبلی صاحب نے سطحی طور پر واقعہ کا خلاصہ تو لکھدیا نتیجہ کچھ نہ نکالا۔ اسلئے کہ آپکے مدعا کے خلاف تھا۔

اب ہم اس واقعہ کی شروع سے آخر تک پوری تفصیل ابن حجر کی زبانی مفصلہ ذیل الفاظ مین نقل کرتے ہین

بعث النبی صلعم اسامۃ بن زید فی مرضہ الذی توفی فیہ انما اخر الملص (کتاب الغزوات) ھذہ الترجمۃ لما جاء انہ کان تجہیز اسامۃ یوم السبت قبل موت النبی بیومین وکان ابتداء ذلک قبل مرض النبی صلعم فندب الناس لغزو الروم فی اخر صفر ودعا اسامۃ فقال سر الی موضع مقتل ابیک فاوطئھم الخیل فقد ولیتک ھذا الجیش واغز صباحا وحرق علیھم واسرع السیر تسبق الخبر فان ظفرک اللہ بھم فاقلل اللبث فیھم فبدی برسول اللہ وجعہ فی الیوم الثالث فعقد لاسامۃ لواء بیدہ ساميا فاخذہ اسامۃ ودفعہ الی بریدۃ وعسکر بجرف وکان انتدب مع اسامۃ کبار المہاجرین والانصار منھم ابوبکر وعمر وابوعبیدۃ وسعد (بن ابی وقاص) وسعید (بن العاص) وقتادۃ بن النعمان وسلمۃ بن اسلم فتکلم قوم فی ذلک منھم عیاش بن ربیعۃ

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مرض کی حالت مین جس مین آپکا انتقال ہوا آپنے اسامہ کو لشکر کے ساتھ جانیکا حکم دیا اور آپکے اس حکم و ارادہ کی ابتدا آغاز مرض کے قبل سے ہو چکی تھی۔ اور آپنے تمام لوگون کو غزوہ روم کا حکم آخر ماہ صفر مین دیا تھا اس طرح کہ اسامہ بن زید کو اپنی خدمت مین بلا کر ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ کی قتل گاہ کی طرف جاؤ لشکر کو جمع کرو ہمنے تمکو اس لشکر کا امیر مقرر کیا جلد چلا جا تاخیر کا باعث ہوتا ہے خداوند عالم تمکو ان پر ظفریاب فرمائے اور انکی جماعت کو قلیل کرے۔ پھر منگل کے دن آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو آپنے اسامہ کیلئے اپنے ہاتھ سے ایک علم آراستہ کیا۔ اسامہ نے اسے اٹھا لیا اور بریدہ کو دیدیا مقام جرف کو اپنی لشکر گاہ بنایا اور تمام اکابر مہاجرین وانصار کو اسامہ کی ہمراہی کا حکم دیا۔ جن مین ابوبکر۔ عمر۔ ابوعبیدہ۔ سعد (ابن ابی وقاص) سعید (ابن العاص) قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم شامل تھے۔ اس امر مین لوگون نے کلام کیا جن مین عیاش بن ربیعہ مخزومی بھی تھے حضرت عمر نے عیاش کے اس اعتراض کی تردید کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی خبر کردی اس پر آپنے تمام لوگونکو بلا کر خطبہ دیا جو اس حدیث مین مذکور ہے اسکے بعد آنحضرت صلعم کے مرض مین شدت

المخزومی فردّ علیہ عمر واخبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخطب مما ذکر فی ھذا الحدیث ثم اشتدّ برسول اللہ وجعہ فقال انفذوا بعث اسامۃ فجھزہ ابو بکر بعد ان استخلف فی الجھۃ التی امر بھا فسار عشرین لیلۃ وقتل قاتل ابیہ ورجع بالجیش سالما وقد غنموا وقد قصّ اصحاب المغازی قصّتہ مطولۃ فلخصتھا وکانت آخر سریّۃ جھزھا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واول شیٔ جھزہ ابو بکر وقد انکر ابن تیمیّۃ فی کتاب الرّد علی ابن المطھر ان یکون ابو بکر وعمر کانا فی بعث اسامۃ ومستند من ذکرہ اخرجہ الواقدی باسنادہ فی المغازی وذکرہ ابن سعد فی اواخر الترجمۃ النبویۃ بغیر اسناد وذکرہ ابن اسحاق فی سیرۃ الصغری المشھورۃ ولفظہ بدیٔ برسول اللہ صلعم وجعہ یوم الاربعاء فاصبح یوم الخمیس فعقد لاسامۃ وقال اغز فی سبیل اللہ وسر الی موضع مقتل ابیک فقد ولیتک علی ھذا الجیش فذکر القصۃ وفیھا لم یبق احد من المھاجرین والانصار الا انتدب فی تلک الغزوۃ منھم ابو بکر وعمر ولما جھزہ ابو بکر ان یاذن لہ باقامۃ عمر فاذن ذکر ذلک فی المنتظم جازبا بہ۔

ہوگئی اور اسامہ کی روانگی رک گئی پھر حضرت ابو بکر کے خلیفہ ہونے کے بعد ابو بکر نے اسامہ کو اسطرف بھیجا اور وہ بیس شبانہ روز مین پہونچے اور اپنے باپ کے قاتل کو لڑکر مارا اور صحیح وسالم لشکر کے ہمراہ واپس آئے اور مال غنیمت لائے اصحاب مغازی نے اس قصہ کو طولانی طریقہ سے لکھا ہے ہمنے صرف اسکا خلاصہ درج کیا ہے اور یہ آنحضرت کا آخر سریّہ تھا جسکو جناب رسالتمآب صلعم نے روانہ فرمایا تھا پہلی لشکر کشی جسکی تیاری حضرت ابو بکر نے اپنی خلافت کے زمانہ مین کی اور ابن تیمیہ نے ابن مطہر (علامہ حلی علیہ الرحمہ) پر اس مسئلہ مین اعتراض کیا ہے کہ ابو بکر وعمر جیش اسامہ کے ساتھ کیسے جاسکتے تھے لیکن مستند وہی امر ہے جو ذکر اوپر ہوچکا ہے اور جسکو واقدی نے اپنے اسناد کے ساتھ لکھا ہے اور ابن سعد نے بغیر سند کے لکھا ہے آنحضرت صلعم کے آخر حال مین۔ اور ابن اسحق نے سیرۃ صغری مین لکھا ہے اور اسکے الفاظ یہ ہین کہ بدھ کے روز آنحضرت صلعم پر مرض کی شدت ہوئی اور صبح ہوئی تو جمعرات کے دن آپنے اسامہ بن زید کے لیئے لشکرکشی کا انتظام کیا اور ارشاد فرمایا جاؤ خدا کی راہ مین جہاد کرو اور اپنے باپ کے مقتل کی طرف جاؤ ہمنے تمکو اس لشکر پر امیر کیا۔ پھر اسکے بعد تمام قصہ کا ذکر کیا ہے۔ یہانتک کہ مہاجرین وانصار کے طبقہ مین کوئی متنفس ایسا نہین بچا جو اس لشکر کے ہمراہ نہ بھیجا گیا ہو۔ انھین مین حضرت ابو بکر وحضرت عمر بھی تھے اور جب حضرت ابو بکر نے اپنے وقت مین اس لشکر کو بھیجا تو اسامہ سے اپنے رہ جانے کی اجازت چاہی اور انھون نے اجازت دیدی ان تمام باتونکو ابن جوزی نے کتاب منتظم کے ایک علیحدہ باب مین لکھا ہے۔

اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ معترضین خاص منافقین نہین تھے بلکہ مہاجرین ہی کی ایک جماعت تھی جسکے نمائندے عیاش تھے۔ اور اسی لیے حضرت عمر نے اُن پر اعتراض بھی کیا تھا اور اُنکے اس اعتراض کی خبر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر بڑے شوق و ذوق سے اسامہ اور اُنکے باپ کی امارت کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپکا یہ شوق وجوش۔ آپکی یہ پُرجوشی اور حلقہ بگوشی صرف آنحضرت صلعم کے سامنے ہی تک تھی۔ جب آپکی آنکھین بند ہوگئین تو یہ اطاعت و متابعت صریح مخالفت و منافرت سے تبدیل ہوگئی۔ جیسا کہ بہت جلد تفصیل سے بیان ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت ابوبکر و عمر کی جانداری مین ابن تیمیہ نے جو ان حضرات کی عدم شرکت کی تاویل کی تھی وہ کیسی بے اصل اور بہمل تھی جسکی تفصیل ہم اور وضاحت سے آئندہ کرینگے۔ با این ہمہ اس عبارت سے بھی اصل واقعہ کا نتیجہ نہین معلوم ہوا۔ اسلیے ہم محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب کی اصل عبارت سے جو انکی کتاب مدارج النبوۃ مین مندرج ہے حسب ذیل نقل کرتے ہین۔

حکم عالی چنان صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص و ابوعبیدۃ الجراح و غیرہم الا علی مرتضیٰ کہ ہمراہ نگردد۔ در آن لشکر اسامہ ہمراہ باشند و در مجالس سخنان ازین جماعت درین باب بظہور می آمد و درود می یافت این اخبار چون بسمع شریف رسید خاطر مبارکش رنجیدہ شد و بغضب در آمد و باوجود تپ و درد سر از خانہ سر مبارک بعصابہ بستہ بیرون آمد و بر سر منبر رفت و خطبہ خواند و گفت اے معشر الناس این چہ سخن است کہ در باب امیر ساختن من اسامہ را از شما سر بر می زند و در باب امارت پدرش در غزوۂ موتہ نیز سخن میکردید بخدا سوگند کہ اسامہ سزاوار امارت است و پدرش نیز سزاوار امارت بود و اسامہ از دوست ترین مردم است نزد من بعد از پدر و کہ و ہر دو مظنہ خیر اند اگر آن وصیت من در شان شے

حکم عالی یون صادر ہوا کہ تمام اکابر مہاجرین و انصار مثل ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان ذوالنورین سعد ابن ابی وقاص ابوعبیدہ جراح وغیرہم سوائے علی مرتضیٰ کے کہ وہ ہمراہ نہ جائین سب لشکر اسامہ بن زید کے ساتھ جائین تو لوگون نے اُسامہ کی امارت لشکر کے باب مین گفتگو شروع کی جب یہ خبرین آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہونچین تو باوجود بخار اور درد سر کے سر مبارک کو رومال سے باندھ کر آپ باہر تشریف لائے منبر پر گئے اور ارشاد فرمایا لوگو۔ یہ کیا باتین ہین جو تم اُسامہ کے امیر بنانے کی نسبت کہا کرتے ہو ایسے ہی لوگ غزوہ موتہ کے موقع پر بھی اسکے باپ زید کی امارت کے متعلق باتین کیا کرتے تھے۔ خدا کی قسم۔ اُسامہ بھی امارت کے قابل ہے اور اسکا باپ بھی امارت کے قابل تھا اور میرے نزدیک دونون خیر سے ذکر کیے جانے کے قابل ہین اب اسکے بارے مین میری وصیت نیکی کے ساتھ

پیش کی قبول کنید کہ وے از جملہ اخیار شماست پس از منبر
فرود آمد و بخانہ درون رفت و اسامہ بنا بر فرمودۂ
حضرت صلعم بلشکرگاہ معاودت نمود و فرمان
داد تا لشکر کوچ کنند و چون خواست کہ
خود سوار شود مادرش ام ایمن پیغام
فرستاد کہ رسول خدا صلعم در نزع
است اسامہ بازگشت و انصراف صحابہ
نیز مراجعت نمودند۔

قبول کرتے جاؤ کیونکہ یہ تمھارے اخیار لوگون مین سے ہے یہ
کہکر آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور دولتسرا مین تشریف لیگئے
اور اسامہ حسب الحکم لشکرگاہ کی طرف روانہ ہوئے اور
وہان جاکر انھون نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور خود چاہتے
تھے کہ سوار ہون کہ اتنے مین انکی مان ام ایمن نے اسکے
پاس کہلا بھیجا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت
نزع طاری ہے۔ یہ سنکر اسامہ واپس آئے اور نیز مین صحابہ
بھی واپس آئے۔

مرقومہ بالا عبارت سے ثابت ہوگیا کہ باستثنائے حضرت علی مرتضی تمام مہاجرین وانصار کو معیت
لشکر اور تبعیت اسامہ کا حکم تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین جناب شاہ صاحب نے واقعہ کو نتیجہ تک تو ضرور پہونچا دیا
لیکن شرف صحابیت کی رعایت سے جیش اسامہ سے تخلف کرنیوالے حضرات اور ان پر آنحضرت صلعم کے عتابانہ خطابات
کو بالکل مرفوع القلم فرمادیا لیکن ۔ ع ۔ کجا باشد نہان رازے کزو سازند محفلہا اب باقی تفصیل بھی محدث
شیرازی کی مفصلہ ذیل عبارت مین ملاحظہ ہو۔ روضۃ الاحباب مین آنحضرت صلعم کی آخر امامت نماز کے
بعد مرقوم ہے۔

آنحضرت صلعم ابوبکر و عمر و جماعتے از مسلمانان را طلبید و
فرمود کہ نہ گفتم با لشکر اسامہ بیرون روید گفتند بلے
یا رسول اللہ گفتی ۔ فرمود پس چرا امر مرا اطاعت
نکردید ابوبکر گفت من بیرون رفتم
و برگشتم برائے آنکہ عہد ترا تازہ بکنم
و عمر گفت یا رسول اللہ من بیرون رفتم
و برگشتم برائے آنکہ نخواستم کہ خبر بیماری ترا
از دیگران پرسم پس حضرت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ روان کنید لشکر اسامہ
را و بیرون روید با لشکر اسامہ خدا لعنت کند کسے را

ابوبکر و عمر اور مسلمانون کی ایک جماعت کو آنحضرت صلعم نے
بلایا اور فرمایا کہ کیا مین نے تم لوگون سے نہین کہا تھا کہ لشکر اسامہ
کے ساتھ باہر چلے جاؤ سب نے کہا ہان آپنے کہا تھا فرمایا پھر
تم لوگون نے میرے حکم کی کیون تعمیل نہین کی حضرت ابوبکر
نے کہا کہ مین باہر گیا اور پھر واپس چلا آیا اسلیے کہ آپکے ساتھ
عہد و پیمان کو پھر تازہ کرون حضرت عمر نے عرض کی مین باہر
گیا اور پھر لوٹ آیا اسلیے کہ مین نے نہین چاہا کہ آپکی بیماری
کی خبر دوسرون کی زبانی سنون یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے سب سے ارشاد فرمایا کہ اسامہ کا لشکر روانہ کرو
اور سب کے سب اسکے ساتھ چلے جاؤ خدا اُن لوگون پر

کہ تخلّف نماید از لشکر اسامہ سہ مرتبہ این سخن را فرمود در مدہوش شد — لعنت کرے جو اسامہ کے لشکر سے تخلف کرین، یہ فرماکر آپ پھر بیہوش ہوگئے

حافظ جمال الدین فضل اللہ شیرازی صاحب روضۃ الاحباب کے الفاظ سے معلوم ہوگیا کہ نہایت سخت و شدید الفاظ مین معیت و شرکت لشکر اُسامہ کی تاکید فرمائی گئی اور لشکر سے پیچھے رہجانیوالے نفرین الٰہی کے مستحق ٹھہرائے گئے جب نوبت یہ ہی صحابیت اور معتقدین خلافت عموماً اور امام المتکلمین ملّت جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی سے اس واقعہ کی تردید مین کچھ نہ چلی تو آپنے حافظ جمال الدین محدث شیرازی سے ایسے معتبر اور مستند بزرگ کو جنکو وہ خود اور انکے والد بزرگوار اپنے سلسلہ اجازت مین داخل ہونیکا اقرار فرما چکے ہین۔ فارسی نویس لکھکر غیر ثقہ اور غیر معتبر قرار دیدیا ہی افسوس ہی کہ امام ملت حضرت ابو حنیفہ تو ارکان نماز مین عبارات قرآنی کو زبان فارسی مین ترجمہ کرکے پڑھنے کی عام طور سے اجازت دین اور آپ بہ معانی حدیث کو فارسی مین ترجمہ ہونیکے باعث غیر معتبر اور ناقابل لاستناد قرار دین۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

بہتر۔ اگر عربی عبارات ہی کے ثبوت پر اصرار ہے تو وہ بھی تیار ہی۔ علامہ ابوبکر جوہری لکھتے ہین۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر	جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مرض موت مین اسامہ بن زید
فی مرض موتہ اسامۃ بن زید بن حارثۃ علی جیش	بن حارثہ کو لشکر کے ساتھ جانیکا حکم فرمایا جسمین اکابر مہاجرین و انصار مثل
فیہ اجلۃ المہاجرین والانصار منہم ابوبکر وعمر	حضرت ابوبکر عمر و ابوعبیدہ جراح عبد الرحمٰن ابن عوف طلحہ زبیر داخل
ابوعبیدۃ بن الجراح وعبد الرحمان بن عوف	تھے اور اسامہ کو حکم دیا کہ لشکر لیکر جاؤ اور مقام موتہ مین پہونچکر جہاد کرو
وطلحۃ والزبیر وامرہ ان یغزوا علی موتۃ حیث	جس طرح کہ انھون نے تمھارے باپ کو وہان قتل کرڈالا ہی اور
قتل ابوہ زید وان یغزوا وادی فلسطین فتثاقل	وادی فلسطین تک جہاد کرو آپنے اوس لشکر پر اسامہ کو امیر بنایا اور
اسامۃ وتثاقل الجیش بتثاقلہ وجعل رسول	لشکر سنگین جمع ہوگیا لیکن آنحضرت صلعم کا مرض بھی سنگین و گرانبار
اللہ صلعم فی مرضہ یثقل ویخف ویؤکد	ہوگیا آپنے اسی شدت مرض مین لشکر اسامہ کی روانگی کی نسبت
القول فی تنفید ذلک البعث حتی قال لہ	تاکید فرمائی اسامہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون مجھے استے
اسامۃ بابی انت وامی تاذن لی ان امکث	دن یہان رہجانیکی اجازت دی جائے کہ خداوند عالم حضور کو
ایاما حتی یشفیک اللہ فقال اخرج وسر	اس مرض سے شفا دے ارشاد فرمایا جاؤ اور خدا کی برکت پر روانہ ہو
علی برکۃ اللہ فقال یا رسول اللہ ان خرجت	اُسامہ نے بار دیگر عرض کی کہ اگر مین آپکو اس حالت مین چھوڑکر باہر چلا گیا
وانت علی ہذہ الحال خرجت وفی قلبی منک قرحۃ	تو آپکی علالت کی وجہ سے میرا دل ہمیشہ دونیم رہا کریگا ارشاد ہوا کہ
فقال سر علی النصر والعافیۃ فقال یا رسول اللہ	خدا کی اعانت و سلامتی پر یقین کرکے چلے جاؤ اُسامہ نے پھر عرض کی
انی اکرہ ان اسال عنک الرکبان	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اس لشکر کی موجودہ حالت عرض کرنے سے

فقال انفذ لما امرتك ثم اغمي على رسول
الله صلعم وقام اسامة فتجهز للخروج فلما
افاق رسول الله صلعم سأل عن اسامة والبعث
فاخبر انهم يتجهزون فجعل يقول انفذوا
بعث اسامة لعن الله من تخلف عنه ويكرر
ذلك فخرج اسامة واللواء على راسه والصحابة
بين يديه حتى اذا كان بالجرف نزل ومعه
ابوبكر وعمر واكثر المهاجرين ومن الانصار
اسيد بن حضير وبشر بن سعد وغيرهما من
الوجوه فجاء رسول ام ايمن يقول له ادخل
فان رسول الله يموت فقام من فوره فدخل المدينة
واللواء على راسه فجاء به حتى ركزه في باب رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم وقد مات في تلك الساعة
قال فما كان ابوبكر وعمر يخاطبان اسامة الى ان ماتا الا بالامير

کراہت کرتا ہون. فرمایا جاؤ جیسا مین حکم دیتا ہون. اسکے بعد آپ پر
پھر غشی طاری ہوگئی اور اُسامہ تہیہ سفر کرنے لگے جب آپکو بیہوشی سے افاقہ
ہوا تو آپنے اُسامہ اور انکے لشکر کی روانگی کی نسبت استفسار فرمایا تو کہا گیا
کہ لوگ تہیہ سفر کرتے ہین ارشاد ہوا سب کے سب لوگ اُسامہ کے ساتھ چلے
جائین خدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اُسامہ سے پیچھے رہجائے اور اسکو
آپنے دوبارہ ارشاد فرمایا۔ اُسامہ نکلے انکے سر پر علم لشکر سایہ فگن تھا اور
صحابہ ساتھ ساتھ تھے یہانتک کہ وہ مقام جُرف مین پہونچکر منزل
گزین ہوئے ان کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر وغیرہم تھے مہاجرین سے
اور انصار سے اُسید بن حضیر اور بشر بن سعد وغیرہم ہمرکاب تھے اس
اثنا مین اُم ایمن اسامہ کی ماں نے آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ واپس چلے آؤ
رسول اللہ صلعم نے قضا کی۔ یہ سنکر اسامہ واپس ہوکر داخل مدینہ ہوا اس
طرح کہ انکے سر پر علم تھا۔ اُسامہ نے رسول صلعم کے دروازے پر علم کو گاڑ دیا
آنحضرت صلعم نے اسی وقت انتقال فرمایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جبتک
حضرت ابوبکر و عمر زندہ رہے اسامہ کو برابر امیر کہکر خطاب فرماتے رہے

علامہ ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم الشافعی تاریخ مظفری مین لکھتے ہین ۔

ثم دخلت سنة احدى عشر وفيها امر صلى الله
عليه وآله وسلم بعث الى الشام وامر عليهم اسامة بن
زيد وامره ان يوطئ الخيل تخوم البلقاء والداروم
فبيناهم يتهيئون للسفر ابتدأ برسول الله صلعم الوجع
فاشتغلوا به فقال لهم رسول الله جهزوا جيش
اسامة لعن الله من تخلف عنها فوقع بينهم الخلاف
فقال بعضهم بمثل قول النبي صلعم والمسير للغزو
قال بعضهم لا تطيب قلوبنا الفرقة وهو
مريض فنصبر حتى نبصر ما يكون

پھر سنہ ۱۱ ہجری داخل ہوا اسسال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
لشکر شام کی طرف بھیجنے کا حکم کیا اور اُسامہ بن زید کو اسکا امیر مقرر کیا اور
اسکو حکم دیا کہ تا بلقا و دارم تک چلے جاؤ۔ لوگ تہیہ سفر کر رہے تھے
کہ آنحضرت کی تکلیف مرض بڑھ گئی اور تمام لوگ اسمین مشغول ہوگئے یہ
دیکھکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے ان پر جو لشکر اُسامہ سے
تخلف اختیار کرین۔ لوگون مین اختلاف کثیر واقع ہوا بعض حکم رسول
صلعم کی تعمیل کرنا چاہتے تھے اور بعض جہاد پر روانہ ہونے پر اصرار کرتے
بعض کہتے تھے ہمارے قلوب اس وقت آپ سے جُدائی کی حالت
کو برداشت نہین کرسکتے۔ کیونکہ آپ مریض ہین اسلیئے ہم اس وقت تک

من الامر۔ توقف کرنا چاہیے کہ آپکے مرض کا نتیجہ دیکھ لیں ۔ ۵۱

۵۱ توثیق علامہ ابراہیم الشافعی صاحب تاریخ مظفری ۔ علامہ تقی الدین ابوبکر بن احمد بن قتیبۃ الاسدی الدمشقی اپنی کتاب طبقات الفقہاء الشافعیہ میں لکھتے ہیں ۔

ابراھیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الھمدانی باسکان المیم الحموی المعروف بابن الدم ولد بحماۃ سنۃ ثلث وثلاثین وخمسمائۃ ووصل الی بغداد فتفقہ بھا وسمع وحدث بالقاھرۃ وکثیر من بلاد الشام وولی قضاء بلدہ وکان اماما فی المذھب وعالما بالتاریخ والنظم والنثر توفی بحماۃ شھر جمادی الاخری سنۃ اثنین واربعین وستمائۃ ومن تصانیفہ شرح مشکل الوسیط وھو نحو الوسیط مرتین فیہ اعمال کثیرۃ وفوائد غریبۃ وادب القضاء لہ مجلد فیہ فوائد وکتاب فی التاریخ فی الفرق الاسلامیۃ وقال الذھبی لہ التاریخ الکبیر المظفری ۔ ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الہمدانی بسکون میم ، الحموی المعروف بابن الدم ۵۳۳ھ میں بمقام حماۃ پیدا ہوئے اور بغداد میں آکر علم فقہ کی تحصیل کی اور شہر قاہرہ میں علم حدیث کی سماعت کی اور نیز ملک شام کے بہت سے شہروں میں استماع حدیث کی پھر اپنے شہر حماۃ میں قاضی ہوگئے وہ اپنے مذہب کے امام تھے اور تاریخ کے عالم تھے اور نظم و نثر کے مصنف تھے جمادی الآخر ۶۴۲ھ میں قضا کر گئے انکی تصانیف سے شرح مشکل الوسیط ہے یہ شرح دو مجلدوں میں ہے جسمیں اعمال کثیرہ اور فوائد غریبہ شامل ہیں اور ادب قضا میں بھی انکی ایک جلد خاص ہے اور اسمیں بھی فوائد داخل ہیں اور تاریخ میں بھی ایک کتاب ہے جسمیں تمام فرقہائے اسلامیہ کا ذکر ہے اور علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ انکی تصانیف سے تاریخ کبیر مظفری مشہور ہے ۔

صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی تاریخ دانی بالوفیات میں لکھتے ہیں ۔

ابراھیم بن عبد اللہ بن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الھمدانی الحموی الشافعی المعروف بابن الدم قاضی حماۃ ولد بھا سنۃ ثلث وثلاثین وخمسمائۃ ورحل وسمع ببغداد وحدث بحماۃ وقاھرۃ وحلب ولہ نظم ونثر ولہ تاریخ الکبیر المظفری فی الفرق الاسلامیۃ توفی سنۃ اثنین واربعین وستمائۃ ابراہیم بن عبد اللہ ابن عبد المنعم بن علی بن محمد القاضی شہاب الدین ابو اسحٰق الہمدانی الحموی الشافعی المعروف بابن الدم ۵۳۳ھ میں بمقام حماۃ پیدا ہوئے بغداد جا کر استماع حدیث کیا اور شہر حماۃ قاہرہ اور حلب میں علم حدیث کی تعلیم و تدریس کی نظم و نثر کے مصنف تھے فرقہائے اسلام کے بیان میں تاریخ کبیر مظفری مشہور ہے ۶۴۲ھ میں وفات پائی

کشف الظنون میں ہے ۔

التاریخ المظفری للقاضی شہاب الدین ابراھیم بن عبد اللہ ابن الدم الحموی المتوفی سنۃ ۶۴۲ھ وھو ستۃ مجلدات یختص بالملل الاسلامیۃ فی نحو ستۃ مجلدات تاریخ مظفری قاضی شہاب الدین ابراہیم بن عبد اللہ ابن الدم الحموی متوفی ۶۴۲ھ کی تصنیف ہے اسمیں مخصوص فرقہائے اسلامیہ کا بیان ہے اور وہ چھ جلدوں میں ہے ۔ المؤلف عفی عنہ ۔

علامہ آمدی اپنی شرح کی فصل رابع قاعدہ سابعہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

واختلافهم بعد ذلك في التخلف عن جيش اسامة وقد قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم لجيش اسامة لعن الله من تخلف عنه قال قوم بوجوب الاتباع وقال قوم بالتخلف انتظارا لما يكون من رسول الله في مرضه۔

پھر اختلاف جیش اسامہ کی نسبت واقع ہوا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے متعلق فرما چکے تھے اس پر خدا کی لعنت ہو جو جیش اسامہ سے تخلف کرے اس حکم کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہوا بعض اسکو واجب الاتباع سمجھتے تھے بعض اسکے خلاف تھے۔ کہتے تھے کہ ہمکو مرض رسول اللہ صلعم کے نتیجہ تک ضرور انتظار کرنا چاہیے۔

علامہ عبد الرحمن بن عبد الرسول بن قاسم کتاب مراۃ الاسرار[1] میں لکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہ روز پیش از وفات نماز بامامت ابوبکر صدیق امر فرمودہ و اسامہ بن زید بن حارثہ را کہ پیشتر امیر کردہ نامزد شام ساختہ بود و در روز پیش از وفات کہ روز شنبہ دہم ربیع الاول بود باوجود مرض بدست مبارک خود لوائے عقد نمودہ باسامہ سپرد فرمودہ و دعائے خیر در شان او کردہ رخصت فرمودہ اسامہ لوائے گرفتہ بیرون رفتہ در جرف منزل ساخت تا لشکر جمع شود پس اعیان انصار و مہاجر مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان بن عفان و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ جراح و غیرہم مامور گشتند تا از لشکر ہمراہ اسامہ باشند آنحضرت بر بعضی از مردم دشوار نمود بسبیل طعن گفتند کہ این غلام را آنحضرت بر مہاجرین امیر میگرداند این مقالہ بسمع آنحضرت صلعم رسید بسیار غضب ناک فرمود من تخلف جیش اسامۃ فہو ملعون پس لاچار جملہ صحابہ ہمراہی اسامہ اختیار کردند و غیر از بنی ہاشم و اہلبیت کسے دیگر ہیچکس نزد آنحضرت صلعم نماندہ بود چہ جمیع صحابہ ہمراہ اسامہ بجرف بودند وسے امر فرمود کہ کوچ و میخواستند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے تین روز پہلے حضرت ابوبکر کو نماز کی امامت عنایت فرمائی اور اسامہ بن زید کو غزوہ شام کیطرف نامزد فرما چکے تھے اور روز وفات سے پہلے کہ دسویں ربیع الاول روز شنبہ تھا۔ باوجود مرض شدید کے ایک علم خاص آراستہ فرما کر اسکے حق میں دعاے خیر کی اور اسامہ کو شام کیطرف رخصت فرمایا اسامہ علم لیکر باہر نکلے اور مقام جرف میں منزل کی اسلیے کہ لشکر وہاں جمع ہو جائے پس تمام مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان بن عفان سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ جراح وغیرہم کے لشکر اسامہ کی ہمراہی پر مامور ہوئے یہ صورت بعض لوگوں کو ناگوار معلوم ہوئی وہ طعن کی راہ سے کہنے لگے کہ آنحضرت صلعم نے اس غلام کو ہمارے اوپر امیر مقرر کیا۔ ان لوگوں کے یہ کلام آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئے تو آنحضرت صلعم کو سخت غصہ آیا اور ارشاد فرمایا جس نے لشکر اسامہ سے تخلف اختیار کیا وہ ملعون ہے پس تمام مہاجر و انصار نے مجبور ہو کر اسامہ کی ہمراہی اختیار کی اور سوائے بنی ہاشم اور اہلبیت کے کوئی دوسرا شخص آنحضرت صلعم کے پاس باقی نہ رہا کیونکہ تمام صحابہ ہمراہی لشکر اسامہ مقام جرف میں

---

[1] توثیق علامہ عبد الرحمن صاحب مراۃ الاسرار شیخ الہند شاہ ولی اللہ صاحب اپنے رسالہ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں کہ در مراۃ الاسرار مذکور است کہ حضرت گنج شکر در راحۃ القلوب میفرماید کہ من می خواستم کہ نعمت سجادہ ملک ہندوستان را بکسے دیگر دہم ہاتف غیب آواز داد کہ شیخ نظام الدین در راہ است ہدایت اوسے برسد (کما فی تشئید [illegible]) المولف عفی عنہ

تا سوار شوند که ام ایمن مادر وے کسے را فرستاد که آنحضرت صلعم در نزع است اسامه بازگشت واکابر صحابه که بیرون رفته بودند بنا برین خبر ایشان نیز مراجعت نمودند۔	چلے گئے تھے اسامہ نے کوچ کا حکم دیدیا تھا اور لوگ سوار ہو کر چلنے کو تھے کہ اسامہ کی ماں ام ایمن نے کسی کو بھیجکر کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلعم حالت نزع مین ہین اسامہ لوٹ آئے اور تمام صحابہ بھی واپس چلے آئے۔

جیش اسامہ کے متعلق صحابہ کے تساہل اور تامل کے باعث سے جو نتیجہ آخر مین ظاہر ہوا وہ معتبر اور متواتر اسناد سے اوپر مذکور ہوچکا صحابہ کرام کا یہ طرز عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنجیدگی اور سخت کبیدگی خاطر کا باعث ہوا ویسا ہی جیسا قرطاس والا واقعہ۔ ان دونون واقعات کی مذکورہ بالا تفصیل پڑھکر تحقیق کے مشتاق ناظرین پورے طور سے صحابہ کرام کے طرز عمل کے موجودہ تغیرات کو سمجھ جائینگے۔ بلکہ تعجب کرینگے کہ ایسے اخلاص مند ایسے عقیدت کیش اور فرمانبردار اصحاب در حکم رسالت۔ فرمان نبوت مین اتنا تامل ایسا تساہل در اس درجہ کا مفرط تغافل سے چہ معنی دارد که در گفتن نمی آید۔ اس واقعہ مین حضرت عمر کے تلون کی زندہ مثال نہایت تعجب خیز ہے۔ یہ وہی بزرگوار ہین جو بقول شبلی صاحب واقعہ ایلا مین اجازت باریابی نہ ملنے کے باعث حضرت حفصہ۔ اپنی صاحبزادی کے سر کاٹنے پر تیار تھے اور پھر اسی واقعہ جیش اسامہ مین منتظرین کی انتظار کرنیوالی رائے کے سخت مخالف اور خدمت نبوی مین امارت اسامہ پر معترضین کی تعریض کی خبر پہونچانے والے بھی یہی تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے جب جیش اسامہ کو بھیجنا چاہا تو آپنے سخت مخالفت کی کنز العمال مین اس واقعہ کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائی جاوے

عن سیف بن عمر عن ابی ضمرة وابو عمرو وغیرهما عن الحسن بن ابی الحسن قال ضرب رسول الله صلعم بعثا قبل وفاته علی اهل المدینة ومن حولهم وفیهم عمر بن خطاب وامر علیهم اسامة بن زید فلم یجاوز آخرهم الخندق حتی قبض رسول الله صلعم فوقف اسامة بن زید بالناس ثم قال لعمر ارجع الی خلیفة رسول الله فاستاذنه لی فارجع بالناس فان معی وجوه الناس فلا آمن علی خلیفة رسول الله اثقال المسلمین ان یتخطفهم المشرکون وقالت الانصار فان ابی الا ان تمضی فابلغه عنا واطلب	سیف بن عمر نے ابی ضمرہ اور ابو عمرو وغیرہما سے اور انہون نے حسن بن ابی الحسن کی اسناد سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ اور حوالی مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا جسمین عمر بن خطاب بھی داخل تھے اور اسامہ بن زید کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا یہ لوگ مقام خندق سے آگے نہین بڑھے تھے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے رحلت فرمائی اسامہ لشکر کے ساتھ رک گئے اور حضرت عمر کو بلا کر کہا کہ خلیفہ رسول سے جا کر میرے لیے لشکر کے ساتھ واپس آنے کی اجازت مانگیے کیونکہ میرے ہمراہ ایسے بھی لوگ ہین جو خلیفہ رسول یا ازواج رسول و مسلمین پر کہ مشرکین متاصل کر دیے جائین اعتبار نہین کرتے اور انصار نے کہا کہ آپ ہماری طرف سے انکو جا کر کہدیجئے کہ اسامہ سے اور

ان یولی امرنا رجلا اقدم سنا من اسامة فخرج عمر بامر اسامة فاتی ابا بکر فاخبره بما قال اسامة فقال ابوبکر لو اختطفتنی الکلاب والذیاب لم ارد قضاء رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم قال فان الانصار امرونی ان ابلغک انهم یطلبون الیک ان تولی امرهم رجلا اقدم سنا من اسامة فوثب ابوبکر وکان جالسا فاخذ بلحیة عمر وقال ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب استعمل رسول الله صلی الله علیه وسلم وتامرنی ان انزعه فخرج عمر الی الناس فقالوا له ما صنعت فقال امضوا ثکلتکم امهاتکم ما لقیت من سببکم الیوم من خلیفة رسول الله صلعم

ایسے شخص کو امیر لشکر بنائیں جو اُسامہ سے سن میں زیادہ ہو حضرت عمر وہاں سے چلے اور حضرت ابوبکر کی خدمت میں آئے اور جو کچھ اُسامہ نے کہلا بھیجا تھا اُن سے کہہ دیا حضرت ابوبکر بولے خدا کی قسم اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے کھا جائیں تب بھی میں حکم رسولؐ سے عدول نہیں کر سکتا اسکے بعد حضرت عمر نے کہا کہ انصار نے آپکو یہ پیام دیا ہے کہ آپ اُسامہ سے زاید سن والے کسی شخص کو اُن پر امیر مقرر فرمائیں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابوبکر بیٹھے سے اُٹھ کھڑے ہو گئے اور حضرت عمر کی داڑھی پکڑ کر کہنے لگے کہ تیری ماں تیرے سوگ میں روئے اور تو تمام ہو جائے اے ابن خطاب تم جانتے ہو کہ انکو رسول اللہ صلعم نے امیر مقرر کیا ہے یہ جانکر تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں اُسے معزول کر دوں۔ یہ سنکر حضرت عمر لشکر میں واپس آئے اور جو کچھ گذرا تھا بیان کر دیا اور اُن سے کہا کہ تمھاری مائیں تمھارے سوگ میں روئیں کہ میں نے تمھارے باعث خلیفہ رسولؐ کے ہاتھوں یہ سب کچھ اٹھایا۔

(تشئید المطاعن ص ۶۷)

یہ واقعہ حضرت عمر کے طرز عمل میں اُنکے تغیر و تبدل رائے کا کافی ثبوت ہے اور سیاسی نقطۂ خیال کے اعتبار سے ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامی دار کی عملی تدابیر پر مبنی ہے۔ آنحضرت صلعم کی حیات میں اسکی کچھ اور مصلحت تھی اور وفات کے بعد اب اسکی صورت و ضرورت کچھ اور ہو گئی۔ جدھر ہوا کا رخ ہوا ادھر ہی تنکے اڑے۔

قریب وفات کے حالات

مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایام میں واقعہ قرطاس، تجہیز جیش اُسامہ پیشنمازی حضرت ابوبکر کے تمام جزوی و کلی حالات و واقعات کے کامل انکشافات کر کے ہم اب آپکے قریب وفات کے حالات مفصل اور مسلسل قلمبند کرتے ہیں۔

مرقومہ بالا حالات و واقعات صاف صاف ثابت کر رہے ہیں کہ مرض رسول اللہ صلعم کی شدت اور روز بروز آپکی حالت نازک دیکھ کر آنحضرت صلعم کے کسی حکم و فرمان کی آپکے مدعا و ارادے کے موافق تعمیل نہیں کی گئی اور قریب قریب تمام گروہ مسلمین کے خیالات و جذبات میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا تھا جو حکم رسولؐ کی تعمیل و اجرا میں ہر فرد و احد

اطاعت خلوص اور متابعت کی جگہ اپنی اپنی جگہ قوت اجتہادیہ سے کام لینے لگا۔ اور جیسے جیسے اس نفس قدسی
برکت کے فیوض روحانی کم ہوتے گئے۔ اسلام مین خودغرضی اور خواہشات نفسانی بڑھتی گئین۔ اس عالم ناتوانی
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سوائے خاموشی کے اور چارہ ہی کیا تھا۔

یکشنبہ کی دوپہر سے آپکی حالت بالکل تغیر ہوگئی تھی۔ آجتک مریض رسالت کو کوئی دوا نہین دی گئی تھی
یکشنبہ کے دن حالت خراب دیکھکر امہات مومنین نے بیہوشی کی حالت مین آپکو دوا پلادی جب افاقہ ہوا تو آپکو
دوا کا ذائقہ محسوس ہوا۔ چونکہ آپ اس مرض کو مرض الموت یقین کر چکے تھے کسی مداوا کو ضروری نہین سمجھتے تھے
اس بنا پر دوا کا پلایا جانا کسیقدر ناگوار طبع ہوا۔ شبلی صاحب لکھتے ہین ۔

وفات سے ایکدن پہلے اتوار کو، لوگون نے دوا پلانی چاہی۔ چونکہ گوارا نہ تھا آپنے انکار کیا۔ اسی حالت
مین غشی طاری ہوگئی ۔ لوگون نے منھ کھول کر پلادی افاقہ کے بعد آپکو احساس ہوا۔ تو فرمایا سبکو دوا پلوائی
جائے معلوم ہوا جن لوگون نے زبردستی دوا پلائی تھی ان مین حضرت عباس شامل نہ تھے اسلیئے وہ اس حکم سے مستثنی
رہے محدثین اس واقعہ کو لکھکر کہتے ہین کہ یہ بشریت کا اقتضاء تھا یعنی جس طرح بیمارون مین نازک مزاجی آجاتی ہے
آپنے بھی اوسی طرح یہ حکم دیا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک تو یہ تنک مزاجی نہین۔ بلکہ لطف طبع تھا۔

ہمکو نہ شبلی صاحب کی رائے سے اتفاق ہے اور نہ اُنکے محدثین کے مختار سے۔ اسلیئے کہ شدت مرض کا
موجودہ عالم اضطراب ہرگز نزاکت یا لطافت طبع کا مقتضی نہین تھا۔ بلکہ اُن لوگون کو دوا پلوانیکی ترکیب مین اُس حکیم
الٰہی کو اس امر کی تنبیہ وتعلیم منظور تھی جسکو ہم اوپر امتناع مداوا کے ذکر مین لکھ آئے ہین یعنی دوا پلوانے والونکو
دوا پلوا کر بتلا دیا گیا کہ جس طرح اس دوا پینے سے تملوگون کو کوئی نفع وضرر نہین ہوگا اوسی طرح مجھکو بھی
اس سے کوئی نقصان یا فائدہ نہوگا اسلیئے کہ یہ مرض میرا مرض الموت قرار پاچکا ہے۔ اور موت کا مرض کسی
دوا سے نہین جاسکتا۔ اسلیئے دوا کی کوشش بیکار ہے۔

اشرفیون کا تصدق

شبلی صاحب لکھتے ہین۔
مرض کی کرب وبیچینی مین ایکدن یاد آیا کہ حضرت عائشہ کے پاس کچھ اشرفیان رکھوائی تھین دریافت
فرمایا عائشہ وہ اشرفیان کہان ہین۔ محمد خدا سے بدگمان ہوکر ملیگا۔ جاؤ انکو خدا کی راہ مین خیرات کردو۔

لیکن محدث شیرازی اس واقعہ کو ان الفاظ مین تحریر فرماتے ہین ۔

بصحت پیوستہ کہ برائے آن سرور صلعم چند دینار زر سرخ
از جائے آوردہ بودند ہمہ را بالفقراء قسمت فرمودہ الا شش

روایت صحیح مین مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس کہین سے
اشرفیان آئی تھین وہ سب تقسیم کردی گئین لیکن چھ

یا هفت دینار که بعائشه سپرد بعد از آن وی را در مرض
اغمائے حاصل شد سر بر سینہ عائشہ
نہادہ بود۔ چون بہوش آمد فرمود اے
عائشہ آن دنانیر را چہ کردی گفت پیش
من است فرمود بر فقرا تصدق کن و بیہوش
شد و چون بہوش باز آمد فرمود اے عائشہ انفاق
کردی آن را یا نہ گفت نہ یا رسول اللہ صلعم۔
دہا تاکہ تاخیر در انفاق آن بہ سبب آن واقع
شدہ بود کہ عائشہ بہ تیمارداری و خدمت آن
سرور مشغول بود فرمود تا آن را بیاورد۔ او آورد
و حضرت آن دنانیر را بر کف دست مبارک نہاد و شمرد
و آنگاہ فرمود چہ گمان بود محمد را بہ پروردگار خود اگر بخدا رسد
و این دنانیر نزد وے باشد پس آنہا را بہ پیش
علی ابن ابی طالب فرستاد تا بر فقرا قسمت کرد و فرمود
این وقت استراحت یافتم۔

یا سات بچ گئی تھیں۔ آپ نے حضرت عائشہ کے پاس رکھوا دی
تھیں ایکبار بیماری کی اس حالت بیہوشی میں کہ آپکا سر
حضرت عائشہ کے سینہ پر رکھا ہوا تھا۔ ہوش آیا تو آپ کو وہ
اشرفیاں یاد آئیں۔ فوراً عائشہ سے پوچھا کہ تم نے وہ اشرفیاں
کیا کیں۔ فرمایا رکھی ہوئی ہیں ارشاد ہوا انھیں فوراً تصدق
کردو۔ یہ کہکر آپ پھر بیہوش ہوگئے۔ ہوش آیا تو پوچھا وہ اشرفیاں
تصدق کردیں حضرت عائشہ نے کہا نہیں تاخیر انفاق کی
وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ آپکی تیمارداری میں مصروف تھیں
آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان اشرفیوں کو لے آؤ۔ وہ لے آئیں
آپ نے انکو ہتھیلی پر رکھکر شمار کیا پھر فرمایا کہ محمدؐ کی نسبت پروردگار
کا کیا گمان ہوتا اسی حالت میں کہ وہ اسکے دربار میں حاضر ہو اور
اسکے پاس یہ اشرفیاں باقی اور موجود ہوں۔ یہ فرماکر آپ نے
ان اشرفیوں کو حضرت علی بن ابی طالب کے پاس بھجوا دیا
کہ فقرا پر تقسیم کردی جائیں وہ تقسیم کردی گئیں جب یہ خبر آپکو
ملی تو فرمایا اب مجھے اطمینان ہوگیا۔ روضۃ الاحباب ص۵۵۶

حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ سے گفتگو

دوشنبہ کا دن غضب کا روز اور قیامت کی صبح تھی۔ وہ دن تھا کہ خاتم نبوت گھنٹہ دو
گھنٹوں میں ختم اور متمم رسالت مرض کے تیرہ یا چودہ دن پورے کرکے تمام ہونیوالا تھا
آفتاب ہدایت و ارشاد لب بام تھا اور کفر و اسلام و نفاق و اخلاص کا قصہ تمام۔ شمع ارشاد و اتحاد خاموش
ہونیوالی تھی ظلمت کفر و الحاد فضائے عالم میں چھانیوالی تھی۔ وحی الٰہی اور برکات لامتناہی مسدود ہو رہی تھی اور
اسلام کے پیکر روحانیت میں۔ خود غرضی۔ نفسانیت اور تباہی موجود ہونیوالی تھی۔ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو طبیعت میں بخلاف اور دنوں کے سکون تھا۔ مگر یہ سکون وقفۃ الموت تھا جو بشریت کا
لازمہ فطرت ہے اسی عالم سکون میں اپنے دست مبارک سے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھایا۔ مسجد میں نماز صبح کی
جماعت دیکھکر اظہار مسرت فرمایا اور پھر حجاب گرا دیا۔ گویا مسجد و جماعت کا یہ آخری معائنہ اور خصوصی مواجہہ تھا۔
محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس روایت میکند کہ علی ابن ابی طالب از نزد آنحضرت صلعم بیرون آمد مردم گفتند اے ابوالحسن رسولؐ امروز چون است فرمود الحمدللہ نیکو است و افاقہ ویرا حاصل شد عباس دست ویرا گرفتہ و بطریق خفیہ از وے گفت کہ رسولؐ بعد از سہ روز دیگر از دنیا نقل میکند و تو مامور امر دیگرے خواہی شد و من علامتی در روے فرزندان عبدالمطلب میدانم کہ حین حاصل میشود و آن علامت امروز در روے آن سرور مشاہدہ کردم۔ بیا تا نزد وے رویم و پرسیم کہ امر خلافت بعد از وے از آن کیست۔ اگر از آن ماست بدانیم و اگر از آن غیر ماست معلوم کنیم کہ کیست و از وے التماس نمائیم تا برائے ما با وصیت فرماید۔ علیؑ در جواب گفت بخدا سوگند کہ اگر سوال کنیم از وے خلافت را و مارا از وے منع نہ کند۔ مردم بعد از وے بما نخواہند داد۔ و اللہ کہ من از رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم این سوال نکنم و دینا نطلبم۔ روضۃ الاحباب ص ۵۵۵

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب آپکی خدمت سے اٹھکر باہر آئے تو لوگون نے پوچھا کہ آج رسول صلعم کا مزاج کیسا ہے۔ بولے الحمدللہ آج کچھ افاقہ ہے۔ حضرت عباس نے ان کا ہاتھ تھا مکر بطور خفیہ ان سے کہا کہ رسول اللہ صلعم تین روز کے بعد انتقال کر جائینگے۔ اور تم دوسرون کے محکوم ہو جاؤگے اور مین اولاد عبدالمطلب کی ان علامتون کو خوب پہچانتا ہون جو وقت موت ان پر طاری ہوتی ہین آؤ ہم لوگ ان کے پاس چلین اور دریافت کرین کہ آپ کے بعد خلافت کسکو ہونے والی ہے۔ اگر ہم لوگون کو ہونیوالی ہے تو ہمین معلوم ہو جائے اور اگر دوسرون کو ملنے والی ہو تو ہم لوگ پھر آپ سے درخواست کرین کہ ان سے ہمارے حق مین وصیت فرمادی جائے حضرت علی مرتضیٰ نے جواب مین ارشاد کیا خدا کی قسم اس کے لیے ہم آپ سے درخواست بھی کرین اور آپ ہمکو اس سے منع بھی نہ کرین یعنی دے بھی دین تاہم لوگ بعد آپکے اسکو ہمکو نہ دینگے اور واللہ مین جناب رسول خدا صلعم سے ایسا سوال کبھی نہ کرونگا اور دنیا نہ مانگونگا۔

عام اس سے کہ یہ روایت اصولاً قابل اعتبار و احتجاج ہو یا نہو لیکن اس سے حقیقت کے متلاشی۔ اصلیت کے مستدعی حضرت عباسؓ کی عمومیت اور حضرت علیؓ کی خصوصیت طبع کو کامل طور سے اندازہ کر لینگے۔ کہ دنیاوی امارت و ثروت کی طرف مائل و راغب کون تھا اور ان خواہشات و تعلقات سے تائب کون۔ فیضی مرحوم سہ

اماے کہ روز وفات پیمبرؐ   خلافت گذارد بماتم نشیند

حضرت فاطمہؑ اور حسنین علیہم السلام سے الوداع

جون جون دن چڑھتا جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیہوشی خاموشی اور پے در پے غشی بڑھتی جاتی تھی۔ ہوش آتا تھا تو چشم مبارک کھول دیتے تھے۔ پھر بند کر لیتے تھے اسی عالم مین ایک بار آنکھ کھلی تو جناب سیدہ کو سرھانے روتا دیکھا۔ ارشاد ہوا۔ فاطمہؑ۔ یون نہ بلا و محدث شیرازی لکھتے ہین۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در وقت احتضار با فاطمہ فرمود پسران ترا پیش آر۔ فاطمہ حسن و حسین را علیہم التحیۃ والرضوان بنزدیک آنحضرت صلعم آورد۔ وے سلام کردند۔ و در برابر جد بزرگوار نشستند و چون او را باآن حال دیدند گریہ آغاز نہادند و چنان زار زار بگریستند کہ از گریۂ شان ہر کہ در آن خانہ بودند بگریست حسنؑ روئے خویش را بر روئے مبارک آنحضرت و حسینؑ سر را بر سینہ بر سکینہ آن سرور نہاد و آنحضرت صلعم چشمان نرگسین کشاد و در ایشان از سر لطف و شفقت نظر کرد ایشان را ببوسید و ببوئید و در باب تعظیم و احترام و محبت ایشان وصیت فرمود و در روایتے آنکہ بعضے از خواص اصحاب بر در حجرہ حضرت حاضر بودند و از گریہ حسنؑ و حسینؑ بگریستند۔ چنانکہ آواز گریۂ ایشان بگوش پُر ہوش آن سرور رسید وے نیز در این حالت بگریست۔

عالم احتضار میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے بچون کو بلاؤ حضرت فاطمہ حسنین علیہما السّلام کو خدمت مبارک مین لے آئیں۔ انھون نے سلام کئے اور اپنے جد بزرگوار کی پاس بیٹھ گئے۔ اور دونون آپکی یہ حالت زار دیکھکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اُن کے رونے سے تمام حاضرین رونے لگے حسن علیہ السّلام نے بے اختیار ہو کر اپنا منھ آنحضرت صلعم کے روئے مبارک پر رکھدیا اور حسین علیہ السّلام نے اپنا سر سینہ اقدس پر۔ آنحضرت صلعم نے آنکھین کھول کر دونون بچون کے منھ کو حسرت کی نگاہ سے دیکھا۔ دونون کے بوسے لیے۔ دونون کے گیسو سونگھے اور پھر تمام حاضرین کو ان دونون کی تعظیم احترام اور محبت کے متعلق وصیت فرمائی اور ایک روایت مین یون منقول ہے کہ بعض خواص صحابہ کی جماعت باہر دروازے پر جمع تھی وہ لوگ بھی ان بچون کی گریہ وزاری سنکر دھاڑیں مار کر رونے لگے یہان تک کہ ان لوگون کی صدائے گریہ سُنکر آنحضرت صلعم بھی رونے لگے۔

حضرت علی سے آخری رخصت اور وصیت

امام فخرالدین رازی اور امام دارقطنی لکھتے ہین۔

عن ام المومنین عائشۃ رض قالت لما حضر رسول اللہ الموت قال ادعوالی حبیبی فدعوت لہ ابا بکر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوالی حبیبی فدعوت لہ عمر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوالی حبیبی فقلت ویلکم ادعوالہ علی ابن ابی طالب فواللہ ما یرید غیرہ فلمّا راٰہ اخرجہ الثوب الذی کان علیہ

ام المومنین حضرت عائشہ رض سے منقول ہے کہ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ مین نے حضرت ابوبکر کو بلا بھیجا وہ جب آئے تو حضرت نے سر اٹھا کر آنکو دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ مین نے جناب عمر رض کو بلا بھیجا آپنے سر اٹھا کر انکو بھی دیکھا اور تکیہ پر سر رکھ لیا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ تب مین نے لوگون سے کہا افسوس ہے تم پر حضرت علی ابن ابی طالب کو بلاؤ جب حضرت صلعم نے علی بن ابی طالب کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ اوڑھے

ثم ادخلہ فیہ فالم یزل محتضنہ حتی قبض ہوئے تھے۔ آپنے اٹھا دیا اور علیؑ کو اسمین سے لیا اور علیؑ سے

و یدہ علیہ ارجح المطالب ص۳۴۴ ج ۲ بغلگیر رہے۔ یہان تک کہ حضرت کا انتقال ہوگیا لہ

مرقومۂ بالا روایت سے ثابت ہوگیا کہ ایام مرض مین شدت مرض کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی مجبوریان دقتین اور مشکلین اتنی سخت اور دشوار ہوگئی تھین کہ سوائے اخلاق رسولؐ کے عام طبائع انسانی انکی تحمل و برداشت کی قوت نہین رکھتی تھین تجویز رسالت اور صحابہ کی قوت اجتہاد دو متضاد صورتین متصادم تھین۔ رسول اللہ صلعم کی موجودہ حالت۔ مرض کی شدت ضعف و اضمحلال ذہنی و مجبوری بیماری و بے یاری جیسا کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین۔

لہ تعصب اور نفسانیت نے اس خلوص کی عادت نہ قربت کو بھی بے داغ نہ چھوڑا اور تمام ایسے ایسے دوسرے واقعات و حالات کی طرح دار السناعت خلافت نے اس معاملہ مین بھی حضرت علیؑ کا مقابل کھڑا کردیا۔ وہ کون حضرت عائشہ۔ کیسے؟ اس طرح کہ آنحضرت صلعم نے ان کے دو سینون کے درمیان انتقال فرمایا حضرت علیؑ کے زانو یا آغوش مین آپنے انتقال نہین فرمایا۔ یہ بحث بھی دوسری بحثون کی طرح ایک معرکۃ الآرا بحث بن گئی ہے شیعہ تو ابھی کنارے ہین خود سواد اعظم اہلسنت مین دو فرقے بن گئے ہین۔ ایک حضرت عائشہ کے مؤید ہین۔ دوسرے حضرت علیؑ کے مدد و معاون۔ امام رازی اور امام دارقطنی خود حضرت عائشہ کی زبانی حضرت علیؑ سے بغلگیر ہونیکی حالت ہی مین آپکے انتقال فرمانیکو لکھتے ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے لیکن شبلی صاحب باوجودیکہ امام دارقطنی کے پایہ استناد کو اسمعیلی وغیرہ ارباب حدیث سے کہین مرجح و مرتفع بتلاچکے ہین۔ مگر اسوقت انکی روایت پر اعتبار نہین فرماتے اور حضرت عائشہ والی روایت کی تقلید و تائید مین لکھتے ہین۔

وفات سے ذرا پہلے۔ حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبد الرحمٰن خدمت اقدس مین آئے آپ حضرت عائشہ کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے تھے عبد الرحمٰن کے ہاتھ مین مسواک تھی مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا حضرت عائشہ سمجھین کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہین عبد الرحمن سے مسواک لیکر دانتون سے نرم کی اور خدمت اقدس مین پیش کی۔ آپنے بالکل تندرستون کی طرح مسواک کی۔ آپکا وقت وفات قریب آیا تھا۔ سہ پہر تھی سینہ مین گھبراہٹ محسوس ہوتی تھی اتنے مین لب مبارک ہلے تو لوگون نے یہ الفاظ سُنے الصلوٰۃ وماملکت ایمانکم پاس پانی کی لگن تھی۔ اسمین بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرے پر ملتے تھے۔ چادر کبھی مُنھ پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا دیتے اتنے مین ہاتھ اٹھاکر انگلی سے اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا بل الرفیق الاعلیٰ "اب کوئی نہین بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہے" یہی کہتے تھے ہاتھ لٹک آئے۔ آنکھین پھٹ کر چھت سے لگ گئین اور روح پاک عالم قدس مین پہونچ گئی۔ اللھم صل علیہ والہٖ صلوٰۃ واصحابہ کثیرا کثیرا۔

اگرچہ شبلی صاحب کا بیان مجمل و مبہم ہے لیکن تاہم آپکے ابتدائے بیان ہی مین اس لکھدینے سے کہ آپ حضرت عائشہ کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے تھے۔ صاف طور سے مترشح ہوتا ہے کہ اسی حالت و عالم مین آپنے انتقال فرمایا۔ قرن اولیٰ و خیر القرون ہی کے وقت

سوائے سکوت اور خاموشی کے اور کیا کر سکتی تھی۔ رسول الثقلین صلعم بستر مرگ پر وصیت نہیں کر سکتا۔ شہنشاہ کونین اپنے خاص عزیز سے مرتے دم رخصت نہیں ہو سکتا۔ وہ آخری وصیت کے لئے اپنے حبیب خاص اپنے قریب مخصوص کو بلاتا ہے پیش کئے جاتے ہیں دوسرے لوگ۔ وہ صورت دیکھتا ہے اور مدعا کے خلاف پاکر خموشی سے پھر بالش علالت پر سر رکھ دیتا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے کہیں جا کر تیسری مرتبہ اسکی خواہش پوری کی جاتی ہے وہ اپنے حبیب اور قریب خاص کو دیکھکر اپنے ہاتھ اسکی گردن میں ڈالدیتا ہے جو عموماً ہر ملک و قوم میں رخصت ہونے کا دستور رہی ہے وائے مبارک اٹھا کر اسکو اپنی ردا میں لے لیتا ہے اور مرتے وقت جو کچھ وصیت آخری کی صورت میں کہنا ہوتا ہے۔ کہدیتا ہے۔ اسی خلوت خاص کے عالم میں

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسکی بحث صحابہ میں چھڑ گئی۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں عن علی بن الحسین قال قبض رسول اللہ صلعم وراسہ فی حجر علی وفیہ ایضاً عن ابی غطفان قال سألت ابن عباس ارایت رسول اللہ توفی وراسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللہ صلعم وھو المستند الی صدر علی قلت فان عروۃ حدثنی عن عائشۃ انھا قالت توفی رسول اللہ صلعم بین سحری ونحری فقال ابن عباس تعقل واللہ لتوفی رسول اللہ وھو مستند الی صدر علی وھو الذی غسلہ

حضرت علی بن الحسینؑ سے منقول ہے کہ جس وقت جناب رسولخدا صلعم نے انتقال کیا تو آنحضرت صلعم کا سر علیؑ کی گود میں تھا اور اُسی کتاب میں ابو غطفان سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپنے دیکھا تھا کہ وقت وفات آنحضرت صلعم کا سر کسکی گود میں تھا ابن عباس نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا تو آنحضرت کا سر مبارک علی ابن ابیطالب کے سینہ سے لگا ہوا تھا میں نے کہا عروہ تو مجھسے حضرت عائشہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا تو آنحضرت صلعم انکی گود میں تھے۔ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کچھ سمجھتے بھی ہو خدا کی قسم جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو وہ علیؑ کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور علیؑ ہی نے انھیں غسل دیا امام نسائی خصائص میں لکھتے ہیں عن ام سلمۃ قالت والذی تحلف بہ ام سلمۃ ان اقرب الناس عھداً برسول اللہ علی قالت لما کان غدوۃ قبض رسول اللہ فارسل الیہ رسول اللہ صلعم قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجۃ فجعل یقول جاء علی ثلاث مرات فجاء قبل طلوع الشمس فلما ان جاء عرفنا ان الیہ حاجۃ فخرجنا من البیت وکنا عند رسول اللہ صلعم یومئذ فی بیت عائشۃ وکنت فی آخر من خرج من البیت ثم جلست من وراء الباب فکنت ادناھم الی الباب فاکب علیہ علی فکان آخر الناس بہ عھداً فجعل یسارہ ویناجیہ وفی اللفظ حدیث المستدرک فجعل یسارہ ویناجیہ ثم قبض صلعم

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ قسم خدا کی قریب ترین مردم بوقت وفات سرور کائنات علی ابن ابی طالب ہیں یعنی جس دن آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا اسکی صبح کو آپنے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ تخمین شاید کسی کام کے لیے باہر بھیجا تھا اور جبتک وہ نہیں آئے کئی بار دریافت کیا کہ علیؑ آئے یا نہیں آخر میں علیؑ آگئے آپس میں ہم لوگ یہ گمان کرکے کہ شاید علیؑ سے رسول اللہ کو کوئی خاص حاجت ہے۔ خانہ عائشہ سے باہر نکل آئے اور میں سب کے بعد نکل کر دوسری عورتوں کی نسبت دروازہ سے بالکل قریب بیٹھی چنانچہ میں نے دیکھا کہ علیؑ نے اپنا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب جھکا دیا اور آنحضرت صلعم

بحکم کل نفس ذائقۃ الموت وقت پورا ہوجاتا ہے خدا کی بارگاہ سے طلبی آجاتی ہے اور وہ بکمال سکون و اطمینان الرفیق الاعلیٰ کہتا ہوا الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم کی آخری وصیت فرماتا ہوا خارستان دنیا سے چمنستان عقبیٰ کی طرف تشریف لے جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون انک میت و انھم میتون اللھم صل وبارک وسلم علیٰ محمد سید المرسلین وآلہ الطیبین صلوٰۃ وسلاماً کثیراً کثیراً

وفاتِ رسولؐ پر گریہ و بکا

شبلی صاحب نے ذکر وفات کے بعد اہلبیت اور ازواج مطہرات کے حزن و ملال اور گریہ و زاری کے حالات جو لازمۂ فطرت انسانی ہیں۔ غالباً اس وجہ سے نہیں لکھے ہیں کہ انکو تاریخی واقعات سے تعلق نہیں یا۔ اس سے جواز گریہ کی ایک خواہ مخواہ صورت قائم ہوجائیگی۔ جو آگے چلکر امتناع بکار علی الحسینؑ کی مخالف ثابت ہوگی

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اُن سے بطور سرگوشی۔ انکی باتیں کرتے رہے پس علیؑ ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبولؐ کے پاس آخر وقت تک رہے۔ نیز مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلعم وقت وفات تک حضرت علیؑ سے راز کے امور ارشاد کرتے رہے۔

حضرت عمر کو بھی اسکا اقرار ہے۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں از جابر بن عبداللہ انصاری منقول است کہ گفت در زمان خلافت عمر بن الخطاب کعب الاحبار بنزد وے آمد وگفت یا امیر المومنین آخر کلمہ کہ رسول اللہ صلعم بآن تکلم نمودہ چہ بود عمر گفت از علی بپرسید امیر فرمود الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کے ایام خلافت میں کعب الاحبار نے اُن سے پوچھا کہ رسول اللہ صلعم نے وقت وفات سب سے آخر کون کلام ارشاد فرمایا تھا حضرت عمر نے کہا حضرت علیؑ سے پوچھو علیؑ بیٹھے تھے کہنے لگے الصلوٰۃ (نماز) الصلوٰۃ (نماز) بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۱۰

خود جناب علی مرتضیٰ نے اپنے اس اعزاز خاص سے احتجاج فرمایا ہے۔ رأس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں۔ عن ابی الطفیل

قال کنت علی الباب یوم الشوری فارتفعت الاصوات فسمعت علیاً یقول بایع الناس ابوبکر فانا واللہ باولی منہ واحق بہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفاراً او بکم احد یٰحدثہ برسول اللہ حین وضعہ فی حفرتہ غیری

ابو الطفیلؓ سے مروی ہے کہ میں شوریٰ کے دن دروازے پر بیٹھا تھا پس لوگوں میں شور برپا ہوا میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت کرلی حالانکہ میں واللہ امر خلافت میں ان سے اولیٰ اور احق تھا پس میں نے سنا اور تسلیم کرلیا کہ مبادا لوگ کافر ہوجائیں کیا تم میں میرے سوا کوئی ایسا ہے جو سب کے بعد حضرت سے جدا ہوا ہو اور جس نے آپکو قبر میں اتارا ہو۔

شبلی صاحب اور تاریخ وفات رسولؐ کی تحقیق شبلی صاحب نے بڑی جانکاہی سے وفات رسولؐ کی اصل تاریخ جو تحقیق فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائے مرض کے دن۔ مدت علالت اور تاریخ وفات کے تعیین میں روایات مختلف ہیں امر مختلف فیہ سے پہلے ان امور کو بتلا دینا چاہیے جن پر تمام روایات کا اتفاق ہے اور جن پر گویا تمام محدثین اور ارباب سیر کا اجماع عام ہے اور وہ یہ ہیں (۱) سال وفات ۱۱ہجری ہے (۲) مہینہ ربیع الاول کا تھا (۳) یکم سے بارہ تک کوئی تاریخ تھی (۴) دوشنبہ کا دن تھا۔ (صحیح بخاری ذکر وفات کتاب الجنائز) زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے اس بنا پر

شبلی صاحب کی مآل اندیشی نتیجہ شناسی اور باریک بینی کی ہم ہمیشہ داد دیتے آئے ہین۔ اور اس وقت بھی ہم آپکی اس حزم و احتیاط کی ضرور داد دینگے۔ مگر افسوس ہو کہ ہم اس مقام پر آپکی تائید نہین کرسکتے اسلیئے کہ لازمۂ فطرت اور خاصہ طبیعت انسانی سے علیحدہ ہو جانا پڑیگا۔ اس ضرورت سے آپکی ترتیب خاص کے خلاف ہم اپنے سلسلہ بیان مین وہی سلسلۂ تفصیل ضرور قائم رکھینگے جو تمام حدیث و تاریخ کے مؤلفین متقدمین و متاخرین نے قائم رکھا ہو۔

(بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ) اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپنے کس تاریخ کو وفات فرمائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کی جاسکتی ہے حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح ۸ روز (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک) بیمار رہے اور یہین وفات فرمائی اسلیئے ایام علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہی۔ عام روایت کے روسے پانچ دن اور رہے ہین۔ اور یہ قرائن سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے اسلیئے ۱۳ دن مدت علالت صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپنے دوسری ازواج کے حجرون مین بسر فرمائے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہارشنبہ سے ہوتا ہے۔ تاریخ وفات کی تعیین مین راویون کا اختلاف ہے۔ کتب حدیث کا تمام دفتر چھان ڈالنے کے بعد بھی تاریخ وفات کی کوئی روایت مجکو حدیث مین نہین مل سکی۔ (یہین سے شبلی صاحب سمجھ جائین کہ سیرت نگاری کی تالیفی ضرورت مین حدیث کو سیر و تاریخ پر ترجیح دینا کیسا مضحکہ خیز خیال ہے۔ مؤلف) ارباب سیر کے ہان تین روایتین ہین یکم ربیع الاول، دوم ربیع الاول اور ۱۲ (دوازدہم) ربیع الاول ان روایتون مین ترجیح دینے کے لیئے روایت و درایت سے کام لینا ہے۔ روایتاً دوم ربیع الاول کی روایت ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور ابو مخنف کے واسطہ سے مروی ہو (طبری ص ۱۸۱۵) اس روایت کو اکثر قدیم مورخون نے (مثلاً یعقوبی و مسعودی وغیرہ نے) قبول کیا ہے لیکن محدثین کے نزدیک یہ دونون مورخ مشہور دروغگو اور غیر معتبر ہین۔ یہ روایت واقدی سے طبری اور ابن سعد نے نقل کی ہو (خبر وفات) لیکن واقدی کی مشہور ترین روایت جسکو اسنے متعدد اشخاص سے نقل کیا ہو وہ ۱۲ ربیع الاول ہے البتہ بیہقی نے دلائل مین بسند صحیح سلیمان التیمی سے دوسری ربیع الاول کی روایت نقل کی ہو (نور النبراس) لیکن یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ سے اور مشہور محدث امام لیث مصری سے مروی ہو (فتح الباری)، امام سہیلی نے روض الانف مین اس روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے (جلد دوم ذکر وفات) اور سب سے پہلے امام مذکور ہی نے اس نکتہ کو دریافت کیا کہ ۱۲ ربیع الاول کی روایت قطعاً ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ دو باتین یقینی طور پر ثابت ہین۔ روز وفات دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی حجہ سنہ ۱۰ھ کی نوین تاریخ کو جمعہ کا دن تھا۔ (صحاح قصۂ حجۃ الوداع صحیح بخاری تفسیر الیوم اکملت لکم دینکم) ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ روز جمعہ سے ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ تک حساب لگاؤ۔ ذی حجہ۔ محرم صفر ان تین مہینون کو خواہ ۲۹۔ ۲۹ کے خواہ ۳۰۔ ۳۰ خواہ بعض ۲۹ بعض ۳۰ کسی حالت اور کسی شکل سے ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہین پڑ سکتا اسلیئے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعاً غلط ہے۔ دوم ربیع الاول کو حساب سے اسوقت دوشنبہ ہو سکتا ہو جب تینون مہینے ۲۹ کے ہون جب یہ دونون صورتین صحیح نہین ہین تو اب صرف تیسری صورت رہگئی جو کثیر الوقوع ہو یعنی ۲ مہینے ۲۹ کے اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیا جائے

فراق پدر مین جناب فاطمہؑ کی گریہ و زاری

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھین بند ہوتے ہی گھر مین کہرام مچ گیا۔ اہلبیت علیہم السلام اور جمیع بنی ہاشم کی گریہ و زاری عموماً اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی بیتابی و بیقراری بالکل ناقابل بیان ہے۔ ہر فرد خاص کی تفصیل مصائب کی پوری کتاب تیار کردیگی۔ اس وجہ سے صرف جناب سیدہؑ کے قلق و اضطراب کی تفصیل محدث شیرازی کے مفصلہ ذیل لفاظ مین ملاحظہ ہو۔

بصحت پیوستہ کہ چون آن سرور از ین عالم انتقال نمود فاطمہ زہراؑ بنیاد ندبہ و زاری کرد و گفت یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ من الی جبریل ننعاہ و گویند بعد از پیغمبرؐ صلعم ہرگز فاطمہ را کسے خندان ندید۔

روایت صحیحہ مین منقول ہی کہ جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو جناب فاطمہ زہراؑ فرط گریہ و زاری مین فرمانے لگین اے پدر بزرگوار آپنے خداوند عالم کی دعوت قبول فرمائی اور جنت الفردوس مین منزل گزین ہوئے۔ اے پدر عالیقدار کون ہے جو آپکی وفات کی خبر جبرئیل کو پہونچادے منقول ہی کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کسی نے پھر جناب فاطمہ زہراؑ کو ہنستے نہین دیکھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اس حالت مین یکم ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن واقع ہوگا۔ اور یہی ثقہ اشخاص کی روایت ہے۔ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ اگر ۹، ذی الحجہ کو جمعہ ہو تو اوائل ربیع الاول مین اس حساب سے دوشنبہ کس کس دن واقع ہو سکتا ہے۔

صورت مفروضہ	دوشنبہ	دوشنبہ	دوشنبہ
(۱) ذیحجہ ۳۰ محرم ۳۰ اور صفر سب ۳۰ کے ہون تو	٦	۱۳	•
(۲) ذیحجہ ۲۹ محرم ۲۹ اور صفر سب ۲۹ کے ہون	۲	۹	۱٦
(۳) ذیحجہ ۲۹ محرم ۲۹ اور صفر ۳۰ کا ہو تو	۱	۸	۱۵
(۴) ذیحجہ ۳۰ محرم ۲۹ اور صفر ۲۹ کا ہو تو	۱	۸	۱۵
(۵) ذیحجہ ۲۹ محرم ۳۰ صفر ۲۹ کا ہو تو	۱	۸	۱۵
(٦) ذیحجہ ۳۰ محرم ۲۹ اور صفر ۳۰ کا ہو	۷	۱۴	•
(۷) ذیحجہ ۳۰ محرم ۳۰ اور صفر ۲۹ کا ہو	۷	۱۴	•
(۸) ذیحجہ ۲۹ محرم ۳۰ اور صفر ۳۰ کا ہو	۷	۱۴	•

ان مفروضہ تاریخون مین سے ٦، ۷، ۸، ۱۳، ۹، ۱۴، ۱۵، تو خارج از بحث ہین کہ علاوہ اور وجوہ کے انکی تائید مین کوئی روایت نہین۔ بہتین یکم اور دوم تاریخین دوم تاریخ صرف ایک صورت مین ہو سکتی ہی جو خلاف اصول ہے۔ یکم تاریخ تین صورتون مین واقع ہو سکتی ہی۔ اور مسنون کثیر الوقوع ہین اور رواۃ ثقاۃ انکی تائید مین ہین۔ اسلئے وفات نبویؐ کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری ہی اگر

محدث دہلوی شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوت میں ان کلمات کے ساتھ اتنا اضافہ اور فرماتے ہیں۔

وا ابتاہ۔ بعد از تو وحی برکہ فرود آید خداوندا روح فاطمہ را بروح او رسان۔ بارخدایا مرا بہ رسول خویش قرین گزار۔ بارخدایا مرا از ثواب حبیب خویش بے نصیب مدار و در روز قیامت از شفاعت او محروم مگزار۔

ہائے پدر نامدار۔ بعد آپ کے وحی اب کس پر نازل ہوگی خدایا تو فاطمہ کی روح کو اسکی روح کے پاس پہونچا دے۔ بارخدایا مجھکو اپنے رسول سے قریب کردے۔ بارخدایا مجھے اپنے حبیب کے ثواب سے محروم نہ رکھ اور قیامت میں اسکی شفاعت سے محروم نہ چھوڑیو۔

حضرت عائشہ کی گریہ وزاری

حضرت عائشہ کی اُسی کتاب میں یہ گریہ وزاری منقول ہے۔

و روایت است کہ عائشہ صدیقہ زاری میکرد و میگفت دریغ پیغمبرے کہ فقر بر غنا اختیار کرد و آن دین پرورے کہ از غم گناہان امت ہیچ شب تمام در بستر راحت باستراحت مشغول نشد و ہرگز از میدان صبر و تحمل از محاربہ نفس فرار ننمودہ و چشمان او ہرگز بمنہیات التفات نفرمودہ و باوجود کثرت ایذا و احتراز کفار و اہل ضلال گرد بر روے با اقبال وے ننشست و در انعام و افضال بروے ہیچ فقیر بے نوا نبست و دندان دُر مثال وے بضرب سنگ دشمن شکستہ و سر وے بعصابہ حوادث روزگار بستہ شد و شکم وے در روز متتابع از نان جو سیر نشد۔

حضرت عائشہ رو رو کر کہنے لگیں آہ۔ وہ پیغمبر کہ جس نے ناداری مالداری پر اختیار کی۔ وہ دین پرور جو امت کے گناہوں کے غم سے کبھی رات بھر آرام نہ سویا اور نفس کے مقابلہ میں میدان صبر وتحمل سے کبھی نہ ہٹا اور ضروریات دنیا کی طرف کبھی اُسکی آنکھیں ملوث نہوئیں اور باوجود اتنی ایذا وجبر کفار کے کبھی آپکے روئے مبارک پر گرد ملال نہ بیٹھی جسکے عطا وجود کا دروازہ کسی فقیر بینوا کے لیئے کبھی بند نہوا۔ اسکے موتی کے ایسے دانت ٹوٹ گئے۔ اسکے سر پر درد مصائب کی وجہ سے رومال بندھے اس کا شکم مطہر کبھی علی الاتصال دو دن بھی نان جو سے سیر نہوا۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اس حساب میں فقط رویت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے جو پیر اسلامی قمری مہینوں کی بنیاد ہے اصول فلکی سے ممکن ہے کہ اس پر شبہات وارد ہو سکتے ہوں کتب تفسیر میں تحت آیت الیوم اکملت لکم دینکم حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کے یوم نزول (۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ) سے روز وفات تک ۸۱ دن ہوتے ہیں (دیکھو ابن جریر۔ ابن کثیر اور بغوی وغیرہ) ہمارے حساب سے ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری سے لیکر یکم ربیع الاول دو ۲۹ اور ایک مہینہ ۳۰ کا لیکر جو ہماری مفروضہ صورت ہے پورے ۸۱ دن ہو جانا چاہیئے ہیں۔ ابو نعیم نے بھی دلائل میں بسند صحیح یکم ربیع الاول تاریخ وفات نقل کی ہے۔ ج دوم صفحہ ۱۴۶ س

شبلی صاحب کی موجودہ تحقیق انیق ایک حد تک ضرور قابل قدر و تعریف ہے اور تاریخ ولادت کی تحقیق سے زیادہ معتبر لیکن اتنی جانکاہ کوشش کے بعد آپ یکم ربیع الاول کو تاریخ وفات قرار دیتے ہیں۔ یہ آپکی بے نظری ہے یا تقلید سلف کی دو ادفری یکم ربیع الاول وفات کی تاریخ نہیں ہے بلکہ دفن کی تاریخ ہے۔ وفات کی اصلی تاریخ دو دن سے جو علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے اور وہ ۲۸ صفر ہے۔

تعزیت اہلبیت اسکے آگے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں۔

چون آن واقعہ ہائلہ رو نمود مردان اہل بیت درآمدند
پردہ درمیان زنان و مردان بستند و از ناحیۂ خانہ آوازے
شنیدند و ہیچ گویندہ را نمی دیدند کہ می گفت السلام
علیکم یا اہل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہ کل نفس ذائقۃ
الموت و انما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ بدانید
کہ ہر مصیبتے را نزد خداوند تعالیٰ تسلیۃ و ہر فوت
شدہ را خلفی است پس بخداوند تعالیٰ واثق باشید و باو
بازگردید و جزع نہ نمائید کہ بحقیقت مصیبت رسیدہ
کسے است کہ از ثواب محروم باشد۔ والسلام علیکم
و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ علی کرم اللہ وجہہ

جب یہ واقعۂ عظیمہ رونما ہوا تو اہلبیت کے مردوں نے گھر میں آکر
فوراً مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ کھینچ دیا اور اطراف خانہ
سے یہ آواز سنائی دی مگر آواز دینے والا نہ دکھلائی دیا۔ وہ ندا یہ تھی
کہ اے اہل بیت سلام ہو تم پر اور خدا کی رحمت و برکت۔ ہر جاندار نے
موت سے لذت پذیر ہونے والی ہے اور تم لوگ بروز قیامت اپنے اجر
پانیوالے ہو۔ یہ سمجھ لو کہ ہر مصیبت کے لئے ایک تسکین و تسلی ہے اور ہر
مصیبت رسیدہ کے واسطے ایک عالم خاص ہے۔ خداوند عالم
کے وعدہ و اقرار کے ساتھ سچے رہو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔
آہ و نالہ نکرو حقیقتاً مصیبت زدہ تو وہ شخص ہے جو ثواب سے
محروم رہجاوے۔ سلام ہو اوپر تمہارے اور خدا کی رحمت و برکت ہو۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ آپ اپنی کتاب میں برابر اور تمام تر اپنی سناتے چلے آئے۔ کبھی کبھی دوسروں کی بھی سن لیا کیجئے۔

آپ خود آغاز حالات مرض میں لکھ چکے ہیں ۱۸ یا ۱۹ صفر سنہ ۱۱ ہجری میں آدھی رات کو آپ جنۃ البقیع میں (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لیگئے وہاں سے تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا۔ یہ حضرت میمونہ کی باری کا دن تھا اور روز چہارشنبہ تھا۔ پانچ دن تک آپ اسی حالت میں رہے اور از راہ عدل و کرم ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لیجاتے رہے سیرۃ صفحہ ۱۳۴ پھر اسی عبارت کے زیر حاشیہ مرقوم ہے زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کل ۱۳ دن بیمار رہے اس بنا پر اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپنے کس تاریخ کو وفات پائی تو تاریخ آغاز مرض بھی متعین کیجا سکتی ہے حضرت عائشہ کے گھر بروایت صحیح ۸ روز تک (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک) بیمار رہے اور یہیں وفات فرمائی۔ علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے۔ عام روایت کی رو سے پانچ دن اور چاہئیں اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اسلئے مدت علالت ۱۳ دن صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپنے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر کئے اس حساب سے علالت کا آغاز چہارشنبہ سے ہوتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۳۵)

لیکن اصل کتاب کی اصل عبارت میں آپنے مدت علالت کل ۹ دن کی ویسی کی ویسی ہی چھوڑ دی کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں صفحہ ۱۳۴ کی آخر سطر میں ۱۸ یا ۱۹ صفر کی آدھی رات کو آپکا جنۃ البقیع میں تشریف لیجانا اور وہاں سے واپسی پر آغاز علالت بتلایا گیا ہے تو اگر ۱۸ کا اعتبار کرکے ۱۹ سے آغاز علالت کا حساب کیا جائے تو بھی یکم ربیع الاوّل تک گیارہ دن تمام ہوکر بارہواں دن یوم وفات قرار پاتا ہے۔ اور اگر ۱۹ صفر سے ایام علالت قرار دیئے جاتے ہیں تو ۱۱ دن ختم ہوکر گیارہواں دن یوم الوصال ثابت ہوتا ہے۔ غرض دونوں

فرمود ہیچ می دانید کہ این گویندہ کہ بود گفتند نہ فرمود کہ خضر بود کہ تعزیت بما رسانیدہ ۔ روضہ صـ۵۶۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کچھ جانتے ہو کہ یہ ندا کرنیوالا کون شخص تھا۔ لوگوں نے کہا نہیں فرمایا۔ یہ خضر تھے۔ جو ہمکو تعزیت دینے آئے تھے۔

شبلی صاحب تجہیز و تکفین کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن سہ شنبہ ۲ ربیع الاول کو شروع ہوا۔ اس تاخیر کے متعدد اسباب تھے (۱) عقیدتمندوں کو یقین نہ آتا تھا کہ حضور نے اس دنیا کو الوداع کیا ارکی چنانچہ حضرت عمر نے تلوار کھینچ لی کہ جو کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اسکا سر اڑادونگا لیکن جب حضرت ابوبکر آئے اور انھوں نے تمام صحابہ کے سامنے خطبہ دیا کہ حضور کا اس جہان سے تشریف لیجانا یقینی تھا اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور اس ناگزیر واقعہ کا یقین آیا۔ (۲) اسکے بعد اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ غروب آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہوسکے (۳) قبر کنی کا کام غسل و کفن کے بعد شروع ہوا۔ اسلیئے دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ (۴) جس حجرے میں آپنے وفات پائی تھی وہیں لوگ علی الترتیب تھوڑے تھوڑے کرکے جاتے اور نماز جنازہ ادا کرتے تھے پہلے بھی دیر لگی اور سہ شنبہ کا دن تمام ہو کر رات کو فراغت ملی

شبلی صاحب کے رقم کردہ وجوہات تاخیر تدفین کے انکشافات

حقیقت حال پر شبلی صاحب کی نقاب افگنی کا تو یہ خاص الخاص مقام ہے۔ اور ہمارے انکشافات کا بھی خاص موقع۔

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ حساب سے کسی طرح تیرھواں دن آپکے انتقال کا روز نہیں پایا جاتا۔ ۱۳ دن علالت کے صحیح ہیں۔ لیکن یہ حساب اسوقت صحیح ہوگا جب علالت کی ابتدا ۱۵ صفر سے قرار دیجائیگی اور مطابق مرویات اہلبیت علیہم السلام بالاتفاق ۲۸ صفر روز انتقال ٹھہرایا جائیگا تو اول سے آخر تک۔ تمام مرویات کے بیانات صحیح اور ٹھیک ٹھیک اتر جائینگے اس طرح کہ ۱۵ صفر سے لیکر ۲۸ صفر تک ۱۳ دن علالت کے بھی صحیح اوتر جائینگے اور ۲۸ اور ۲۹ صفر دو دن اور بیت ۲۹ کی جیسا کہ آپ خود صورت مفروضہ نمبر ۵ عبارت حاشیہ صفحہ ۱۳۵ میں لکھ چکے ہیں بقول آپکے تجہیز و تکفین کے اہتمام یا انتظام سقیفہ سے صحابہ کی واپسی کے انتظار میں صرف ہو کر۔ آنحضرت صلعم یکم ربیع الاول کو مدفون ہوئے۔ ہم اوپر لکھ کر بتلا چکے ہیں کہ یکم ربیع الاول یوم انتقال اور روز وصال نہیں ہے۔ بلکہ یوم الدفن ہے۔

اسلیئے جبتک کہ مرویات اہلبیت علیہم السلام کی متابعت نہ کیجائیگی۔ اصل تاریخ و روز وفات نہ آجتک معلوم ہوا ہے اور نہ قیامت تک معلوم ہوسکتا ہے۔ آپ ایک حساب کیا ہزاروں حساب بنائیے۔ زائچوں پر زائچے کھینچوائیے بلکہ آسمان و زمین کے قلابے ملائیے۔ کوئی حساب نہ ٹھیک اترا ہے اور نہ اتریگا۔ ولادت کی تعیین روز و تاریخ میں بھی شبلی صاحب نے اپنی تحقیق کی ایسی ہی جدت دکھائی ہے اور آسمان سے لیکر زمین تک کی خبر لے ڈالی ہے۔ مگر سب حسابات منطقون اور غیر موزون۔ وہاں بھی ہم لکھکر بتلا آئے ہیں کہ ۱۷ تاریخ یوم ولادت قرار دینے سے۔ جو خاص مرویات اہلبیت علیہم السلام اور جسکو صاحب تاریخ الخمیس غیرہم نے بالآخر مجبور ہو کر نقل کیا ہے سب حساب ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ ورنہ تمام قیاسی شمار اور مفروضہ طومار۔ ایکسے ہزار تک بالکل بیکار ہیں۔ فافہم فتدبر۔ المؤلف عفی عنہ

ہاں شبلی صاحب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین کی تاخیر کے متعلق جتنے اسباب خارجی و ظاہری تھے وہ آپنے لکھکر دکھلا دیئے مسلمانوں کو عموماً اور حضرت عمر کو خصوصاً آپکی وفات کا یقین نہ آتا تھا حضرت ابوبکر آئے حضرت عمر کو سمجھایا۔ اسی سمجھوتے مین دیر لگی۔ شبلی صاحب۔ آپ بیکار کیون تمام مسلمانون کو سمیٹتے ہین۔ اس وہم و قیاس کے پھیلانے والے۔ اس مخالف فطرت انسانی معارض احکام ربانی عقیدے کے بتلانے والے تو حضرت عمر ہی ثابت ہوتے ہین۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت۔

توفی رسول اللہ وابو بکر بالسنح وعمر حاضر فلما توفی رسول اللہ قام عمر ابن الخطاب فقال ان رجالا من المنافقین یزعمون ان رسول اللہ توفی وان رسول اللہ ما مات۔

رسول مقبول صلعم کی وفات کے وقت حضرت عمر موجود تھے مگر حضرت ابوبکر موضع سُنح مین تھے جب آنحضرت صلعم کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر نے کہا کہ منافقین کو گمان ہے کہ رسول اللہ صلعم فوت ہوگئے بخدا کی قسم۔ آنحضرت صلعم فوت نہین ہوئے۔

علامہ شہرستانی۔ کتاب ملل ونحل مین تحریر فرماتے ہین۔

قال عمر ابن الخطاب من قال ان محمدا مات قتلتہ بسیفی ہذا

حضرت عمر ابن الخطاب نے کہا کہ جو شخص کہیگا کہ رسولؐ کا انتقال ہوگیا۔ مین اسکو اپنی اس تلوار سے قتل کرڈالونگا۔

محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

مردم بواسطہ سخن عمر در شک افتادند در موت آنحضرت صلعم ودر آن ساعت ابوبکر صدیق در منزل خویش در محلہ سنح بود کسے را فرستادند تا وے را خبر دار گردانید پس ابوبکر بتعجیل سوار شدہ ومیگفت وا محمداہ ومیگریست تا بہ مسجد رسولؐ درآمد و دید کہ مردم متفرق الحال اند۔

حضرت عمر کے اس قول کو سنکر لوگ شک مین پڑگئے کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا یا نہین اسوقت حضرت ابوبکر اپنے مکان واقع محلہ سُنح مین تھے۔ انکو رسول اللہ صلعم کے انتقال کی خبر دی گئی تو فوراً سوار ہو کر روتے ہوئے اور وا محمداہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے اور مسجد نبوی مین آکر دیکھا کہ لوگ مختلف الحال ہو رہے ہین۔

قصور کرین حضرت عمر بگڑے جائین سب مسلمان۔ اب تو شبلی صاحب اور انکے مؤیدین کو معلوم ہوگیا کہ حضرت عمر ہی اس خیال کے بانی اور موجد تھے۔ سیدھے سادھے مسلمان انھین کی شخصیت سے مرعوب ہوگئے۔ کراب اسکی تمام کیفیت اُسی روضۃ الاحباب کی باقی عبارت سے حسب ذیل ملاحظہ کی جائے جس سے ثابت ہو جائیگا کہ آپکے اسباب اربعہ مین سے ایک بھی تاخیر تکفین وتدفین آنحضرت صلعم کا اصلی سبب نہین تھا۔ بلکہ جو حقیقی وجہ تاخیر تھی وہ اس عبارت سے بکمال وضاحت معلوم ہو جائیگی۔

پس ابوبکر صدیق از خانہ بیرون آمد وعمر درمیان غلغلہ مردم

حضرت ابوبکر جسد رسول کی زیارت سے مشرف ہوکر باہر نکلے تو لوگون کے

سخن میکرد و می گفت پیغمبر وفات نیافته صدیق سه نوبت باوے گفت بنشین و ہر بار عمر ابانمود پس ابوبکر گفت ایہا الرجل بدرستیکہ رسول خدا وفات یافتہ نشنیدہ کہ حق تعالی در کتاب خویش باوے این خطاب فرمود انک میت وانہم میتون فرمود وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد فان مت فہم الخالدون ۔ آنگاہ بر منبر رسول ؐ برآمدہ ۔ مردم ہمہ عمر را گذاشتند و با بوبکر متوجہ شدند صدیق خطبہ خواند مشتمل بر حمد و ثنائے خداوند تعالی و درود بر محمد مصطفےٰ وگفت من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت وآیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم تا آخر آیہ خواند عمر گوید پائے من لرزید و بیفتادم و گوئیا من این آیت را نشنیدہ بودم و ہمہ مردم آن روز آیت را از ابوبکر فراگرفتند و می خواندند و ابن عمر گوید گوئیا بر روئے ما پردہ بود و بواسطہ ابوبکر برداشتہ شد پس اہالی مدینہ

ہجوم میں حضرت عمر کو لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ پیغمبر خدا نے وفات نہیں پائی ہے حضرت صدیق نے تین بار پکار کر ان سے کہا کہ بیٹھ جاؤ لیکن ہر بار حضرت عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا تب تو حضرت صدیق نے ڈانٹ کر ان سے کہا کہ مرد خدا رسول اللہ صلعم نے یقیناً وفات پائی ہے کیا تمنے آجتک نہیں سنا ہو کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ نے خود قرآن مجید میں ان سے خطاب کر کے کہا ہے تم بھی مرنیوالے ہو اور تم سے پہلے بھی لوگ (انبیائے متقدمین) مرچکے ہیں ۔ پھر ارشاد باری یہ بھی ہے کہ ہمنے کسیکو ابدی زندگانی نہیں دی ہے ہاں جب وہ مرینگے تب ابدی زندگانی پائینگے ۔ یہ فرماکر حضرت ابوبکر منبر کی طرف بڑھے تمام لوگ اسی وقت حضرت عمر کا ساتھ چھوڑ کر حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہوگئے حضرت ابوبکر منبر پر تشریف لیگئے اور حمد و ثنائے الٰہی میں ایک خطبہ پڑھا اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ جو محمدؐ کی (نعوذ باللہ معبود سمجھکر) عبادت کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ محمدؐ نے انتقال کیا اور جو شخص کہ خالص خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے وہ یقین کرے کہ خدائے بزرگ و واحد ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور کبھی مرنیوالا نہیں ۔ اسکے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی کہ محمد صلعم ایک رسول ہیں ۔ اگر وہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں تو کیا تم دین سے الٹے پاؤں پھر جاؤگے ۔ اس آیہ کو آخر فقرہ ۔ تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی مرنیوالے تھے ۔ تک تلاوت فرمایا ۔ حضرت عمر کا بیان ہو کہ یہ سنکر میرے پاؤں کانپنے لگے اور میں کھڑے کھڑے گر پڑا ۔ گویا کہ میں نے ابتک اس آیت کو سنا ہی نہیں تھا تمام لوگوں نے اس آیت کو حضرت ابوبکر سے سنکر یاد کر لیا اور پڑھنے لگے ۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ گویا اسوقت تک ہماری آنکھوں پر پردہ پڑا تھا اور حضرت ابوبکر کے وسیلہ سے وہ حجاب اسوقت

واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دل بر فوت آنحضرت صلعم نہادند انا للہ وانا الیہ راجعون گفتند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تعزیت وتسلیۂ اہلبیت بجا آورد وگفت مہم غسل وتجہیز وتکفین آنحضرت تعلق بشما دارد وخود با اکابر مہاجر وانصار بسقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر خلافت قرار دہند۔ ص ۵۶۳

سامنے سے اٹھ گیا پس باشندگان مدینہ ونیز تمامی صحابہ رسول مقبول صلعم کو اسوقت سے آنحضرت صلعم کی وفات کا یقین ہوگیا۔ تب سب لوگون نے آیہ ترجیع انا للہ وانا الیہ راجعون کو پڑھا اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق اہلبیت علیہم السّلام کی خدمت مین جاکر رسم تعزیت ادر تسلیہ بجالائے اور فرمایا آپ حضرات سے جناب رسالتمآب صلعم کے غسل وتجہیز وتکفین کی ضروریات متعلق ہین آپ انھین انجام دین اور خود تمام بزرگان مہاجرین وانصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ مین تشریف لے گئے کہ امر خلافت کو قرار دین۔

مرقومۂ بالا عبارت سے اصل وجہ تاخیر کا راز سربستہ کھل گیا کہ اس تمام التواد تاخیر کا اصلی باعث اور حقیقی سبب سقیفہ کی پنچایت اور خلافت کا دنگل تھا جب یہ پنچایت اٹھ گئی اور یہ دنگل برخاست ہوگیا۔ تو رسول اللہؐ کی نعش مبارک دفن کی گئی صحابۂ کرام کے اس خاص طرز عمل مین آجتک یہ شعر زبان زد خاص وعام ہے ؎

چون صحابہ حب دنیا داشتند مصطفٰیؐ را بے کفن بگذاشتند

فاضل عباسی گورکھپوری نے اس موقع کی روئداد حاضرہ کی نسبت اپنی کتاب تاریخ الاسلام مین نہایت معقول اور پُر واقع رائے قائم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ سلاطین کے مردے دفن نہین کیئے جاتے ہین جبتک کہ ولیعہد کی تخت نشینی کا مسئلہ طے نہین پالیتا ہے۔ افسوس ہے کہ خانۂ رسالت بھی اس دستور سے خالی نہ رہ سکا جبتک کہ خلافت کا مسئلہ طے نہ پالیا رسول اللہ صلعم کی نعش مبارک دفن نہین کی گئی۔

فاضل مورخ کا استعجاب نہایت صحیح ہے لیکن اس استعجاب سے پہلے ہمارے فاضل محقق کو سمجھ لینا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم کی آنکھ بند ہوتے ہی احکام شریعت اور قوانین رسالت سب رخصت ہوگئے۔ اور انکی جگہ نظام حکومت وسیاست قائم ہوگئے زمانہ رسالت مین سیاست شریعت کی تبع تھی ور اب شریعت سیاست کا ایک ماتحتی شعبہ قرار دیدی گئی جسکے نزدیک رسول اللہ صلعم کی مقدار ذات ایک ملکی حاکم اور قومی سردار سے زیادہ نہین بڑھتی۔ اس بنا پر وفات رسولؐ کے بعد بھی عمومًا وہی کیا گیا جو عام حاکمان ملکی اور سرداران قومی کے مرنیکے بعد ملک وقوم مین کیا جاتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر بنی ہاشم کو تاخیر کرنیکی کیا مجبوری تھی؟ ان مین سے تو ایک متنفس بھی سقیفہ بنی ساعدہ مین شریک نہ تھا۔ جواب یہ ہے کہ اول تو بنی ہاشم مین اسوقت تک کل چھ آدمی مرد تھے ہی۔ اور باقی سب بچے اگر یہ کل چھ آدمی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی لاش مطہر کو بلا انتظار مہاجر وانصار دفن فرما دیتے تو جو فساد اور

مصیبتین انکو وفات رسولؐ کے بعد معرکہائے جمل و صفین سے لیکر واقعہ کربلا تک پیش آئین - وہ اسی وقت نوراً سامنے آجاتین
اسکے علاوہ ازواج مطہرات خصوصاً امہات المومنین حضرت عائشہ و حفصہ و دیگر خواتین جنکے اعزا و اقارب ارباب سقیفہ
اور اصحاب حل و عقد تھے کب بلا مشارکت اپنے عزیزون کے لاش رسولؐ کو دفن ہونے دیتین اسلیئے حضرات اہلبیت
علیہم السلام اور بزرگان بنی ہاشم مراسم تجہیز و تکفین سے فراغت کرکے لاش مطہر رسول اللہ صلعم کو لیئے بیٹھے رہے اور
اسلام کی نئی دنیا کے انقلاب کو بنظر چشم حسرت و عبرت مشاہدہ فرماتے رہے -

یہ سب شبلی صاحب اور انکے اسلاف کی موضوعہ تاویلین ہین کہ اس وجہ سے دفن مین دیر ہوئی اس باعث سے
قبر کنی مین تاخیر ہوئی - اور اس سبب سے آپس مین اختلاف رائے ہوا - اختلاف ہوا تو کیسے - اختلاف تو جب ہوتا ہی جب
متعدد آدمی ہوتے ہین - وہان سب لوگ تو سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع تھے - یہان سوائے بنی ہاشم کے تھا ہی کون جسکی
اختلاف رائے ہوتا حقیقت اتنی ہی کہ قبر مطہر کھد گئی غسل و کفن بھی ہوگیا نعش مبارک بھی تیار رہگئی - یہ صاحب آلین
وہ بزرگ تشریف لائین - اسی انتظار نے ایکدن کا دودن کر دیا - بات تھی تو اتنی ہی - اب جتنا جی چاہے بڑھا لیجئے -

روضۃ الاحباب کے مرقومہ بالا روایت سے علاوہ حقیقت حال کے مفصلہ ذیل حالات پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے -

اول یہ (۱) تمام صحابہ کرام کو عموماً اور حضرت عمر بن الخطاب کو خصوصاً ان آیات قرآنیہ کا جنکو حضرت ابوبکر نے تلاوت فرمایا
ابتک کوئی علم و اطلاع نہین تھی - اس بنا پر یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ صحابہ کرام مین سے کسیکو بھی پورا قرآن یاد نہین تھا
اور ان مین سر نمبر حضرت عمر قرار پاتے ہین -

(۲) یہ بھی ثابت ہوگیا کہ باوجود اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے یقین کامل کے تمام صحابہ کرام علی الخصوص حضرت عمر بن الخطاب
جناب رسالتمآب کے وجود ذیجود کو آجتک فنا پذیر نہین سمجھتے تھے - اسی بنا پر وہ رسول اللہ صلعم کی موت سے انکار فرماتے
تھے اور اس امر مین اپنی پوری قوت اجتہاد یہ سے کام لیتے تھے - چنانچہ کنز العمال مین ہی -

عن ابن عباس ان عمر بن الخطاب ذکر له ما حمله
علی مقالتہ التی قال حین توفی رسول اللہ صلعم قال
کنت اتامل ھذہ الایۃ وکذلک جعلنکم امۃ
وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس فواللہ ان کنت
لاظن انه سیبقی فی امتہ حتی یشھد علیھا باخر
اعمالھا وانہ الذی حملنی ان قلت ما قلت
(اخرجہ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

ابن عباس سے منقول ہی کہ حضرت عمر نے اُن سے ذکر کیا کہ مجھکو
جناب رسول خدا صلعم کی وفات مین اس آیت نے تامل لادیا تھا وہ آیت
یہ ہے کہ مین نے تمکو امت وسطی (درمیان) قرار دیا ہی تا کہ تم لوگون کا
مشاہدہ حالات کیا کرو - اسوجہ سے مین نے خیال کیا کہ آپ اپنی
امت مین باقی رہکر انکے آخر اعمال تک کا مشاہدہ فرمائینگے اور
یہی وجہ تھی کہ مجھے اسوقت جو کہنے کی بات تھی کہہ رہی تھی -
(بیہقی فی الدلائل) منقول از کنز العمال

حضرت عمر کا یہ اجتہاد کسقدر معارض اصول توحید تھا اور مخالف قرآن مجید وہ محققین کے فیصلہ پر موقوف ہے۔
(۳) جب اتنے مسلمان ایک خاص شخص کو۔ چاہے وہ ارتقائے نظرت کے نقطۂ انتہا تک کیون نہ پہنچا ہو۔ فانی نہین سمجھتے تھے۔ بلکہ اپنے خیال مین باقی اور ابدی سمجھتے تھے۔ تو وہ کیسے اصول اسلام کے موافق کامل الاسلام اور خالص الایمان کہے جائینگے کیونکہ۔ ہم دیکھتے ہین عموم صحابہ کے علاوہ خود حضرت عبداللہ بن عمر سا متشرع بزرگ بھی یہ اقرار کرتاہے کہ ہماری آنکھون پر اتبک پردے پڑے ہوئے تھے۔ جو حضرت ابوبکر کی تصریحات آیات نے سامنے سے اٹھادیے۔ ان کے اقرار کے علاوہ۔ خاص حضرت عمر کا اعتراف ہے جو حضرت ابوبکر کے استدلال آیات قرآنیہ سے آپ پر مستولی ہوا تھا۔ شاہد صادق ہے۔
(۴) اتنی مدت تک یہ حضرات جو اس عقیدہ پر قائم رہے وہ اصولاً عقاید اسلامی کے متمسک تھے یا نہین۔
(۵) تدفین رسول ص اور تعیین خلیفہ کی اہمیت اور فرق مابہ الامتیاز بھی پورے طور سے ثابت ہوگیا۔
(۶) اسی کے ساتھ۔ بنی ہاشم اور اہلبیت رسول صلعم کے ساتھ تمام اہل اسلام کے موجودہ اور آیندہ طرز عمل بھی معلوم ہوگئے اور اسیوقت سے معلوم ہوگیا کہ ملکی تنظیم سیاسیات مین بنی ہاشم اور اہلبیت علیہم السلام کا ان تمام لوگون کے نزدیک کوئی حق وحصہ نہین تھا۔ اور نہ ان مین اسکی کوئی صلاحیت وقابلیت تھی۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکر نے ان بزرگوارون کو تجہیز وتدفین رسول ص کے موجودہ کامون کے لئے مخصوص طور پر علیحدہ کردیا اور خود تمام مہاجر وانصار کے ساتھ نظام حکومت اور استحکام امارت کے لئے سقیفہ مین تشریف لے گئے۔ بقول لیکے ؎ از صحن خانہ تالب بام از آن من + وز سقف خانہ تا بہ ثریا از آن تو۔ یا سمجھنے والے یون سمجھ لین کہ جس کا مردہ ہو وہ گاڑے۔ ہم کیون ہاتھ لگانے جائین۔
شبلی صاحب اسکی تفصیل مین لکھتے ہین۔

تجہیز وتکفین آنحضرت صلعم

تجہیز وتکفین کی خدمت خاص اعزا واقارب نے انجام دی فضل ابن عباس اور اسامہ نے پردہ کیا اور حضرت علی نے غسل دیا حضرت عباس بھی موقع پر حاضر تھے اور بعض روایتون مین ہے کہ انھین نے پردہ کیا تھا۔ چونکہ اس شرف مین ہر شخص شریک ہونا چاہتا تھا۔ اسلئے حضرت علی نے اندر سے کواڑ بند کرلئے تھے۔ انصار نے دروازے پر آواز دی کہ خدا کے لئے ہمارے حقوق کا بھی خیال رکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گذاری مین ہمارا بھی حصہ ہے۔ حضرت ابوبکر نے جیسا کہ واقدی کا بیان ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلعم مین کسی کا حق نہین ہے اسلئے اگر سب کو اجازت دیجئے تو کام رہ جائیگا۔ لیکن انصار کے اصرار پر حضرت علی نے اوس بن خولی انصاری کو۔ جو اصحاب بدر مین تھے اندر بلالیا وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علی نے جسم مبارک کو سینہ سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباس اور ان کے دونون صاحبزادے قثم اور فضل جسم مبارک کی کروٹین بدلتے تھے اور اسامہ بن زید اوپر سے

پانی ڈالتے تھے۔

شبلی صاحب نے حقیقت حال تو لکھدی لیکن عادت اور ضرورت سے مجبور تھے حضرت ابوبکر کی شرکت کو داخل ہی کردیا۔ حالانکہ روضۃ الاحباب کی مرقومہ بالا عبارت سے معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت ابوبکر خود تجہیز و تکفین رسولؐ کیخدمت بنی ہاشم اور اہلبیت علیہم السّلام کو سپرد فرما کر سقیفہ میں تشریف لیگئے تھے۔ پھر آپ موجود کہاں تھے جن سے انصار شمول خدمت کی اجازت لیتے۔ یہ تو بالکل خلاف واقع ہے۔ تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم سے حضرت ابوبکر وغیرہم کی غیر حاضری محدثین و مورخین اور جملہ اسلامی مؤلفین کا اتفاقی مسئلہ۔ آپ خود بھی لکھکر اقرار کرچکے ہیں کہ تجہیز و تکفین کیخدمت خاص اعزا و اقارب نے انجام دی۔" بڑی تلاش اور سخت کد و کاوش کے بعد آپکو واقدی کے ایک قول سے تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم میں حضرت ابوبکر کی شرکت معلوم ہوئی اور آپنے اوسکو لکھ مارا۔ چونکہ اسوقت اپنے مطلب کی ہے اسلئے واقدی کی تحریر پر نقد و تبصرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نیز اوسکی مجہولیت و موضوعیت کی شہرت خاص سے کوئی بحث نہیں۔ وہ تو اسوقت امام بخاری و مسلم کے برابر قوی الاسناد ہیں لیکن ہم آپکو تبلائے دیتے ہیں کہ واقدی وہی بزرگ ہیں جنکی نسبت آپ خود لکھ چکے ہیں کہ واقدی کی مجہولیت کا مسئلہ عام ہے" پھر ایسے مجہول خاص بھی نہیں مجہول عام سے آپ حضرت ابوبکر کی خصوصیت کی سند پیش کریں تو سوائے آپکی خوش فہمی کے اور کیا کہا جائے۔

بہرحال۔ اب تجہیز و تکفین رسول اللہ صلعم میں حضرت ابوبکر کی مشارکت کے واقعہ کو حسب ذیل محدثین و مورخین کی عبارت میں ملاحظہ فرما کر تبلایا جاوے کہ ان حضرات کی مرویات میں۔ حضرت ابوبکر کی مشارکت کا کہیں ذکر و مذکور بھی ہے۔

محدث شیرازی لکھتے ہیں۔

عباس و علیؑ و فضل و قثم پسران عباسؓ و اسامہ بن زید و صالح حبشی کہ آزاد کردۂ رسولؐ بود و شقران لقب داشت آن سرور را برداشتہ در اندرون کلیہ درآوردند و بغسل مشغول شدند و عباس فرمود تا در را بر روے مردم بستند و در غسل آنسرور بغیر از ان شش مرد کہ مذکور شدند ہیچکس در میانہ در نیامد و در وایتے آنکہ انصار بیرون فریاد برآوردند کہ اے اہلبیت ما اخوان آنحضرت ایم و حق قرابت و خدمت ما با وے بہمہ معلوم است و صدق و اخلاص ما در اسلام بر ہمہ روشن است۔ یک کس باید کہ از ما پیش شما باشد

حضرت عباس حضرت علیؑ۔ فضل و قثم پسران عباس اسامہ بن زید صالح حبشی جو آنحضرت صلعم کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور جس کا لقب شقران تھا۔ آپکو اٹھا کر حجرہ میں لے آئے اور غسل میں مصروف ہوئے حضرت عباس نے کہا کواڑے بند کر دو اور غسل میں سوائے ان چھ آدمیوں کے اور کوئی دوسرا موجود نہیں تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ باہر سے انصار نے فریاد کی کہ اے اہلبیت رسولؐ ہم بھی جناب رسولخدا صلعم کے بھائی ہیں اور ہماری قرابت و خدمت آنحضرت صلعم کے ساتھ سب کو معلوم ہے اور اسلام میں ہمارا اخلاص اور صداقت بھی سب پر روشن ہے۔ اس بنا پر

تا بار اشرف حاصل شود واز دولت تعہد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محروم نہ
مانیم در روایتے آنکہ اوس بن خولی خزرجی انصاری
گفت اے علیؑ بن ابی طالب سوگند
میدہم ترا بخدا کہ مرا اجازت دہ تا کہ در آیم امیرؑ
او برا دستوری داد کہ آید۔ فاما در غسل ہیچ مدخل
نہ داشت در روایتے است کہ از چاہ سعد بن خیثمہ
آب می کشید و می آورد و اہل بیت غسل
میدادند۔ اسامہ و شقران آب می ریختند
و فضل پیراہن را از بدن وے جدا نگاہ می داشت
تا علی علیہ السلام با آسانی جسد اطہر آں سرور را می شست
و عباس و قثم در گردانیدن وے را از طرفے بطرفے
اعانت و امداد حضرت علیؑ می نمودند سہ
نوبت بہ آب ورق کنار و آب خالص آنحضرت
صلعم را شستند ص ۵۶۴

لازم ہے کہ ہم لوگوں میں سے بھی ایک آدمی آپ کی خدمت
غسل میں شریک کر لیا جاوے کہ ہم کو بھی یہ شرف حاصل ہو اور ہم
بھی خدمت رسولؐ سے محروم نہ رہ جائیں۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ اوس بن خولی خزرجی انصاری نے چلا کر کہا اے علی ابن ابی
طالب۔ آپ کو میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے اندر آنے کی اجازت
دیجائے۔ حضرت امیرؑ نے اسکو اندر آنے کی اجازت عنایت فرمائی
اور وہ اندر آیا لیکن اوس نے غسل میں کوئی مداخلت نہیں کی
ایک روایت میں ہے کہ اوس چاہ سعد بن خیثمہ سے صرف پانی
لاتے تھے اور آپکے اہلبیت آپکو غسل دیتے تھے۔ حضرت علیؑ
قبلہ رو آپ کی میت کو غسل دیتے تھے اور عباس و قثم آپ کے
جسم مطہر کو ایکطرف سے دوسری طرف بدلتے تھے۔ فضل آپ کے کپڑوں
کی حفاظت کرتے تھے۔ اور اسامہ و شقران پانی ڈالتے تھے حضرت
علیؑ آپکو باآہستگی اور بجسم طاہر غسل دیتے تھے۔ تین مرتبہ
بیری کی پتیوں کے اور ٹائے ہوئے پانی سے اور اتنی ہی مرتبہ آب
خالص سے آپکو غسل دیا گیا۔ اور اسطرح غسل کا کام انجام پایا۔

کہیں حضرت ابوبکر کی شرکت یا موجودگی وقت غسل کا ذکر نہیں ہے۔

مورخ ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں

تولی غسلہ علی والعباس والفضل و قثم ابنا
العباس واسامۃ بن زید وشقران مولی النبی
صلعم وکان العباس وابناءہ یقلبونہ و
اسامۃ وشقران یصبان الماء
وعلی یغسلہ۔

رسول اللہ صلعم کے غسل کے متولی حضرت عباس علی فضل قثم
ابنائے عباس اسامہ بن زید و شقران مولی رسول اللہ صلعم تھے
عباس اور ان کے صاحبزادے میت مبارک کو اس طرف
اسطرف پھیرتے تھے۔ اسامہ و شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت
علیؑ غسل دیتے تھے۔

اس میں بھی حضرت ابوبکر کی موجودگی کا ذکر نہیں۔

تاریخ خمیس دیار بکری میں ہے۔

كان العبّاس والفضل يقلبونه وكان اسامة وشقران يصبان الماء واعينهم معصوبة

عباس اور فضل آپ کے جسد اطہر کو ادھر ادھر پلٹتے جاتے تھے اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے اور سب کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی تھیں

اس میں بھی حضرت ابوبکر کی حاضری کا نام نہیں۔

حضرت علیؑ کی غسل رسول کیلئے خصوصیت

ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔

عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لا يغسله احد غيری فانه لا يری عورتی احد الا طمست عيناه

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کو غسل نہ دے اس لئے کہ جو کوئی آپ کی عورت کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائیگا۔

سوائے حضرت علیؑ مرتضیٰ کے اور سب کی آنکھوں پر پٹی بندھنے کی یہ وجہ تھی۔

تاریخ ابن ہشام میں یہ عبارت مرقوم ہے۔

حدثنی عبد الله بن ابی بكر وحسين بن عبد الله وغيرهما من اصحابنا ان علی بن ابی طالب والعباس بن عبد المطلب والفضل بن العباس وقثم بن العباس واسامة بن زيد وشقران مولی رسول الله صلی الله عليه واله وسلم هم الذين ولوا غسله وان اوس بن خولی احد بنی عوف بن الخزرج قال لعلی بن ابی طالب انشدك الله يا علی وحظنا من رسول الله صلعم وكان اوس من اصحاب رسول الله و اهل بدر قال ادخل فدخل المجلس وحضر غسل رسول الله صلعم فاسنده علی ابن ابی طالب عليه السلام الی صدره وكان العباس والفضل وقثم يقلبونه معه وكان اسامة بن زيد وشقران مولاهما اللذان يصبان الماء عليه وعلی يغسله ۔

عبد اللہ بن ابوبکر اور حسین بن عبد اللہ وغیرہما ہمارے اصحاب رواۃ نے بیان کیا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب۔ عباس بن عبد المطلب اور فضل بن عباس اور قثم بن عباس۔ اسامہ بن زید اور شقران آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔ یہ وہ بزرگوار تھے جو غسل و کفن رسول اللہ صلعم کے مہتمم خاص تھے اور اوس بن خولی نے جو بنی عوف بن خزرج کے قبیلہ انصار میں سے رسول اللہ صلعم کے صحابی اور شرکاء بدر میں تھے۔ چلا کر کہا اے علیؑ بن ابی طالب میں آپکو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ہمکو بھی خدمت رسولؐ سے سرفراز فرمایئے۔ آپ نے انہیں اجازت دیدی اور وہ اندر آکر حاضر خدمت غسل ہوئے۔ عباس۔ فضل اور قثم آپکو غسل دینے میں اس کروٹ سے اوس کروٹ کرتے تھے حضرت علیؑ سینہ سے لگائے تھے۔ اسامہ بن زید اور شقران آپ کے غلام آپ پر پانی ڈالتے تھے اور علی بن ابی طالب میت مبارک کو غسل دیتے تھے۔ جلد سوم صفحہ ۶۰۳ مصر

اب شبلی صاحب اور ان کے مؤیدین سمجھیں کہ آپ کے واقدی ایسے مجہول السند شخص کا قول موضوعہ و منفردہ اتنے علمائے محدثین و مورخین کے اقوال متواترہ و متکاثرہ کے مقابلہ میں کیسے قابل تسلیم سمجھا جائیگا۔ آپ نے حضرت ابوبکر کی

ہوا خواہی ہیں یہ خبر اڑا دی جو سراپا خلاف واقعیت اور معارض اصلیت ہے پہلے آپ اسوقت حضرت ابوبکر کی وہان موجودگی ثابت کر لیں پھر اوس بن خولی کو اجازت دینا نہ دینا بیان کرینگے۔ آپکے امام واقدی کی ایک روایت مجہول و موضوع کے مقابلہ میں حدیث و تاریخ کے اتنے اسناد قوی الاعتماد و الاستناد لکھدیئے گئے ہیں جو پوری طور سے ثابت کر رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر نہ اسوقت موجود تھے نہ اوس نے آپسے اجازت مانگی اور نہ آپنے دی بلکہ اوس بزرگ محترم نے اوس بن خولی کی استدعا پر اوسے خدمت غسل میں صرف حاضر باشی کا شرف خاص عنایت فرمایا۔ جو منجانب الرسول آپکے غسل و تکفین کے لئے قبل سے مامور ہوچکا تھا ھذا افضل اللہ یوتیہ من یشآء ان اللہ ذو الفضل العظیم

غسل کے بعد تکفین کی تفصیل یون فرمائی گئی ہے۔

کفن کے لئے جو کپڑا تجویز کیا گیا تھا وہ حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبداللہ کی یمن کی لائی ہوئی چادر تھی۔ لیکن بعد کو اوتار لی گئی۔ اور تین سوتی سفید کپڑے جو سحول کے بنے ہوئے تھے۔ کفن میں دیے گئے۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہین تھا۔　سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۴۴

جب آپ لکھکر خود اقرار کرتے ہین کہ عبداللہ بن ابوبکر کی لائی ہوئی چادر پارچہائے کفن میں استعمال نہین ہوئی بلکہ اوتار لیگئی۔ تو پھر اسکے بیان و نقل کی کیا ضرورت تھی۔ وہی حضرت ابوبکر کی ہوا خواہی۔ اگرچہ بالکل واہی و رخو ہی ہوا خواہی سہی۔ ایک تو امام مسلم صاحب ہی کی خوش فہمی ہے جنھون نے خود اپنے مسند و در انکاری واقعہ کو لکھا دوسرا آپکا طریقہ استخراج و استنباط اور مستزاد ہے کہ آپنے ایسے ناقابل الذکر واقعہ کو سمجھکر بھی نقل کر دیا لیکن آپ یا مسلم صاحب کیا کرین مطلب دونوںکا ایک مدعا مساوی اور غرض مشترک۔

افسوس تو اس پر ہے کہ حضرت ابوبکر کے ساتھ تو خلوص عقیدت کی یہ پرجوشی تھی لیکن جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و منزلت کیطرف سے بالکل بیخبری اور گران گوشی۔ اتنا بھی خیال نہ آیا کہ آخر وہ عبداللہ کی چادر کیون اوتار لی گئی اسلئے کہ عموماً تمام مستطیع مسلمان مردون کیلئے مکان غسل۔ آب غسالہ ملبوس کفن اور مقام قبر اوسکی ملکیت خاص ہونا چاہیئے۔ ان میں سے کسی شے کے لئے اوسکو دوسرونکا زیر بار احسان نہین ہونا چاہیئے جب عام مردون کے لئے خدا اور رسولؐ نے شرائط قائم فرمادیے ہین تو پھر رسول اللہؐ کی میت کیونکر مال غیر کے احسان کی زیر بار کیجاتی اس لئے حضرات اہلبیت اور بزرگان بنی ہاشم نے ایک منٹ کے لئے بھی اسے گوارا نہ کیا اور عبداللہ کی دی ہوئی چادر فوراً اوتار لی

اگر شبلی صاحب اس واقعہ کیساتھ یہ توجیہ بھی قلمبند فرمادیتے تو اصل حقیقت بھی معلوم ہوجاتی اور بنی ہاشم کی غیرت و حمیت۔ مگر آپ کیسے لکھتے۔ یہ تو اوصاف بنی ہاشم کی تفضیل ہوجاتی۔ جو ہمیشہ سے ناگوار طبع لطیف ہے۔ جتنی تاریخ و حدیث کی کتابیں میرے پیش نظر ہین انمین عبداللہ کی چادر کا کہین ذکر نہین ہے اسلئے کہ جب وہ پارچہائے کفن

سے خارج کردی گئی تو پھر اوسکے نقل کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ سمجھکر کسی نے بھی اوسے نہ لکھا۔ ابن ہشام تکفین کے متعلق صرف اتنی عبارت لکھکر تمام کردیتے ہین۔

قال ابن اسحٰق فلما فرغ من غسل رسول اللہ صلعم کفن فی ثلاثۃ اثواب ثوبین صحاریین و بردۃ حیرۃ

جب آنحضرت صلعم کے غسل سے فراغت ہوگئی۔ تو تین پارچون مین آپ کو کفن دیا گیا جس مین دو موٹے کپڑے تھے اور ایک حیرہ کی چادر تھی۔

روضۃ الاحباب مین یہ تصریح ہے۔

آنگاہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را در سہ جامہ سفید سحولی کہ در ہیچ کدام از انہا قمیص و عمامہ نبود۔ کفن کردند۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تین پارچہائے سحولی جن مین عمامہ اور قمیص نہ تھی کفن پہنایا۔

کوئی شخص عبداللہ کی چادر کا حال نہین لکھتا۔ مگر شبلی صاحب لکھتے ہین۔ اور پھر لکھنے کے بعد یہ بھی لکھتے ہین کہ وہ چادر اوتار لیگئی۔ پھر لکھنے سے فائدہ؟ اس راز کو صرف شبلی صاحب بتلائین گے؟

اسکے آگے صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین۔

و در روایتے آنکہ کفن وے دو جامہ سفید و یک بردیمانی بود و مشک و حنوط بر کفن و سجدہ گاہ وے پاشیدند و چون ازاین امور فارغ گشتند و یرا بر سریر بجز ابا نیدند چنانکہ وصیت فرمودہ بود۔ صفحہ ۵۶۴

اور ایک روایت مین منقول ہے کہ دو جامہ سفید اور ایک بردیمانی کا آپ کو کفن دیا گیا اور مشک و حنوط کفن مبارک و سجدہ کی جگہون پر مل دیا گیا جب ان امور سے فراغت ہوگئی تو آپ کے جنازے کو چارپائی پر آپ کی وصیت کے مطابق رکھدیا۔

تدفین رسول صلعم

تدفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

مدینہ مین دو صاحب قبر کھودنے مین ماہر تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ جراح اور ابو طلحہ انصاری۔ حضرت ابو عبیدہ اہل مکہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودتے تھے۔ اور ابو طلحہ مدینہ کے رواج کے مطابق لحدی۔ لوگون مین اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اختلاف مناسب نہین۔ دونو آدمیون کو بلا بھیجنا چاہیئے۔ جو پہلے آجائے لوگون نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ حضرت عباسؓ نے دونون صاحبون کے پاس آدمی بھیجے۔ اتفاق یہ کہ ابو عبیدہ گھر موجود نہ تھے ابو طلحہ آئے اور ان ہی نے مدینہ کی رواج کے مطابق قبر کھودی جو لحدی تھی یعنی بغلی نہین تھی۔ زمین چونکہ نم تھی اسلیئے جس بستر پر آپنے وفات پائی تھی وہ قبر مین بچھادیا گیا۔

شبلی صاحب کی موقع شناسی کبھی چوکنے والی نہین۔ وفات کے حالات مین آپ کن کن قلمکاریون سے شیخین کی متفقہ اور مسلمہ غیر حاضری اور عدم موجودگی کیخلاف ہر واقعہ مین خوانخواہ اینچ تان کر اونکی مشارکت اور مداخلت تو کہان کم سے کم

حاضری اور موجودگی ثابت کرنا چاہتے ہین ہم ان حالات کے آغاز ہی مین لکھ آئے ہین اور اقوال متواترہ سے ثابت کر آئے ہین کہ حضرات شیخین غسل وکفن دفن رسول اللہ مین شریک نہین تھے پھر ان مین سے کسی صاحب کی اسکی طرف نسبت یا اشارت کرنا کسقدر خلاف واقعیت اور معارض حقیقت ہے۔ مگر نہین شبلی صاحب کے اکثر سلف صالحین نے اس داغ کے مٹانیکی کوشش کی ہے شبلی صاحب بھی انھین کی تقلید مین اپنے حسن عقیدت کا اظہار کرنا چاہتے ہین اور ابن ماجہ کے اس موضوعہ اضافہ کی اسناد سے جو محض حضرت عمر کی خیرخواہی کے لیے تیار کیا گیا ہے لکھتے ہین

"لوگون مین (بغلی اور لحدی کھودی جانے کے متعلق) اختلاف پیش آیا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمر نے کہا اختلاف مناسب نہین۔ دونون آدمیون کے پاس آدمی بھیجا جاوے جو پہلے آجاوے"

جب یہ مسلم ہوچکا ہے کہ حضرات شیخین وفات رسولؐ کے بعد تجہیز و تکفین وغیرہ کا اہتمام حضرات اہلبیت اور بزرگان بنی ہاشم سے متعلق کرکے خود مہاجر و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف نظم خلافت کی غرض سے تشریف لیگئے جیساکہ محدث شیرازی خود حضرت ابوبکر کی زبانی نقل فرماتے ہین۔

ابوبکر صدیق تعزیتہ و تسلیۂ اہلبیت بجا آورد و گفت ہم غسل و تجہیز و تکفین آن سرور تعلق بشما دارد و خود با اکابر مہاجر و انصار بسقیفہ بنی ساعدہ رفت تا امر خلافت را قرار دہد و اہل بیت کار سازی غسل می کردند۔

حضرت ابوبکر آئے اور رسم تعزیت و تسلی بجا لاکر اہلبیت سے کہنے لگے کہ غسل و تجہیز و تکفین رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا انتظام آپلوگ کرین۔ یہ فرماکر خود اکابر مہاجر و انصار کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ کہ امر خلافت کو قرار دین۔ ص ۵۶۳

حضرات اہل بیتؑ آنحضرت صلعم کے غسل و کفن مین مصروف ہوگئے حضرت ابوبکر نے غسل و تکفین وغیرہ کیخدمت اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ کیون مخصوص کردی تھی۔ اس مین بھی خاص مجبوری تھی۔ اسلیے کہ خود مخبر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث ان کے پیش نظر تھی۔

عن علی قال اوصانی النبی صلعم ان لایغسلہ احد غیری فانہ لایری عورتی احد الا طمست عیناہ

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مجھسے وصیت فرمائی تھی کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص آنحضرت کو غسل نہ دے جو آپکی عورتین دیکھیگا وہ اندھا ہوجائیگا

بہرحال جب ثابت ہوچکا ہے کہ تجہیز و تکفین کے آغاز ہی سے حضرات شیخین تنہا بھی نہین بلکہ تمام اکابر مہاجر و انصار کو لیکر سقیفہ بنی ساعدہ کیطرف تشریف لیگئے تھے تو پھر ان امور کی انجام دہی کیوقت یہ حضرات یا ان مین سے کوئی حضرت عمر کے ایسا فرد واحد موجود کہان تھا جو ان کو مشورہ دیتا یا ہدایت کرتا کسی حدیث و تاریخ کے عنوان بیان سے یہ بھی تو ظاہر نہین ہوا کہ یہ حضرات بیک وقت دونون کام انجام دیتے تھے سقیفہ مین امور امارت و خلافت بھی سنبھالتے تھے اور وہان بار بار آکر جسد رسولؐ پر پانی بھی ڈالتے تھے اور کفن بھی پہناتے تھے اور اگر کوئی صاحب اپنی خدمت کے اظہار سے اس قیاس کا

اعتبار فرمائیں۔ تو مسلمۂ جمہور کے مخالف ہونیکے علاوہ۔ خود حضرت ابوبکر صدیق کے اُس قول و حکم کے معارض ثابت ہوگا جو خاص طور پر ان امور کی نسبت حضرات اہلبیت و سائر بنی ہاشم کو دے چکے تھے شبلی صاحب تو اپنے مفید مطلب ذرا سا شوشہ بھی پاکر بلا خیال پس و پیش لکھہ مارتے ہیں اور ذرا بھی خیال نہیں فرماتے سے کین راہ کہ میروی بترکستان است۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ایسے موقعوں کے لیئے آپ کی سیر صحاح کے مجلدات ہیں۔ جو پہلی تو آپکے عقاید کی کتابیں ہیں پھر اُس کے بعد ہر قسم کے موضوعات وغیر موضوعات مرویات کے ذخیرے۔ اگر وہ قابل تسلیم ہونگی تو آپکے نزدیک دوسرے فقہاے اسلامی آپر کیوں اعتبار کرنے لگے۔ آپنے اپنے دیباچہ کتاب میں ترجیح حدیث علی التاریخ کا جو طلسم باندہا تھا اور جس کا تار تار تبصرہ اسوۃ الرسول جلد اوّل میں جدا جدا کر دیا گیا ہے۔ وہ اسی غرض و غایت سے تو تھا ہی اب محققین ناظرین خود تصفیہ فرمالیں کہ ان واقعات کی تفصیل و تصریح علم حدیث کا موضوع صحیح قرار پاتی ہے یا علم سیر و تاریخ کا اصلی مقصود۔ اگر انکی عقل سلیم ہے اور سیر و تاریخ کی سیر کا مذاق صحیح ہے تو وہ ان واقعات کی تفصیل و تشریح کو کبھی احادیث کا موضوع نہیں تبلا سکتے۔ بلکہ صرف سیر و تاریخ ہی کو ان کا ماخذ خاص قرار دینگے جب ان واقعات کی حقیقی ماخذ کتب تاریخ ہی قرار پائیں گی تو اب یہ دیکھنا ہے کہ عرب کی سب سے قدیم کتاب تاریخ ابن ہشام کی کیا صورت حال پائی جاتی ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں مرقوم ہے۔

حدثنی حسین بن عبد الله عن عکرمة عن ابن عباس قال لما ارادوا ان یحفروا لرسول الله صلی الله علیه و آله وسلم وکان ابو عبیدة بن جراح یحفر کحفر اهل مکة وکان ابو طلحة زید بن سهل هو الذی یحفر لاهل المدینة فکان یلحد فدعا العباس رجلین فقال لاحدهما اذهب الی ابی عبیدة بن الجراح وللآخر اذهب الی ابی طلحة اللهم خر لرسول الله صلعم فوجد صاحب ابو طلحة فجآء به فلحد رسول الله صلعم

ص ۱۰۲ ج ۳ مطبوعۂ مصر

حسین بن عبد اللہ نے عکرمہ سے عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کی قبر کھودنے کا انتظام ہونے لگا تو ابو عبیدہ بن جراح اہل مکہ کے دستور کے مطابق قبر کھودتے تھے اور ابو طلحہ جن کا نام زید بن سہل تھا وہ اہل مدینہ کے رواج کیموافق قبر کھودتے تھے اور وہ لحدی ہوتی تھی حضرت عباس نے دو آدمی بلائے اور اُن میں سے ایک کو ابو عبیدہ بن جراح کے پاس بھیجا اور دوسرے کو ابو طلحہ کے پاس اور فرمایا خدایا اپنے رسول صلعم کے لیئے ان میں سے کسی کو بھیجدے۔ اتفاق سے ابو طلحہ کے پاس فرستادہ آدمی ابو طلحہ کو مل گیا اور وہ اس کے ساتھ چلے آئے اور انھیں نے آنحضرت صلعم کی قبر کھودی۔

لیجئے اس میں بھی نہ معارضہ ہے اور نہ حضرت عمر کا محاکمہ۔ نہ سوائے مخصوصین بنی ہاشم کے لوگوں کا اجماع ہے اور نہ آپس میں نزاع۔ کچھہ بھی نہیں۔ یہ سب سامان تو صرف حضرت عمر کی حاضری اور موجودگی ظاہر کرنے کے لیئے

مُہیا کئے گئے تھے۔ سب سے سوا اس سراپا موضوع واقعہ کی خوبی تو یہ ہے کہ ابتدائی حالات تو دونوں عبارتوں میں لفظاً لفظاً ایک ہی پائے جاتے ہیں حضرت عمرؓ کے ذکر سے جو اصل جوڑ لگایا گیا ہے اُس کے الفاظ صاف صاف مصنوعی ہونے کا فرق بتلا رہے ہیں۔ چنانچہ شبلی صاحب بھی اپنی عبارت میں حضرت عمرؓ کا محاکمہ لکھکر اصل و موضوع کا یوں مُنھ ملاتے ہیں کہ "چنانچہ" کے لفظ کو خطوط ہلالی (برائیکٹ) کے اندر رکھکر لکھتے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے دونو صاحبوں کے پاس آدمی بھیجے حضرت عباسؓ کو ن بھیجنے والے۔ خود صاحبوں کو کہنے کیوں نہ بھیجے۔ کیا حضرت عباسؓ صرف آدمیوں پر حکم چلانے والے تھے۔ اُن کے تنازعات کے تصفیہ فرمانے پر قادر نہیں تھے۔ جو حضرت عمرؓ کو سقیفہ سے۔ اتنی دور سے اس معمولی بات کے تصفیہ و محاکمہ کے لیے زحمت دی گئی حقیقت حال یہی ہے جو تاریخ ابن ہشام کی عبارت سے ثابت ہوئی اور اسکے قبل اور علمائے محدثین و مؤرخین کے اقوال سے ثابت ہو چکی کہ اس اختلاف رائے کا تصفیہ خود حضرت عباسؓ نے اُسی صورت میں فرمالیا جس طرح تاریخ و حدیث کی متعدد کتابوں سے نقل کرکے دکھلا دیا گیا ہے شبلی صاحب۔ اُنھیں موضوعہ اضافات کو تحقیقات واقعات اور اُنھیں جوڑ بندیوں کو اپنی قلمکاری اور کمال واقعہ نگاری سمجھتے ہیں۔ جسکے نقل کرنے یا لکھنے سے کیا۔ اُسکے ذکر کرنے تک سے صاحبان تحقیق احتیاط و احتراز کرتے ہیں۔

اُسکے بعد شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

زمین چونکہ نم تھی۔ اسلیئے جس بستر پر آپنے وفات پائی تھی۔ وہ قبر میں بچھا دیا گیا۔

قبر میں فرش پر میت کا دفن کرنا تمام اہل اسلام کے دستور عام کے خلاف ہے۔ اور خیر القرون کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک امت اسلامیہ کے کسی اعلیٰ یا ادنیٰ طبقہ کی میت کے ساتھ یہ طرز عمل کبھی پایا گیا۔ نہ سُنا گیا۔ شبلی صاحب کو تو اسکی توجیہ و تصریح کی ضرورت نہیں اور نہ آپ اسکے ذمہ دار ہیں۔ ہاں اگر صحابہ کرام یا حضرات شیخین کی نسبت اسکا تعلق ہوتا تو آپ اسکی توجیہ و تصریح کا انبار لگا دیتے۔ حالانکہ اصلی ماخذوں میں اسکی توجیہ بھی موجود ہی اور تصریح بھی لکھکر بتلا دیا گیا ہے کہ یہ جسد مطہر پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ایسی خصوصیت ہے۔ جو بعد آپکے پھر کسی مسلم میت کے ساتھ جائز نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو۔ ابن ہشام کی مفصلہ ذیل عبارت۔

قد کان مولاہ شقران حین وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی حفرتہ و بنی علیہ قد اخذ قطیفۃ قد کان رسول اللہ صلعم یلبسھا و یفترشھا فدفنھا

آپکے غلام شقران نے جب جسد مطہر کو قبر کے پاس لاکر رکھا تو وہ چادر جو آپ اوڑھتے ہوئے تھے اُتار کر قبر میں بچھا دی اور کہا کہ آپکے بعد کوئی دوسرا قیامت تک اسے نہیں اوڑھ سکتا لیس وہ چادر بھی

في القبر وقال واللہ لا يلبسها احد بعدک ابدا — قبر منور میں جسد مطہر رسول اللہ صلعم کے ساتھ دفن کردی گئی۔

فدفنت مع رسول اللہ صلعم

صلا - جلد سوم مصر

اصل ماخذ کی عبارت میں تو نمی - رطوبت یا کسی خارجی وجہ ضرورت کا نام تک نہیں - پھر آپ کا یہ قیاس نہیں تو کیا اگر آپکے قیاس کے موافق - زمین قبر کے نم ہونیکی وجہ سے قبر مطہر میں فرش کردیا گیا تھا تو اسوقت بھی قبروں میں لحد کیا اکثر پانی نکل آتا ہے - مگر فرش تو نہیں کیا جاتا اور ہر وہ فرش پر تو نہیں لٹایا جاتا - اس بنا پر آپکا یہ قیاس بالکل غلط ہے حقیقت اور واقعیت وہی ہے - جو ابن ہشام نے لکھی ہے - یہ صرف جسد مطہر کی خصوصیت اور ردائے مبارک کے استعمال ~~غلط~~ کی ضرورت تھی۔ اور کچھ نہیں - چنانچہ محدث شیرازی نے روضۃ الاحباب میں اسکو لکھ کر بتلا دیا ہے۔

علماء گفتہ اند کہ این از جملہ خصوصیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است صـ۵۶۵ — علماء نے بتلایا ہے کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔

رسول کی نماز جنازہ

اسکے بعد نماز جنازہ کے متعلق لکھا جاتا ہے۔

جنازہ تیار ہوگیا - تو لوگ نماز کو ٹوٹے - جنازہ حجرے کے اندر تھا - باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کرکے جاتے تھے پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے - پھر بچوں نے نماز پڑھی - لیکن کوئی امام نہیں تھا"

کب جنازہ تیار رہا اکسوقت لوگ نماز جنازہ کے لیئے ٹوٹے - کون کون آیا کب اور کس وقت آیا - کوئی تصریح نہیں - کوئی تفصیل نہیں - اور تو اور - ذرا خاص طور پر اپنے حضرات شیخین اور اصحاب عشرہ مبشرہ کی نسبت جو امر امارت اور انعقاد خلافت کے ارباب حل وعقد تھے - دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میں شرکت آپ ثابت کرلیں اور بحث امامت میں اپنی مستند کتاب عقائد نسفی کی یہ عبارت دیکھ لیں - تو آگے بڑھیں -

ولان الائمۃ قد جعلوا اهم المهمات بعد وفاة النبي صلعم نصب الامام حتی قدموه علی الدفن۔ — مقتدایان دین نے بعد وفات رسول اللہ صلعم نصب امام کو اہم ترین مسائل تجویز کیا یہانتک کہ اسکو دفن رسول پر مقدم فرمایا۔

اور صواعق محرقہ ابن حجر کی یہ عبارت -

بل جعلوا اهم الواجبات حيث اشتغلوا به عن دفن رسول اللہ صـ — نصب امام کو صحابہ کرام نے واجبات سے بھی زیادہ اہم قرار دیا اسی لئے دفن رسول کو چھوڑ کر اس میں مشغول ہوئے -

اور شرح مواقف کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جائے -

وتركوا له اهم الاشياء وهو دفن رسول اللہ صلعم - — نصب امام کیلئے انھوں نے سب سے ضروری اشیاء کو چھوڑ دیا اور وہ دفن رسول صلعم تھا -

اب شبلی صاحب اور اُنکے مؤیدین یا شائقین محققین اور ناظرین کتاب خود تصفیہ فرمالین کہ مرقومہ بالا عبارات جو اُنکے محدثین معتبرین اور علماے متبحرین کے اقوال استدلالیہ و ارشاد احتجاجیہ سے ماخوذ و مستنبط ہین۔ دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اُنکی حاضری۔ موجودگی اور مشارکت تو ثابت ہوتی ہی نہین۔ جنازہ مطہر پر بقصد نماز اُنکا ٹوٹنا آپ کیسے ثابت کرسکین گے۔ اگر ثابت کرینگے تو اسی طرح کہ پہلے ان کتابون کو پانی مین ڈبو کر اتباع عقاید اور تبعیت اسلاف سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھو لینا ہوگا۔ والا فلا۔

ہان ہم بھی ایک حد تک شبلی صاحب کے اس لکھنے کو صحیح مانتے ہین کہ لوگ طیاری جنازہ کے بعد نماز کے لیے ٹوٹے جن مین بوڑھے۔ جوان بچے اور عورتین تھین جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہین۔ مگر وہ کون لوگ تھے غربا اور مساکین مدینہ اور قرب و جوار کی مسلم قومین جو وفات رسول صلعم کی خبر سنکر حاضر ہوئی تھین۔ وہی باری باری سے آکر جنازۂ رسول صلعم پر نماز پڑھنے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئین۔

امامت نماز کا مسئلہ بھی خواہ مخواہ حضرت ابو بکر کا فیصلہ بتلایا جاتا ہے۔ محدث شیرازی کی عبارت سے یہ بھی حضرت علی کا خاص حکم و ہدایت معلوم ہوتی ہو۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب کی مفصلۂ ذیل عبارت۔

ترتیبے کہ در خبر ابن مسعود رضی اللہ عنہ مقرر فرمودہ بود فوج فوج درآمدند و ہر یک نماز علحدہ گذاردند و علی گفت ہیچکس امامت نکند برآو کہ وے امام شماست ہم در حیات و ہم در ممات۔

اور مرویات مین جو ترتیب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لوگ فوج فوج آتے گئے اور علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے گئے حضرت علی نے فرمایا کوئی شخص امامت نکرے اس لیے کہ پیغمبر حالت حیات و ممات دونون مین تمھارا امام ہے۔

سب سے پہلے حضرت علی نے نماز پڑھی۔

روضۃ الاحباب مین ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کی نماز پڑھی مفصلۂ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بر طرف سر جنازہ ایستاد و گفت اے پیغمبر گرامی و دین پدر نامی۔ سلام و رحمت و برکات حق تعالی بر تو باد۔ بارخدایا ما گواہی میدہیم کہ وے رسانید آنچہ بروے نازل شدہ و شفقت نصیحت و موعظت بجا آوردہ و در راہ خدا جہاد کردہ تا عزیز گردانید حق تعالی دین خود را بارخدایا مارا از آن جملہ گردان کہ پیرو آن باشیم

حضرت علی مرتضی جنازہ مطہر کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ یا رسول گرامی منزلت نامی مرتبت تمھارے بزرگ برتر کا سلام رحمت اور اسکی برکت آپ پر نازل ہو۔ بارالہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپنے امور رسالت جو آپ پر نازل ہوتے تھے ہمکو پہونچا دیے اور حق نصیحت و موعظت رسالت کے انکو پورے طور بجا لائے اور خدا کی راہ مین جہاد کیے یہانتک کہ خدا سبحانہ تعالے نے دین عزیز اور غالب بنایا پروردگار۔ تو ہم سبکو ان لوگون کا پیرو ظاہر اجو تابع...

کہ بروے نازل شدہ و میان ما واو در روز قیامت	نازل فرمایا ہے اور ہم میں اور اُن میں بروز قیامت یکجائی اتحاد
جمع کن مردم آمین گفتند ۔ ص۶۵	عطا فرما ۔ سب لوگوں نے آمین کہی ۔

اس کے بعد ۔ جیسا کہ مرویات مرقومہ بالا میں تصریح ہے ۔ لوگ آتے گئے ۔ نماز پڑھتے گئے ۔ اور واپس جاتے گئے غرض جو آسے ۔ وہ آسے ۔ جو نہ آسے وہ نہ آسے ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہو گئے دفن کے بعد آنے والوں نے قبر مبارک پر نماز پڑھ دی ۔

لاشِ مطہر کو لیکر قبر منور میں اُترنے والے حضرات

شبلی صاحب دفن کی یہ کیفیت لکھتے ہیں ۔

جسم مبارک کو حضرت علی فضل بن عباس ۔ اسامہ بن زید اور حضرت عبد الرحمن ابن عوف نے قبر میں اُتارا ۔

پھر اس عبارت پر نمبر ۴ دیکر لکھا جاتا ہے ۔ ابوداؤد کتاب الجنائز ۔ ابن ماجہ اور ابن سعد میں اسامہ بن زید اور عبد الرحمن بن عوف کے بجائے قثم بن عباس اور شقران (غلام خاص) کے نام ہیں ۔ ارباب نظر جانتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں کس کو ترجیح ہے ۔

اس عبارت حاشیہ لکھنے پر بھی شبلی صاحب نے اپنے بیان کو مبہم ہی رکھا ۔ اور کھل کر یہ نہ لکھا کہ آخر دونوں روایات میں صحیح اور قابل ترجیح کون ہے جب تصفیہ منظور ہی نہیں تھا ۔ تو نظریہ یا حاشیہ چڑھانے کی ضرورت کیا تھی اور جب ناظرین ہی کے تصفیہ پر چھوڑ دینا تھا تو اصل عبارت کتاب ہی ۔ ابن ماجہ اور ابن سعد والی روایتوں کو بھی لکھدیا ہوتا کھل کر لکھتے تو آپ میں جرأت کہاں ۔ مگر ہاں حاشیہ کی عبارت سے آپ کی چھپے ڈھکے مراد یہ ہے کہ ابوداؤد والی روایت جس میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی شرکت دفن ثابت ہوتی ہے ۔ قابل ترجیح ہے ۔ اسلیے کہ حضرت سعد سقیفہ کے رکن ممتاز تھے اور اصحاب حل وعقد میں سے پیش پیش ۔ پھر وہ کیسے پیچھے رہجا ئیں گے ۔ حالانکہ یہ دلیل خلاف واقع ہونیکے علاوہ شبلی صاحب کے اصول مقرر کردہ کے مخالف بھی ثابت ہوتی ہے ۔ اسلیے کہ کتب صحاح میں جو پایہ سنن ابوداؤد کا ہے وہی سنن ابن ماجہ کا ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ابن ماجہ پر مرویات ابی داؤد کو ترجیح دی جائے گی ۔ اس کے علاوہ ۔ ابوداؤد منفرد ہیں ۔ اُنکی تائید میں آپ کسی دوسرے کا قول لکھتے نہیں ۔ ابن ماجہ کی تائید میں آپ ابن سعد کا قول مؤید خود لکھ رہے ہیں جب دونوں روایتوں میں یہ فرق مابہ الامتیاز معلوم ہوتا ہے تو ہم بھی شبلی صاحب کے الفاظ میں لکھنے کے مجاز ہیں کہ ارباب نظر جانتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں صحیح اور قابل ترجیح کون ہے لیکن ہمارے اس لکھدینے سے بھی وہی شبلی صاحب کی طرح ابہام رہجاتا ہے اور فیصلہ نہیں ہوتا ۔ اس لیے ابوداؤد ۔ ابن ماجہ اور ابن سعد سے قدیم تر ماخذ کی طرف رجوع کیا جائے اور دیکھا جائے

اس مین کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ابن ہشام سے زیادہ قدیم ماخذ تاریخی مسلمانون کے پاس نہین ہے اس مین دفن رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت صاف صاف تحریر ہے۔

قال ابن اسحاق وکان الذی نزلوا فی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی بن ابی طالب الفضل بن عباس و قثم بن عباس و شقران مولی رسول اللہ صلعم۔

ابن اسحاق کہتے ہین۔ وہ لوگ جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مین اُترے وہ علے ابن ابی طالب۔ فضل بن عباس۔ قثم بن عباس اور شقران آنحضرت صلعم کے غلام تھے۔

شبلی صاحب کی غرض خاص تو بنی ہاشم اور اہلبیت کے خصائص کا استخفاف ہے۔ جو آپ کی تمام تالیف کا موضوع خاص ہے اس لیے آپ ایسے موقعون پر اپنے ان ذخائر موضوعات سے کام لیتے ہین۔ جو محدثین کے صرف جوش عقیدت اور خودغرضی کے اضافات ہین اور کچھ بھی نہین۔ نہ واقعیت سے ان مرویات کو کوئی واسطہ ہے اور نہ اصلیت سے کوئی سروکار۔ ہم تجہیز و تکفین کے وقت ہی سے لیکر اسوقت تک برابر اور مسلسل طور پر اقوال متواترسے لکھتے اور ثابت کرتے آئے ہین کہ حضرت ابوبکر کے حکم کے موافق کر دیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تمام آخری خدمات کو انجام دینے والے اور شروع سے آخر تک تمام کرنے والے حضرات بنی ہاشم اور بزرگان اہلبیت علیہم السلام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ خدمات جو انجام دینے والے اور شروع سے آخر تک تمام کرنے والے حضرات بنی ہاشم اور بزرگان اہلبیت علیہم السلام تھے۔ من اولہا الی آخرہا بلا مشارکت احد سے و مداخلت غیرے انھین افراد مبارک نے انجام دیئے۔ پھر ان اخبار متواترہ اور مختار متکاثرہ کے مقابلہ مین کسی شخص خاص کی مداخلت و مشارکت کا اظہار اور پھر اس اظہار پر اصرار تو بدیہیات سے انکار ہے اور بالکل خلاف اصول روایت و درایت ہے فافہم وتدبر۔

حقیقت دفن وہی ہے جسے خود شبلی صاحب گو یا حاشیہ مین لکھ بھی چکے ہین کہ علی ابن ابیطالب فضل ابن عباس قثم ابن عباس اور شقران نے قبر مین اُتارا۔ اور یہی حقیقت حال تمام قدیم ماخذون کا مختار ہے۔ اب چاہے غرضی نفسانیت اور تقلید اسلاف جتنے چاہے حاشیے چڑھائے اور جیسے چاہے اضافات بڑھائے۔ وہ شتے بعد از جنگ کا فایدہ دین گے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ جذبات بھی حضرت علی مرتضیٰ کے محض خلوص وعقیدت کی بنا پر مبنی نہین تھے بلکہ آپ ان تمام خدمات کی انجام دہی اور بجا آوری پر منجانب رسولؐ انکی وصیت کے موافق پہلے سے مامور ہو چکے تھے۔ اور غالبًا یہ وہی رازداری کے امور خاص تھے۔ جو قریب وفات آنحضرت صلعم نے باصرار تمام

حضرت علی کو بلوا کر اور اپنی رو انے خاص میں لیکر۔ ان سے ارشاد فرماتے تھے جیسا کہ حالات وفات مین پوری تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور ضرورتاً پھر ایک سند نقل کردیجاتی ہے علامہ دیلمی لکھتے ہین۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلعم یاعلی انت تغسل جثتی وتودی دینی وتواریني فی حفرتی وتفی بذمتی وانت صاحب لوائی فی الدنیا والاخرۃ۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے تھے یا علی تم مجھے غسل دوگے میرے قرض کو ادا کروگے اور جو کچھ میرے ذمے ہے اسے ادا کروگے۔ مجھے میری قبر مین اتاروگے اور دنیا و آخرت مین میرے علمبردار ہوگے۔

بہر حال۔ ان تمام تفصیلات و توجیہات کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تمام آخر خدمات حضرت علی مرتضی نے بالنفس النفیس ہمراہی بزرگان بنی ہاشم اس احتیاط و اہتمام خاص سے انجام دین کہ اسکی لطافت، پاکیزگی اور نظافت کو کوئی غیر بنی ہاشم ہاتھ نہ لگا سکا اور یہ خدمات حقیقت مین۔ ان یقینیات کے موافق اور بدیہیات کے مطابق تھے حضرت علی مرتضی نے۔ رفاقت و حمایت اور نصرت و خدمت رسالت کے ان وعدون کی طرح جو آپنے سولہ برس کے سن مین۔ دعوت قریش کی معرکۃ الآرا مجلس مین فرمایا تھا۔ آغاز نبوت سے لیکر انتہا سے خدمت رسالت تک تمام فرمادیا۔ وان ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء انہ ذوالفضل العظیم۔

دفن سے فراغت ہوچکی تو محدث شیرازی لکھتے ہین۔

آنگاہ خاک بر قبر آن سرور ریختند وصورت قبر او را مسطح و بر دو اسپے مسنم بر آوردند و بمقدار یک شبر از زمین بلند گردانیدند و آب بران پاشیدند (روضۃ الاحباب صفحہ ۵۶۵)

اسکے بعد آپ کی قبر مطہر پر مٹی ڈالدی۔ اور صورت قبر کو مسطح اور ایک روایت کے موافق ماہی پشت بنایا اور زمین سے ایک بالشت اونچا کیا اور اسپر پانی چھڑک دیا۔

اس کے آگے لکھتے ہین۔

چون از دفن فارغ گشتند اول بدر خانۂ فاطمہ زہرا علیہا السلام آمدند وتعزیت وتسلیہ وے بتقدیم رسانیدند پرسید کہ پیغمبر خود را دفن کردید۔ گفتند آرے۔ فرمود شما را چون از دل برآمد کہ خاک بر آن سرور پاشیدید آخر او نبی الرحمۃ نہ بود جواب ندادند یا بنت رسول اللہ

جب دفن سے فراغت ہوگئی۔ تو سب سے پہلے لوگ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دروازے پر ماتم پرسی اور تسلی کے لیے آئے تو جناب سیدہؑ نے لوگون سے پوچھا کہ اپنے پیغمبرؐ کو دفن کر آئے۔ سب نے عرض کی۔ ہان۔ فرمایا تم سے یہ کیسے ہوا کہ تم نے جسم مطہر پر مٹی ڈالی کیا وہ نبی رحمت نہین تھے۔ عرض کی کہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاطر ما بجہت این معنی خود اندوہناک بود ۵ -

یہ امر خود ہم پر نہایت شاق تھا ہم اس پیکر کو کیسے خاک کے اندر دیکھ سکتے تھے۔ جس نے زمین سے اٹھا کر ہمکو اونچا کیا تھا۔

در خاک فتادہ چون توانم دیدن
آنکس کہ مرا ز خاک برداشتہ بود

لیکن از حکم ربّانی چارہ نیست۔

لیکن حکم ربانی سے کوئی چارہ نہیں ہے۔

مرثیہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

اس کے بعد جناب سیدہ نے یہ اشعار پڑھے۔ جو اسلام کی تمام تاریخ و حدیث کی کتابوں میں مرقوم ہیں -

ماذا علی من شم تربۃ احمد
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صُبّت علی مصائب لو انہا
صبّت علی الایام صرن لیالیا

جس نے خاک پاک مرقد احمدی کو ایک بار سونگھ لیا وہ
پھر مدت تک کسی خوشبو سونگھنے کی ضرورت نہیں رکھتا
ہم پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دن پر پڑی
ہوتیں۔ تو دن رات ہو گیا ہوتا۔

تمت بالخیر والعافیۃ

اولاد امجاد آنحضرت صلعم

جناب سیدۃ نساء العلمین حضرت فاطمۃ الزہراء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوبی بیویوں میں سوائے جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے اور کسی سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی مرویات اہل بیت کے اعتبار سے صلب رسالت سے جناب خدیجہ کی صرف تین اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی دونوں صاحبزادے۔ قاسم اور طاہر صغرسنی ہی میں انتقال فرما گئے۔ صرف حضرت فاطمۃ الزہرا جو اصغر اولاد تھیں باقی رہیں۔

ماریہ قبطیہ کے بطن سے ۸ھ ہجری میں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ لیکن چھ مہینے کے بعد وہ بھی انتقال فرما گئے۔

علمائے اہلسنت کے اعتبار سے۔ آنحضرت صلعم کے۔ دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں دو صاحبزادے تو بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور چار صاحبزادیاں حضرت فاطمۃ الزہرا (۲) حضرت زینب (۳) حضرت رقیہ (۴) حضرت ام کلثوم۔ (سیرۃ النبی جلد ۲)

شبلی صاحب نے صاحبزادیوں کی یہ ترتیب باعتبار عظمت و اعزاز کے فرمائی ہے۔ اس لئے اصغر اولاد جناب سیدہ کو سب سے اوّل لکھا ہے۔ ورنہ آپ کا نام نامی تو سب سے آخر میں ہونا چاہیے۔ شبلی صاحب سے اتنا ہی حفظ مراتب غنیمت ہے۔

ازواج مطہرات

جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ

ازواج مطہرات میں سابقیت اور اوّلیت کا شرف آپ ہی کی خوش قسمتی کا سہرا تھا اور پھر اس استقرار و استمرار کے ساتھ کہ آپ کی حیات تک مشکوئے رسالت میں کوئی دوسری معظمہ اور محترمہ آپکی پہلو نشینی کا شرف نہ پاسکیں۔

آپکے والد کا نام خویلد۔ اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زایدہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں قصی بن کلاب پر پہونچکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ مشکوئے رسالت میں حضرت خدیجہ کے آنے اور زوجیت رسول کے شرف و اعزاز پانے کے مفصل حالات جلد دوم میں بیان ہوچکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

جناب خدیجہ کی ایک بہن تھیں۔ ہالہ دونون بہنون مین بڑی محبت تھی دونون بہنین قد وقامت شکل وصورت اور آواز و انداز مین قریب یکساں وی تھین حضرت خدیجہ کے بعد ہالہ مدت تک زندہ رہین بہن کے انتقال کے بعد مدینہ مین ایکبار ہالہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخدمت مین ملنے آئین۔ آستانہ مبارک پر پہونچکر دستور آداب کے موافق اجازت چاہی آواز کی شباہت کی وجہ سے آواز سنتے ہی جناب رسولخدا فوراً جھجھک اوٹھے حضرت عائشہ موجود تھین انسے فرمایا ہالہ آئی ہین دروازے کھولدو مجھے ان کے پکارنے پر خدیجہ بیساختہ یاد آگیئن دونون بہنون کی آواز قدرتی طور پر کسقدر یکساں ہے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

حضرت عائشہ کو رشک ہوا بولین کہ آپ ایک بڈھیا کی ہمیشہ یاد کیا کرتے ہین جو مرچکین اور خدا نے ان سے اچھی بیویاں آپ کو دین صحیح بخاری مین یہ روایت یہین تک ہے لیکن استیعاب مین ہے کہ اسکے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہین جب لوگون نے میری تکذیب کی تو اونھون (خدیجہ) نے تصدیق کی جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائین جب میرا کوئی معین نہین تھا تو انھون نے میری مدد کی (سیرۃ جلد ۲)

شبلی صاحب نے آداب عقیدتمندی کے لحاظ سے حضرت عائشہ کے الفاظ تعریض کو بہت نرم کر کے لکھا ہے حدیث وتاریخ کے ماخذ مین ان کے اصلی الفاظ یہ مرقوم ہین۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت ما غرت علی خدیجة ولقد هلکت قبل ان یتزوجنی رسول الله صلعم فقلت له صلعم یوما قد مدح خدیجة ما تذکر عجوزا حمراء الشدقین قد بدلك الله خیرا منها فغضب رسول الله صلعم وقال ما ابدلنی الله خیرا منها أمنت بی حین کذبنی الناس ورزقت منها الولد۔	حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ مین نے کبھی کسی پر ایسا رشک نہین کیا جیسا خدیجہ کیا باوجودیکہ جب میری تزویج رسول اللہ صلعم سے ہوئی اس سے پہلے ہی حضرت خدیجہ کا انتقال ہوچکا تھا چنانچہ ایک روز جناب رسالتمآب صلعم حضرت خدیجہ کی تعریف کر رہے تھے مین نے کہا کیا آپ ایک پوپلی بڑھیا کا ذکر کرتے ہین حالانکہ اللہ نے انسے بہتر بیبیان آپ کو دی ہین آنحضرت صلعم نے غضبناک ہوکر ارشاد فرمایا خدا کی قسم خدیجہ سے بہتر بی بی مجھے ہرگز نہین ملی وہ مجھ پر اسوقت ایمان لائین جب لوگ میری تکذیب کرتے تھے اور خدائے تعالیٰ نے انھین سے مجھے اولاد عطا فرمائی

حضرت عائشہ کی یہ تعریض گو وہ کسی خاص وجہ پر مبنی ہو خلاف آداب اخلاق تھی اسی وجہ سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنجیدگی اور آزردگی خاطر کا باعث ہوئی۔

مخبر صادق علیہ و آلہ السّلام کی زبان صداقت ترجمان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جناب خدیجہ کبریٰ ازواج مطہرات کے طبقہ میں باعتبار مراتب و مدارج اخلاق و آداب کے سب سے اوّل افضل و اعلیٰ ترین محترمہ تھیں سلام اللہ علیہا۔ نبوت کے دسویں برس رمضان کے مہینہ میں پینسٹھ برس کی عمر میں حضرت خدیجہ نے مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور مقام حجون میں مدفون ہوئیں جناب رسالتمآب صلعم ان کی لاش مبارک لے کر خود قبر میں اترے انکے لئے دعاء خیر کی اور مدفون فرمادیا۔

حضرت سودہ بنت زمعہ

جناب خدیجہ کے بعد یہی بیوی اپنی خوش نصیبی سے پہلے رسول اللہ کے شرف زوجیت پر فائز ہوئیں یہ پہلے سکران بن عمر کے نکاح میں تھیں یہ دونوں میاں بی بی سابق الاسلام تھے دوسرے بار جو مسلمانوں کی جماعت حبشہ میں ہجرت کر کے گئی تھی اس میں یہ دونوں بزرگوار داخل تھے حبشہ سے مکہ میں واپس آ کر سکران نے انتقال کیا حضرت سودہ کا سکران سے ایک لڑکا عبد الرحمٰن تھا جو جنگ جلولاء میں (حدود فارس) بزمانہ خلافت ثانیہ مارا گیا سکران کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت سودہ کے ساتھ تزویج کا پیام دیا شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

آپ کا ایما پا کر خولہ حضرت سودہ کے والد کے پاس گئیں اور جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا انعم صباحًا[1] پھر نکاح کا پیام دیا انہوں نے جواب دیا۔ ہاں محمد کفو شریف ہیں لیکن سودہ سے بھی تو دریافت کرو غرض سب مراتب طے ہو گئے تو آنحضرت صلعم خود تشریف لے گئے سودہ کے والد نے نکاح پڑھایا چار سو درہم مہر قرار پایا۔ نکاح کے بعد عبد اللہ بن زمعہ (حضرت سودہ کے بھائی جو اس وقت کافر تھے) آئے اور ان کو یہ معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈالی کہ کیا غضب ہو گیا چنانچہ اسلام لانے کے بعد اپنی اس حماقت شعاری پر ہمیشہ ان کو افسوس آتا تھا۔

---

[1] شبلی صاحب کے اس واقعہ سے گڈ مارننگ یعنی good morning کی قدامت استعمال اور عربیوں میں اس کا قدیم رواج معلوم ہو گیا انگریزی تہذیب و تمدن کے شیدائی آپ کے اس انکشاف کی بڑی قدر کریں گے لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ شبلی صاحب نے اس رسم کو نہ لکھا جو اسلام نے اپنے اصول شریعت کے موافق اس میں قائم کر دی تھی آپ تو ماشاء اللہ مصر و روم اکثر بلاد اسلامی کی سیر کر چکے ہیں کیا آپ نے وہاں کی مسلمانوں کی زبان سے صبحک اللہ بالخیر نہیں سنا۔ المؤلف عفی عنہ

حضرت سودہ بلند بالا اور فربہ اندام تھیں۔ اس وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی تھیں حجۃ الوداع میں جب مزدلفہ سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے آنحضرت صلعم سے اس بنا پر سب سے پہلے چلنے کی اجازت مانگی کہ ان کو بھیڑ بھاڑ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔

آیت حجاب سے پہلے عرب کے قدیم رواج پر ازواج مطہرات قضائے حاجت کیلئے باہر جایا کرتی تھیں حضرت عمر کو یہ ناگوار ہوتا تھا۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم کی خدمت میں پردے کی تحریک کرتے رہتے تھے لیکن ابھی اسکی ابتدا نہیں ہوئی تھی کہ حضرت سودہ رات کے وقت قضائے حاجت کیلئے نکلیں چونکہ انکا قد نمایاں تھا حضرت عمر نے کہا سودہ تمکو ہم نے پہچان لیا۔ اس واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی۔ (سیرۃ النبی جلد ۲)

شبلی صاحب حضرت عمر کی طرف سے یہ بات نقل کر رہے ہیں اور تحریک پردہ کی پیش بندیاں باندھ لیں بفرض محال وہ تسلیم کر لینے کے بعد بھی حضرت عمر سے حضرت سودہ کو اس موقع خاص پر ٹوکنے کی نہایت نامردانہ شرمناک اور حد درجہ کی خلاف تہذیب و اخلاق حرکت سرزد ہوئی۔ جسے کوئی شریف اور مہذب آدمی کبھی پسند نہیں کر سکتا۔

شبلی صاحب حضرت سودہ کے اوصاف میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت سودہ عادات و اخلاق رسالت کا نمونہ تھیں اس لئے کہ قدرت نے شرف ملازمت رسول پر ممتاز تھیں اور معارف نبوت کی خلوت و جلوت میں ہمراز و دمساز۔

لیکن اتنا لکھکر بھی شبلی صاحب ان اوصاف میں حضرت سودہ پر حضرت عائشہ کو ترجیح دیتے ہیں ہمکو سوائے حسن قلیل کے اور کوئی وجہ ترجیح ذہن میں معلوم نہیں ہوتی۔ اسکے آگے شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت عمر نے ایکبار ان کے فاقہ کی رقم تھیلی میں رکھکر ان کے پاس بھیجی۔ لانے والا جب تھیلی انکے پاس لایا تو حضرت سودہ نے استفسار فرمایا اس میں کیا ہے اس نے کہا روپئے ہیں۔ فرمایا کھجور کی طرح تھیلی میں بھر کر روپیہ بھیجا جاتا ہے یہ فرمایا اور وہ تمام روپئے تقسیم کر دیئے۔

حضرت سودہ سے بہت کم روایتیں نقل کی گئی ہیں محدثین نے ان سے صرف پانچ حدیثیں نقل کی ہیں بخاری صاحب نے انکی ایک ہی روایت پر اکتفا فرمائی ہے۔ ایں ہم غنیمت است۔ صحابہ میں صرف دو حضرات عبداللہ بن عباس اور یحییٰ ابن عبدالرحمن نے روایت کی ہے حضرت سودہ کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ واقدی حکومت معاویہ کے زمانہ میں ۵۴ھ میں انکی وفات بتلاتے ہیں اور تعجب ہے کہ ابن حجر بھی اسی کو اپنا مختار بتاتے ہیں لیکن امام بخاری اپنی تاریخ اور علامہ ذہبی تاریخ کبیر میں ۲۳ھ میں بزمانہ خلافت

حضرت عمر سے اُن کی وفات کو لکھتے ہیں۔ امام ذہبی نے تو یہانتک تصریح کر دی ہے کہ حضرت عمر کی خلافت کے آخر ایام میں حضرت عمر کی دفات سنہ ۲۳ ہجری میں ہوئی ہے اس بنا پر حضرت سودہ کا انتقال سنہ ۲۲ ہجری میں واقع ہوا علامہ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں کہ یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔

حضرت عائشہ

اسم مبارک عائشہ تھا صاحب اولاد نہیں تھیں مگر عبد اللہ بن زبیر اپنے بھانجے کی رعایت سے جنھیں آپنے پالا تھا ام عبد اللہ کی کنیت سے مشہور تھیں انکی ماں کا نام زینب تھا اور ام رومان کنیت انکی ولادت بعثت رسول سے چار برس بعد واقع ہوئی والدین نے پہلے جبیر ابن مطعم کے یہاں بات لگائی تھی اسلئے جب خولہ بنت حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ انکی بات لیکر آئیں تو پہلے حضرت ابوبکر نے اسی بنا پر انکار کیا مگر جب خولہ نے کہا آپ تو اسلام کیوجہ سے تمھارے ساتھ پیوند نہیں کرینگے تو حضرت ابوبکر جیسا کہ روضۃ الاحباب میں کتب انساب سے بیان کیا ہے۔ دریافت حال کی غرض سے خود جبیر کے ہاں گئے جبیر سے تو ملاقات نہیں ہوئی مگر ان کی بیوی نے انکو دیکھتے ہی کہا کہ تم اپنی بیٹی بیاہ کر میرے ہاں اسلام کے قدم جمانا چاہتے ہو میں تمھیں ایسا نہیں کرنے دونگی حضرت ابوبکر وہاں سے براہ راست واپس آئے اور بلا ذریعہ و واسطہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں معروضہ پیش کیا فوراً قبول فرما لیا گیا اور شوال کی بارھوین تاریخ کو حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا گیا۔ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر کل چھ سال کی تھی۔

ہجرت کے تیسرے سال مدینہ منورہ میں عروسی ہوئی وہ بھی شوال ہی کا مہینہ تھا احادیث کی مرویات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسم عروسی کی تحریک بھی حضرت ابوبکر ہی کیطرف سے پیش ہوئی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی تنگدستی کی مجبوری دکھلائی تو حضرت ابوبکر نے پچاس درم قرض حسنہ دیکر عرض کی کہ اس سے سامان عروسی کر لیا جاوے بات طے ہوگئی سامان عروسی شروع ہوگئے شبلی صاحب عروسی اور رسم رخصتی کے متعلق لکھتے ہیں۔

مدینہ میں آکر حضرت عائشہ سخت بخار میں مبتلا ہوگئیں اشتداد مرض سے سر کے بال تک جھڑ گئے صحت ہوئی تو ام رومان کو رسم عروسی کے ادا کرنیکا خیال آیا اسوقت انکی عمر ۹ سال تھی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں ام رومان نے حضرت عائشہ کو آواز دی انکو اس امر کی خبر تک نہ تھی ماں کے پاس آئیں انھوں نے منہ دھویا بال درست کئے گھر میں لے گئیں انصار کی عورتیں انتظار میں تھیں یہ گھر میں داخل ہوئیں تو سب نے مبارکباد دی چاشت کے وقت آنحضرت صلعم تشریف لائے اور رسم عروسی ادا ہوئی شوال ہی میں نکاح ہوا اور شوال ہی میں یہ رسم بھی ادا کیگئی جلد دوم حالات ازواج صـ ۳۲۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام تقریبات نکاح کے موقع پر بڑے بڑے ولیمے دیے سوائے حضرت عائشہ کے ساتھ نکاح کے موقع پر اسلئے کہ وہ زمانہ آپکے لئے شدت سے تنگی کا تھا چنانچہ محدث شیرازی روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

از حضرت عائشہ منقول است حضرت با من زفاف کرد و ہیچ شتر و گوسفندے نکشتند و طعام عروسی ما کاسہ شیرے بود کہ از خانہ سعد بن عبادہ فرستادہ بودند و من در آنروز نہ ۹ سالہ بودم و از اسماء بنت عمیس مروی است کہ من در زفاف عائشہ حاضر بودم واللہ کہ در آنروز ہیچ طعام ولیمہ نبود الا قدحے از شیر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدارے ازان شیر تناول نمودہ و بعد ازان بعائشہ دادہ وے شرم میداشت کہ بگیرد من گفتم کہ دست پیغمبر را رد مکن و بستان از وے پس بشرم تمام آنرا بگرفت و مقدارے ازان آشامید بعد ازان حضرت فرمود تا بمن دہ۔ ما گفتم رغبت نداریم آن سرور گفت گرسنگی و دروغ باہم جمع مکنید من گفتم یارسول اللہ اگر یکے از ما رغبت چیزے داشتہ باشد و گوید رغبت ندارم آنرا بہ دروغ می شمرند فرمود آرے ان الکذب یکتب کذبا حتی یکتب الکذ بۃ کذ بۃ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ میری رخصتی کے دن کوئی بھیڑی ذبح نہین کیگئی۔ ہمارا ولیمہ عروسی صرف ایک دودھ کا پیالہ تھا جو سعد بن عبادہ کے گھر سے آیا تھا میں اسوقت ۹ برس کا تھا اور اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ مین حضرت عائشہ کی تقریب رخصتی مین حاضر تھی۔ خدا کی قسم اس دن ولیمہ کے لئے کسی قسم کا کوئی طعام تیار نہین تھا سوائے ایک جام شیر کے جس مین سے تھوڑا جناب رسولخدا صلعم نے نوش فرماکر پیالہ کو حضرت عائشہ کی طرف بڑھا دیا انھون نے فرط حجاب سے اس پیالہ کے لینے مین تامل کیا تو مین نے انسے کہا کہ پیغمبر کے دست (عنایت) کو رد نہین کرتے پیالہ لے لو یہ سنکر حضرت عائشہ نے نہایت حجاب کے ساتھ وہ پیالہ لے لیا اور اس مین سے تھوڑا سا پی لیا پھر آنحضرت صلعم نے ان سے ارشاد کیا کہ مجھے (اسماء بنت عمیس کو) دیدو مین نے عرض کی مجھے تو اس وقت اشتہا نہین ہے آپ نے ارشاد فرمایا بھوک اور جھوٹ اکٹھا جمع نہ کرو مین نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلعم اگر ہم مین سے کسیکو اشتہا ہو اور وہ کہے کہ مجھے اشتہا نہین ہے تو کیا یہ بھی جھوٹ ہی مین شمار ہوگا ارشاد ہوا جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جائے گا اگرچہ جھوٹ لکھنے والے نے جھوٹ ہی لکھا ہو۔

روضۃ الاحباب صفحہ ۲۰۵

شبلی صاحب لکھتے ہین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ سے بڑی محبت تھی اسی محبت سے آپنے مرض الموت مین

اپنی تمام ازواج مطہرات سے اجازت لی اور اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہ کے حجرے میں بسر کیے۔ ان
محبت کا اظہار جن طریقوں سے ہوتا تھا ان کے متعلق احادیث وسیر میں نہایت کثرت سے واقعات درج ہیں"۔
آنحضرت صلعم کا حضرت عائشہ سے یہ محبت کرنا تعجب انگیز نہیں اسلئے کہ فطرتاً ہر شوہر اپنی بی بی سے محبت کرتا ہے پھر
ایسی حضرت عائشہ کیلئے شیر فضیلت کیا ہی۔ پھر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آنحضرت صلعم سے حضرت عائشہ کو محبت
نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ انکی محبت کا بھی اظہار فرماتے۔ وہ اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے تو فرط محبت سے انکے ساتھ یہ کیا انھوں نے اپنی شدت محبت کے تقاضے سے آپکے ساتھ کیا کیا۔ مگر
شبلی صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ اس بنا پر اسکا وجود ہی نہیں تھا۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ انکا ذرا ذرا سی بات پر
روٹھنا جزوی سی باتوں پر خفا ہونا نان و نفقہ و دیگر اخراجات خاص کیلئے رسول اللہ صلعم کو تنگ کرنا۔ آیت تخییر
کا نازل ہونا پھر سال ہی بھر کے بعد قصہ تحریم میں دیگر ازواج مطہرات کو اپنا ہم آہنگ بنا کر رسول اللہ صلعم کے خلاف
مظاہرہ کرنا جسکی نسبت آپ خود یہ الفاظ تحریر فرماتے ہیں کہ مظاہرہ کی ارکان اعظم حضرت عائشہ و حضرت حفصہ تھیں
(سیرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹) آپ غریب کس شمار میں ہیں۔ خدا تبارک و تعالی اس مظاہرہ کے متعلق اور ان دونوں خواتین کی نسبت صفت
قلوبکما (دل دونوں کے ٹیڑھے ہو گئے ہیں) کی صورت حال اور صواحب لوط و یوسف کی مثال قرآن مجید میں دے چکا ہے
تو کیسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان محترمہ کو اپنے مقدس شوہر کے ساتھ محبت تھی۔

اب رہا مرض الموت میں انکے حجرے میں تشریف رکھنے سے افراط محبت کے جو معنی نکالے گئے ہیں۔ اسکی نسبت گذارش
ہے کہ واقعات پر نظر رکھنے والے اور حقیقت کے جاننے والے اسکو نہایت اخلاق رسول کی مراعات یقین کرتے ہیں۔ آپکی محبت
مخصوصہ کی مضمون تراشی اسوقت صحیح ہوتی جب حجرہ علالت حضرت عائشہ کی جلوت و خلوت کے لیے مخصوص و محدود
کر دیا جاتا۔ واقعات بتلا رہے ہیں کہ ایام علالت میں حجرہ حضرت عائشہ عام مسلمانوں کی گذرگاہ بنا ہوا تھا۔ تمام ازواج
اور اہلبیت طاہرین بھی وہاں آتی جاتی تھیں۔ اسلیے اس محبت کی خصوصیت جسپر آپکا استدلال قائم ہوا ہے۔
میں خصوصیت ثابت ہوتی ہے اور اسکا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

اب رہا بخلاف ازواج مطہرات کے انکے حجرہ میں آنحضرت کی مصلحت یہ بھی کہ معترض کو شکایت کا موقع
نہ ملے اور پھر کسی تازہ مظاہرہ کا اندیشہ نہ ہونے پاے اور نیز انکی اور انکے موئدین کی خاص اطلاع کے لیے اہلبیت طاہرین
اور دیگر مومنین کے لیے جو وصیتیں فرمائی گئیں اور انکے ساتھ مرتے دم تک جو محاسن سلوک قائم کیے گئے وہ سب انکی آنکھوں
کے سامنے گذر جائیں۔ یہ خود مشاہدہ فرمالیں۔ پھر اختیار ہے چاہیں ان پر عمل فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ اسکے بعد شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں
"حضرت عائشہ کی علمی زندگی بھی نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے وقت میں فتوی دیتی تھیں

نہین معلوم حضرت علی کا دور حکومت انکے اجرائے فتوے سے کیون محروم رکھا گیا شبلی صاحب خواہ مخواہ حقیقت کو کیون چھپاتے ہین۔ وہ تو چھپنے والی نہین حضرت علی کے وقت مین بھی انھون نے فتوے دیے انکا سب بڑا موثر فتوی وہ عظیم الشان اور واجب الاذعان اعلان تھا جسنے جنگ جمل قائم کرا دی اور عراق عرب سے لیکر حجاز شام مصر اور تمام ممالک اسلامیہ مین آگ لگا دی اور خاص زمین بصرہ پر ہزارون مسلمانون کو خون بہوا دیے ہان بصرہ مین شکست کھا کر گھر مین واپس آئین تو کف لسان فرما گئین ۔ اسکے بعد شبلی صاحب یہ فرماتے ہین۔

حضرت عائشہ نے صحابہ پر دقیق اعتراض کئے ہین جنکہ علامہ سیوطی نے ایک رسالہ مین جمع کر دیا ہے ہمکو اسکی تفصیل و تحقیق کی ضرورت نہین کہ ان اعتراضات مین اصابت رائے کس طرف تھی صحابہ کی رائے صحیح تھی یا حضرت عائشہ کی۔ اسے صحابہ جانین اور حضرت عائشہ ہان اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ حضرت عائشہ کے اعتراضات اور آپکے اعترافات سے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کی اصابت رائے کے متعلق آپکا اصول کہ ہم عدول قابل قبول نہین اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ اصول صرف صحابہ کے لئے بہت پیچھے وضع کیا گیا ہے

اب ہا حضرت عائشہ کا تبحر علمی وہ ذیل کے واقعہ سے بخوبی ثابت ہے امام حاکم مستدرک مین تحریر فرماتے ہین

عن عایشة دعت ابوھریرة فقالت یا ابا هریرة ما ھذہ الاحادیث التی یبلغنا انك یحدث بھا عن النبی صلعم ھل سمعت الا ما سمعنا وھل رائیت ما رائینا قال یا اماہ انہ کان لیشغلك عن رسول اللہ صلعم المرءة والمکحلة والتصنیفة لرسول اللہ صلعم وانی واللہ ما کان عندی وھذا حدیث صحیح لم یخرجاہ الشیخان

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ مین نے ابوہریرہ کو بلا کر پوچھا کہ اے ابوہریرہ کیسی حدیثین ہین جو ہمکو پہنچی ہین کہ تم انکو رسول اللہ صلعم کا قول بیان کرتے ہو کیا تم نے بھی وہی سنا جو ہم لوگون نے سنا اور تم نے بھی وہی دیکھا جو ہم لوگون نے دیکھا ابوہریرہ نے کہا اماجان آپکو آئینہ سرمہ دانی اور بناؤ سنگار احادیث رسول سننے سے باز رکھتا تھا جو تم رسول اللہ صلعم کیلئے کیا کرتی تھین اور خدا کی قسم ہمکو ان سے کوئی چیز بھی مانع نہین تھی امام حاکم کا بیان ہے کہ یہ روایت (مکالمہ حضرت عائشہ و ابوہریرہ) صحیح ہے گو اسکو شیخین بخاری و مسلم نے نہین لکھا

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس نے جناب صدیقہ کی تفسیر یا اخت ھارون کو لاکہ ہارون کے برادر حضرت موسیٰ ہین، بداہتہً غلط بتلایا یہی دو مثالین آپکے تبحر علمی ۔ البطال دعوی کیلئے کافی ہین۔

ہر امر کیلئے ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک شہرت عقیدت اہل تحقیق کو التفات الکتاب حقیقت مد نظر رہتا ہے خوش عقیدت اسلئے کتب احادیث مین فضل و کمال علمی حضرت عائشہ کی نسبت جو کچھ مذکور ہے وہ جناب صدیقہ کی علمی تجلیات نہین ہین بلکہ خوش عقیدہ مولفین کی تعلیات ہے۔